ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ (الحدیث)

اطیب العطایا الباقیۃ من الفتاوی الاشفاقیۃ
۹ ۳ ۴ ۱ ھ

المعروف بہ

فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان

تصنیف لطیف
اشفاق العلماء مفتی اعظم راجستھان
حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب، تخریج و تعلیق و تحشیہ
مفتی سراج احمد قادری مصباحی

باھتمام

پیر طریقت صوفی باصفا خواجہ قاری صوفی عبد الوحید قادری
(بانی جامعہ فیضانِ اشفاق، ناگور شریف، راجستھان)

ناشر:
امام احمد رضا لائبریری، جامعہ فیضانِ اشفاق، ناگور شریف، راجستھان

نام کتاب : اطیب العطایا الباقیة من الفتاوی الاشفاقیة
المعروف به فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان

مصنف : اشفاق العلماء مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتخریج، تعلیق وتحشیہ: (مفتی) سراج احمد قادری مصباحی

تصحیح ونظر ثانی : مصباح الفقہاء حضرت مفتی محمد عالمگیر مصباحی صاحب قبلہ (استاذ ومفتی دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور)
حضرت مفتی اسد اللہ ثقافی صاحب قبلہ (پرنسپل جامعہ فیضانِ اشفاق)

پروف ریڈنگ : حضرت مفتی محمد عبد العزیز مصباحی جمالی و مولانا محمد یونس علیمی

کمپوزنگ : (مفتی) سراج احمد قادری مصباحی

صفحہ سازی : محمد زبیر قادری

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰

سن اشاعت : ۱۴۳۹ھ / ۲۰۱۸ء

رسم اجرا : بموقع جشن غوث الوریٰ کانفرنس جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان

ناشر : امام احمد رضا لائبریری، جامعہ فیضانِ اشفاق، ناگور شریف، راجستھان

صفحات : ۴۲۴

ملنے کے پتے

☆ امام احمد رضا لائبریری جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان۔01582245590

☆ فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۲ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔011-23266053, 23267199

☆ قادریہ بک ڈپو وارڈ نمبر ۸، راجوری، جموں کشمیر

شرف انتساب

مظہر مفتیٔ اعظم راجستھان خلیفۂ حضور تاج الشریعہ صوفیٔ باصفا خواجہ

قاری عبدالوحید قادری دامت برکاتھم العالیہ

بانی جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان

﴿اور آپ کی شہرت یافتہ دینی و علمی یادگار﴾

جامعہ فیضانِ اشفاق، ناگور کے نام

متقی، درویش کامل، صوفیٔ عبدالوحید
بخش دے ان صاحب جذب وصفا کے واسطے

اسیر تاج الشریعہ:

سراج احمد قادری مصباحی

تہدیہ

(۱) سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (وصال ۸۰ھ)

(۲) منبع برکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی (وصال ۱۱۴۲ھ)

(۳) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ)

(۴) صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا الشاہ محمد امجد علی اعظمی رضوی (وصال ۱۹۴۸ھ)

(۵) مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری بریلوی (وصال ۱۹۸۱ء)

(۶) محدث اعظم ہند ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی (وصال ۱۳۸۱ھ)

(۷) قطب مدینہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین احمد مدنی (وصال ۱۴۰۱ھ)

(۸) جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ الشاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی (وصال ۱۳۹۶ھ)

(۹) اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد اجمل شاہ صاحب

(۱۰) اشرف المشائخ سرکار کلاں حضرت مفتی سید مختار اشرفی اشرفی الجیلانی

علیہم الرحمۃ والرضوان

کی خدماتِ عالیہ میں

اسیر تاج الشریعہ

سراج احمد قادری مصباحی

فتاویٰ مفتیٔ اعظم راجستھان کے تاریخی اسما

سراجِ صافی فتاویٰ اشفاقیہ

۱۴۳۹ھ

اطیب العطایا الباقیۃ من الفتاویٰ الاشفاقیۃ

۱۴۳۹ھ

فیضان جمیل فتاویٰ اشفاقیہ

۲۰۱۸ء

مستخرجہ: **محمد احمد مصباحی**، ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
(نگراں المجمع الاسلامی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

تاریخ رحلت

حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ

کعبۂ اہل سنن مفتی اشفاق حسین

۱۴۳۴ھ

تاب ملت مفتی اشفاق حسین

۲۰۱۳ء

حاجی مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی

۱۴۳۴ھ

از: حضرت علامہ ومولانا حسنات احمد ناطق باسنوی علیہ الرحمۃ والرضوان

{فہرست مضامین}

کتاب العقائد

کتاب الصلوٰۃ

احکام المسجد

کتاب الجنائز

کتاب الزکاۃ

کتاب الصوم

کتاب النکاح

کتاب الطلاق

کتاب الوقف

باب الربا

کتاب الذبائح

باب المیراث

باب الحظر و الاباحة

عرضِ حال

گزشتہ سال ۲۰۱۶ء کی بات ہے کہ جب میری تقرری بذریعہ علامہ مفتی عبدالسلام دامت برکاتھم العالیہ تلشی پور صاحب قبلہ، جامعہ فیضانِ اشفاق میں بحیثیت مدرس ہوئی، جامعہ ہذا میں بقرعید بعد سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا، کچھ ہی ماہ بعد مفتی اسداللہ ثقافی صاحب صدرالمدرسین جامعہ ہذا نے اس خاکسار کو اپنے کمرے میں مدعو کیا اور بڑے ہی عاجزی وانکسار سے فرمایا: سنا ہے آپ تصنیف وتالیف اور تحریر سے زیادہ شغف رکھتے ہیں۔ میں نے کہا: ھذا من فضل اللہ وکرمہ۔ کہنے لگے میرے دوش پر ایک عظیم ذمے داری ہے، جسے میں مسلسل مصروفیات کی وجہ سے شروع نہیں کرپا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ذمے داری آپ قبول کرلیں۔ میں نے کہا کہ وہ ذمے داری کیا ہے؟ فرمایا: وہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند فتاویٰ، ہیں جو تقریباً ایک رجسٹر پر مشتمل ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ ان پر ترتیب وتخریج وتحشیہ کا کام کردیں۔ میں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عزوجلّ اور اس کے رسول ﷺ کی حمد وثنا بیان کی، بعدہٗ اس ذمے داری کو بطیب خاطر انعام ربانی اور اکرام مفتی اعظم راجستھان سمجھ کر بسروچشم قبول کیا اور ان پر مختلف جہت سے کام کرنا شروع کردیا (جس کی تفصیل بعد میں آرہی ہے)۔

جامعہ میں وقتاً فوقتاً کام کرتا رہا اور درس وتدریس کی ذمے داری بھی میرے سر پر تھی، اس لیے کچھ ماہ تک کام موقوف رکھا۔ بعد تعطیل کلاں عروس البلاد بمبئی جانا ہوا، رمضان شریف میں میرا قیام وہیں ہوتا ہے۔ میں نے اس جگہ کو اس کام کے لیے مناسب سمجھا، چونکہ یہ کام ایسا تھا جس کے لیے ہمیں مختلف فتاویٰ کی کتابوں کی ضرورت پڑسکتی تھی اور یہ ضرورت یہاں بڑی آسانی کے ساتھ پوری ہوسکتی تھی کیوں کہ بمبئی (جوگیشوری) استاذی الکریم حضرت علامہ محمد کلیم اللہ قادری تیغی ادام اللہ ظلہ علینا کا مسکن ومستقر ہے۔ تقریباً تیس سال سے دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ محمدیہ مسجد کے خطیب وامام کے ساتھ ساتھ ایک زبردست عالم دین، بے مثال مقرر، بے انتہا مخلص اور

کتب درسیات پر مکمل طور سے دسترس رکھتے ہیں۔ عرصۂ دراز سے ایک معیاری ادارہ دارالعلوم اہلسنت برکاتیہ مسجد قرطبہ گلشن نگر جوگیشوری میں تدریس کے منصب پر فائز ہیں۔ حضرت کے پاس ایک اچھی خاصی لائبریری بھی ہے اور کافی تعداد میں کتابیں مہیا ہیں۔ اس لائبریری سے میں نے خوب استفادہ کیا۔ کچھ کتابوں کی ضرورت مجھے اور درپیش ہوئی تو اس کے لیے دو عظیم سنّی ادارے دارالعلوم برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری (جو میرا مادرِ علمی بھی ہے) اور دارالعلوم مخدومیہ اوشیورہ ممبئی کا رخ کیا۔ دارالعلوم برکاتیہ میں استاذی الکریم علامہ عبدالجبار قادری صدرالمدرسین دارالعلوم ہٰذا سے ملاقات کی اور چند کتابوں کی درخواست کی۔ حضرت نے بلا تامل دینے کا حکم فرمایا، اس کے بعد دارالعلوم مخدومیہ میں حضرت علامہ محمد کریم اللہ صاحب قبلہ سے ملاقات کی۔ ان سے بھی کہا کہ مجھے کچھ کتابوں کی ضرورت ہے۔ حضرت نے میری درخواست منظور کر کے کتابیں عنایت کیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ ان کے اس کارِ خیر کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ان علما کے فیضان کو ہم سب پر تا دیر قائم رکھے اور مذکورہ دونوں اداروں کو روز افزوں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

رمضان کا پورا مہینہ اسی کام میں گزر گیا پھر بھی کچھ کام باقی رہ گیا تھا۔ گیارہ شوّال کو جامعہ فیضانِ اشفاق میں حاضر ہوا، وقت کی تنگی کو دیکھتے ہوئے کام تیزی کے ساتھ کرتا چلا گیا۔ جامعہ کے دارالافتا میں موجود کتابوں سے مدد لیتا رہا، پھر بھی یہاں کی کتابیں اس کے لیے ناکافی تھیں۔ اب میرے پاس نیٹ سے مدد لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ نیٹ سے متعدد کتابیں ڈاؤن لوڈ کر کے میں اس کام کو برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھاتا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ اہم کام یکم محرم الحرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ فللّٰہ الحمد علی ذلك۔

کتاب کا کام تو مکمل ہو گیا تھا لیکن اس کا نام رکھنے کے سلسلے میں، میں حیران و پریشان تھا۔ ویسے نام تو کوئی بھی رکھا جا سکتا تھا مگر مجھے ایسے نام کی تلاش تھی جو ممتاز اور تاریخی ہو۔ خیر اس کے لیے میں نے خیر الاذکیا صدر العلما استاذی الکریم علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے رابطہ کیا۔ حضرت نے کچھ ہی گھنٹوں میں تین تاریخی نام بذریعہ واٹس اَپ ارسال فرمایا۔ میں ان ناموں کو یہاں لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ اسما یہ ہیں:

(۱) <u>سراجِ صافی فتاویٰ اشفاقیہ</u>

۱۴۳۹ ھ

(۲) <u>اطیب العطایا الباقیۃ من الفتاوی الاشفاقیۃ</u>

۱۴ ھ ۳۹

(۳) فیضانِ جمیل فتاوی اشفاقیہ

۲۰ ء ۱۸

جامعہ فیضان اشفاق کے سربراہ اعلیٰ صوفی خواجہ قاری عبدالوحید قادری صاحب قبلہ اور مفتی محمد اسد اللہ ثقافی اور دیگر مخلص اساتذۂ کرام کے متفقہ فیصلے سے عربی نام "اطیب العطایا الباقیة من الفتاوی الاشفاقیة" کا انتخاب ہوا۔ اور یہی نام رکھنا طے پایا۔ تو اب اس مجموعۂ فتاوی کا نام رکھا جاتا ہے:

"اطیب العطایا الباقیة من الفتاوی الاشفاقیه **المعروف بہ فتاوی مفتی اعظم راجستھان**"

فتاوی مفتیٔ اعظم راجستھان حقائق ودقائق کا خزینہ اور علوم ومعارف کا گنجینہ ہے۔ بعض فتاویٰ اگرچہ مختصر ہیں لیکن نہایت جامع ہیں۔ چند ایسے فتاوی ہیں جن میں دلائل و براہین اس کثرت سے ہیں کہ اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی اعظم راجستھان رحمۃ اللہ علیہ کو فقہی جزئیات وعبارات پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ ذہن نشیں بھی تھیں۔ مفتیٔ اعظم راجستھان ایک اچھے مبلغ، بہترین منتظم اور تجربہ کار مدرس کے ساتھ ساتھ تقوی وتدین، عبادت وریاضت، صداقت و دیانت، حلم وبردباری، تواضع وانکسار کے پیکر تھے۔ خلاصہ یہ کہ اپنی پوری زندگی درس وتدریس، فقہ وافتا اور ارشاد و تبلیغ میں صرف کردی یوں کہہ لیجیے کہ مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق کے لیے وقف کردی تھی۔

حضرت کے مجموعہ فتاوی کی تعداد اتنی تھی کہ اگر ان سب کو محفوظ کر کے منظر عام پر لایا جاتا تو یہ کئی جلدوں میں ہوتا اور فقہ حنفی کا ایک عظیم شاہکار ثابت ہوتا مگر افسوس! کہ حضرت کے متعدد رجسٹروں میں سے ایک ہی رجسٹر بحفاظت رہ سکا اور باقی سارے رجسٹر غائب ہو گئے جن کے بارے میں اب تک کوئی سراغ نہ لگ سکا کہ وہ فتاوی کہاں گئے۔ یہ بات ہمیں صوفی باصفا خلیفۂ تاج الشریعہ خواجہ قاری عبدالوحید قادری صاحب کے زبان فیض ترجمان سے معلوم ہوئی۔ حضرت نے کہا: "بھیّا! یہ مفتیٔ اعظم راجستھان کے فتاویٰ ہیں۔ ویسے تو حضرت کے فتاویٰ کے متعدد رجسٹر تھے، سب غائب ہو گئے۔ ان میں سے ایک ہی رجسٹر بچا تھا، حضور مفتیٔ اعظم راجستھان رحمۃ اللہ علیہ نے اخیر عمر میں مجھے بلا کر فرمایا: صوفی صاحب یہ میرے فتاویٰ کا ایک رجسٹر ہے، اسے سنبھال کر رکھیے گا اور نہایت امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ اسے شائع کروا دیجیے گا۔"

حضرت کا یہ حکم ایک دینی فریضہ کی شکل میں تبدیل ہو کر، کام بڑی تیزی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، جسے آپ

ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

حضرت کے فتاویٰ کی تعداد چونکہ کم تھی اس لیے ضخامت کے پیش نظر اس مجموعہ فتاویٰ میں حضرت مفتیٔ اعظم راجستھان کی تصنیف کردہ کتاب ''اختیارات وشفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (جو حقیقت میں یہ حضرت کا ایک فتویٰ ہی تھا جو طویل ہونے کے سبب رسالہ کی شکل میں منظر عام پر آ کر لوگوں سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے) کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

فتاویٰ مفتیٔ اعظم راجستھان میں میرے کام کی ایک جھلک:

(۱) حضرت کے فتاویٰ کو بعینہ بغیر مفہوم میں کچھ تبدیلی لائے نقل کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت کی عبارات کو ممتاز، نمایاں اور متن کی حیثیت دی گئی ہیں۔

(۳) اور مسئلہ کے تحت میرا قائم کردہ جزیہ وعربی عبارت کو حاشیہ کی شکل دی گئی ہے۔(ایسا میں نے امانت و دیانت داری کے پیش نظر کیا ہے، ورنہ میں حضرت کی عبارت کے ساتھ اپنی تحریر منضم کر دیتا تو حضرت کے فتاویٰ ممتاز اور نمایاں نہ رہ جاتے۔اور میں نے یہ قدم اپنے اکابرین کی رائے اور مشورہ سے اُٹھایا ہے)

(۴) قرآن کریم کی آیات، احادیث کریمہ، فقہی جزئیات وعبارات واقوال ائمہ کی حتی الوسع تخریج کر دی گئی ہے۔

(۵) تخریج میں حتی الوسع ان امور کا التزام کیا گیا ہے: کتاب، ج: (اگر ہے تو)، ص:، کتاب، (مثلا کتاب الصلوٰۃ)، باب، مطلب، مطبع، ایڈیشن۔

(۶) دیوبندی مطبع کا حوالہ دینے سے مکمل طور سے پرہیز کیا گیا ہے۔کیوں کہ جس طرح دیوبندی عقائد و نظریات کی نشر واشاعت حرام ہے، اسی طرح میرے نزدیک ان کے مکاتب کی بھی اشاعت حرام ہے۔اگر ان کے مکتبہ کے علاوہ آپ کو کوئی کتاب نہیں مل رہی ہے تو آپ صرف ج۔ص، کتاب، اور باب ہی پر اکتفا کریں۔فقط ص اور ج پر اکتفانہ کریں کہ اس سے دشواریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

(۷) اس کے اندر مرقوم عربی عبارات کا عام فہم اور سلیس اردو زبان میں حتی المقدور ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔

(۸) قرآنی آیات پر حرکات وسکنات اور عثمانی رسم الخط کا التزام کیا گیا ہے۔

(۹) اصل عبارت کو متن وشرح کے متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے نقل کیا گیا ہے۔

(۱۰) اردوں کتابوں کا حوالہ نہ دے کر اصل عربی کتابوں کو مرجع وماخذ بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

(۱۱)اس کتاب میں میں نے حرف ''س'' کا استعمال کیا ہے اس سے مراد سراج ہے۔

(۱۲)اس کی تصحیح و اصلاح کا حتی الوسع خیال کیا گیا ہے پھر بھی ہم یقین کامل سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ کتاب غلطیوں سے خالی ہوگی کیوں کہ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ **الانسان مرکب من الخطاء و النسیان۔**

اس لیے قارئین کی بارگاہ میں ہم نہایت ادب واحترام سے عرض کرتے ہیں کہ اگر اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں فوراً مطلع فرمائیں ان شاء اللہ العزیز اس کی تلافی کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

اب ہم اخیر میں ان عظیم علما، فضلا اور اکابرین کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں جنھوں نے اپنے رشحات قلم، تقریظات، تاثرات دعائیہ کلمات اور تقدیم ثبت فرما کر اس کتاب کی اہمیت وافادیت میں گونا گوں اضافہ فرمایا۔ وہ عظیم ذات یہ ہیں: فخر السادات، امین الملۃ والدین، اولادِ غوث اعظم، برکاتی دولہا، شہزادۂ احسن العلماء علامہ سید محمد امین برکاتی رضوی المعروف امین میاں مدظلہ العالی والنورانی (مارہرہ شریف)۔ ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ بانی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔ جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی محمد شبیر صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی۔ خیر الاذکیا صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی سابق صدر المدرسین و موجودہ ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ۔ شیر راجستھان جانشین مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی شیر محمد صاحب قبلہ صدر شعبۂ افتا و صدر المدرسین دار العلوم اسحاقیہ جودھپور۔ غزالئ دوراں عمدۃ الواعظین حضرت علامہ مفتی محمد حفیظ اللہ خان صاحب نعیمی بانی جامعہ عائشہ صدیقہ پچپڑ وا۔ فخر رضویت مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی۔ نازش فکر وفن وہمدرد قوم وملت علامہ مفتی عبد السلام رضوی شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم تلشی پور۔ جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی عبد القدوس صاحب قبلہ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم شیخ احمد کھٹو احمد آباد گجرات۔ محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ مصباح الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد عالمگیر مصباحی صاحب استاذ دار العلوم اسحاقیہ، جودھپور۔ ادیب شہیر، افتخار ملت حضرت علامہ و مولانا افتخار ندیم صاحب قبلہ دامت برکاتھم العالیہ شیخ الادب دار العلوم اہل سنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو یوپی۔

ان کے علاوہ ہم مرہونِ منت ہیں حضرت مصباح الفقہا مفتی محمد عالمگیر صاحب قبلہ اور حضرت مفتی محمد اسد اللہ ثقافی صاحب قبلہ کے کہ انھوں نے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر نظر ثانی اور تصحیح فرمائی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہم احسان مند ہیں رفیق درس حضرت مفتی عبد العزیز اور مولانا محمد یونس علیمی صاحب قبلہ کے کہ ان دونوں حضرات نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ پروف ریڈنگ جیسا اہم کام مکمل کیا۔

نیز ہم ان حضرات کے شکر گزار ہیں جنھوں نے بوقت ضرورت کتابیں فراہم کیں: مفتی عبدالقادر رضوی باسنی، مولانا اسلم نوری استاذ جامعہ فیضان اشفاق ناگور، مولانا محمد حسین باسنی۔ اور احسان مند ہیں ان حضرات کے جنھوں نے کمپوزنگ وغیرہ میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔ وہ یہ ہیں: مولانا شاہنواز نعیمی، مولانا فیضان، مولانا محمد افسر، مولانا محمد سجاق، مولانا محمد عادل، مولانا احمد رضا، مولانا غلام رسول، مولانا محمد مصروف۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس کار خیر کو شرف قبولیت سے نواز کر انھیں بلندیاں اور ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

اور اخیر میں ہم حضور سربراہ اعلیٰ کی شان میں کچھ کلمات تشکر پیش کر کے اپنی بات ختم کرتے ہیں پیر طریقت رہبر شریعت ہمدرد قوم وملت صوفی باصفا خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت خواجہ قاری عبدالوحید صاحب قبلہ اس ذات کا نام ہے جنھوں نے اتر پردیش کو خیر آباد کہہ کر دین وسنیت کی خدمت کا جزبہ لیے راجستھان کے ایک شہر ناگور میں پہنچ کر ایک علمی منارہ بنام جامعہ فیضان اشفاق تعمیر کر کے اپنا علمی روحانی، تبلیغی اور دعوتی سکہ جمالیا اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آج لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یوپی کا باشندہ راجستھان کے ایسی گنجان جگہ میں اتنی بڑی عمارت کیسے بنالیا! حضرت کی خوبیاں بے شمار ہیں جن کی بدولت آپ ہر عام وخاص کے محبوب اور عزیز ہیں۔

حضرت نماز کے بچپن ہی سے عادی ہیں فرائض و واجبات کا اہتمام اس قدر کرتے ہیں کہ خواہ آپ حضر میں ہوں یا سفر میں بہر حال فرائض و واجبات کو ان کے اوقات میں پڑھتے ہیں، جماعت کا خاص خیال رکھتے ہیں اگر کبھی کسی وجہ سے جماعت چھوٹ جاتی ہے تو اپنے نفس کو خوب ملامت کرتے ہیں۔ سنن ونوافل کے آپ اس قدر خوگر ہیں کہ گویا وہ آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہوں جسے چھوڑنا قطعا گوارا نہیں کرتے ان کے علاوہ آپ اوراد و وظائف بلا ناغہ پڑھنے کے عادی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت کی ذات، تقوی و طہارت، صداقت ودیانت، حلم و بردباری، روحانیت ونورانیت اور اتباع شریعت سے عبارت ہے۔ حضرت اوصاف حمیدہ اور خصائل نجیبہ کے اس قدر حامل ہیں جنھیں ہم شمار کرانے سے قاصر ہیں خلاصہ یہ سن لیں کہ حضرت کے پاس جو آتے ہیں خواہ وہ آپ کے عقیدت مند ہوں یا آپ کے اعداء آپ کی بارگاہ میں آتے ہی سر تسلیم خم کر دیتے ہیں حضرت ہی کا کہنا ہے ''میرے پاس اگر کوئی قتل کر کے آجائے اور عدالت سلجھا نہ پائے اسے میں سلجھا دوں گا'' اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت دنیائے نورانیت وروحانیت میں کس قدر باقوت اور باہمت ہیں۔ ویسے تو حضرت کی دینی خدمات بے شمار ہیں مثلاً جس وقت راجستھان کے اندر مختلف علاقوں میں شادی بیاہ کے وقت ناچ گانے ڈھول تاشے وغیرہ خرافات عروج پر تھے اور لوگ پراگندہ ماحول میں رہ کر قرآن وسنت سے دور جا چکے تھے تبھی حضرت نے ایک مجاہدانہ قدم اٹھایا اور اس

طرح کے خلاف سنت ہونے والے خرافات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، حضرت ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ اب لوگ قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارر ہے ہیں۔

حضرت کا ایک عظیم کارنامہ جامعہ فیضانِ اشفاق ہے، جس میں تین سو کے قریب بچے زیر تعلیم ہیں۔ حضرت نے مجھے اس کام کی ذمے داری دے کر مجھ پر بے پناہ احسان فرمایا۔ اور میرے ذریعے ایک عظیم دینی کام مکمل فرمایا۔ اس کے لیے میں حضرت کا بے انتہا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ ہم سب پر تا دیر قائم رکھے اور اس ادارہ کو روز افزوں ترقیاں عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خاک پائے حضور حافظ ملت:

سراج احمد قادری مصباحی، سیتا مڑھی (بہار)

استاذ: جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان

موبائل نمبر: ۹۶۹۵۳۲۶۹۲۸ / ۸۱ ۸۰۷۸۶۹۶۳

gmail:seraj.misbahi17@gmail.com

دعائیہ کلمات

فخر السادات، امین الملۃ والدین، اولاد غوث اعظم، برکاتی دولہا، شہزادۂ احسن العلماء علامہ سید محمد امین برکاتی رضوی المعروف امین میاں مدظلہ العالی والنورانی (مارہرہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد!

''فتاوی مفتیٔ اعظم راجستھان'' حضرت مولانا مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس کی تخریج وترتیب وتعلیق وتحشیہ حضرت مفتی سراج احمد قادری مصباحی نے کی ہے اور پیر طریقت صوفی عبد الوحید قادری کے زیر اہتمام امام احمد رضا لائبریری جامعہ فیضان اشفاق ناگور شریف راجستھان سے شائع ہورہے ہیں۔

حضرت مفتی محمد اشفاق حسین صاحب نعیمی کا نام محتاج تعارف نہیں انہوں نے جس عرق ریزی سے فتاویٰ تحریر کیے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور اس قابل ہیں کہ وہ منظر عام پر آ کر خواص وعوام سے خراج تحسین حاصل کریں اور لوگ خوب سے خوب استفادہ کریں۔

میں ان تمام حضرات کو دلی مبارک باد دیتا ہوں جنھوں نے دامے، درمے، قلمے، سخنے ان فتاویٰ کی اشاعت کا ذمہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔آمین بجاہ الحبیب الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر برکاتی **سید محمد امین**

خادم سجادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ اتر پردیش

۷ر ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۷ر نومبر ۲۰۱۷ء نزیل سہلاؤ شریف ضلع باڑمیر

کلماتِ تحسین

ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، جانشین حضور صدر الشریعہ محدث کبیر
حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتھم القدسیہ
بانی جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی شریف ضلع مئو یوپی

باسمہ تعالیٰ الحمد للہ والصلوۃ علیٰ رسول اللہ وآلہ وصحبہ حزب اللہ۔ اما بعد:
اس وقت فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان کے چند اجزا میرے پیش نظر ہیں، جو مراحل طباعت واشاعت کے لیے تیار ہیں۔ احباب کی فرمائش پر میں قدرے اپنا تاثر ارتجالاً حاضر کررہا ہوں۔

حضرت العلام مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمۃ والرضوان اس دور کے مشائخ علما میں ایک قدآور ممتاز شخصیت کے طور پر مسلم تھے۔ مذہب اہل سنت وجماعت کی ترویج واستحکام اور علوم دینیہ کی اشاعت وفروغ آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، ان مقاصد حسنہ کے لیے آپ اپنی تمام تر توانائیاں صرف فرمادیتے۔ راجستھان جیسے گرم وخشک علاقوں کو آپ نے برکات علوم اور مذہبی فکر وتہذیب کی باران کرم سے سیراب فرمادیا، ہر طرف علم وعرفان اور صحت فکر ونظر کی نہریں جاری فرمادیں۔

میں آپ کے فتاوی کے چند اوراق کا سرسری جائزہ لے کر اس نتیجہ پر پہونچا کہ آپ فتوی نویسی میں بہت محتاط ہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جادۂ افتا سے سرِ مو تجاوز کرنا پسند نہ فرماتے اور مسائل جدیدہ میں عوام کے میلانِ طبع کو خاطر میں نہ لاتے بلکہ یہ ملحوظ ہوتا کہ شریعت کے تقاضوں کو پورا کیا جائے اور عوام آزادئ فکر وغلط روی کے شکار نہ ہوں۔ آپ دینی روش کی حفظ وحمایت کے پیش نظر افتا میں مشائخ اسلام کے انداز وافکار پر سختی سے قائم رہتے۔

رب قدیر فتاویٰ مفتئ اعظم راجستھان کو قبول عام عطا فرمائے اور علما کو آپ کے جادۂ تحقیق پر کمربستہ فرمائے۔ (آمین)

فتاویٰ مفتئ اعظم راجستھان کی اشاعت میں دلچسپی لینے والوں کو سعادت دارین سے نوازے۔ واللہ الموفق وھو الھادی الیٰ الرشاد۔

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۳۹ھ/ ۲ر نومبر ۲۰۱۷

تاثر جلیل

جامع معقولات ومنقولات علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتھم العالیہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین صاحب اشفاق العلما مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات پورے صوبہ راجستھان میں محتاج تعارف نہیں، ان کے علمی فیضان سے پورہ صوبہ راجستھان سرشار ہے۔ حضرت موصوف گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات ان ستودہ صفات اشخاص وافراد سے ہیں جو اپنی زندگی قوم وملت کی فلاح وبہبود کے لیے صرف کر دیتے ہیں۔ حضرت والا کی ذات بابرکات صفات حسنہ کی جامع تھی اور شریعت وطریقت کے جامع مجمع البحرین اور پورے درس نظامیہ پر قدرت تام رکھتے تھے، حسن صوری ومعنوی کے جامع تھے۔ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی سے بھی آراستہ وپیراستہ تھے اور اپنے اسلاف کی سچی یادگار تھے۔ حکمت وشجاعت، عفت وعدالت ان سب اوصاف حمیدہ وخصائل محمودہ کے جامع تھے اور اللہ تعالی کے جس بندے میں یہ چاروں اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں وہ بندۂ خدا حسن باطنی سے بھی آراستہ ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت اشفاق العلما فطانت، تحفظ، تذکر، بردباری، تواضع، حمیت، سعادت، عفو، درگزر، رفق، صبر، قناعت، تقوی، مروت، غم خواری، صداقت، الفت، ایفائے وعدہ، صلہ رحمی مکافات، توکل وغیرہا اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے۔ اور اپنے اسلاف کے صحیح پیروکار تھے۔ اور امام عشق ومحبت اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالی عنہ سے سچی عقیدت ومحبت رکھتے تھے، اور مسلک اعلی حضرت کے صحیح ترجمان اور اس کے مبلغ و ناشر وناصر تھے۔ حضرت کا مجموعہ فتاوی موسوم بہ ''فتاوی مفتی اعظم راجستھان'' نظرنواز ہوا جسے دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی جس کی تصحیح کے فرائض محب گرامی حضرت مولانا مفتی محمد عالم گیر صاحب رضوی ''زیدحبہ'' مدرس دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور نے انجام دیے ہیں۔ اور اس کی ترتیب وتخریج وتعلیق وتحشیہ امور کی انجام دہی محب گرامی حضرت مفتی

سراج احمد مصباحی صاحب مدرس دارالعلوم فیضان اشفاق ناگور نے بڑی عرق ریزی ومحنت ومشقت سے کی ہے یہ دونوں حضرات اور جو بھی معاونین ہیں بہت ہی لائق تحسین ومبارک باد ہیں۔انھیں کی محنتوں وکاوشوں کاثمرہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم راجستھان کا مجموعہ فتاوی منظر عام پر آرہاہے۔اللہ تعالی جل مجدہ ان کی کاوشوں کوشرف قبولیت سے نوازے اوران کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطافرمائے اورخدمات دینیہ کی توفیق رفیق بخشے آمین۔

محبّ محترم حضرت صوفی عبدالوحید صاحب صوفی باصفا کی دعوت پرختم بخاری شریف کے لیے دارالعلوم فیضان اشفاق میں یہ رضوی فقیر کچھ برس پہلے حاضر ہوا تھا۔(یہ مشہور دارالعلوم انھیں صوفی صاحب محترم کا قائم فرمودہ ہے۔انھوں نے حضرت علیہ الرحمہ کی جانب نسبت کرتے ہوئے دارالعلوم فیضان اشفاق رکھاہے۔یہ سب دراصل انھیں کی کاوشوں کاثمرہ ہے)تو وہیں دارالعلوم میں حضرت مفتیٔ اعظم راجستھان اشفاق العلما سے ملاقات کاشرف حاصل ہواتھااوران کی خدمت میں کچھ اوقات رہنے کابھی موقع میسر آیا تھا۔حضرت والانے بڑی محبت وشفقت سے کلام فرمایااوراپنی دعاؤں سےنوازا۔اللہ تعالی حضرت کی قبرمبارک پررحمت وانوارکی بارش نازل فرمائے اوران کے علمی فیضان ومجموعۂ فتاوی سےعوام وخواص کومستفیض ومستفید ومستنیر فرمائے آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ و التسلیم۔فقط

گدائے باب رضاشبیرحسن رضوی

خادم الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی

۱۲؍صفرالمظفر ۱۴۳۹ھ بروز پنج شنبہ مبارکہ

تقریظ جلیل

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، محبوب الفقہا حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد عبد السلام رضوی دامت برکاتھم العالیہ
استاذ و مفتی دار العلوم انوار العلوم تلشی پور ضلع بلرام پور یو پی

باسمہ تعالیٰ

حامداً و مصلیاً و مسلّماً

زیر نظر کتاب ''فتاویٰ مفتیٔ اعظم راجستھان'' جس کے چند فتاویٰ کو غور و توجہ سے پڑھا جو نہایت جامع اور نکات آفریں اور معنویت سے بھر پور ہے، یہ اعلیٰ علمی شاہکار ممتاز العلماء والمشائخ، محب العلماء، محبوب العوام والخواص، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، عمدۃ المحققین حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب سنبھلی اجملی (نور اللہ مرقدہ) معروف بہ مفتیٔ اعظم راجستھان کا ہے۔ حضرت کے فتاویٰ علم کے وہ بحر ذخار ہیں کہ جیسے سمندر کو کوزہ میں بھر دیا گیا ہے، مغلق اور رزولیدہ مسائل کو نہایت آسانی سے چند جملوں میں اس طرح پیش فرمایا ہے کہ لاینحل مسئلہ منقح ہو کر سامنے آ گیا اور دل نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم راجستھان۔ نور اللہ مرقدہ۔ کا اصل مطمح نظر مدارس و مساجد کا جال آل راجستھان بلکہ پورے ہندوستان میں بچھا دیا جائے کہ جس سے اسلام و سنیت (مسلک اعلیٰ حضرت) کا بول بالا ہوتا رہے۔ اسی لیے حضرت نے جا بجا مدارس قائم فرمائے اور مساجد و تبلیغی مشن کی بنیادیں ڈالیں، حضرت کی دور رس نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ آنے والے وقت میں اسلام و سنیت کی بقا و تحفظ کے لیے مدارس کا استحکام اور تبلیغی مشن و مساجد کا قیام بے حد ضروری ہے اس لیے حضرت کی توجہ خاص مدارس کے قیام و استحکام کی طرف رہے، چنانچہ مدارس و مکاتب کا جال حضرت کی ایما پر آل راجستھان میں بچھا دیا گیا ہے۔ جس کی ایک عظیم مثالی، تاریخی آپ کی یادگار جامعہ فیضان اشفاق ناگور شریف ہے جو آپ ہی کی ایما و اشارے پر آپ ہی کے اسم پاک سے موسوم ہو کر عالم وجود میں آیا اور آپ ہی کے مفید مشوروں سے بہت مختصر اور قلیل مدت میں حیرت انگیز ترقی ہر شعبہ جات میں ہوئی۔ جامعہ کا ہر شعبہ آج تاریخی و مثالی ہے۔ چنانچہ تعلیمی شعبہ جو آج دورۂ حدیث اور شعبۂ تحقیق

کے ذریعہ نابغۂ روزگار افراد ہزاروں کی تعداد میں قوم کو دے چکا ہے۔اور امام احمد رضا لائبریری جس میں نادر و نایاب وکم یاب کتابیں اور لائبریری کا حسن انتظام دعوت نظارہ دیتا ہے،کمپیوٹر سینٹر جس میں درجنوں کمپیوٹر بے مثال سیٹنگ کے ساتھ جدید انداز میں موجود ومحفوظ ہیں۔

شعبۂ افتا جس میں باضابطہ افراد افتا کے لیے مختص ہیں اور اداروں میں یہ شعبہ تعلیم کے ساتھ ضم رہتا ہے،شعبۂ تصنیف وتالیف جس کے ذریعہ درجنوں کارآمد کتب منظر عام پر آچکے ہیں جو قوم وملت کو فائدہ بخش رہے ہیں۔اسی شعبہ کی عظیم مثالی شاہکار ''فتاویٰ مفتیٔ اعظم راجستھان'' منظر عام پر آرہا ہے۔

حضرت نے ان مثالی فتاویٰ کے مجموعہ کو بانئ جامعہ فیضان اشفاق ناگورشریف،عاشق غوث اعظم،صوفئ باصفا، زاہد بے ریا حضرت الحاج خواجہ قاری عبدالوحید خاں برکاتی نوری رضوی مدفیضہ کو خاص ہدایت کے ساتھ عطا فرمایا، حضرت صوفی صاحب مدفیضہ نے حضرت

مفتیٔ اعظم راجستھان نوراللہ مرقدہ کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تخریج وتحشیہ وحوالہ جات کی فراہمی کے لیے باصلاحیت مدرس وکارآمد محقق محبّ گرامی حضرت مولانا سراج احمد مصباحی مدفیضہ استاذ جامعہ فیضان اشفاق ناگورشریف کو منتخب فرمایا،مولانا موصوف نے محنت شاقہ وعرق ریزی کے ساتھ ایسا تحشیہ وتخریج کا کام کیا ہے جس سے یہ مجموعہ فتاویٰ نہایت مفید اور کارآمد ہے کہ جس سے مجموعہ فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان کی افادیت میں چار چاند لگ گیا ہے۔اس سلسلہ میں لائق صد مبارک باد ہیں عاشق غوث اعظم،صوفئ باصفا،زاہد بے ریا،حضرت الحاج قاری عبد الوحید خاں قادری برکاتی نوری رضوی بانی جامعہ فیضان اشفاق ناگورشریف جو اپنے تمام دینی کاموں کو حضور مفتیٔ اعظم راجستھان کی سرپرستی میں انجام دے کر ملت اسلامیہ کو فروغ وارتقا بخش رہے ہیں خداوند کریم سے دعا ہے کہ اپنے حبیب لبیب علیہ السلام کے صدقہ میں جامعہ فیضان اشفاق کو روز افزوں ترقی بخشے اور صوفی صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے آمین بجاہ سید الرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو:

اسیر مفتیٔ اعظم ہند **عبدالسلام قادری رضوی مصباحی**

جامعہ انوارالعلوم تلشی پور ضلع بلرام پور

۲۵؍صفر المظفر ۱۴۳۹ھ ۱۵؍نومبر ۲۰۱۷ء

سخن ہائے گفتنی

جانشین مفتی اعظم راجستھان، فقیہ اعظم راجستھان، شیر راجستھان
حضرت علامہ مفتی شیر محمد خان صاحب رضوی
صدر مفتی وصدر المدرسین دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

راجستھان کی مغربی سرحد سندھ سے اور شمالی سرحد پنجاب سے اور جنوبی سرحد گجرات سے اور مشرقی سرحد ہریانہ ودھلی سے منسلک ہے تقسیم سے قبل پورے راجستھان میں معدودے چند علما ہی مختلف اضلاع میں تبلیغِ دین میں مصروف ومشغول تھے ان میں سے کچھ سندھ سے فارغ التحصیل تھے اور دو چار پنجاب سے تھے گو سرکارِ غریب نواز علیہ الرحمہ کی خانقاہِ مقدّسہ روحانیت کا عظیم سرچشمہ تھی اور ہے، اجمیر معلّیٰ میں تقسیم سے قبل حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے شمعِ علمی کو فروزاں فرمایا تھا، جس کی روشنی دور دور تک چمکی تھی، اہلِ یوپی نے اپنی علم دوستی کے باعث خوب فائدہ اٹھایا، مگر اہل راجستھان اپنی کم علمی کے باعث زیادہ مستفید وسیراب نہ ہوسکے پھر حضرت صدر الشریعہ چند سالوں بعد ہی بعض وجوہ کے تحت واپس بریلی شریف تشریف لے گئے اُدھر صرف ٹونک ہی ایک ایسا خطہ تھا جس میں قدرے علم کی روشنی فروزاں تھی، باقی تمام اضلاعِ راجستھان علمی روشنی سے کماحقہٗ تاباں نہیں تھے، چند ایک ولی صفت بزرگ مختلف شہروں میں تبلیغِ دینِ متین میں ضرور مصروف تھے، حضرت علاّمہ ظہیر الدین رضوی علیہ الرحمہ نے ادے پور کو سنبھال رکھا تھا یہ بزرگ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ارشاد پر بسلسلہ تبلیغِ دین، ادے پور، میواڑ تشریف لائے تھے حضرت مفتی کبیر احمد صاحب علیہ الرحمہ نے جودھ پور کو سنبھال رکھا تھا یہ بزرگ حضرت علاّمہ شاہ محمد اسحٰق صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے، کچھ اور سادات کرام تھے جنہوں نے بھی جودھ پور کی فضا کو علمی تعطر سے بسا رکھا تھا، حضرت پیر طریقت علاّمہ سید جماعت علی شاہ علی پوری علیہ الرحمہ کے مخصوص خلفا نے بیکانیر کو علمی فکر سے آشنا کر رکھا تھا، حضرت مفتی مشرف احمد نقشبندی دھلوی علیہ الرحمہ کی تبلیغی کاوشوں نے مشرقی راجستھان کو علمی ماحول میں قدرے ڈھال رکھا تھا، مگر یہ سبھی نفوسِ قدسیہ مخصوص علاقوں میں انفراداً خاموش خدماتِ دینیہ وعلمیہ میں

منہمک رہے، صوبائی سطح پر ایسا کوئی جیّد عالم نہیں تھا جن کی علمی وتبلیغی خدمات پورے صوبے پر محیط ہوں ۱۹۴۸ء میں جب ۱۹۴۷ء کا طوفانِ بداماں ماحول کچھ سرد پڑا اور افراتفری کے ماحول میں ہلکی سی تبدیلی آئی اور سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ کی روحانیت نے مضطرب و بےقرار ملتِ بیضا میں ایمانی روح ازسرِ نو بیدار کی، یک لخت کفن بردوش قافلے بجائے ہجرت کرنے کے اپنے اپنے مرکز ولادت کی طرف لوٹنے لگے، ماحول میں طمانیت وسکون نے پاؤں جمائے، افراتفری بتدریج سکون وطمانیت کی فضا میں متبدل ہونے لگی تب اہل جودھ پور نے پالی کے ایک محلہ سے حضرت مفتی اعظم راجستھان علاّمہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب علیہ الرحمہ قبلہ مرادآبادی کو بصد اصرار جودھ پور لے کرآئے، اور مدرسہ اسحاقیہ کی زمامِ اہتمام آپ کے سپرد کی، کسے معلوم تھا کہ مستقبل قریب میں یہ نوجوان فاضل لاغر بدن، صوفیانہ اوصاف کے حامل کم سخن عالمِ باعمل نہ فقط جودھ پور، بلکہ پورے راجستھان کے مسلمانوں کے لئے ایک دن مسیحا بن کر ہویدا ہوں گے۔

حضرت مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ علم وعرفان، فکر وشعور معقولات ومنقلات، عربی ادب وفارسی ادب، ہیت ونجوم، منطق وفلسفہ، معانی وبیان، ریاضی وحساب ہر فن میں باکمال تھے، مگر ان تمام فنون میں مہارتِ تامہ کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث میں رب نے آپ کو امتیازی شان سے نوازا تھا آپ کی علمی کاوشوں نے رنگ دکھلایا چند ہی سالوں میں مدرسہ اسحاقیہ علوم ومعارف کا مرکز بن گیا، تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی میں بھی حضرت اپنی مثال آپ تھے۔ ٹونک جو کسی دور میں علمی مرکز کہلاتا تھا وہاں کے بڑے علما کے اٹھ جانے سے سبھی کی نظریں اب صرف جودھ پور کی طرف منعطف ہوگئیں، صوبہ کے مختلف شہروں سے ہر روز کئی ایک فقہی سوالات مدرسہ اسحاقیہ جودھ پور میں وارد ہونے لگے، حضرت محسنِ راجستھان علیہ الرحمہ نے تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ خوش عقیدہ مسلمانوں کے سوالات کے جوابات بھی کامل تحقیق اور فقہی بصیرت کے ساتھ دینے لگے، گو اُس دور میں کثرتِ کار کے باعث فتاویٰ کی نقل نہ ہوسکی، نیز دارالعلوم اسحاقیہ ابھی ابتدائی منازل سے گذر رہا تھا، مالی وسائل کی کمی کے باعث اسٹاف بھی کم تھا اس لیے کئی سالوں تک آپ کے فتاویٰ کا بڑا حصہ نقل ہونے سے رہ گیا، مگر ۱۹۶۵ء سے حضرت کے فتاویٰ کی نقل ہونے لگی، وہ بھی شاذ شاذ، ۱۹۶۸ء میں میری فراغت ہوئی اور ۱۹۷۱ء سے الحمدللہ المنّان حضرت کے اہم فتاوے رجسٹر میں اندراج ہونے لگے، اور حضرت نے مجھے اپنی نیابت کے شرف سے مشرف فرمایا۔

اس وقت بحمدہٖ تعالیٰ کئی ایک رجسٹر محسنِ راجستھان حضرت مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کے موجود ہیں ۱۹۴۸ء سے لیکر ۲۰۱۳ء تک کا وسیع اور طویل دور حضرت مفتی اعظم راجستھان کا پورا کا پورا علمی وتبلیغی سفر

ہی رہا ہے۔ پورے راجستھان میں سیکڑوں مدارس اور مساجد آپ کی کاوشوں سے معرض وجود میں آئیں، الحمد للہ المنّان پورا راجستھان بلاتفریق مسلک ومشرب سبھی لوگوں نے آپ کی علمی، دینی اور تبلیغی خدمات کونظر تشکّر سے دیکھا اور سلام کیا ہے۔ **اَلْفَضْلُ مَاشَھِدَتْ بِہٖ الاَعَدَاء۔**

حضرت کا علمی تبحر، بالغ نظری، حلم و بردباری، فکر وشعور کی بالیدگی نے تمام مکاتب فکر کو آپکا گرویدہ بنا دیا تھا، حزبِ مخالف پر جب جب کوئی نازک موڑ آتا، خواہ مذہبی ہو یا سیاسی، تو فوراً بیک زبان پکار اٹھتے کہ مفتی صاحب سے رابطہ قائم کیا جائے، وہ اس گُتھی کو فوراً سلجھا دیں گے، ہمیں حضرت مفتی اعظم راجستھان کا فیصلہ بسر وچشم منظور ہوگا، یہ حزبِ مخالف کا نظریہ ہوتا تھا، یہ سب کچھ حضرت کی علمی بالغ نظری اور دور بینی اور فکری بالیدگی کا کرشمہ تھا، آج پورے راجستھان میں باڑمیر سے لیکر گنگانگر اور بانسواڑہ سے لیکر بیکانیر تک جو علمی بہار نظر آتی ہے یہ سب کچھ اس مرد قلندر، فقیہ بے بدل، مفتی بالغ نظر، محدّث بے مثل، صوفی باکمال، محسنِ راجستھان حضرت مفتی اعظم راج کی خاموش اور پُر خلوص خدمات کا نتیجہ ہے، آج بحمدہٖ تعالیٰ راجستھان کے کونے کونے میں آپ کو، حافظ وقاری، عالم ومفتی، اور مدرس ملیں گے یہ سب حضرت کی پُرخلوص جدّ وجہد اور عرق ریزی کا ثمرہ ہے، آپکے سیکڑوں ہی نہیں ہزاروں فتاویٰ میں سے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، صرف ایک جلد مرد غازی، صوفی باصفا، عابدِ شب زندہ دار، خُلق خَلق کے پیکر، جمیل، حلم و تواضع کے پیکر حسین حضرت قاری عبدالوحید صاحب قادری رضوی کی پُرخُلوص اور حاتمانہ سرسرشت اور برادرم علاّمہ سراج احمد صاحب مصباحی کی عرق ریزی و پُرخلوص کاوش کے سبب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں عطر بیز ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ان علمی مہ پاروں کو حیات جاوداں بخشے، اور قبول انام و مقبول خواص فرمائے، اور محترم المقام قاری خوش الحان، صوفی باصفا، حضرت قاری عبدالوحید صاحب قادری اور موصوف کے فقید المثال ادارہ دارالعلوم فیضان اشفاق کو شبانہ روز ترقیاں وعروج ثریا بخشے۔ آمین

ان کا سایہ اک تجلّی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گذرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

(مفتی) شیر محمد خان رضوی

شیخ الجامعہ الاسحاقیہ جودھ پور

۱۷/۱۰/اکتوبر ۲۰۱۷ء مطابق ۲۵/محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

کلماتِ مفتی اعظم باسنی

فخر رضویت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت **علامہ الحاج الشاہ مفتی ولی محمد رضوی** صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور

بحمدہ تعالیٰ بریلی شریف مرکز اہل سنت ہے اور وہاں کا دار الافتا بھی مرکزی دار الافتا ہے، وہاں کے فتویٰ کی حیثیت مرکزی فتویٰ کی ہے اور خواص و عوام سب کا مرجع ہے، اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی مرکزیت کو سلامت رکھے، اور اس مرکز کے زیر سایہ ساری شاخیں بھی ترقی کریں آمین صلی اللہ علیہ و اٰلہ وصحبہ وسلم۔

دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان کا مرکزی ادارہ ہے اور اس کو مرکزی حیثیت محسن راجستھان مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ شاہ مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کی وجہ سے ہے حضرت قبلہ نے دار الافتا قائم کرکے عوام کی ضروریات دینی کو پورا کیا زبانی طور پر بھی بہت سے مسائل بتاتے اور کئی مسائل کو آپ نے حل کر کے ایک زریں کارنامہ انجام دیا ہے زیادہ تر آپ کے تحریر شدہ فتاویٰ محفوظ نہ رہے مگر چند جو نقل شدہ ملے ہیں ان کو دار العلوم فیضان اشفاق ناگور کے مہتمم قبلہ حضرت قاری عبد الوحید صاحب نے طباعت و اشاعت کی ذمہ داری لے کر ایک قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے ادارہ کے مدرس فاضل نوجوان حضرت مولانا سراج احمد صاحب نے مرتب کر کے مزین و مدلل کیا ہے اور بڑی جد و جہد سے ایک نادر فتاویٰ پر محنت کر کے اسے ضائع ہونے سے بچا لیا ہے، میں اس مساعی جمیلہ پر اہل ادارہ اور مرتب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جس ہستی نے راجستھان میں علم کی شمع روشن کی ہے ان کی قلمی نگارشات سے احباب ایک مدت تک فائدہ حاصل کریں گے آنے والی نسلیں اس طور پر ان کو یاد کریں گے۔

عوام اہل سنت کو فتاویٰ مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم

فقط والسلام

ولی محمد رضوی

خادم: سنی تبلیغی جماعت باسنی

مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ ایک درسِ عبرت

جامع معقولات ومنقولات **حضرت علامہ مفتی عبدالقدوس صاحب قبلہ**
شیخ الحدیث وصدرالمدرسین دارالعلوم شیخ احمد کھٹو احمد آباد گجرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تازہ خواہی داشتن گرد اغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حسب لیاقت درسی خدمات کے لیے ہر صوبہ کے عالم حافظ وقاری کو اپنے دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور میں جگہ دی اور حسب خدمات قول وعمل سے حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ان کا مقولہ تھا ''کام پیارا ہوتا ہے چام نہیں''۔راقم لحروف کے متعلق فرماتے ''یہ ہمارے عزیزوں اور رشتے داروں میں سے نہیں ہیں لیکن کام کی وجہ سے اپنے قریب ترین رشتہ دار سے بھی میں زیادہ چاہتا اور پسند کرتا اور فوقیت دیتا ہوں''

جنوری ۱۹۷۰ء میں مفتی اعظم راجستھان کی پیش کش پر استاذ الاساتذہ حامئ سنت وماحئ بدعت علامہ شاہ عبد العزیز اشرفی محدث مبارکپوری وصدرالمدرسین وشیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور نے دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور میں درس نظامیہ کی اعلیٰ تدریسی خدمات کے لیے راقم کو روانہ فرمایا،اور ساتھ میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ایک رقعہ عنایت فرمایا جس میں میری تقرری اور دوسو روپے تنخواہ مع قیام وطعام مجھے دینے کا ذکر تھا،اور مبارکپور تا جودھپور ۵۰؍روپے سفر خرچ دینے کا بھی انتظامیہ خصوصا مفتی اعظم راجستھان کو فرمایا،چناں چہ راقم ۱۰؍جنوری ۱۹۷۰ء سے بحیثیت نائب صدرالمدرسین وشیخ الدیث تدریسی خدمات کی انجام دہی پر مامور ہوا۔

راقم حسب حکم تدریسی خدمات دیتا رہا،جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو دارالعلوم کی مالی پوزیشن کی پریشانی کی وجہ سے دو سو روپے دینے میں تأمل ہو،اور انتظامیہ حافظ ملت سے گزارش کی کہ تنخواہ میں کچھ کمی کردی جائے،دارالعلوم اتنا بار برداشت کرنے کے قابل نہیں،راقم کو معلوم ہوا تو راقم نے بھی حافظ ملت کی خدمت میں

بذریعہ ڈاک عرضی پیش کی کہ اگر ایک پیسہ کی بھی کمی کی گئی تو خادم یہاں سے روانہ ہو جائے گا، حافظ ملت نے انتظامیہ کو جواب دیا کہ ''اگر انتظامیہ (راقم) کے مطالبہ کو پورا کرتی ہے تو مجھے کچھ اعتراض نہیں اور اگر مولانا کمی پر رضامند ہو جائیں تو مجھے کچھ اعتراض نہیں''، بالآخر مفتی اعظم راجستھان نے انتظامیہ سے فرمایا ''میں کسی حال میں مولانا کو چھوڑ نہیں سکتا چاہے مجھے جیب خاص سے مولانا کا مطالبہ پورا کرنا پڑے''۔

ایک سوال ذہنی طور پر ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ دارالعلوم اسحاقیہ کی پندرہ سالہ تدریسی خدمات کو راقم نے ترک کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیرانہ سال (بوڑھے) والدین کے حکم اور ان کی اس عمر میں خدمت کی سعادت حاصل کر کے فلاح دارین حاصل کرنے کی غرض سے میں نے دارالعلوم اسحاقیہ کی تدریسی خدمات کو خیر آباد کیا، جب کہ انتظامیہ اور مفتیٔ اعظم راجستھان کو کسی بھی قیمت پر وہاں سے میری علیٰحدگی گوارہ نہ تھی، بادل ناخواستہ انہوں نے اجازت دی اور فرمایا ''دارالعلوم کا دروازہ آپ کے لیے تادم حیات کھلا ہے۔

مفتیٔ اعظم راجستھان مشربی عصبیت سے بالاتر تھے، ان کی مشربی عصبیت سے بالاتری کا یہ عالم کہ آپ (مفتی اعظم راجستھان) کو خود شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت اور خلافت واجازت، تو دوسری طرف نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور سید شاہ علی حسین اشرفی میاں بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور سرکارکلاں حضرت علامہ سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ سابق سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ سے سند خلافت واجازت کی سعادت حاصل تھی۔ اور مفتی اعظم راجستھان کے صاحب زادے وجانشیں حاجی معین الدین اشرفی صاحب سربراہ اعلیٰ دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور کو نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور سید شاہ علی حسین اشرفی میاں حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سابق سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ سے شرف بیعت حاصل ہے، نیز مفتی اعظم راجستھان کے بڑے بھائی مکھیا عبد الرب کو نبیرۂ اعلیٰحضرت حضور اشرفی میاں اشرف الاولیاء حضرت علامہ سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الجلالیہ العلائیہ الاشرفیہ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف سے سعادت بیعت حاصل ہے۔

مجاہد دوراں حضرت علامہ سید شاہ مظفر حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ دارالعلوم اسحاقیہ کی ترقیات میں مفتی اعظم راجستھان کے شانہ بشانہ اور دست راست اور سرپرست رہے جن کی شہادت دارالعلوم کی سالانہ روداد یں دے رہی ہیں اور خصوصی مقرر کی حیثیت سے سالانہ جشن دستار فضیلت میں تاحیات آپ خطاب کرتے رہے، اسی طرح شہنشاہ خطابت وتدریس وتصنیف حضرت علامہ ومولانا عبد المصطفیٰ اعظمی نقشبندی علیہ الرحمہ تاحیات

جشن ختم بخاری شریف میں روح پرور خطاب سے نوازتے رہے۔ان کے علاوہ جشن دستار میں مناظر اہل سنت علامہ مفتی محمد حسن سنبھلی اور مبلغ ایشیا وافریقہ علامہ نذیر الاکرم مرادآبادی، اشرف الاولیاء حضرت علامہ سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کچھوچھوی، شیخ اعظم علامہ سید اظہار اشرف کچھوچھوی سابق صاحب سجادہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور، پیر طریقت پیکر خلوص ومحبت حضرت سید محمود شاہ جیلانی بانی دارالعلوم فیض اکبری لونی شریف علیہم الرحمۃ سالانہ جشن دستار وختم بخاری شریف میں اپنے قدوم میمنت سے زینت بخشتے رہے

اسی طرح حضرت علامہ سید شاہ اشرف کلیم صاحب قبلہ اشرفی جیلانی جائسی، مفکر اسلام علامہ مظفر حسن ظفر ادیبی صاحب قبلہ سابق مدرس معقولات جامعہ اشرفیہ مبارکپور، بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب قبلہ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ اور دارالعلوم شمس العلوم گھوسی، علامہ حافظ وقاری شاعر وادیب مولانا اعجاز اشرفی کامٹوی، علامہ داکٹر حسن رضا رضوی ایم اے پی ایچ ڈی وسابق ڈائرکٹر شعبۂ ریسرچ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ اپنے اپنے مخصوص خطاب سے سامعین کو محظوظ کرتے رہے۔

دارالعلوم اسحاقیہ میں اساتذہ اور عملہ ہی کو دیکھیں تو ایک طرف یوپی تو دوسری طرف بہار تو تیسری طرف راجستھان کے باصلاحیت اور محنتی اور پورے لگن اور خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے اور غیر درسی عملہ نے بھی اپنے کام کو انجام دینے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔

یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم راجستھان اپنے تدریسی اور غیر تدریسی عملہ کو نوازنے میں کچھ کسر نہیں رکھی، جس کا کام جتنا اچھا اس کا انعام اسی حیثیت سے اچھا۔آپ کو اپنے دونوں عملہ سے کام لینے کی مہارت حاصل تھی، اگر بشری تقاضا کے اعتبار سے کسی سے کچھ ان کو خود تلخی ہو جاتی تو اس کو مشفقانہ طور پر ڈانٹ بھی دیتے اور پھر خوش بھی کر دیا کرتے، اگر کوئی کسی وجہ سے استعفانامہ پیش کرتا، تو قبول نہ کرنے کا ان کا ایک انوکھا انداز تھا، وہ یہ ہے کہ اس مستعفی کے سامنے استعفانامہ چاک کر کے اس کے دل کی کدورت ریزہ ریزہ کر دیتے اور تنہائی میں راقم سے فرماتے کہ کیا ضروری ہے اس سے بہتر کوئی آجائے، ہوسکتا ہے اسی جیسا یا اس سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو۔

اپنے عملہ کی حاجت پوری کرنے کا یہ حال تھا کہ ابتدائی دور میں درمیانی سال میں ادارہ کا مالی بجٹ فیل ہو جاتا تب بھی تنخواہ ماہ بہ ماہ عنایت فرما دیتے، اور اگر کسی کو پیشگی کی ضرورت ہوتی تو بلا دریغ پیشگی دے دیتے جو حسب تنخواہ وضع کی جاتی چاہے کئی سال وضع کرنے میں گزر جاتے، اور تعطیل کلاں میں بھی حسب ضرورت تعطیل کی

بھی تنخواہ دے دیتے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب مالی بجٹ درمیانی سال میں فیل ہوجاتا تو ماہ بہ ماہ تنخواہوں کی ادائیگی اور مزید براں پیشگی بھی دی جاتی تو وہ کس طرح؟ اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ مفتی اعظم راجستھان اپنے مخصوص مخلصین صاحبان ثروت سے بطور قرض لے لیتے اور رمضان المبارک میں بذریعہ چندہ آمدنی ہوتی تو قرض ادا کردیتے۔قرض لانے والوں میں کبھی کبھی راقم بھی ہوتا۔مفتی صاحب راقم سے فرماتے ''تنخواہ بھی ادارہ پر تو قرض ہوجاتی ہے، لیکن عملہ بے حد ضرورت مند ہوتا ہے تو صاحبان ثروت سے قرض لے کر تنخواہ والا قرض ادا کردینا اور عملہ کی ضرورت پوری کردینا بہتر ہے، اس لیے کہ مقولہ ہے ''مزدور خوش دل کند کار بیش''۔

ادارہ نے روز افزوں ترقیاں کرتے کرتے ملک میں اپنی ایک اہمیت وعظمت اور پہنچان بنالی اور مختصر سے وقت میں مشہور ومعروف ہوگیا، ور تعلیمی ترقی اتنے عروج پر پہنچ گئی کہ ملک کے مرکزی اور عظیم ترین اداروں کے اجلہ اساتذۂ کرام بحیثیت ممتحن مدعو کیے جانے لگے، مثلا صدر العلماء امام النحو علامہ سید محمد غلام جیلانی میرٹھی اشرفی علیہ الرحمہ، استاذ القراء قاری محب الدین الہ آبادی ثم لکھنوی، ان کے صاحبزادے محب گرمی قاری احمد ضیاء لکھنوی، سابق استاذ عربی وقرات وناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور علامہ قاری محمد یحییٰ رضوی، ماہر اہتمام وتدبر حضرت علامہ محمد یونس نعیمی اشرفی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، پیکر خلوص علامہ مبین الدین امروہی نقشبندی سابق شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ اور ماہر تدریس وافتا حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی صدر شعبہ افتاء وتدریس ومہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

مفتی اعظم راجستھان کا علماء، حفاظ اور قراء کے ساتھ حسن اخلاق

جب کوئی عالم یا حافظ یا قاری روزگار کی تلاش میں دارالعلوم آتے تو جب تک مستقل روزگار سے وابستہ نہ ہوجاتے، دارالعلوم میں ان کے قیام وطعام کا انتظام ہوتا، پھر کسی جگہ کی امامت آتی یا درسگاہ میں مدرس کی ضرورت ہوتی تو انہیں بھیج دیا جاتا۔بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ کافی دنوں تک جگہ نہیں مل پاتی اور وہ کسی شعبہ کے لیے لائق تدریس ہیں تو دارالعلوم کی کسی شاخ میں ان سے تدریسی خدمات لے لی جاتی، اور کچھ نہ کچھ بطور نذر پیش کردیا جاتا، پھر ان کو مناسب جگہ پر بھیج دیا جاتا، وہ بے روزگار علماء، حفاظ اور قراء اہل سنت کے کسی مشرب یا کسی صوبہ سے متعلق ہوں۔سالانہ جشن دستار کے موقع پر خصوصا راجستھان کے اداروں کے اساتذہ یا مساجد کے ائمہ شریک جشن ہوتے تو حسب صلاحیت قیام وطعام کی سہولیات مہیا کی جاتی اور کچھ نہ کچھ نذر بھی پیش کی جاتی، اگر نذر ری گنجائش نہیں تو آمدورفت سفر خرچ ضرور پیش کیا جاتا۔

الحاصل مفتی اعظم راجستھان مشربی اور صوبائی عصبیت سے بالا تر ہو کر مسلک اہل سنت و جماعت کی تعلیمی،تبلیغی اور اصلاحی ترقیوں کو جماعتی سطح پر کرنا اور دیکھنا چاہتے تھے، یہ جو کچھ میں نے قلم بند کیا ہے وہ میرے پندرہ سالہ آنکھوں دیکھا حال بطور اختصار ہے،کوئی اہم بات صفحہ قرطاس پر لانے سے رہ گئی ہو تو اسے میرے بڑھاپے کے نسیان پر محمول کیا جائے اور اسے درگزر کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقوش قدم اور جماعتی سطح پر چلنے اور کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔۔**بجاہ سید المرسلین و آلہ و صحبہ اجمعین**

عبدالقدوس مصباحی

خادم تدریس وصدر شعبۂ افتاء

دارالعلوم شیخ احمد کھٹو سرخیز احمد آباد گجرات

۲۷/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز جمعہ

اظہارِ خیال

مظہر مفتیٔ اعظم راجستھان، پیر طریقت، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ صوفیٔ باصفا
خواجہ قاری عبدالوحید قادری دامت برکاتھم العالیہ
بانی وسربراہ اعلیٰ جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد!

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ بالکل سچ ہے بندہ چاہے جتنی تگ ودو کرلے مگر جب منشاء الٰہی نہ ہو کوئی کام پائۂ تکمیل تک نہیں پہنچتا مفتیٔ اعظم راجستھان حضرت علامہ ومولانا مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمہ نے خدائے بزرگ وبرتر کے جوار رحمت میں سکونت اختیار کرنے سے چند سال قبل ہمیں وہ رجسٹر سونپا جس میں آپ کے فتاویٰ نقل تھے، ساتھ ہی اس عظیم علمی وفقہی سرمایہ کی اشاعت کا ذمہ ہمیں ٹھہرایا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے رہبر ورہنما نے اتنے بڑے کام کا اہل ہمیں سمجھا مگر یہ ہماری حرماں نصیبی اور حالات کی ستم ظریفی کہ ہم وہ کام وقت پر نہ کرسکے جس کو ہمیں پہلے مکمل کرنا تھا۔لیکن یہ کہاوت بھی ہمارے سامنے تھی کہ دیر آید درست لہذا اس کے تحت یہ اہم ذمہ داری ہم نے مفتی سراج احمد مصباحی استاذ جامعہ فیضان اشفاق کے سپرد کیا انھوں نے بڑی عرق ریزی اور بڑی جانفشانی سے اس عظیم کام کو مکمل کیا اس کے لیے ہم مولانا موصوف کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

۱۹ رستمبر ۲۰۱۳ء کو مفتی اعظم راجستھان نے اس فانی دنیا کو خیر آباد کہتے ہوئے عالم بقا کی جانب کوچ کیا اور آنکھوں ہی آنکھوں ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۸ء آ گیا، خیر خدا کے فضل سے وہ ساعت سعید آ گئی جس کے لیے ہم روز اول ہی سے کوشاں تھے آج ہمیں اس بات کا اظہار کرتے ہوئے انتہائی مسرت وشادمانی ہو رہی ہے کہ مفتیٔ اعظم راجستھان حضرت علامہ ومولانا مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کے فتاوی کا مجموعہ اشاعت وطباعت کے مرحلہ سے گزر کر باذوق علما وطلبہ کے مطالعہ کے میز کی زینت بڑھانے کو تیار ہے۔

مفتیٔ اعظم راجستھان کی تعلیمی، تبلیغی، تدریسی، تعمیری زندگی آپ کے حیات ظاہری میں اوراس کے بعد میں بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے آپ زہدوورع سے مرکب زندگی جذبۂ خدمت خلق سے سرشار آپ کے شب وروز آپ کی علمی و فقہی بصیرت و بصارت آپ کے داعیانہ اور قاعدانہ صلاحیتوں کے بارے میں کچھ کہا اور سنا گیا ہے مگر اب ہم آپ کے فتاوی کے ذریعہ آپ کی زندگی کے کچھ اور گوشوں کا مطالعہ کریں گے جوکہ اب تک راز سربستہ تھے، کہتے ہیں تحریر میں شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں اس لحاظ سے اب آپ کی تحریر کے ذریعہ آپ کی علمی وفقہی مرتبہ کو پہچاننے میں مزید مدد حاصل ہوگی۔

جامعہ فیضان اشفاق کے امتیازی شان کے لیے یہی کافی ہے کہ مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ نے اپنا قیمتی علمی وفقہی سرمایہ اس کے حوالہ کیا حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کو جامعہ فیضان اشفاق سے بے پناہ لگاؤ تھا آپ نے ہمیشہ اس کی تعمیری وعلمی ترقی کی فکر کی ہمیشہ نیک خواہشات اور قیمتی مشوروں سے نوازا آج فیضان اشفاق کی جو کچھ بہاریں ہیں سب آپ کی مرہون منت ہے۔

پورے صوبہ راجستھان میں آپ کے ذریعہ قائم کئے ہوئے کئی مدارس دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہیں ہیں مگر جو خصوصی توجہ ونظر عنایت جامعہ فیضان اشفاق کو میسر ہوئی وہ جامعہ فیضان اشفاق کے لیے سرمایہ افتخار ہے خدا کے فضل سے آج ہم آپ کے علمی سرمایہ کو منظر عام پر لاکر اپنے رہبر ورہنما کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت و محبت پیش کررہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ نے پورے راجستھان میں دین وسنیت کی جو شجرکاری کی ہے اس کی آبیاری کرنا اور آپ کے دینی وتبلیغی مشن کو آگے بڑھانا آپ کے فکر ونظر کی ترویج واشاعت کرنا حقیقی معنوں میں یہی آپ سے سچی محبت کی دلیل ہے۔

آج اس مسرت وشادمانی کے حسین موقع پر ہم ایک بار پھر عزم مصمم کرتے ہیں کہ حضور مفتیٔ اعظم راجستھان کے مشن کو ان شاء اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے جامعہ سے آپ کو جو امیدیں وابستہ تھیں ان کو پورا کرنے کی کوشش تاحیات جاری رکھیں گے۔واللہ المستعان

فقیر عبدالوحید قادری

جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان

تقریظ جمیل

محقق عصر خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتھم العالیہ
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

محبوب العلما والمشائخ عمدۃ الا فاضل والاماثل حضرت مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات ستودہ صفات گونا گوں اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب کی جامع تھی آپ نے دین متین کی جو گراں قدر نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں آپ نے راجستھان کی سرزمین پر جلوہ بار ہوکر وہاں کی کشت ویراں کو لالہ زار بنایا، علم وادب کے پھول کھلائے اور وہاں کی فضا کو مشک بار بنایا، مدارس ومساجد کا حسین سلسلہ قائم فرمایا، علما وفضلا کی ایک عظیم ٹیم تیار کی، فقہ وافتا اور حدیث وتفسیر کے ماہرین پیدا کیے، قوم کے الجھے ہوئے مسائل کا روشن حل پیش کرنے کے لیے ایک دارالافتا قائم فرمایا اور تادم اخیر مسند افتا کو زینت بخشی اور صدر شعبہ افتا کے منصب رفیع پر فائز رہے اور اپنے اشہب قلم سے گراں قدر وقیع فتاوی تحریر فرمائے، آپ نے مبسوط ومفصل اور مختصر وجامع فتاویٰ تحریر فرمائے جہاں بسط وتفصیل کی حاجت درپیش ہوئی اپنے قلم سیال کے ذریعہ کتاب وسنت اور فقہ کی مستند کتابوں کے حوالوں سے مزین تحقیقی فتاویٰ ارقام فرمائے اور جہاں اختصار وجامعیت درکار ہوتی وہاں قول منقح اور ماخوذ ومفتی بہ ذکر فرماکر سائل کو نفس حکم سے آگاہ فرماکر اس کی تشنگی دور فرمائی۔ آپ امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے محققانہ فتاویٰ پر اعتماد فرماتے آپ کی تحقیق انیق کو مقدم فرماتے اپنے اکابرو اسلاف کی روش پر گامزن رہ کر محتاط فتاویٰ تحریر فرمائے، سائل کے مطلوب ومقصود پر گہری نظر رکھتے اور مقتضائے حال کے مطابق سوال کا ایسا جواب ارقام فرماتے کہ سائل کی ناپاک آرزو خاک میں مل جاتی آپ زمانہ کے حالات سے صرف نظر نہ فرماتے بلکہ اختلاف زمانہ کے اعتبار سے اختلاف احکام پر گہری نظر رکھتے جس کی روشن دلیل فقدان

زوج اور تعسر نفقہ وغیرہ کے متعلق آپ کا گراں قدر تحریر فرمودہ فتویٰ ہے۔

ایک فقیہ اور مفتی کو اپنے مذہب مہذب سے عدول اور تقلید غیر کے لیے کیا کیا اسباب و وجوہ درکار ہیں اور کب اور کس حد تک تقلید و عدول کی اجازت ہوتی ہے، کہاں عذر من جہۃ اللہ اور کہاں عذر من جہۃ العباد ہے اور ان اعذار سے تخفیف احکام پر کیا آثار مرتب ہوتے ہیں ان کی روشن جھلک آپ کے فتاویٰ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپ کا گراں قدر فقہی و مثالی کارنامہ رہتی دنیا تک آپ کی روشن یادگار رہے گا آپ کی یادوں کا چراغ روشن کرتا رہے گا اور طالبان فیض کو فیض بخشتا رہے گا اور ان کی مشام جاں کو معطر کرتا رہے گا۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ آپ کے اس علمی و فقہی کارنامہ کو جملہ رعنائیوں کے ساتھ منصۂ شہود پر لایا جائے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے صوفی قاری عبدالوحید قادری بانی جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان نے آپ کے فتاویٰ کی ترتیب و تبویب، تخریج و تحقیق اور تعلیق و تحشیہ کا کام جامعہ اشرفیہ کے لائق و فائق فاضل جامعہ فیضان اشفاق ناگور کے استاذ جناب مولانا سراج احمد مصباحی کو سپرد کیا مولانا موصوف نے مکمل عرق ریزی کے ساتھ اس اہم فریضہ کو انجام دیا ہے۔ فتاویٰ کی ترتیب و تبویب، حوالوں کی تخریج اور تعلیق و تحقیق کس قدر دشوار گزار امر ہے اسے وہی جانتا ہے جو ذوق تحقیق و تدقیق رکھتا ہے، مولانا موصوف اپنی اس گراں قدر فقہی خدمت کے سبب ڈھیر ساری مبارکبادیوں کے مستحق ہیں مولا عزوجل اپنے حبیب پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آپ کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے اور مفتی اعظم راجستھان کے گراں قدر مجموعہ فتاویٰ ''فتاوی مفتیٔ اعظم راجستھان'' کو قبول خاص و عام بخشے، اس کے فیضان کو عام و تام فرمائے، اس کی تصحیح و طباعت و اشاعت وغیرہ میں حصہ لینے والے تمام افراد اہل سنت کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے خاص کر اس کے مرتب فاضل مولانا سراج احمد مصباحی کو مزید تحقیقات و تعلیقات و قلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے، ان کے ذوق قرطاس و قلم کو استحکام و بلندی بخشے اور آسیب روزگار سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ ازکیٰ التحیہ واسمیٰ التسلیم الیٰ یوم الدین۔

محمد ناظم علی مصباحی
خادم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی
بتاریخ ۱۲ ؍صفر المظفر ۱۴۳۹ھ بروز پنج شنبہ
مطابق ۱۲ ؍نومبر ۲۰۱۷ء

حضور مفتی اعظم راجستھان کی فقہی بصیرت ''فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان'' کی روشنی میں

ماہر فقہ وافتا مصباح الفقہا حضرت مفتی محمد عالمگیر مصباحی صاحب قبلہ
استاذ ومفتی دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

تاریخی انسانی کی تخلیق سے لے کر ہنوز بنی نوع انسانی کی آمد و رفت کا سلسلہ شب و روز جاری وساری ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق یہ سلسلہ موت وحیات تا قیام قیامت جاری وساری رہے گا۔ نہ جانے کتنی شخصیتیں منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوئیں اور اپنی حیات مستعار کے چند روزہ لمحات گزار کر اس دنیائے دول سے رخصت ہوتے ہوئے پیام اجل کو لبیک کہا، ان کی یادوں کے نقوش اذہان وقلوب اور مشاعر وخواطر سے رفتہ رفتہ محو ہوتے چلے گئے۔ مگر اسی عالم رنگ و بو میں کچھ ایسی قدآور اور ہمہ جہت عبقری شخصیتیں مہر و ماہ بن کر ضوفگن ہوئیں، جنہوں نے اپنے اخلاق وکردار تبلیغ وارشاد، اخلاص وللہیت، خوف وخشیت، علم وعمل، عبادت وریاضت، زہد وورع، تقویٰ وطہارت، اور عفو درگزر جیسی بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں اور انوار وتجلیات سے ایک جہاں کو منور ومجلیٰ کیا۔ انہیں نفوس قدسیہ میں سے ایک انتہائی عبقری، شش جہت اور پرکشش شخصیت حضور مفتی اعظم راجستھان علامہ المفتی محمد اشفاق حسین نعیمی کی ہے۔ آپ کی پاکیزہ شخصیت، علم وعمل، فکر وفن، علم ودانش، تدبر وتفکر، عبادت وریاضت، اخلاق ومروت، خوف وخشیت، شرافت وانسانیت، اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ وطہارت، اصابت فکر ونظر، صبر وشکر، امانت ودیانت داری، حلم وبردباری، عفو کرم، رأفت ورحمت، جودوسخا، توکل واستغناء، تحقیق وتمحیص، فقہ وبصیرت، درس وتدریس، تعلیم وتربیت، رشد و ہدایت، تبلیغ وارشاد اور فقہ وافتا سے عبارت ہے۔

آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو آپ کی عبقری شخصیت تمام اوصاف وکمالات ومحاسن و محامد کی جامع نظر آتی ہے یقیناً آپ کے اوصاف حمیدہ اور خصال جمیلہ کو دیکھ کر زبان قال پر برجستہ یہ شعر جاری ہوتا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

آپ کی جاذب نظر شخصیت کو جس بھی نہج سے دیکھا جائے آپ کی شخصیت کا ہر ایک باب انوکھا دکھائی دیتا

ہے۔ مگر آپ کی زندگی کا سب سے انوکھا باب ونمایاں وصف آپ کی فقاہت وبصیرت کا ہے فقیہ ومفتی وہی ہوسکتا ہے جو درج ذیل اوصاف وشرائط کا حامل ہو:

(۱) جو استنباط احکام، اسباب وعلل، نقض ومنع، طرد وعکس میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ (۲) عبادات ومعاملات، عرف وعادات ناس، حرج وضرورت تعامل وعموم بلویٰ میں درک وممارست رکھتا ہو۔ (۳) مذہب کے متون وشروح و فتاویٰ پر اس کی گہری نظر ہو ساتھ ہی ساتھ استحضار تام بھی رکھتا ہو۔ (۴) سوال فہم ہو، سائل کے خلجان اور اس کی الجھن کو سمجھ سکتا ہو۔ (۵) جواب تحقیق کے ساتھ لکھے اور مذہب کے جزئیات مفتی بہا سے استفادہ کرے۔ (۶) جواب مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں پر حاوی ومحیط ہو (۷) اس بات پر نظر رکھے کہ سائل یا کوئی بدمذہب اس کے فتویٰ سے غلط فائدہ نہ اٹھا سکے۔

ان اوصاف وشرائط کی روشنی میں جب ہم آپ کے فتاویٰ کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ ان تمام اوصاف وشرائط کے جامع نظر آتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم راجستھان میں شان فقاہت اور تفقہ فی الدین کا جوہر کس طور پر نمایاں نظر آتا ہے اور جزئیات فقہ پر کتنا عبور کامل حاصل۔ آپ کی شان فقاہت اور فقہی بصیرت کے ثبوت میں تحریر کے خوف طوالت کے سبب صرف چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

بتاریخ ۳؍ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء بروز چہار شنبہ کو آپ نے ایک فتویٰ دیا جس کا اقتباس بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

چلتی گاڑی میں فرض نماز نہیں ہوتی البتہ سنتیں ونفل پڑھ سکتے ہیں بلکہ پڑھنی ہی چاہیئے۔ ہاں اگر وقت جا تا رہا ہو تو فرض بھی پڑھ لیں اور بعد میں لوٹالیں جہاز میں سب نمازیں پڑھنے کا حکم ہے یعنی چلتے جہاز میں فرض نماز بھی پڑھی جائے گی ریل وجہاز میں فرق ہے۔ ریل ٹھہرتی ہوئی جاتی ہے جب کہ جہاز برابر چلتا ہے اور پھر جہاز کے آس پاس زمین نہیں۔

متذکرہ بالا فتویٰ کا جب ہم کتب فتاویٰ کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تو اس سے آپ کی شان تفقہ فی الدین آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی ہے، اور آپ کی فقہی بصیرت کا واضح طور پر ثبوت فراہم ہوتا ہے کیوں کہ کتب فقہ کے مطالعہ سے یہ اظہر من الشمس وابین من الامس ہے کہ فرض و واجب اور ملحق بالواجب سنت فجر کے لیے دو شرطیں ہیں۔ (۱) استقرار علی الارض یعنی زمین پر ٹکا ہونا۔ (۲) دوسری شرط اتحاد مکان یعنی تمام ارکان ایک ہی جگہ ادا کیے جائیں۔ اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہوگئی تو نماز صحیح نہ ہوگی مثلاً استقرار علی الارض نہیں تو اگرچہ مکان متحد ہو نماز نہ ہوگی۔ استقرار علی الارض ہے مگر مکان بدلتا رہتا ہے تو بھی نماز نہ ہوگی یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی

عذر نہ ہو۔مثلاً درندے یا دشمن کا خوف یا یہ کہ اگر سواری سے اترے تو بھی زمین نہ ملے اور اگر موقع ایسا ہے کہ اترے اور آسانی سے زمین پر نماز پڑھ سکتا ہے تب بھی عذر نہیں مثلاً کوئی ایسی گاڑی پر سوار ہے اس کے چار پہیے ہیں دو آگے دو پیچھے یا تین ہے دو آگے ایک پیچھے بالعکس۔اب اگر یہ گاڑی چل نہیں رہی ہے تو اس پر نماز صحیح ہے اس لیے کہ دونوں شرطیں پائی جا رہی ہیں، استقرار علی الارض بھی اتحاد مکان بھی اور اگر چل رہی ہے تو صحیح نہیں اس لیے کہ گاڑی مستقر علی الارض نہیں یا گاڑی ایسی ہے کہ اگر اس کا جوا جانور کی گردن سے اتار دیا جائے تو گاڑی ٹکی نہ رہے تو ایسی گاڑی پر نماز درست نہیں خواہ وہ کھڑی ہو یا چل رہی ہو کھڑی ہونے کی صورت میں اس لیے کہ بالکلیہ استقرار علی الارض نہیں اس کا جوا جانور کی گردن پر ہے جانور زمین کے تابع نہیں دوسری صورت میں اس لیے کہ استقرار علی الارض قطعاً نہیں۔کوئی شخص کشتی پر سوار ہے یا بحری جہاز پر تو اس کی دو صورتیں ہیں کشتی چل نہیں رہی ہے اور زمین پر ٹکی ہے تو اس پر نماز بلاشبہ درست استقرار علی الارض بھی ہے اور اتحاد مکان بھی کشتی چل رہی اگرچہ زمین پر ٹکی ہے گھسٹتی ہوئی چلتی ہے کشتی سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا آسان ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا کشتی زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کھڑی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان بھی ہے تو بھی کشتی پر نماز صحیح نہیں اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا کشتی زمین سے ٹکی نہیں ہے اور چل رہی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان ہے یعنی کشتی اگر روک دی جائے تو بآسانی زمین پر اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بھی نماز درست نہیں اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں، کشتی بیچ دریا میں ہے اگر روکی جائے تو بھی اترنے کے بعد زمین نہ ملے گی پانی ہی پانی ہے اور پانی ڈباؤ ہے اور یہ تیرنا نہیں جانتا تو کشتی پر نماز پڑھ لے اگرچہ کشتی زمین پر ٹکی نہ ہو اگرچہ چل رہی ہو۔فتح القدیر اور شرح منیہ میں ہے:"فی الایضاح فان کانت موقوفة فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما یجوز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض فان کانت مربوطة ویمکنه الخروج لم یجز الصلوة فیہما لانہا اذا لم یستقر فھی کالدابة انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حینئذ کالسریر زاد فی الغنیة وعلی ھذہ ینبغی اَلّا تجوز الصلوة فیہا اذا کانت سائرة مع امکان الخروج الی البر وھذہ المسئلة الناس عنہا غافلون" (فتح القدیر، جلد اول قبیل سجدۃ التلاوۃ، ص:۱۲۸، مطبوعہ منشی نول کشور، منیۃ المصلی قبیل والثالثۃ من الفرائض، ص:۲۷۵)

ردالمحتار میں ہے:

"وظاھرما فی الھدایةوغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض أولا

وصرح فی الایضاح بمنعه فی الثانی حیث امکنه الخروج الحاقا لها بالدابة۔نہرواختاره فی المحیط والبدائع۔بحر۔وعزاه فی الامداد ایضاً الی مجمع الروایات عن المصفی، و جزم به فی نور الایضاح،وعلی هذا ینبغی ان لا تجوز الصلوة فیها سائرة مع امکان الخروج الی البر"(رد المحتار،ج:۱،ص:۵۱۲)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:"ولو صلی علی دابة فی شق محمل وهو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلوٰة علیها اذا کانت واقفة الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بأن رکز تحته خشبة واما الصلوٰة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر لا فی غیرها ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه وذهاب الرفقاء وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیهم بأنها کالسریر هذا کله فی الفرض والواجب بأنواعه وسنة الفجر بشرط ایقافها للقبلة ان امکنه والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیر المکان واما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلة مطلقا"(تنویرالابصاروالدرالمختار المطبوعان مع ردالمحتار،ص:۴۸۸۔۴۹۱،ج:۲،کتاب الصلوۃ،باب الوتر والنوافل،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

ردالمحتار میں ہے:"والحاصل ان کلا من اتحاد المکان واستقبال القبلة شرط فی صلوة غیر النافلة عند الامکان لا یسقط الا بعذر،فلو أمکنه ایقافها مستقبلافعل "(ردالمحتار مع الدرالمختار،ص:۴۹۱،ج:۲،کتاب الصلوٰۃ،باب الوتر والنوافل،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

اسی میں غنیہ سے ہے:"هذا بناء علیٰ ان اختلاف المکان مبطل مالم یکن لاصلاحها" (ردالمحتار،جلد اول،ص:۴۲۱) فتاوی شامی میں بحر الرائق اور فتاوی ظہیریہ سے ہے:ان جذبته الدابة حتی ازالته عن موضع سجوده تفسد-

ان تمام ارشادات فقہا سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ سواری پر نماز صحیح ہونے کے لیے دوشرطیں ضروری ہیں اتحاد مکان اور استقرار علی الارض یعنی جہاں نماز شروع کی ہے وہیں پوری کرے اور سواری پوری کی پوری زمین پر ٹکی ہوا ایسا نہ ہو چل رہی ہوا ایسا نہ ہو کہ کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ زمین کے علاوہ کسی ایسی چیز پر ہو جو زمین کے تابع نہ ہو ہاں اگر یہ سواری ایسی جگہ ہو کہ اگر سواری سے باہر آئے تو بھی زمین نہ ملے یا ایسی زمین ملے کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو جیسے دلدل یا اتنی کیچڑ کہ سجدہ کرنے میں منہ کیچڑ میں دھنس جائے تو ایسی صورت میں سواری پر نماز ہو جائے گی

ساتھ ہی ساتھ ایک اور قاعدہ کلیہ ذہن نشیں کرلیں نماز کی شرائط وارکان کی ادائیگی سے مانع اگر کوئی سماوی سبب ہو تو جس حال میں ہو نماز پڑھ لے اعادہ نہیں جیسے وہ بیمار جسے پانی نقصان کرتا ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھے گا نماز ہو جائے گی صحت کے بعد اعادہ نہیں اور اگر یہ مانع بندوں کی طرف سے ہے تو بدرجۂ مجبوری جتنی قدرت ہے اس کے مطابق نماز پڑھے اور عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہے۔ مثلاً کسی کو قید کردیا اس کے پاس پانی نہیں وہ تیمم کرکے نماز پڑھے اور جب پانی ملے اعادہ کرے۔ درمختار میں ہے: صلی المحبوس بالتیمم ان کان فی المصر اعاد والا لا۔ اسی کے تحت شامی میں ہے: وعللوہ بأن الغالب فی السفر عدم الماء فی الحلیۃ وھذا یشیر الی انہ لو کان بحضرتہ یقرب منہ ماء تجب الاعادۃ لتتمحض کون المنع من العبد۔ اسی میں ہے: "ولا یعید ای فی سقوط الشرائط او الارکان لعذر سماوی بخلاف ما لو کان من قبل العبد" (رد المحتار مع الدر المختار، ص:۵۷۱، ج:۲، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المریض، دار الکتب العلمیہ، بیروت) تنویر الابصار ودر مختار میں ہے: لزمہ القضاء وان طالت لانہ یصنع العباد کالنوم۔ اسی کے تحت شامی میں ہے: وسقوط القضاء عرف بالاثر اذا وصل بآفۃ سماویۃ فلا یقاس علیہ ما حصل بفعلہ (ردالمحتار جلد اول، ص:۵۱۲ صلوۃ المریض)

فقہاے اعلام کے ان ارشادات وتصریحات سے روز روشن کی طرح عیاں اور ثابت ہوگیا کہ ریل گاڑی، بس اگر پلیٹ فارم پر یا کہیں کھڑی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے اور اگر چل رہی ہے تو اس میں نماز درست نہیں اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضاء ہوجائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے اس لیے کہ ٹرین سے اترنا بآسانی ممکن ہے اور اترے گا تو نماز پڑھنے کے لائق زمین ملے گی مگر چلتی ٹرین سے اترنا ناممکن ہے، مگر یہ دشواری سماوی نہیں خود بندوں کی طرف سے ہے، اس لیے چلتی ٹرین میں جو نمازیں پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے، ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کررہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے، اس لیے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ہوا میں آئے گا، جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو اگرچہ چل رہا ہے، تو اس میں نماز درست ہے اس لیے کہ اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں جب ہم آپ کے مذکورہ فتویٰ کا فقہی جائزہ لیتے ہیں تو آپ کی خدا داد ذہانت و فطانت اور حاضر دماغی اور بالغ نظری اور فقہ وافتا میں زرف نگاہی اور وسعت مطالعہ اور جزئیات حقہ اور استنباط احکام

اور استخراج مسائل میں درک اور تیقظ کامل کا بھرپور اندازہ واحساس ہوتا ہے اس لیے کہ حدیث صحیح میں فرمایا: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ترجمہ: اللہ رب العزت جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے اور احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ میں ایسا درک ورسوخ عطا فرماتا ہے کہ وہ بندہ باعث رشک اور مفتخر ہوجاتا ہے یقینا آپ نے اس مختصر فتوی مبارکہ میں جہاں ریل اور ہوائی جہاز میں نماز کی صحت وعدم صحت اعادہ اور عدم اعادہ کا حکم بیان فرما کر اور دونوں کے درمیاں فرق کو واضح فرما کر امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا وہیں پر کتب فتاویٰ کی کثیر نقول وفقہی عبارات وتصریحات کو ملحوظ خاطر رکھ کر ریک گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز کی صحت وعدم صحت، اعادہ اور عدم اعادہ کے حکم کو بیان کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کے اسباب وعلل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا کہ فرما رہے ہیں کہ چلتی ٹرین میں دشواری وعذر خود بندوں کی طرف سے ہے اس میں عذر ودشواری سماوی نہیں اور فضا میں پرواز کرتے ہوئے ہوائی جہاز میں دشواری وعذر خود بندوں کی طرف سے نہیں بلکہ یہ دشواری وعذر سماوی ہے لہٰذا دونوں میں نماز پڑھنے کا حکم جداگانہ ہے۔

بہر کیف اس فتویٰ کی ہر ہر سطر اور ہر ہر حرف سے آپ کی شان فقہ وافتا اور تفقہ فی الدین میں مہارت وصداقت کا ظہور تام ہوتا ہے اور آپ کی فقہی بصیرت کا پتہ چلتا ہے مزید آپ کے فتاویٰ میں حالات زمانہ کی رعایت بھی ملتی ہے جو ایک ماہر مفتی کی شان ہے جیسا کہ کہا گیا ہے من لم یعرف اہل زمانہ فھو جاہل (جو اہل زمانہ کے عرف وحالات کو مدنظر نہ رکھے وہ روح فقہ و افتا سے ناواقف ہے) حالات زمانہ کی رعایت اور ضرورت ودفع حرج کے تحت آپ نے بہت فتاوی دیئے ہیں، جو فتاویٰ اشفاقیہ کے رجسٹر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بطور تمثیل ایک فتویٰ کا اقتباس سپرد قرطاس کررہا ہوں جو آپ نے مورخہ ۳۱/ اکتوبر ۱۹۶۵ء میں دیا ہے۔ آپ نے متعسر النفقہ شوہر کے فسخ نکاح کے تعلق سے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ والرضوان کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے فتویٰ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی نے مذکورہ بالا سطور میں جو کچھ حکم فیض محمد کی بیوی مسماۃ سلمٰی سے متعلق دیا میں اس کی تائید وتصدیق کرتا ہوں مسماۃ سلمٰی صورت مذکورہ کے ساتھ بعد فسخ نکاح عدت طلاق گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ مسلک امام شافعی علیہ الرحمہ کا ہے کما فی الشامی۔

اس فتویٰ میں جہاں آپ نے مفتی اعظم دہلی حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے فتوی کی تائید وتصدیق کی وہیں پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ والرضوان کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے اپنے موقف کو واضح کرتے ہوئے لکھا کہ متعسر النفقہ کا نکاح قاضی اسلام ضرورت ودفع حرج کی بنا پر فسخ کرسکتا ہے۔

اسی طرح فتاویٰ مفتیٔ اعظم راجستھان سے اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر تحریر کی طوالت کا خوف دامن گیر ہے بہر حال آپ نے تحقیق وتدقیق اور تیقظ کامل اور حاضر دماغی اور بالغ نظری کے ساتھ فتاویٰ صادر کیے جن کو فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان میں جا بجا دیکھا جاسکتا ہے فتاویٰ مفتی اعظم راجستھان کو محب مکرم گرامی مرتبت ماہر فقہ وافتا حضرت علامہ مفتی سراج احمد قادری مصباحی زید مجدہ السامی نے نہایت سلیقہ مندی کے ساتھ ترتیب دیا ہے جس پر تحشیہ کا کام سونے پر سہاگہ کا کام کر رہا ہے، مفتی موصوف نے تحشیہ میں ایسی متوازن وموزوں فقہی عبارات کو حیطۂ تحریر میں درج فرمایا ہے جو فقہی عبارات وشواہد وجزئیات فتاوی مفتی اعظم راجستھان ہیں مندرج ہے احکام ومسائل پر اکمل طور منطبق نظر آتی ہے اس دور میں فتویٰ نویسی ،نصوص مذہب کی نقل اور کتب معتمدہ سے اقوال راجحہ معتمدہ منقحہ کے اقتباس وانتخاب کا نام ہے، جدید مسائل کو مفتیٰ بہ اقوال وجزئیات پر انطباق صحیح کی شکل متعین کرنا بھی فتوی نویسی کے فرائض میں داخل ہے، جو بلاشبہ فتاوی مفتی اعظم راجستھان کے مرتب ومحشی مفتی موصوف حضرت مولانا مفتی محمد سراج احمد قادری مصباحی استاذ ومفتی جامعہ فیضان اشفاق کی فقہی عبارات میں بدرجۂ اتم موجود ہیں اللھم زد فزد۔

فتاوی مفتی اعظم راجستھان صوبۂ راجستھان کی عظیم دینی درسگاہ ودانش گاہ جامعہ فیضان اشفاق ناگور شریف کے بانی ومہتمم صوفیٔ وقت نمونۂ اسلاف مظہر حضور حافظ ملت حضرت حافظ وقاری محمد عبد الوحید قادری خلیفۂ حضور مفتی اعظم راجستھان کے اہتمام میں کتابت وطباعت کے مراحل سے گزر کر اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں اور رعنائیوں کے ساتھ اشاعت پذیر ہورہا ہے مولا عزوجل کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ فتاوی مفتی اعظم راجستھان کو مفید انام بنائے ،اور حضور مفتی اعظم راجستھان علامہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیوض وبرکات سے ہم سبھی کو مالا مال فرمائے اور مرتب موصوف حضرت مفتی سراج احمد قادری مصباحی زید مجدہ السامی کی اس ترتیبی وفقہی کاوش اور سربراہ جامعہ فیضان اشفاق صوفی باصفا حضرت حافظ وقاری محمد عبد الوحید صاحب قبلہ قادری مدظلہ النورانی کی تمام تر مساعیٔ جمیلہ کو شرف قبولیت سے نواز کر دارین کی سعادتوں سے ہمکناروں وسرفراز فرمائے آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ ؤالہ افضل الصلواۃ واز کی التحیات۔

سگ بارگاہ اعلیٰ حضرت:

محمد عالمگیر رضوی مصباحی امجدی عفی عنہ

خادم تدریس وافتا دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

۷؍صفر المظفر ۱۴۳۹ھ

کلمۃ الافتخار

ادیب شہیر، افتخار ملت حضرت علامہ ومولانا افتخار ندیم صاحب قبلہ دامت برکاتھم العالیہ
شیخ الادب دارالعلوم اہل سنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو یوپی

ماضی قریب کی وہ خلد آشیاں عبقری شخصیتیں جن کی زیارت مجھے شرف حاصل رہا اور جو بلا شبہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی نمائندہ اور شارح وترجمان شخصیتیں تھیں اور جنہوں نے تحریر وقلم، منبر ومحراب مسجد، خانقاہ، حجرہ درس اور سیر وافی الارض پر عمل پیرا ہو کر رشد وہدایت، حکمت وموعظت کے ذریعہ تزکیۂ قلوب اور تطہیر نفوس انسانی کا خوشگوار اور مستحسن فریضہ انجام دیا ان میں سلطان الواعظین حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی، محدث حجاز حضرت علامہ سید محمد بن عباس علوی مالکی سعادت لوح وقلم حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی، خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی نظام الدین بستوی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی اور مفتی اعظم اجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی رحمھم اللہ اجمعین کی ذوات ستودہ صفات ہیں۔

حضرت مفتی اعظم راجستھان کی حیات مبارکہ کا سب سے نمایاں وصف تصلب فی الدین اور مسلک پر استقامت ہے بلا شبہ آپ نے ہزاروں مس خام کو کندن بنایا اور نور ایمانی سے خالی ہزاروں بے بہرہ قلوب کو عشق رسول کی دولت سے مالا مال کیا، آپ اشرفی اور رضوی دونوں چشمۂ فیض کے حسین سنگم اور داخلی انتشار وافتراق سے کوسوں دور ونفور تھے اور اہل سنت و جماعت کے مابین اتحاد واتفاق کے سچے علم بردار تھے، ویرانوں کو آباد کرنا اور ریگستانوں کو گلزار بنانے کا سلیقہ اور ہنر جانتے تھے، آپ نہایت درجہ متواضع، متوکل، متدین اور متقی تھے پہلی بار آپ کو در القلم دہلی کے ایک اجلاس میں بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا پھر جامعہ حنفیہ نجم العلوم مکرانہ راجستھان کی خدمت تدریس کے دوران آپ کی خدمات کے تابندہ نقوش کا مشاہدہ اس صوبہ کے چپہ چپہ پر کرنے کو ملا۔

آپ تدریس، تقریر اور تصنیف تینوں میدان کے شہر یار تھے صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد

آبادی اور اجمل العلما حضرت علامہ اجمل شاہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کے علم وعمل اور فکر وتفقہ کے سچے وارث وامین تھے جس پر آپ کا مجموعہ فتاوی بنام فتاویٰ مفتیٔ اعظم راجستھان شاہد عدل ہے جو وحید ملت حضرت خواجہ صوفی عبد الوحید صاحب قادری زید مجدہ بانی وسربراہ اعلیٰ جامعہ فیضان اشفاق ناگور کے اہتمام وانصرام اور سراج ملت حضرت علامہ مفتی سراج احمد صاحب قبلہ مصباحی استاذ جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان کی ترتیب کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے جارہا ہے۔

فقہ وفتاویٰ سے گہری وابستگی اور اس میں رسوخ وکمال اور مہارت وبصیرت یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے ان بندوں پر خصوصی فیضان ہے جن کے ساتھ وہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین'' (اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے) علماے اصول کے نزدیک احکام شرعیہ فرعیہ کو ادلہ تفصیلیہ سے جاننے کا نام فقہ ہے، فقہ کی عظمت وبرتری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ کے نبی نے فرمایا: ''فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد'' یعنی ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور مفتی اعظم راجستھان کو عبادت وریاضت، خداترسی اور پرہیزگاری کے ساتھ تفقہ فی الدین کا بھی ملکہ عطا فرمایا تھا آپ وفور علم اور استحضار علمی کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم فتویٰ تحریر فرماتے تھے اور جو بھی تحریر فرماتے دلائل وجزئیات سے مبرہن تحریر فرماتے تھے۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے قائم کردہ اداروں اور اہل سنت وجماعت کے جملہ اداروں، مسجدوں اور خانقاہوں کی حفاظت وصیانت فرمائے اور اختلاف وانتشاروں وافتراق سے محفوظ رکھے اور ان کے فیوض وبرکات کو عام سے عام تر فرمائے اور آپ کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔

محمد افتخار ندیم
خادم تدریس: دارالعلوم اہل سنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو
۱۶؍صفر المظفر ۱۴۳۹ھ ۶؍نومبر ۲۰۱۷ء
موبائل: ۹۹۱۹۴۲۱۲۰۷

مفتی اعظم راجستھان ایک سوانحی مطالعہ

زندگی کے بے شمار گوشے ہوتے ہیں آدمی چاہے تو ان گوشوں کو بروئے کار لاکر اپنی حیات کو حیات ابدی بخش دے کہ اگر تاریخ کے صفحات اس کے کسی بھی گوشہ کو ترک کرنا چاہیں تو نہ کرسکیں۔ ہر صدی و ہر زمانہ میں ایسے لوگ رہے ہیں لیکن ہر زمانے کے challenges الگ الگ رہے ہیں کبھی خارجیت واعتزال کا فتنہ اہل حق کے لیے challenge بنا تو کبھی دین الٰہی کی شکل وصورت میں ستون اسلام کو متزلزل کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی رہی اور کبھی عصمت انبیا کو داغدار کرنے کی بیجا کوشش شرار بولہبی کے پروانے کرتے رہے۔لیکن جب ایک طرف دولت دینار کی چوکھٹ پر اپنی ایمان وعقیدہ کا سودہ کرکے پاکیزہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدے میں درار ڈالنے کی کوشش کی گئی تو دوسری طرف محسن انسانیت ﷺ کے دیدار پر اپنا سر کٹانے والے غلام شیشہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دین اسلام کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیکر تعلیم نبوی کو عام کیا،انہیں پاکیزہ نفوس قدسیہ میں سے حضور مفتی اعظم راجستھان علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات بابرکات ہے۔

تاریخ ولادت:

آپ کی پیدائش ۱۹/دسمبر ۱۹۲۱ء شیونالی ضلع جے۔پی نگر یوپی الہند میں ہوئی،آپ کے وجود پرمسعود نے جماعت اہل سنت کو وہ بہار جاویدانی عطا کی جس کی امید اس پرفتن ماحول اور سراپا اختلاف وانتشار کے زمانہ میں خال خال لوگوں سے بمشکل کی جاتی ہے۔

آپ کی تعلیم وتربیت

آپ کے آباء واجداد شریف النفس اور پاکیزہ طبیعت کے ساتھ انصاف پسندی جیسے بہت ساری خصوصیات کے حامل تھے۔آپ کی پیدائش کے بعد جب آپ کی تعلیم وتربیت کو لے کر آپ کے والد گرامی کو فکر لاحق ہوئی (کیونکہ وہاں پر حصول تعلیم کا کوئی ذریعہ مثلاً مکتب وغیرہ موجود نہ تھے) تو آپ کے والد گرامی آپ کے حصول تعلیم کے لئے اپنے گھر ہی میں ایک مکتب کی داغ بیل ڈال کر آپ کی تعلیم شروع کرائی،ابتدائی تعلیم آپ نے وہیں پر مکمل کی۔جب آپ کے والد گرامی نے آپ کے تعلیمی رجحان کو دیکھا تو اعلیٰ تعلیم دلانے کی غرض سے دارالعلوم اجمل العلوم سنبھل میں داخلہ کرایا اور سرپرستی کی ذمہ داری مناظر اہل سنت اجمل العلما حضور سید اجمل حسین رحمۃ اللہ علیہ کو

سونپی۔آپ حضور والا کی آغوش تربیت میں رہ کر از اعدادیہ تا فضیلت بہت محنت و لگن اور دل جمعی کے ساتھ مروّجہ علوم وفنون حاصل کر کے مشق افتا کرتے ہوئے میدان فقہ میں ایک اہم مقام ومرتبہ حاصل کیا،اس طرح سے آپ نے مولویت،عالمیت،اور فضیلت کی تعلیمی اسناد مدرسہ اجمل العلوم سنبھل میں حاصل کی اور فتویٰ نویسی کی تعلیم وتربیت مفتی اجمل حسین علیہ الرحمہ کے زیر شفقت رہ کر کی۔اور بعد فراغت بھی استصواب فتویٰ کراتے رہے۔

ذوق مطالعہ

اُس وقت اتنی سہولیت فراہم نہ تھی جتنی کی اِس وقت ہے،اُس وقت کے حالات اِس موجودہ زمانہ کے حساب سے نہایت ہی ناگفتہ بہ تھے نہ تو کہیں پر روشنی کا انتظام وانصرام نہ تو کہیں پر حالات حاضرہ کے مقابل پرسکون جگہ پھر ایسے نازک حالات میں خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے زمانے میں موجودہ تمام تر تعلیمی چیلنجز (challenges) کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا صرف یہی نہیں! بلکہ ایسے وقت میں بھی آپ کے روزانہ مطالعہ کا عالم یہ کہ بلاناغہ کتب درسیات پڑھنے کے بعد تقریباً ۱۰۰۔۱۲۵ رصفحات کا نصاب متعین کر کے علمی جواہر پارے سے سیراب ہوتے رہے۔اس طرح سے آپ کی فراغت ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔

تدریسی خدمات

بعد فراغت آپ نے تدریسی خدمت کا کام انجام دینے کیلئے ۱۹۴۴ء میں اسی کرۂ زمین پر اپنے علم وحکمت کا جوہر دکھانے کا عزم مصمم کیا جہاں پر آپ کے والد گرامی وقار نے آپ کے لیے مکتب کی بنیاد رکھی تھی ابھی چند ہی دن علم وحکمت ودانائی کے جوہر لٹا ہی رہے تھے کہ صوبہ راجستھان کی زمین کے اس ٹکڑے کو منتخب کیا جو علمی ثقافتی میدان اپنی کوئی شناسائی نہ رکھتا تھا اور نہ ہی اس کا اپنا کوئی تشخص تھا،آپ نے اس طرح جودھپور صوبہ راجستھان سے اپنے تدریسی خدمات کا باضابطہ طور پر آغاز کیا۔اور اس پر اپنی حیات کے ۷۰ ر بہاروں کو لٹا کر اس کی نوک پلک کو سنوار کر خواجہ کی نگری کو عالم اسلام میں پھر سے ایک نیا رخ دے کر ایک نیا طرۂ امتیاز اور اپنی خاص تعلیمی وثقافتی علامتوں سے پہچانا جانے والا ایک طغریٰ عنایت کیا جس کی دھمک آج بھی عالم اسلام میں محسوس کی جاتی ہے۔

خلافت واجازت

آپ جہاں پر شریعت کے متبحر عالم اور میدان تفقہ کے ایک بااعتماد مفتی تھے وہیں پر آپ طریقت کے ماہر غوطہ زن بھی تھے جس پر ان مشائخین عظام کی خلافت واجازت واضح طور پر دلالت کرتی ہے جن کے یہاں خلافت کا معیار تعلقات،رشتے نہیں بلکہ صرف اور صرف ایک ہی معیار ہے اور وہ ہے شریعت وطریقت کا حسین سنگم۔

آپ کے سر پر خلافت واجازت کا سہرا شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم بن مفتی عالم جگر گوشۂ رضا سیدنا سرکا مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شہزادۂ سمناں ولی بن ولی اللہ حضور محدث اعظم ہند علامہ الشاہ سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ، قطب مدینہ خلیفہ مجتہد فی المسائل اعلیٰ حضرت علامہ الشاہ ضیاء الدین مہاجر مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورسرکارکلاں شبیہ غوث اعظم علامہ الشاہ سید مختار اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی عظیم بزرگ ہستیوں نے سجایا۔

نظریۂ تعلیم

اس میں کسی کوکوئی اختلاف نہیں کہ آج دنیا ہو یا دین جب بھی دانشوران دین وملت ترقی پر اظہار خیاں فرماتے ہیں توسب سے پہلے جس کواہمیت وشرط اور جزء لاینفک کے طور پر تعلیم کو بیان کیا جاتا ہے اور ہو کیوں نہ جس قوم کی تاریخ کی ابتدا ہی اقرأ سے ہوئی ہواس کے یہاں تعلیم وتعلم کا کیا پوچھنا، آپ چونکہ قوم وملت کے سچے دردمند تھے اس لئے اپنے اہم گوشہ پر اظہار خیال سے گریز، قصور اور تناقص تصور کیا جا سکتا تھا لیکن آپ اس وقت کے حالات کو سامنے رکھیں اور سرکار مفتی اعظم راجستھان رضی اللہ عنہ کے تعلیمی نظریہ کوملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں کہ ”قوم مسلم کواپنی تعلیم کوعروج وترقی کے راستے سے گزار کر کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ اہل مدارس ایک نصاب کا تعین کر کے ایک بورڈ برائے تعلیم وبرائے امتحان تشکیل دے جس کا مقصد تعلیم اور امتحان کو handle کرنا ہو پس“ آپ حضور مفتی اعظم راجستھان کے اس نظریہ کو دیکھیں اور مخالفین کے طریقہ کار کو دیکھیں اس نظریہ کی اہمیت سورج کی روشنی سے زیادہ ظاہر وباہر ہے آج اگر آپ صرف ہندوستان ہی کی سطح پر دیکھیں تو Allahabad Board، NCERT,CBSC اور دیگر تعلیمی تنظیمیں سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کے اس نظریہ کو follow کر رہی ہیں لیکن ہائے افسوس!!! کی ہمارا ہی نظریہ اور ہم ہی محروم!!!۔

عشق رسول

آپ جب فراغت حاصل کر کے اپنے وطن تشریف لاتے ہیں تو آپ کی دادی صاحبہ ”جن کی بینائی ۱۴ رسال پہلے ہی کھو چکی تھی لیکن آپ کے ختم بخاری کی خبر سنتے ہی آپ کی بینائی لوٹ آئی“ دادی نے محبت بھری نظروں سے دیکھا دعاؤں سے نوازااور مزید ایک سال باحیات رہیں۔

اس سے کسی کومجال انکار کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہونی چاہئے کہ جب کوئی عاشق اپنے معشوق سے بے انتہا محبت کرتا ہے، تو اس کے عادات واطوار کو اپنے اندر ڈھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور پھر آپ تو اس محبوب صادق ومصدوق کے عاشق تھے جن کی محبت میں مردان عرب اپنا سر بھی کٹاتے ہیں تو خبر نہیں ہوتی، اسی وجہ سے جب آپ

احادیث طیبہ میں عادات واطوار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے جاتے تو صادق ومصدوق کے ایک ایک ادا کواپنے اندر بسانے کی کوشش کرتے۔

معشوق جب اپنے عاشق کی تصدیق کردے تو پھر نہ توعشق کا کوئی جواب باقی رہتا ہےاور نہ ہی عاشق کے خوشی کی کوئی حد۔ابھی آپ کے قدم رنجائی کے شہر پالی میں ایک ہی سال ہوئے تھے کہ حبیب لبیب سرکا دوعالم ﷺ کے روضہ اقدس پر برکات سراپارحمت کی زیارت پھر چند ہی دنوں کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی زیارت سے اپنے عاشق صادق کی تصدیق کرتے ہوئے زیارت عطافرما کرسونے کوکندن،ذرہ کوآفتاب بنادیا۔

آپ کے زیارت کا واقعہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ''معارف مفتی اعظم''میں لکھتے ہیں''مفتی اعظم راجستھان کو تکمیل درس کے بعدایک خواب میں جمال جہاں آراں کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔سرکاردوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا بخاری شریف لاؤ۔ایک صاحب کو بخاری شریف لانے کے لیے بھیج دیا حضور سرکار مفتی اعظم راجستھان کے لیے یہ وقت بہت ہی خوبصورت لمحۂ اعزاز تھا۔موقع غنیمت سمجھتے ہوئے بارگاہ نبوی میں عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ ایک وقت کی دعوت قبول فرمائیں!جب آقا کریم ﷺ اپنے عاشق صادق کی طرف مائل بہ کرم ہوئے پھول جھڑتے ہوئے لب مبارکہ واہوئے اورزبان گوہر بار سے دامن کی مراد کی وسعتوں کونواز کر تنگ کردیااور ارشاد فرمایا کہ دوپہر کی دعوت قبول کیا۔دوپہر کی دعوت ہی کی تڑپ کا ثمرہ کہ محبوب کبریا نے عاشق صادق غلام کوزیارت عطافرماکردل مضطرکوقرار بخشا۔پہلے خواب میں زیارت نصیب ہوئی پھر حضور رسول مقبول ﷺ کے دیدار سے رؤیا میں شرف یاب ہوئے اور پھراپنے دربار گہر بار کی حاضری کا شرف بخش کر کندن کا تاج پہنا کے انمول بنادیا''۔

اخلاق واوصاف

ہر شیدائی اسلام اصول وضوابط اسلام کا پابند ہوتا ہے اور آپ شیدائی ہونے میں تنہا نہیں بلکہ تصدیق مصطفی ﷺ آپ کے ساتھ تھی اور کیوں نہ ہو کہ آپ کو اخلاق نبوی سے حصہ ملا تھا،یقیناً آپ کووہ حصہ ملا جو بہت ہی کم کسی کسی کو کبھی کبھی ملا کرتا ہے حضرت مولانا محمد اسحاق لکھتے ہیں کہ''حضور مفتی اعظم راجستھان رضی المولیٰ عنہ مسجد احمد شہید کی سأۃ ثانیہ کے موقع پر کمہاری تشریف لائے نماز جمعہ میں ایک مختصر ساخطاب فرمایااور بعد نماز مصافحہ ودست بوسی کا ایک طویل سلسلہ قائم رہابعدہ محلہ کے کئی امیر وغریب نے درخواست پیش کی کہ حضور ہمارے غریب خانہ پر چل کر دعافرمادیں حالانکہ اس وقت آپ حد درجہ نقاہت ونحافت محسوس کررہے تھے جس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ لوگوں کے یہاں جانے سے انکار کردیتے لیکن یہیں اخلاق نبوی کے پرچم کو بلند کرکے اپنی بلندی کا ثبوت پیش کرنا

تھا۔آپ نے کسی کے التجا کو ٹھکرایا نہیں اور نہ ہی عذر پیش کرنے کی کوشش کی ہر ایک عارض کے گھر جا کر دعا فرمائی اور ماتھے پر شکن نہ آئی‘‘یوں ہی آپ کے وسعت ظرفی اور کشادہ قلبی اور محبت عوام وخواص سے اس طرح تھی کہ کسی کو آج تک یہ کہتے ہوئے نہیں سنا گیا کہ حضور مفتی صاحب قبلہ ان سے کم محبت فرماتے تھے بمقابل ان کے، ایسا نہیں بلکہ ہر ایک کو ایسا کہتے ہوئے پایا گیا کہ حضور مفتی اعظم راجستھان ہم کو زیادہ مانتے تھے ہم کو زیادہ مانتے تھے۔

آپ کے بے شمار کمالات اوصاف کے ساتھ آپ کی حیات مبارکہ کا ایک انوکھا باب اور نمایا وصف آپ کی فقاہت وبصیرت کا ہے جس کا اندازہ آپ کے ایک فتویٰ کے اس اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔

’’چلتی گاڑی میں فرض نماز نہیں ہوتی البتہ سنت ونفل پڑھ سکتے ہیں بلکہ پڑھنی ہی چاہئے ہاں اگر وقت جاتا رہے تو فرض بھی پڑھ لیں اور بعد میں لوٹا لیں جہاز میں سب نمازیں پڑھنے کا حکم ہے یعنی چلتے جہاز میں فرض نماز بھی پڑھی جائے گی‘‘۔

ریل وجہاز میں فرق ہے ریل ٹھہر ٹھہر کر جاتی ہے جبکہ جہاز برابر چلتا ہے پھر جہاز کے آس پاس زمین نہیں‘‘ آپ مذکورہ بالا فتاویٰ کو دیانت کی روشنی میں وزن کریں گے تو حضور مفتی اعظم راجستھان کی عظمت شان تفقه فی الدین اظہر من الشمس و ابین من الامس ہوگی کہ فرض وواجب اور ملحق بالواجب سنت فجر کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) استقرار علی الارض (۲) اتحاد مکان اگر ان دونوں شرطوں میں ایک بھی فوت ہوگئ تو نماز صحیح نہیں ہوگی مثلاً استقرار علی الارض نہیں تو اگر چہ مکان متحد ہو نماز نہ ہوگی اور اگر استقرار علی الارض ہے اور مکان بدلتا رہے تو بھی نماز نہ ہوگی یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو مثلاً درندے یا دشمن کا خوف یا یہ کہ اگر سواری سے اترے گا تو بھی زمین نہ ملے گی اور اگر موقع ایسا ہے کہ اتر کر آسانی سے نماز پڑھ سکتا ہے تب بھی عذر نہیں مثلاً کوئی ایسی گاڑی پر سوار ہے کہ اسکے چار پہیئے ہیں دو آگے دو پیچھے یا دو آگے ایک پیچھے بالعکس، اب اگر یہ گاڑی کھڑی ہے چل نہیں رہی ہے تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ گاڑی مستقر علی الارض نہیں یا گاڑی ایسی ہے کہ اگر اس کا جوا جانور کے گردن سے اتار دیا جائے تو گاڑی ٹکی نہ رہے، تو ایسی گاڑی پر نماز درست نہیں خواہ وہ کھڑی ہو یا چل رہی ہو کھڑی ہونے کی صورت میں اس لئے کہ بالکلیہ استقرار علی الارض نہیں اس کا جوا جانور کی گردن پر ہے جانور زمین کے تابع نہیں دوسری صورت اس لیے کہ استقرار علی الارض قطعاً نہیں کوئی شخص کشتی پر سوار ہے یا بحری جہاز پر تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) کشتی چل نہیں رہی ہے اور زمین پر ٹکی ہے تو اس پر نماز بلاشبہہ درست ہے اور استقرار علی الارض بھی ہے اتحاد مکان بھی، کشتی چل رہی ہے اگر چہ زمین پر ٹکی ہے گھسٹتی ہوئی چلتی ہے کشتی سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا آسان

ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا کشتی زمین سے ٹکی نہیں کھڑی ہے اور زمین پر نماز پڑھنا آسان ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں ہے کشتی زمین سے ٹکی نہیں ہے اور چل رہی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان ہے یعنی اگر روک دی جائے تو بآسانی زمین پر اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بھی نماز درست نہیں اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں کشتی بیچ دریا میں ہے کہ اگر روکی جائے تو بھی اترنے کے بعد زمین نہ ملے گی پانی ہی پانی ہے اور پانی ڈوباؤ ہے اور یہ تیرنا نہیں جانتا تو کشتی پر نماز پڑھ لے اگر چہ کشتی زمین پر ٹکی نہ ہو‘‘ اس کے بعد تمامی کتب معتبرہ سے جزئیات نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ’’Rail۔ گاڑی اور بس اگر Plateform۔ پر یا کہیں کھڑی ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ نماز قضا ہو جائے گی تو چلتی ٹرین پر نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے اس لئے کہ ٹرین سے اترنا بآسانی ممکن ہے اور اترے گا تو نماز پڑھنے کے لائق زمین ملے گی مگر چلتی ٹرین سے اترنا ناممکن ہے مگر یہ دشواری سماوی نہیں خود بندوں کی طرف سے ہے، اس لئے چلتی ٹرین میں جو نمازیں پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے ہوائی جہاز اگر اڑے پھر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور فضا میں پرواز کر رہا ہو تو بھی اس میں نماز درست ہے اس لئے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ہوا میں آئے گا جہاں نماز پڑھنا ممکن نہیں جیسے کشتی اور پانی کی جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو اگر چہ چل رہا ہے تو اس میں نماز درست ہے اس لئے کہ اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ایسے ہی ہوائی جہاز ہے‘‘

ان تفصیلات کی روشنی میں جب ہم آپ کے مذکورہ فتویٰ کا فقہی جائزہ لیں تو آپ کی خداداد ذہانت وفطانت اور حاضر دماغی اور بالغ نظری اور فقہ وافتا میں ژرف نگاہی اور وسعت مطالعہ اور جزئیات فقہ اور استنباط احکام واستخراج مسائل میں درک کامل کا بھر پور انداز واحساس ہوتا ہے اس لئے حدیث صحیح میں فرمایا گیا: ’’من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین‘‘ اللہ رب العزت جس بندے کے ساتھ خوب خوب بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو فقیہ بنا دیتا ہے۔ اور احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ میں ایسا درک ورسوخ عطا فرماتا ہے کہ وہ بندہ باعث رشک ہو جاتا ہے یقینا آپ نے اس مختصر فتویٰ مبارکہ میں جہاں ریل اور ہوائی جہاز میں نماز کی صحت وعدم صحت اعادہ اور عدم اعادہ کا حکم بیان فرمایا اور دونوں کے درمیان فرق واضح فرما کر امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا وہیں پر کتب فتاویٰ کی بکثرت فقہی عبارات وتصریحات کو ملحوظ خاطر رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کے اسباب وعلل کی طرف اشارہ کیا گویا کہ فرمارہے ہیں کہ چلتی ٹرین میں دشواری، عذر، عذر سماوی نہیں بلکہ یہ دشواری وعذر خود بندوں کی طرف سے ہے لہٰذا دونوں میں نماز پڑھنے کا حکم جدا گانہ ہے۔

بہرصورت اس فتویٰ کی ہر ہر سطر اور ہر ہر حرف سے آپ کی شان تفقہ وافتا میں مہارت وحذافت کا ظہور تام ہوتا ہے اور آپ کی فقہی بصیرت کا پتہ چلتا ہے مزید آپ کے فتاویٰ میں حالات زمانہ کی رعایت اور ضرورت کے تحت دفع حرج کی ایک حسین تصویر بھی'' (ملخصاً از معارف مفتی اعظم)

خانوادۂ اشرفیہ ورضویہ سے محبت

حضرت علامہ یٰسین اختر صاحب مصباحی تحریر فرماتے ہیں: ''جودھ پور میں ایک موقع پر مجھ سے آپ فرمانے لگے کہ ایک بار میں تقریری پروگرام میں گجرات گیا وہاں منتظمین جلسہ نے مجھ سے پوچھا آپ اشرفی ہیں یا رضوی؟ میں نے جواب دیا کہ میں جتنا پکا اشرفی ہوں اتنا ہی پکا رضوی بھی ہوں بیک وقت اشرفی ورضوی دونوں ہوں'' اس میں کسی کو کوئی شبہہ نہیں کہ حضور مفتی اعظم راجستھا کے یہاں مشربی موجودہ اختلافات کی طرح اختلافات سے کوئی سروکار نہ تھا آپ ایک طرف جہاں خانوادۂ رضویہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے وہیں دوسری طرف خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کو بھی اپنی محبتوں سے نوازتے اور بزرگوں کے فیض سے مستفیض ہوتے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسلم رضا صاحب نے حضور مفتی صاحب قبلہ سے عریضہ پیش کیا کہ حضور امام اہلسنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں! جیسے ہی آپ نے امام اہلسنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے مبارک نام کو سنتے ہیں تو رخ زیبا سے خوشی کے آبشار پھوٹ پڑتے ہیں'' یوں لب کشائی فرماتے ہیں میاں! اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت ہی تھے۔ مجدد اعظم سیدنا الشاہ امام احمد رضا کو خدائے ذوالمنن نے بے پناہ فضل وکمال تبحر علمی فقاہت، زہد وتقویٰ اور دیگر اعلیٰ اوصاف حمیدہ سے متصف فرمایا تھا جس وقت جس ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں اس وقت حالات بہت ابتر اور ناگفتہ بہ تھے، ہر طرف دیوبندیت نجدیت ووہابیت اور دیگر فرقہائے باطلہ کا پہرہ تھا، ہر چہار جانب سے عقائد ومعمولاتِ اہلسنت پر حملہ کیا جارہا تھا، شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخیاں کی جارہی تھیں ہر طرف اختلاف وانتشار کا بازار گرم تھا پھر ارشاد فرمایا ''ہر فرعون راموسیٰ است'' آپ نے عہد کے نو پید مسائل کا دلائل وبراہین سے مزین فتاویٰ شائع فرما کر اور کتب تصنیف فرما کر جواب دیا اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کردیا اور قوم وملت کا شیرازہ منتشر ہونے سے بچالیا اور یہ پیغام عمل دیا کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں تھوڑی سی بھی گستاخی کرنے والا خارج از اسلام اور آپ سے محبت ہی جان وایمان کی اصل ہے'' آگے حضور مفتی صاحب قبلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''آپ کا کوئی فعل سنت رسول ﷺ کے خلاف نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ جب آرام فرماتے تھے تو لفظ محمد کا نقشہ بنا کر آرام فرماتے تھے ''**الحب فی اللہ والبغض فی اللہ**'' کے مظہر اتم تھے، اتنے عاشق رسول تھے جب کوئی حاجی حج کرکے واپس آتا

تو ارشاد فرماتے کیا دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو کھڑے ہو کر مصافحہ و معانقہ فرماتے اور حاجی صاحب کے ہاتھ چوم لیتے پھر فرماتے یہ وہ ہاتھ ہیں جو دربار محبوب سے مشرف ہو کر آئے ہیں اور اگر نا میں جواب ملتا تو چہرۂ انور پھیر لیتے ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب حج کر کے واپس بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے تو آپ نے وہی سوال دوہرایا حاجی صاحب نے جواب میں کہا کہ مدینہ منورہ میں صرف دو ہی دن قیام رہا تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہاں کی دو گھڑیاں مل جائیں تو بہت بڑی خوش نصیبی ہے''۔

جب حضور تاج الشریعہ کے سلسلے میں حضور مفتی اعظم راجستھان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''میاں! اللہ رب العزت نے حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری مدظلہ العالی کو بے شمار فضائل محاسن اور مناقبت جلیلہ سے نوازا ہے میں آپ کے علم و فضل، جزم و اتقا۔ تصنیفی، فقہی اور تبلیغی خدمات سے بہت متاثر ہوں عربی ادب میں آپ حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خان قادری قدس سرہ السامی کے پرتو ہیں نیز حضور امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا آپ پر خصوصی فیضان ہے جس کی واضح نظیر یہ ہے کہ ایشیا و یورپ کی بلند آہنگ چوٹیوں پر آپ کی عظمتوں کے پرچم لہرا رہے رہیں اور آپ کی علمی جلالت و شخصی وجاہت کے آگے بڑے بڑے کے سر خمیدہ نظر آتے ہیں''

اور جب حضور محدث اعظم کے سلسلہ میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''سیدی سندی حضور محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ علم فضل کے بحر نا پید کنار۔ زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے خداوند قدوس نے قبلہ موصوف کو بہت سے فضائل و محاسن اور مناقب سے متصف فرمایا تھا۔ آپ کی بارعب اور پرکشش علمی شخصیت کے سامنے تمامی اہل خرد اپنی جبین عقیدت کو آپ کی بارگاہ میں خم کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ کسی کو آپ سے آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آپ ''**الحب فی اللہ و البغض فی اللہ**'' کے مظہر تھے۔ جودھپور میں جب آپ تشریف لائے تو آپ نے مسئلہ عبادت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن و احادیث اور تفاسیر کی روشنی میں مسلسل چار، پانچ، گھنٹے تقریر فرمائی اور آپ نے اپنی اس لاجواب و بے مثال تقریر سے عوام کے تمام شکوک و شبہات کو دور کر دیا نیز حضور سید نعیم اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: میاں! حضرت علامہ سید نعیم اشرف صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی کے ساتھ ستودہ صفات بے پناہ اور صاف زہد و ورع صدق و صفا جیسی صفات سے متصف فرمایا تھا میں جہاں پر نعیم میاں صاحب سے علمی اعتبار سے متاثر ہوں وہیں پر آپ کے زہد و ورع، تقویٰ شعاری، خرد نوازی، تواضع و انکسار سے بہت زیادہ متاثر ہوں مفتی

صاحب قبلہ مزید فرماتے ہیں کہ ایک تو سید زادے ہیں اس لئے آپ کا ادب واحترام میرے دل میں بہت زیادہ دوسرے آپ بہت بڑے مفتی و پرہیزگار وتقویٰ شعار بااخلاق ہیں (ملخصاً از معارف مفتی اعظم راجستھان)

مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت

کسی بھی فکر ونظر، مذہب ومسلک کی نشر واشاعت کے لئے اسباب وعلل کے استحکام کی سخت ضرورت ہوتی ہے، دیوانگی کی حد تک اس سے لگانا چاہئے، جزبات کا سہارا لے کر قدم بڑھانے میں اضطراب کا خدشہ ہوا کرتا ہے اور اچھی خاصی عمارت تباہ وبرباد ہو جایا کرتی ہے۔لیکن ذرائع ابلاغ کی پائے داری اور ذوق وشوق صبر وتحمل عزم وارادہ کی پختگی سے کام مستحکم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضور مفتی اعظم راجستھان جب بحیثیت صدرالمدرسین مدرسہ اسحاقیہ جودھپور میں تشریف لائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے لئے اسی کو مرکز بنایا تو حالات وحوادث کی تیز آندھیوں سے گزر کر پائے استقلال میں لغزش ولرزیدگی آنے سے محتاط رکھا۔گاؤں گاؤں شہر شہر چل کر وعظ وخطابت سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو مسلک اعلیٰ حضرت کی جانب موڑا اور جہاں بھی نذر ونیاز ملتا رہا اس کو بھی صرف مسلک کی اشاعت کے لئے مدرسے کے فلاح وبہبود میں خرچ کرتے رہے دین وسنت کی تبلیغ ہوتی رہی روحانی فرزندوں کے قافلے راجستھان کے طول وعرض میں پھیلتے رہے یہاں تک کہ راجستھان میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا ہو گیا اب تو عالم یہ ہے کہ جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے۔

آپ نے جان کی بازی لگا کر مدرسہ اسحاقیہ کو دارالعلوم اسحاقیہ کی شکل دی اور ایسا مرکز بنایا کہ جس کے اردگرد راجستھان کے سنی مدارس عربیہ گردش کرتے ہیں اور ہر فرد اپنا دینی مرکز تسلیم کرتا ہے دین کی ترویج واشاعت کا عظیم قلعہ تعمیر فرمایا جس سے سنیت کا بول بالا اور مسلک امام احمد رضا کی کماحقہ اشاعت ہوئی ہو۔

آپ ایک جلسہ کے بیان میں فرماتے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کو اعلیٰ حضرت کی کتابوں بالخصوص تمہید ایمان کا مطالعہ کرائیں۔دیکھو مولانا حشمت علی لکھنوی اسی کتاب کو پڑھ کر شیر بیشۂ اہلسنت بن گئے اور اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کا ذکر جمیل فرماتے ہوئے کہتے ہیں میاں! یہ اعلیٰ حضرت کی وہی کتابوں کا صدقہ ہے کہ کہ دہلی میں ایک دیوبندی مولوی نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خان زندہ ہیں اور اشرف علی مر گئے۔
(مفتی اعظم راجستھان ص: ۱۱۴)

مذکورہ اقتباس کو بار بار پڑھیں اور اندازہ کریں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تراویج واشاعت کو مفتی اعظم

راجستھان نے اپنے کردار وعمل کا جز لاینفک بنایا ہے!۔

راجستھان کے مذہبی انقلابات اور مفتی اعظم راجستھان

مفتی اعظم راجستھان کے مذہبی انقلابات کے تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں ہے ہر چند کہ مرکزی جگہوں کا تجربہ کیا جاتا ہے جس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔حضرت مولانا عبدالمالک مصباحی صاحب قبلہ لکھتے ہیں کہ جودھپور جو راجستھان کی راجدھانی ہے جے پور کے بعد سب سے بڑا شہر ہے جسے مفتی صاحب قبلہ کی مستقل قیام گاہ ہونے کی سعادت حاصل ہے اس کے مذہبی احوال وکوائف پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی شاہد علی مصباحی لکھتے ہیں''اس وقت جودھ پور تقریباً اپنی آبادی کے اعتبار سے صوبہ راجستھان کا دوسرا بڑا شہر ہے ایک اندازہ کے مطابق اس کی آبادی تقریباً 12.00.000 جس میں تقریباً 2.00.000 سے زائد مسلم آبادی ہے اس سے قبل یہاں کوئی دینی درسگاہ نہ تھی جس طرح راجستھان کا اکثر حصہ کاشت کاری کے اعتبار سے بنجر کہا جاتا ہے اسی طرح علم کے اعتبار سے بھی یہ پورا صوبہ بنجر زمین کی مانند تھا۔عید وغیرہ کی خوشیوں میں ہندو بھی شریک ہوتے غرض کی مسلمان اسلام سے بڑی حد تک بے خبر ہو چکے تھے اور بری طرح ہندو تہذیب وتمدن میں ڈھل چکے تھے۔(معارف مفتی اعظم راجستھان ص:۴۶۰)

۱۹۹۳ء اور بیکانیر کی حالت، ماہنامہ حجاز کے آفس میں حضرت مولانا عبدالمالک مصباحی اور حضرت علامہ یٰسین اختر صاحب قبلہ تشریف فرماتھے کہ اسی درمیان ایک کشمیری نوجوان آیا اور علامہ یٰسین اختر مصباحی کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا حضرت''علم وعرفان کے اس چکا چوند زمانے میں بھی راجستھان کی مذہبی حالت بڑی دگرگوں ناگفتہ بہ ہے ابھی چند دنوں پہلے india today میں ایک نیوز آئی تھی جس میں رپوٹر نے لکھا ہے کہ صوبہ راجستھان کے ضلع بیکانیر کے فلاں فلاں گاؤں گیا ان گاؤں میں ہندو مسلم دونوں قومیں آباد ہیں وہاں کے مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو انہیں مٹی کھود کر قبر میں ڈال دیتے ہیں اور ان میں جب کسی کی شادی ہوتی تو کسی مولوی کو بلاکر نکاح پڑھوا دیتے ہیں ان دونوں باتوں کے علاوہ اور کوئی بات مسلمان کی سی نہیں (معارف مفتی اعظم، ص:۴۶۱)

ناگور شریف

ایک زمانہ تھا کہ ناگور شریف جس کو سلطان الہند عطاے رسول حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلیفہ ثانی سلطان التارکین محبوب العارفین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کی آرام گاہ ہونے کا شرف

حاصل ہے حضرت صوفی علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم کی برکتوں سے پورا شہر انوار تجلیات کا مرکز اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنا ہوا تھا جس کی نورافشاں اور ضیا بار شعاؤں سے گرد و نواح کی تمام بستیاں منور و مجلی تھیں اور ارد گرد کے باشندے اپنے مرکز عقیدت کے چشمہ شیریں سے ایمان و عقیدہ کی دنیا سرسبز و شاداب کر رہے تھے مگر وقت کی ستم ظریفی کو کیا کہئے کہ امتداد زمانہ اور گردش لیل و نہار کی سیاہ نحوستوں نے اس علاقہ کو بھی اپنے تیرو تاریک ماحول مین رفتہ رفتہ لے لیا اور اسلامی امتیازات مٹنے لگے، مذہبی تشخصات ناپید ہونے لگے، لادینیت و بد مذہبیت اپنے پنجے جمانے میں کامیابی کی منزلین طے کرنے لگی یہاں تک کہ نصف صدی قبل شہر کے قرب وجوار کے علاقوں کی مذہبی حالات اتنے ابتر ہونے لگے اسلامی رسم و رواج کا وجود بھی ختم ہو چکا تھا، نصف صدی قبل اس آبادی میں جہالت کی مسموم ہوا چل رہی تھی، اسلامی فکر و مزاج کا کوئی سامان نہیں تھا صلح کلیت اور بدعقیدگی اپنے بدبختی کے ڈورے یہاں کے سادہ دل لوگ مسلمان پر ڈال رہے تھے، لوگ اسلامی روایات سے کوسوں دور جا چکے تھے نیز راجستھان کی مذہبی حالت پر عمومی تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہد لکھتے ہیں ''اس کے علاوہ خود راجستھان کے اکثر دیہاتی مسلمانوں کی داخلی حالت اور انکی مذہبی اور معاشرتی خستہ حالی کا عالم یہ تھا کہ کوئی شخص اگر انتقال کر جاتا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے والا مشکل سے ملتا اور اگر کوئی ملتا بھی تو خدا خدا کر کے نماز جنازہ ہوتی ورنہ وہ جنازہ کئی دنوں تک چار پائی کی زینت بنا رہتا ہے یا بغیر جنازہ کے دفن کر دیا جاتا اس پر طرفہ یہ کہ مرنے والا تو مر جاتا لیکن اس کے گھر کئی لوگوں کا دستہ چالیس دن تک گریہ و ماتم کرتا اور انواع و اقسام کے کھانے کھاتے لوگ دینی علوم سے اس قدر دور تھے کہ بعضوں کو تو کلمہ بھی نہیں آتا تھا نماز تو کجا؟ نکاح کے وقت مہر صرف ڈھائی یا تین ہی روپیہ مقرر کرتے۔(مفتی اعظم راجستھان، ص ۱۲۶، ۱۲۷،)

مذکورہ حالات پر نظر ڈالنے سے ماضی میں راجستھانی مسلمانوں کی دینی و مذہبی شعور کا اندازہ لگانہ بہت ہی آسان ہے ایسے ماحول میں اور دین سے نا آشنا دور میں ۱۹۴۵ء پالی شہر میں ایک امام اور مدرس کی حیثیت سے مفتی اعظم راجستھان کی تشریف آوری ہوئی مگر مشیت ایزدی کو آپ سے راجستھان میں کوئی غیر معمولی اور عظیم کارنامہ لینا تھا اس لئے حالات کچھ ایسے بیدار ہوئے کی صرف دو سال کی قلیل مدت میں آپ پالی سے اپنے دولت کدہ شیونالی ضلع مراد آباد چلے گئے پھر وہاں سے ۱۹۴۸ء میں بحیثیت صدر المدرسین دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور میں آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

دار العلوم اسحاقیہ پستی کے انتہا کو پہنچ کر مکتب کی صورت اختیار کر چکا تھا آپ نے بڑی دل سوزی و جگر کاری اور

محنت ومشقت سے اس کی آبیاری کی اور دوبارہ اس رونق وبہجت میں چار چاند لگائے یہاں تک کہ اسے ترقی کے بام عروج پر پہونچا کر اہل راجستھان کے دلوں کے دھڑکن اور عقیدت کا مرکز بنادیا۔

دعوت وتبلیغ

عوام الناس کی اصلاح ودرستگی، رشد وہدایت، طہارت و پاکیزگی اور رہبری ورہنمائی کے لئے وعظ تقریر اور دعوت وتبلیغ ایک ایسا مفید ذریعہ ہے جس کی افادیت سے کسی زمانہ میں بھی کسی باشعور انسان کو انکار نہ رہا ابتدائے اسلام سے ہی اسلام کی نشر واشاعت میں اس کا اہم کردار رہا ہے۔ پھر بھلا مفتی اعظم رضی المولیٰ عنہ جیسے بیدار مغز، حساس وبشاش اس سے کیونکر صرف نظر کرسکتا ہے اس لئے آپ نے اس کا سہارا لے کر قرآن کی تعلیمات اور سنت نبوی کے پیغامات کو عام کرنے کا لائحہ عمل تیار کیا اس سلسلہ میں آپ نے راجستھان کے گوشہ گوشہ کا دورا کیا جہاں جاتے دین کی تبلیغ اور سنت کی دعوت مطمح نظر رکھتے خوشی ومسرت کے موقع پر بھی لوگوں کو دین پر گامزن رہنے کی تلقین کرتے اور غم واندوہ کی محفل میں صبر وسکون کا دامن تھامنے کی تاکید فرماتے گویا دین کی پاسداری اور مذہب کی تعلیم کا جذبہ ہر لمحہ ملحوظ نظر ہوتا، آپ مجمع سے لے کر خصوصی مجلسوں تک اپنے اعمال واقوال وافعال گفتار وکردار سے دعوت کا حق ادا کرتے رہتے یقینا یہ انہیں جانفشانیوں اور زہر گدازیوں کا نتیجہ ہے کہ آپ کی وجہ سے تقریباً ”۵۰ رسال کے عرصہ میں پورا ریگستان علم وہنر تہذیب وتمدن کا حسین گلستاں نظر آنے لگا۔ آپ نے اپنے عملی کاوشوں کے انقلاب میں کتنے خوبصورت گل کھلائے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے

”شیرانی آباد حضور مفتی اعظم راجستھان کی آمد سے پہلے چار الگ الگ ڈھانیوں پر مشتمل ایک ہی آبادی تھی لیکن کسی بھی ڈھانی میں قوم وملت کے نونہالوں کو زیر تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے مکتب نہ تھا اوران ڈھانیوں کے نام بھی جاہلانہ تھے حضرت نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ان چاروں ڈھانیوں ”محلوں“ میں مکاتب قائم کیں اور ان کے جاہلانہ نام ہٹا کر اسلامی نام رکھا جیسے (۱) چھا پڑا ڈھانی کو، صوفیہ محلہ (۲) نئی ڈھانی، کونوری محلہ (۳) اونچلی ڈھانی کو، نجمیہ محلہ (۴) کمراؤ ڈھانی کو، غوثیہ سے موسوم کرکے پھر سے راجستھان کی دھرتی کو اسلامی طرز وادا کی ایک خوبصورت منزل کی طرف گامزن کیا۔ (معارف، ص، ۴۶۵)

حضور مفتی اعظم راجستھان کی شخصیت تاریخ ساز اور انقلاب آفریں شخصیت ہے، آندھیوں کی زد پر چراغ جلانا، باد مخالف کا مسکراتے ہوئے استقبال کرنا، مصائب وآلام کی روح فرسا وادیوں سے خندہ پیشانیوں کے ساتھ گزرنا، دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے لیے ہمہ تن ہر وقت تیار رہنا اور مذہب وملت کی فروغ کے لیے لومۃ لائم

کی پرواہ کئے بغیر ہر جگہ حاضر رہنا آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

نجدی امام کا بائیکاٹ

جہاں پر آپ نے ہر چہار جانب مسلک حقہ مسلک اہلسنت و جماعت ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی جلوہ گری کی چراغ جلا کر لا تعداد لوگوں کے قلوب واذہان منور ومجلی کیا وہیں پر آپ نے بدمذہبوں اور گستاخان رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ دور رہنے کی تعلیم بھی دیگر خوب خوب احقاق حق اور ابطال باطل فرمایا آپ نے ہمیشہ اپنے کردار وعمل اور تصلب فی الدین کے ذریعہ لوگوں کو روشناس کرایا کہ نجدی وہابی کی اقتدا میں ہرگز ہرگز نماز درست نہیں بلکہ ناجائز وباطل اسی طرح جب آپ رضی المولیٰ عنہ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں چونکہ فی الوقت نجدی حکومت کا تسلط تھا اور پورے سعودی عرب پر انہیں ظالموں کی حکمرانی تھی اسی لئے ہر مسجد میں انہیں کے ائمہ متعین تھے حضور مفتی صاحب قبلہ جب تک حرمین شریفین میں رہے کبھی بھی نجدی امام کے پیچھے نماز ادا نہ فرمائی پتہ چلا کہ حرمین طیبین کی سرزمین پر بھی آپ رشد وہدایت کے چراغ بن کر رہے اور آپ نے اپنے عمل وکردار اور تصلب فی الدین کے ذریعہ ہمیشہ نجدی امام کا بائکاٹ کیا۔

اتحاد کا داعئ اعظم اپنے مکتوبات کی روشنی میں

حضور مفتی اعظم راجستھان بنام عوام اہل سنت کے رفع اختلاف کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سنی تبلیغی جماعت راجستھان نے اپنی حالیہ میٹنگ میں سنیوں کے موجودہ اختلاف وانتشار کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک قرارداد پاس کی ہے کہ حضور مخدوم گرامی وقار شیخ الاسلام، حضرت علامہ مدنی میاں دام مجدہ العالی والنورانی اور جانشین مفتی اعظم ہند وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ کی ایک میٹنگ جدید بلڈنگ دار العلوم اسحاقیہ جودھپور میں رکھی جائے اور ٹی وی سے متعلق متفقہ فیصلہ کرکے شائع کیا جائے اس سلسلہ میں تاریخ کا تعین ہونے کے بعد آپ کو بھی دعوت نامہ پیش کیا جائے گا۔ براہ کرم سنیت کی خاطر اس دعوت نامہ کو قبول فرمائیں! اور اپنے مفید مشوروں سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔ جو دعوت نامہ ہم نے دونوں حضرات کو بھیجا ہے اس کی فوٹو کاپی ہمارے پاس موجود ہے اس میٹنگ میں شرکت کے لئے آمدورفت کا جو کچھ خرچ ہوگا سنی تبلیغی جماعت باسنی برداشت کرے گی''۔

اکابرین امت کی بارگاہ میں دعوت اتحاد کا حسین نظارہ

حضور مفتی اعظم راجستھان لکھتے ہیں:

''بخدمت گرامی حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں جیلانی اشرفی وجانشین حضور مفتی اعظم ہند

حضور علامہ اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ رضوی دام مجدہ العالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ عریضہ پیش خدمت ہے کہ قصبہ ضلع ناگور شریف راجستھان کے مختلف علما و دانشوران کی ایک اہم میٹنگ کا انعقاد کیا گیا جس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا کہ ویڈیو کے مسئلہ کو لے کر سواد اعظم جماعت اہل سنت اس وقت دو حصوں میں تقسیم ہورہی ہے۔

اس پر غور وخوض کیا گیا تو تمامی علمائے اہل سنت و دانشوران ملت نے باتفاق رائے یہ فیصلہ لیا کہ کچھ صاحب بصیرت و مخلص حضرات مل کر اس فرعی اختلاف کو ختم کرائیں اور آپ دونوں حضرات کو ایک جگہ جمع کرکے اس مسئلہ میں متفقہ فیصلہ شائع کیا جائے تاکہ اختلاف کو جلد از جلد رفع کیا جاسکے لہٰذا مندرجہ ذیل تین اصحاب کو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا۔

۱۔ پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت مولانا سید محمد نعیم اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشیں آستانہ عالیہ قادریہ اشرفیہ احمدیہ جائس ضلع رائے بریلی یوپی۔

۲۔ حضرت علامہ قبلہ حضور مفتی اعظم راجستھان محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ دام مجدہ العالی والنورانی صدر مدرس دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان۔

۳۔ حضرت علامہ ومولانا ظہور احمد صاحب قبلہ اشرفی قائد اہل سنت وسربراہ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف راجستھان کو اس پاکیزہ مقصد کے تحت سنی تبلیغی جماعت نے یہ بھی طے کیا ہے کہ مقام میٹنگ ومجلس جدید بلڈنگ دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان میں رکھی جائے جس میں آپ دونوں مخدوم زادے اور دیگر چند مشائخ و علما جمع ہوکر اس نزاعی مسئلہ پر غور فرما کر ترجیحی اقوال کی روشنی میں اختلاف کو ہمیشہ ہمیش کے لئے حل فرمائیں تاکہ علمائے اہل سنت ہمیشہ کی طرح شیر وشکر رہ کر سنیت کو فروغ دیں! آپ براہ کرم دو ماہ کا وقفہ دے کر تاریخ کا تعین فرما کر جلد از جلد مطلع فرمائیں تاکہ دونوں کی تاریخ کو ایک دوسرے سے رابطہ کرکے متعینہ تاریخ سے مطلع کیا جائے۔ درج ذیل مشائخ گرامی کو بھی دعوت دی جائے گی۔

۱۔ مجاہد دوراں حضرت علامہ ومولانا سید مظفر حسین صاحب قبلہ اشرفی جیلانی دام فیوضہم العالی سابق ایم پی کچھوچھہ مقدسہ

۲۔ پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ ومولانا حضور احسن العلماء سید حسن میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین مارہرہ مقدسہ

۳۔حضرت مخدوم گرامی وقار علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ بریلی شریف یو پی

۴۔حضرت علامہ و مولانا مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یو۔ پی

۵۔پیر طریقت رہبر راہ شریعت صاحب سجادہ سرکار کلاں حضرت علامہ سید مختار اشرف کچھوچھوی صاحب قبلہ جیلانی اشرفی کچھوچھہ مقدسہ

۶۔رئیس القلم مناظر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ صدر ورلڈ اسلامک مشن لندن

نوٹ: جودھ پور میں جو بھی گفتگو ہوگی موجودہ فضائے مکدر کو مبدل بلطف و احترام کرنے کی مخلصانہ کوشش کے سوا کچھ نہیں دونوں محترم خانوادے جیسے ایک جان و قلب رہے ہیں ویسے ہی خوشگوار حالات کو واپس لانا ہے آپ اور جملہ مشائخ عظام و علمائے کرام کے زادراہ وغیرہ کا خرچ سنی تبلیغی جماعت باسنی راجستھان برداشت کرے گی تاریخ کا تعین اس طرح کیا جائے کہ ضرورت پڑنے پر ۲/۳ دن اضافہ کیا جا سکے‘‘

رفع اختلاف کے لئے ایک بورڈ کی تشکیل

آپ رضی المولیٰ عنہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت علامہ---صاحب قبلہ

امید ہے کہ مزاج عالی شریف بخیر و عافیت ہوں گے:

ان شاء اللہ المولیٰ العزیز صلح بورڈ کا ایک وفد ۲۷/ جون ۱۹۹۷ء جودہلی سے روانہ ہو کر ۲۸/ جون کو بوقت صبح بنارس اور وہاں سے بذریعہ کار گھوسی فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر حاضری دے کر مبارکپور آپ کی خدمت میں پہنچے گا بعدہ بارگاہ امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت بریلی شریف عرس رضوی شریف میں حاضر ہوگا میں خود بھی ان شاء اللہ عرس رضوی شریف میں حاضر ہوں گا۔

فی الحال وفد میں دو نفس ہیں: ۱۔عزیزی قدر مولانا ابو بکر صاحب قبلہ اشرفی باسنی و عزیزی مولانا محمد خان صاحب رضوی نائب صدر المدرسین دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور بقیہ کی کوشش جاری ہے۔

حضرت محترم بمصداق ”انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال“ بھر پور توجہ فرما کر اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے رہنما اصول مرتب فرمائیں عین نوازش ہوگی، کرم ہوگا۔

حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں اب اس مرض کے علاج کی سخت ضرورت ہے، میں خود بھی حاضر بارگاہ ہوتا مگر جسمانی کمزوری نے اجازت نہیں دی، بعدہ ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ خوش گوار موسم میں حاضر ہوں گا۔‘‘

رفع اختلاف کی جانب ایک اور حسین پیش رفت

مشربی اختلاف کو رفع کرنے کی غرض سے آپ ایک اور تاریخ ساز قدم اٹھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

مکرمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

امید ہے کہ مزاج عالی مرتبت بخیر وعافیت ہوں گے!

لندن، گجرات، باسنی اور ناگور شریف کے محبین کے پرزور اصرار پر سنیوں کے مابین پچھلے چند سالوں سے رونما اختلاف کو رفع کرنے کے لئے ایک بار اور میں نے مراسلۃً کوشش کی ہے "الحمدللہ علی منہ" بعض جوبات بڑے ہی امید افزاں موصول ہوئے بعد از مشورہ بعض مخلصین کی رائے کے تحت متعلقہ حضرات سے روبرو گفتگو کر کے تصفیہ کی راہ کا تعین کرنے کے لئے اپنے معتمدین میں سے چند حضرات پر مشتمل ایک بورڈ کی تشکیل دی گئی۔

آپ کی دیرینہ قلبی جذبات وتدبر وللّٰہیت پر اعتماد کرتے ہوئے بغیر آپ کے مشورہ کے میں نے آپ کا نام بورڈ میں شامل کرلیا ہے اور امید واثق ہے کہ آپ اس کو قبول فرما کر ملت کو مشکور اور مجھے ممنون فرمائیں گے۔ بورڈ کے معزز ممبران متعلقہ حضرات سے بالمشافہہ بات چیت کروں گا ان شاء اللہ القدیر حل کی کوئی سبیل نکل آئے گی۔

بورڈ کے ممبران حضرات:

۱۔ حضرت علامہ ومولانا محمد یٰسین اختر صاحب قبلہ مصباحی دہلی۔

۲۔ حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب قبلہ شرر مصباحی دہلی۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف راجستھان۔

۴۔ حضرت مولانا مفتی شیر محمد خان صاحب قبلہ رضوی ناظم تعلیمات دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان۔

۵۔ حضرت مولانا ابوبکر صاحب قبلہ اشرفی باسنی ناگور شریف راجستھان۔

۶۔ حضرت مولانا اکبر علی صاحب قبلہ رضوی گجراتی دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان۔

۷۔ حضرت مولانا سید محمد سلیم صاحب قبلہ رضوی قادری صدر مدرس دارالعلوم انوار خواجہ جام نگر گجرات۔

مفتی اعظم راجستھان مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں

حضور مفتی اعظم راجستھان عاشقان خانوادہ رضا کے دیدار جانشین رضا کی پیاس بجھانے کے لئے حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ گہر بار میں جبین نیاز خم کرتے ہوئے جلسہ دارالعلوم اسحاقیہ میں شرکت کی دعوت دیتے ہوئے یوں

عریضہ پیش کرتے ہیں:

حضور سیدی ومولائی حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ۔۔۔۔السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج عالی مرتبت بخیر وعافیت ہوں گے۔

حاصل رقعہ ہٰذا، امید ہے کہ عبد الشکور مرید حضور والا حاضر خدمت ہو رہے ہیں ان کو صرف اس لئے روانہ کر رہا ہوں کہ دار العلوم اسحاقیہ کے جلسہ میں حضور والا شرکت فرما کر احسان عظیم فرمائیں عین نوازش ہوگی، کرم ہوگا۔

کم از کم ۳۰ر ستمبر کے اجلاس میں شرکت فرمائیں تمام مریدین اہل سنت حضور کے بے حد مشتاق ہیں اور مجھ پر برابر زور ڈالا جا رہا ہے کہ حضور والا تشریف لائیں۔

اصاغر نوازی

ایک مرتبہ سجان گڑھ راجستھان میں بد مذہب اور جماعت اہل سنت کے درمیان مناظرہ ہوا سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی فتح ہوئی جس کی مبارکبادی پیش کرتے ہوئے اصاغر کی یوں حوصلہ افزائی فرماتے ہیں:

''عزیزان گرامی قدر! جناب مولانا عبدالقدوس صاحب قبلہ مصباحی و مولانا صوفی امان اللہ صاحب رضوی، مولانا محبوب حسین صاحب رضوی، مولانا رفیع الدین صاحب قبلہ رضوی و مولانا رحمت اللہ صاحب قبلہ رضوی و مولانا طفیل احمد صاحب قبلہ رضوی-ادام اللہ علی رؤسنا و رؤ سکم ظل النبی الامی عالم ما کان و مایکون ﷺ سلمکم اللہ تعالیٰ بجاہ النبی ﷺ و آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔ مناظرہ سجان گڑہ میں فتح کا مژدہ جانفزاں لے کر سید عبد اللہ پہنچے الحمد للہ احسانہ و کرمہ صلی اللہ علی النبی الامی عالم ما کان و ما یکون صلاۃ و سلاما علیك یا رسول اللہ و بارك وسلم اس پر مسرت موقع پر میں اپنی اور تمام اساتذہ طلبہ دار العلوم کی طرف سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور انعام میں کتاب ''فیصلہ حق و باطل'' بھیج رہا ہوں نام لکھے ہوئے ہیں وہ ان کو دینا اور کچھ بغیر نام کے ہیں وہ جن کو مناسب سمجھیں دینا۔ اور یہ انعام جلسہ میں تقسیم کرنا اس نوید مسرت کو سن کر کس قدر فرحت وشادمانی حاصل ہوئی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ سب کے علم و عمر و اقبال میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے! آمین بجاہ حبیبہ علیہ التحیۃ والثناء اور ایسی کامیابی و کامرانی بار بار نصیب ہو!

سرزمین سجان گڑھ میں وہابیت کو آپ صاحبان نے شکست فاش دے کر ذلت ورسوائی کے گہرے غار میں ڈال دیا، الحق یعلو و لا یعلیٰ کا بے مثال مظاہرہ ہے۔

حضرت مولانا اظہار اشرف صاحب آج تشریف لاتے ہیں اور منگل کی صبح احمد آباد کے لئے روانہ ہو رہے ہیں موصوف بھی بعد سلام مبارکباد دیتے ہیں اور صاحبان کے لئے دعا کرتے ہیں عزیزان سید احمد علی صاحب وشاکر سلمہما اللہ تعالیٰ کو بہت بہت دعا وسلام۔محمد اشفاق حسین نعیمی

مفتیٔ اعظم امر و نہی کے عملی پیکر جمیل

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے جن پانچ اوصاف کو امر و نہی کے لئے لازم قرار دیا ہے اس کے تناظر میں جب ہم حضور مفتی اعظم راجستھان کو دیکھتے ہیں تو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ اوصاف وکمالات بلاشبہ آپ کو رب کائنات کے خزانہ فضل وکرم سے عنایت ہوئے ہیں چنانچہ پہلا وصف صاحب علم ہونا ہے، ماشاء اللہ آپ کے علم کا کیا پوچھنا آپ کو جب درسگاہی مدرس کی حیثیت سے دیکھا گیا تو ایک مدرسہ کی چھوٹی سی درسگاہ میں بیٹھ کر علم و حکمت کے قیمتی جوہرات لٹانے والے بادشاہ نظر آئے، جب آپ کو خطابت کی دنیا میں بحیثیت خطیب دیکھا گیا تو طاقت لسانی اور انداز تکلم دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مروجہ فن خطابت کا موجد اپنے ایجاد کردہ فن کے جواہر پارے لٹا رہا ہے، جب آپ کو قلمی دنیا میں دیکھا گیا تو مثل رئیس القلم بادشاہ تحریر نظر آئے، جب آپ کو مناظرہ کی دنیا میں متکلم کی حیثیت سے دیکھا گیا تو آپ علم کلام کے امام نظر آئے ہیں حضرت مفتی اختر حسین علیمی صاحب قبلہ لکھتے ہیں کہ ''حضور مفتی اعظم راجستھان عمل کے ساتھ علمی اعتبار سے ایک عظیم مقام ومرتبہ پر فائز تھے یوں تو آپ علوم متداولہ متعارفہ میں ایک طرح سے آپ کو منصب امامت حاصل تھا لیکن تاریخ، حدیث، اور فقہ آپ کی سرشت میں داخل تھی ''منزل امر و نہی میں ایک دولت خلوص وللّٰہیت کی ہوتی ہے بحمدہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ پیکر اخلاص ہیں جو بھی قدم اٹھاتے رضائے مولیٰ ومصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی خوشنودی کے لئے ہی اٹھاتے ہیں چنانچہ علامہ مذکور لکھتے ہیں'' آپ نے عمل کے جس میدان میں قدم رکھا اس میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھا اسی لئے آپ ہر عملی میدان میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوئے اور مشکل سے مشکل ترین موڑ پر بھی کامیابی آپ کے قدم چومتی رہی، آج صوبہ راجستھان کے سنی مسلمانوں میں یکجہتی باہمی ایثار وقربانی کا جذبہ اخوت ومحبت کی جو ہریالی پائی جاتی ہے یہ اسی مرد قلندر کے اعمال مخلصہ کے نتائج ہیں'' اسی طرح آپ کے اندر صبر وتحمل، حکمت وبردباری شفقت ومہربانی، طہارت وپاکیزگی اور دیگر تمام تر خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک مبلغ سنت وشریعت کا فریضہ انجام دینے والے کے لئے ضروری ولازمی ہوا کرتی ہے۔عام طور سے امر بالمعروف کے سلسلہ میں آپ شدت اختیار فرمانے کے بجائے نرم خوئی کا مظاہرہ کرتے کیونکہ بسا اوقات شدت اختیار کرنے سے معاملہ سلجھنے کے بجائے اور الجھ جاتا ہے۔علامہ موصوف ایک

جگہ اور لکھتے ہیں ''آپ کی ذات گرامی ان التقویٰ فوق الفتویٰ کا مظہر اتم اور صحیح مصداق تھی ،فرائض وواجبات کے علاوہ سنت ومستحبات پر سختی سے عمل پیرا تھے رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرتے تھے۔

ان اقتباسات سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالی عزوجل نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کے لئے منزل امرونہی کے جملہ ساز وسامان کومہیا کردیا تھااور آپ کواس عظیم ذمہ داری نبھانے کا اہل بنایا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حکمت بالغہ سے بے شمارافراد کے ایمان وعقائدکوسنوارا ہے اور ہزاروں گم گشتہ راہوں کوصراط مستقیم پر گامزن رہنے کا ہنر سکھایااور بلاخوف لومۃ لائم نیکیوں کاحکم دیااور برائیوں سے روکا۔

خلفائے مفتیٔ اعظم راجستھان

حضرت علامہ مولانا مفتی شیر محمد رضوی نائب شیخ الحدیث وناظم تعلیمات دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور

حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگورشریف راجستھان

حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ اعظم گڑھ یوپی

حضرت مولاانا اکبر علی صاحب قبلہ رضوی ناظم تعلیمات دارلعلوم اسحاقیہ جودھ پور

حضرت مولانا مفتی عالمگیر صاحب قبلہ رضوی مصباحی استاددارلعلوم اسحاقیہ جودھ پور

حضرت مولانا فیاض احمد صاحب قبلہ استاددارلعلوم اسحاقیہ جودھ پور

حضرت مولانا قاری محی الدین صاحب قبلہ لندن

حضرت مولانا سیدظہور علی اشرفی صاحب قبلہ راجستھانی

استاذ القراء معمار قوم وملت صوفی باصفا یادگار اسلاف مبلغ اسلام محافظ مسلک اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی عبدالوحید صاحب قبلہ قادری دام ظلہ العالی والنورانی مہتمم وسربراہ اعلیٰ جامعہ فیضان اشفاق حسین کالونی جاجولائی ناگورشریف راجستھان

حضرت مولانا حفیظ الرحمن بھیلواڑہ راجستھان

حضرت مولانا علاء الدین صاحب قبلہ مرادآبادیوپی

حضرت مولانا نفیس اختر صاحب قبلہ اشرفی مرادآبادیوپی

حضرت مولانا غلام محمد اجملی صاحب قبلہ باسنی ناگورراجستھان

حضرت مولانا محمد اسحق صاحب قبلہ اشفاقی جودھ پورراجستھان

حضرت مولانا بخش اللہ صاحب قبلہ باسنی ناگور شریف راجستھان

حضرت مولانا ابوبکر صاحب قبلہ اشرفی باسنی ناگور شریف راجستھان

حضرت مولانا سعید صاحب قبلہ اشرفی باسنی ناگور شریف راجستھان

حضرت مولانا قاضی محمد حنیف رضوی صاحب شیر آبد ناگور راجستھان

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قبلہ قاضی شہر پالی راجستھان

حضرت مولانا سید محمد ایوب صاحب قبلہ باسنی ناگور شریف راجستھان

حضرت مولانا صوفی محمد اسحق صاحب قبلہ حسینی مسجد راج نگر راجستھان

حضرت مولانا نظائر الاسلام اشرفی صاحب قبلہ اودے پور راجستھان

حضرت مولانا الحاج محمد اسحق صاحب قبلہ نگراں جامعہ فاطمہ زہرا جودھ پور راجستھان

حضرت مولانا محمد شبیر احمد صاحب قبلہ قادری مصباحی بھلواڑہ راجستھان

حضرت مولانا رجب علی صاحب استاذ دارالعلوم اسحاقیہ جوادھ پور راجستھان

حضرت مولانا عبدالمطلب صاحب قبلہ افریقہ

حضرت مولانا مفتی اختصاص الدین صاحب قبلہ سنبھل یوپی

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب قبلہ امروہہ یوپی

حضرت مولانا محمد یوسف ناگور شریف راجستھان

حضرت مولانا الحاج محمد علی اشفاقی باسنی ناگور شریف راجستھان

یہ وہ چند مشاہیر خلفا مفتی اعظم راجستھان ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر کسی نہ کسی ادارے کے بانی وسرپرست یا تنظیم کے نگراں وسربراہ ہیں جو دین وسنت مسلک و مذہب کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں

آپ کے تحت چلنے والے چند مدارس

۱۔ دارالعلوم جامعہ فیضان اشفاق ناگور شریف، راجستھان

۲۔ دارالعلوم جامعہ فیضان اشرف باسنی ناگور شریف، راجستھان

۳۔ مدرسہ منظر اسلام باسنی ناگور شریف، راجستھان

۴۔ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ باسنی ناگور شریف، راجستھان

۵۔دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور، راجستھان

۶۔جامعہ فاطمۃ الزہراء جودھ پور، راجستھان

۷۔اشفاقیہ انسٹی ٹیوٹ جودھ پور، راجستھان

۸۔مدرسہ رضائے مصطفی پی پاڑسٹی جودھ پور، راجستھان

۹۔سلطان الہند ورضائے دارالعلوم بھیلواڑہ، راجستھان

۱۰۔دارالعلوم فیضان مستان محلہ پیرااودے پور، راجستھان

۱۱۔انجمن انوارالاسلام راج نگر، راجستھان

۱۲۔دارالعلوم رضائے خواجہ اجمیر شریف، راجستھان

۱۳۔دارالعلوم اہل سنت سلیمانیہ رحمانیہ بیکانیر، راجستھان

۱۴۔دارالعلوم قادریہ فیض سکندریہ جیسلمیر، راجستھان

۱۵۔دارالعلوم اشفاقیہ تالمیاباڑمیر، راجستھان

۱۶۔دارالعلوم رضویہ جیسلمیر، راجستھان

۱۷۔دارالعلوم فیض قادریہ رشیدیہ، راجستھان

۱۸۔مدرسہ اجمل العلوم سنبھل، یوپی

۱۹۔دارالعلوم غوثیہ نوریہ رامپور گھنہ جے پی نگر، یوپی

۲۱۔مدرسہ محمدیہ اشفاقیہ روح بلال راجوری، کشمیر

۲۲۔مدرسہ اہلسنت شاہ مسیح اللہ تحفیظ القرآن

۲۳۔جامعہ حنفیہ نجمل العلوم مکرانہ، راجستھان

۲۴۔الجامعۃ الہاشمیہ سجان گڑھ، راجستھان

۲۵۔دارالعلوم حنفیہ غریب نواز ڈیڈوانہ ناگور، راجستھان

وہ مساجد جن کے آپ بانی وسرپرست

۱۔ہاشمی مسجد سجان گڑھ، راجستھان

۲۔مسجد جنت الفردوس سجان گڑھ، راجستھان

۳۔غریب نواز مسجد باسنی ناگور شریف، راجستھان

۴۔رضا مسجد باسنی ناگور شریف، راجستھان

۵۔مکہ مسجد باسنی ناگور شریف، راجستھان

۶۔امام احمد رضا جنت الفردوس مسجد جودھ پور، راجستھان

۷۔رضا جامع مسجد بیکانیر

۸۔غوثیہ مسجد شیرانی آباد، راجستھان

آپ نے جہاں پر مذہبی ادارے و مساجد اور معاہد کو نونہالان اسلام کی تربیت کے لئے تعمیر فرمائے وہیں پر آپ عصری تقاضوں کے مطابق انسٹی ٹیوٹ کا قیام فرماتے ہوئے کئی مسافر خانے بھی تعمیر کروا کر اپنے خدمات جلیلہ سے زینت بخشی۔

اُمت مسلمہ کا وہ عظیم محسن جب سے ہوش وہواس کے زینہ پر پہلا قدم رکھا تبھی سے چراغ بن کر جماعت اہل سنت کو روشنی عنایت کرتا رہا، آپ تنہا تو تھے لیکن تنہائی ایسی کہ مکمل جماعت پر حاوی تھی، عطیۂ خواجہ، علوم انبیا کا یہ سچا وارث، عقائد ونظریات اہل سنت کا سچا مخلص حامی وعلم بردار اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ بتاریخ ۹؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ کو ہمیں داغ فرقت دے کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ملخصاً از معارف مفتی اعظم راجستھان)

از: محمد ساجد رضا مہر القادری

ریسرچ اسکالر: جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان

جامعہ فیضانِ اشفاق۔۔۔ایک تعارف

جامعہ فیضان اشفاق جاجولائی ناگور، پیر طریقت صوفی باصفا حضرت صوفی عبد الوحید خان قادری برکاتی مدظلہ العالی کی کاوشوں سے 1999ء میں معرض وجود میں آیا، یہ ادارہ دینی اور عصری علوم کا سنگم ہے، جہاں تشنگان علوم کتاب وسنت کے علاوہ عصری علوم سے بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں، جامعہ کا نظام تعلیم وتربیت اس کے اصول وضوابط اور کارکردگی قابل ستائش ہے، راقم السطور بھی ایک عرصہ تک اسی ادارہ کا خوشہ چین رہا ہے اس کے بعد عصری جامعات کا رخ کیا اور وہاں سے ایم، اے، اور ڈاکٹریت کی اسناد حاصل کیں دینی اور عصری اداروں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب راقم نے جامعہ فیضان اشفاق کے طلبہ کا بہ نظر تحقیق جائزہ لیا تو ان کا سینہ علمی لیاقتوں سے بھرپور اور دل ودماغ روحانیت کی روشنی سے پُر نور پایا، یہاں کے طلبہ کا روحانیت کی طرف میلان بانی ادارہ کی شبانہ روز مساعی کا ثمرہ ہے، جنہوں نے ادارہ میں بہترین تعلیم اور عمدہ تربیت کے لئے قابل اور باصلاحیت اساتذہ کا انتخاب کیا وہیں ہمہ گیر مصروفیت کے باوجود طلبہ کو روحانی دولت سے آراستہ کرنے کے لئے راجستھان کے ریگستانی علاقوں میں علم وحکمت کا جو چمنستان آراستہ کیا اس کی خوشبو صرف راجستھان ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں محسوس کی جارہی ہے۔ آپ نے جامعہ فیضان اشفاق کی بنیاد ہی اسی مقصد کے تحت رکھی تھی کہ اس ادارہ سے فارغ علماؤ فضلا دین کی نشر واشاعت میں کلیدی کردار ادا کرسکیں گے اسی مقصد کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے اس ادارہ سے فارغ ہونے والے طلبہ ہندوستان کی عصری جامعات اور جامعہ ازہر مصر اور المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران میں داخلہ لے کر اعلیٰ تعلیم کے حصول میں منہمک اور سرگرم عمل ہیں۔

جامعہ میں داخلہ کے شرائط:

تمام دینی اداروں کی طرح جامعہ فیضان اشفاق میں بھی تعلیمی سال کا آغاز ۱۰/شوال المکرم سے شروع ہوکر ۱۰/شعبان المعظم پر ختم ہوتا ہے۔ جامعہ میں داخلہ لینے والے طلبہ کے لئے درج ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ ہر امیدوار کو داخلہ کے بعد شریعت مطہرہ کے مطابق نماز باجماعت کی پابندی لازمی ہوگی۔

۲۔ وضع قطع اسلامی ہوگا جیسا کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

۳۔ جامعہ کے سربراہِ اعلیٰ یا صدر المدرسین کی جانب سے نافذ کردہ ہر اصول وقانون کو تسلیم کرنا، اس پر عمل کرنا

اور اس پر کسی بھی طرح کی تنقید سے احتراز کرنا ہر طالب علم کے لئے ضروری ہوگا۔

۴۔اکابرین اہل سنّت پر تنقید کرنا اور مختلف سلاسل طریقت کی بنیادوں پر گروپ بندی کرنا نا قابل معافی جرم سمجھا جائے گا۔

۵۔صوبائی،لسانی وعلاقائی گروہ بندی اور عصبیت کی بنیاد پر کوئی باضابطہ یا بے ضابطہ تنظیم قائم کرنا اور ایسی تنظیموں میں حصہ لینا سنگین جرم سمجھا جائے گا۔

۶۔ ہر طالب علم کے لئے جامعہ کے اساتذہ کا ادب واحترام اور ان کے جائز احکامات کی پیروی کرنا ضروری ہے نیز کسی بھی استاذ پر تنقید وتعریض اور ان کے احکام کی تضحیک مجرمانہ عمل سمجھا جائے گا۔

۷۔کسی طالب علم کے اخراج یا تادیبی کارروائی کے خلاف ہنگامہ آرائی کرنا یا نزاعی معاملات میں بذات خود جارحانہ فیصلہ کرنا شدید جرم ہوگا۔

۸۔جامعہ کے سالانہ امتحان میں شرکت کے لئے اسباق میں ۷۵٪ فیصد حاضری ہر طالب علم کے لئے ضروری ہوگی حاضری کی کمی یا دیگر وجوہات کے باعث امتحان میں شریک نہ ہونے والے طالب علم یا امتحان میں شریک ہوکر فیل ہوجانے والے طالب علم کو تعلیمی ترقی نہیں دی جائے گی۔

۹۔اسلامی وضع قطع اختیار کرنا ہر طالب علم پر لازم ہوگا اور مخرب اخلاق رسائل ومجلدات سے بچنا ہوگا۔

۱۰۔جامعہ کے اوقات تعلیم کی پوری پابندی کرنا اور اسباق سے صدرالمدرسین کی اجازت کے بغیر غیر حاضر ہونا جرم سمجھا جائے گا۔

۱۱۔انتظامی امور میں صدرالمدرسین کے احکامات کی تعمیل ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے اس کی خلاف ورزی اخراج کا یقینی سبب ہے۔

ان تمام احکامات کی خلاف ورزی طالب علم کے اخراج کا سبب بن سکتی ہے۔

نظام تعلیم وتربیت میں جدت:

عصری تقاضوں کے پیش نظر جامعہ کے نصاب تعلیم کو بھی اسی نہج پر ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں پہلی پیش رفت یہ ہوئی کہ نصاب تعلیم میں قدرے ترمیم کی گئی اور منطق وفلسفہ کا بوجھ کم کرکے انگریزی اور کمپیوٹر کورسیز کو اولیٰ تا ثامنہ درجات کے لئے لازم کردیا گیا ہے۔ابتدائی درجات میں ہندی اور حساب کی تعلیم بھی لازمی ہے۔اس طرح نصاب تعلیم کو عصر حاضر کے تقاضوں سے آراستہ کردیا گیا ہے۔علاوہ ازیں اراکین جامعہ خصوصاً

سربراہ اعلیٰ پیر طریقت حضرت صوفی عبد الوحید خان قادری مدظلہ نے جامعہ فیضان اشفاق کی اسناد کو ملک و بیرون ملک کی کئی ایک یونیورسٹیوں سے منظور کرالیا ہے تاکہ فضلاے مدارس جامعہ فیضان اشفاق کی سند پر کسی بھی یونیورسٹی میں داخلہ لے کر مزید عصری تعلیم حاصل کرسکیں اور خود کو ملک وملت کے لئے زیادہ سے زیادہ کارآمد اور مفید بنا سکیں۔

تعلیمی معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے ہر فن کے ماہر اساتذہ کا انتخاب کیا گیا ہے جو اپنی پوری کوشش سے طلبہ کو زیور علم وعمل سے آراستہ کرنے میں مصروف ہیں۔ساتھ ہی ایک ایسا نظام بھی قائم کیا گیا ہے جس سے کہ طلبہ خود بہ خود محنت کے عادی بن جائیں اور جفاکشی ان کی فطرت میں شامل ہوجائے تاکہ طلبہ کا کوئی بھی وقت ضائع نہ ہو اس سلسلہ میں کچھ ایسے اصول وقوانین مرتب کئے گئے ہیں جن پر عمل کرنا ہر طالب علم کے لئے بہر حال ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں اس طالب علم کو مناسب سزا دی جائے گی بطور سزا اخراج بھی ہوسکتا ہے۔اصول درج ذیل ہیں۔

۱۔نماز فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے۔

۲۔ناشتہ سے فارغ ہوکر سلام پڑھنا اور پھر نظام الاسباق کے مطابق ساری درسگاہوں میں حاضری دینا لازمی ہوگا دوران تعلیم بلاضرورت رہائشی کمروں میں یا جامعہ کے گیٹ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۳۔پہلی مجلس کا تعلیمی وقت ختم ہونے کے بعد طلبہ دوپہر کا کھانا تناول کریں پھر مطالعہ یا قیلولہ کریں اور پھر بعد ظہر حسب دستور درسگاہ میں حاضر ہوں۔

۴۔طلبہ کے لئے اوقات درس میں خصوصی یونیفارم جبہ شلوار اور کالے عمامے میں ملبوس رہنا ضروری ہے، بعد نماز عصر سیر وتفریح اور ورزش کریں یا ضروری اشیاء خریدنے کے لئے بازار جائیں پھر بعد نماز مغرب تا عشاء اور پھر بعد نماز عشاء تا ۱۱؍بجے سارے طلبہ آموختہ پڑھیں یا تکرار ومطالعہ میں ہمہ تن لگ جائیں ۱۱؍بجے سے قبل کسی بھی طالب علم کو سونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

۵۔ہفتہ واری اصلاحی بزموں میں تمام طلبہ کو پابندی سے حاضر ہونا لازم ہوگا۔

ان مذکورہ اصول وضوابط پر عمل کرانے کے لیے جامعہ نے حسب ضرورت سہولیات بھی فراہم مہیا کی ہیں۔طلبہ کے اوقات کو بے کاری سے بچانے کے لئے ہی یہاں کھانے پینے کا نظام بھی عمدہ بنایا گیا ہے طلبہ دسترخوان پر ہاتھ دھوکر جاتے ہیں کھانے سے پہلے انہیں ایک بچہ کھانا کھانے کی دعا پڑھاتا ہے اور مہمانوں کی طرح انہیں اہتمام سے کھلایا جاتا ہے نہ تو انہیں پلیٹ لے جانے کی ضرورت اور نہ ہی لائن لگانے کی حاجت۔مختصر یہ ہے کہ کھانا کھلانے کے وقت ہر

طرح کی سہولیات فراہم کردی گئی ہے تاکہ بچے اطمینان وسکون کے ساتھ کھانا کھاسکیں۔

طلبہ کی تعلیمی پیش رفت کا جائزہ لینے کے لئے ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو تعلیمی ٹیسٹ لیا جاتا ہے کامیاب طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور کمزور طلبہ اپنے ساتھیوں کے لعن وطعن اور ان کی حرف زنی سے نادم ہو کر شب وروز ایک کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نیز طلبہ کی اسلامی، اخلاقی تربیت کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے اس سلسلہ میں بھی طلبہ کے چند اصول ہیں مثلاً:

۱۔ طلبہ سے سنن ونوافل کی پابندی کرائی جاتی ہے۔

۲۔ جسم ولباس اور رہائشی کمروں کی صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

۳۔ اسلامی وضع قطع اور اسلامی اخلاق وکردار اپنانے پر زور دیا جاتا ہے۔

۴۔ اذان سنتے ہی مسجد میں چلے جانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ کی ایک تبلیغی تنظیم بھی بنائی گئی ہے جس کا مقصد صرف اور صرف طلبہ کو اسلامی اخلاق کے سانچے میں ڈھالنا اور دعوت وتبلیغ کرنا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ اس تنظیم میں پچاس سے زائد طلبہ داخل ہو چکے ہیں جو اپنی شناخت کے لیے تعلیم کے وقت کالا عمامہ اور دیگر اوقات میں سفید عمامہ اپنے سروں پر سجائے رکھتے ہیں اور فرائض وواجبات کے ساتھ سنتوں پر بھی عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

نظام امتحان:

طلبہ کی تعلیم کو ٹھوس بنانے کے لئے نظام امتحان کو سخت رکھا گیا ہے، جامعہ میں ماہانہ ٹسٹ کے علاوہ ششماہی اور سالانہ دو بڑے امتحانات کرائے جاتے ہیں دونوں امتحان میں فیل ہو جانے والے طلبہ کی تعلیمی ترقی روک دی جاتی ہے اور کامیاب طلبہ کو ایوارڈ دے کر ہمت افزائی کی جاتی ہے تاکہ طلبہ کے اندر مسابقت کا جذبہ پیدا ہو اور وہ تعلیم کے سلسلے میں جفاکش بنیں۔

خیال رہے جامعہ کا ششماہی امتحان ربیع الاول کے پہلے عشرہ میں منعقد ہوتا ہے، یہ امتحان آٹھ دن کا ہوتا ہے جس کے سارے پرچے تحریری ہوتے ہیں اس میں امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے لئے ۶/ چھ مہینے کا وظیفہ جاری کیا جاتا ہے۔

سالانہ امتحان شعبان المعظم کے پہلے عشرہ میں ہوتا ہے جو تحریری اور تقریری دونوں ہوتا ہے اس میں اعلیٰ نمبر سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو کتابوں کی شکل میں تشجیعی انعام اور امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو ایوارڈ

اور اگلے ۶/ چھ مہینے تک وظیفہ دیا جاتا ہے امتحانات انتہائی صاف وشفاف کرائے جاتے ہیں امتحانات میں کامیاب ہونے والے طلبہ کے لئے تین درجات متعین ہیں۔

فرسٹ ڈویژن	سیکنڈ ڈویژن	تھرڈ ڈویژن
60.00%	45.00%	33.00%

جو طالب علم ۳۳/ فیصد مجموعی نمبر حاصل نہ کر سکے اسے امتحان میں فیل قرار دیا جاتا ہے اور امتحانات کے نتائج کا اعلان عموماً ایک ہفتہ کے اندر کر دیا جاتا ہے۔

سہولیات:

جامعہ فیضان اشفاق میں طلبہ کو بہت کچھ سہولتیں فراہم ہیں تاکہ طلبہ بغیر کسی پریشانی کے اپنی تعلیمی رفتار کو تیز سے تیز تر کر سکیں، سہولتیں حسب ذیل ہیں۔

اشفاقی ہاسٹل:

۳۰/ کمروں پر مشتمل ہے جو درس نظامیہ کے طلبہ کے لئے مخصوص ہے اور جس میں ہر قسم کی سہولیات ہیں ایک طویل وعریض دار المطالعہ اور اجتماعی بزم کے لئے ایک ہال بھی شامل ہے۔

برکاتی دار التحفیظ

برکاتی دار التحفیظ کی عمارت ۲۰ کمروں پر مشتمل ہے جو کہ دو منزلہ عمارت ہے جس میں فی الوقت اشفاقیہ پبلک اسکول چل رہی ہے دراصل یہ بلڈنگ درجۂ حفظ وقرأت کے طلبہ کے لئے بنائی گئی ہے اسکول کی عمارت تیار ہونے کے بعد یہاں صرف حفظ وقرأت کے طلبہ ہی رہیں گے اس عمارت میں ساری سہولیات میسر ہیں۔

اشفاقی مسجد:

جامعہ میں طلبہ اور مہمانوں کے لئے نماز پنجگانہ اور جمعہ اور عیدین کے لئے اشفاقی ہاسٹل سے بالکل قریب دو منزلہ اشفاقی مسجد زیر تعمیر ہے جس میں کم وبیش ایک ہزار افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے کام عنقریب مکمل ہونے والا ہے نیچے کچھ کمرے بنے ہوئے ہیں جہاں فی الوقت درجۂ حفظ وقرأت کے طلبہ رہتے ہیں۔

امام احمد رضا لائبریری اور دار الافتاء:

جامعہ میں طلبہ اور اساتذہ کی سہولت کے لئے امام احمد رضا لائبریری بھی قائم ہے جو حسن وزیبائش میں اپنی مثال آپ ہے جس میں مختلف علوم وفنون پر مشتمل بقدرے ضرورت کتابیں موجود ہیں اور اسی سے متصل دار الافتاء

ہے۔ جہاں تخصص فی الفقہ کے طلبہ کو مشق فتویٰ نویسی وغیرہ افتا کے ہر کام کے لئے تمام تر اسباب مہیا ہیں۔

جامعہ ازہر سے معادلہ:

جامعہ کے ارکان خصوصا بانی جامعہ پیر طریقت حضرت قاری عبد الوحید قادری مدظلہ کی ایک عرصے سے یہ کوشش جاری تھی کہ جامعہ ازہر مصر سے جامعہ فیضان اشفاق کا معادلہ ہو جائے تا کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ ازہر میں داخلہ لے سکیں بحمدہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ بانیٔ جامعہ کی کوشش بارآور ہوئی اور جامعہ فیضان اشفاق کا معادلہ جامعہ ازہر سے ہو گیا اور ہر سال یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ ازہر میں داخلہ لیتے ہیں۔

ہمدرد یونیورسٹی سے معادلہ:

جامعہ فیضان اشفاق کا ہمدرد یونیورسٹی دہلی سے بھی معادلہ ہے جو بچے درجۂ فضیلت مکمل کر لینے کے بعد علوم عصریہ کے لئے جامعہ ازہر نہیں جا سکتے وہ ہمدرد یونیورسٹی میں جا کر اسلامیات کے شعبہ میں، بی،اے، یا، ایم،اے کر سکتے ہیں اس کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں برج کورس کر کے وہ ہونہار بچے جو MBBS یا B.TECH یا M.TECH یا BCA یا MCA یا ان کے علاوہ کوئی بھی Professional کورس کرنا چاہتے ہیں وہ جامعہ فیضان اشفاق کی سند فضیلت کی بنیاد پر Graduation کر سکتے ہیں۔ جامعہ فیضان اشفاق میں پڑھنے والے بچوں کو راجستھان بورڈ سے بارہویں تک امتحانات بھی دلوائے جاتے ہیں تا کہ فاضل ہونے کے بعد انہیں کسی طرح کی کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد سے معادلہ:

جامعہ فیضان اشفاق کا مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد سے معادلہ ہے جو طلبہ عالمیت کی سند حاصل کر لیتے ہیں انہیں اس یونیورسٹی میں B.A اور deploma in journalism Mass Communication کر سکتے ہیں اور فضیلت کی بنیاد پر M.A in urdu and M.A in arabic بھی کر سکتے ہیں۔

المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی قم سے معادلہ:

الحمد للہ اس سال جامعہ فیضان اشفاق کا معادلہ المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران سے بھی ہو گیا ہے۔

طبی سہولیات:

جامعہ فیضان اشفاق کے ہر استاذ اور ہر طالب علم کو طبی امداد بہم پہنچائی جاتی ہے جس کا اساتذہ اور طلبہ سے کسی

قسم کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا ہے۔

غوثیہ دارالاقامہ:

اساتذہ کے رہنے کے لئے حضرت سربراہ اعلیٰ نے جامعہ سے متصل ایک بلڈنگ غوثیہ دارالاقامہ کے نام سے بنارکھی ہے جہاں اساتذہ کو اپنی فیملی کے ساتھ رہنے کی تمام سہولیات فراہم ہیں۔

پانی کی ٹنکی:

جامعہ فیضان اشفاق کے قائم ہوتے ہی حضرت سربراہ اعلیٰ نے پانی کی ایک بورنگ کروالی تھی لیکن اس میں پانی کھارا ہونے کی وجہ سے باہر سے آنے والے طلبہ کو کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا حضرت سربراہ اعلیٰ نے زمین خرید کراس میں ایک پانی کی ٹنکی بنوائی اور گورنمنٹ سے پینے کا میٹھا پانی منظور کروایا آج الحمدللہ جامعہ کے اساتذہ و طلبہ انہیں میٹھے پانی سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور محلہ والے بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

اشفاقیہ پبلک اسکول:

آج کل عموماً لوگ مدرسوں میں انہیں بچوں کو بھیجتے ہیں جن کے پاس اچھا ذہن نہیں ہوتا جو بچے پڑھنے میں اچھے ہوتے ہیں انہیں والدین انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھانے کی خواہش رکھتے ہیں تاکہ وہ ڈاکٹر یا انجینئر بن کر خوب پیسے کمائیں مگر اس لالچ میں وہ بچے دینی تعلیم سے بالکل کورے رہ جاتے ہیں، قرآن وحدیث سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہتا اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کہنے کو تو وہ مسلمان ہوتے ہیں مگر اسلام سے انہیں کوئی واقفیت نہیں ہوتی اس لئے حضرت سربراہ اعلیٰ نے انگلش میڈیم اور ہندی میڈیم دونوں طرح کی تعلیم کا انتظام اشفاقیہ پبلک اسکول میں رکھا ہے جہاں بچے انگلش کے ساتھ ساتھ عربی، اردو، اسلامک اسٹڈیز اور فارسی جیسی زبان سیکھ لیتے ہیں ابتدائً قرآن پاک نماز، روزہ اور حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسی چیزوں سے بچے واقف ہوجاتے ہیں پھر انہیں مسائل شرعیہ سے واقفیت کرائی جاتی ہے۔ تاریخ اسلام مکمل پڑھائی جاتی ہے انگلش میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی سکھایا جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھ چھ کلمے زبانی یاد کرائے جاتے ہیں تاکہ آگے چل کر وہ ڈاکٹر، انجینئر بننے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے بھی جانکار بن سکیں اشفاقیہ پبلک اسکول میں آج تقریباً ۳۰۰ طلبہ زیر تعلیم ۱۷/ اساتذہ سرگرم عمل ہیں۔

غوث الوریٰ کانفرنس:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ کی یاد میں حضرت سربراہ اعلیٰ یہ پروگرام ۲۵/سالوں سے لگاتار کررہے ہیں حضرت موصوف کا یہ ماننا ہے کہ ''آج میں جو کچھ بھی ہوں وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی

علیہ الرحمہ کی وجہ سے ہوں'' اور یہ بات سچ ہے کہ جامعہ فیضان اشفاق کی بنیاد پڑنے سے ۹ سال قبل سے ہی یہ پروگرام ہورہا ہے جس میں ختم قادریہ شریف، توشہ غوثیہ اور چاندی کے لونگ اور تبرکات کی زیارت اور بعد نماز عشاء علمائے کرام کے بیانات اور صبح فجر سے قبل قل شریف اور دعا کا اہتمام ہوتا رہا ہے ادارہ بننے کے تین سال بعد ختم بخاری کا بھی پروگرام ہونے لگا ہے اس پروگرام میں ہندوستان بھر سے لوگ شرکت کرتے ہیں، اس پروگرام میں کچھ ایسے تبرکات کا اہتمام کیا جاتا ہے جن سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے لنگر اور توشہ بنواتے ہیں اور چاندی کے لونگ لٹواتے ہیں اور یہ میرا مشاہدہ ہے کہ کتنے ایسے لوگ تھے جنہیں اسلام سے کوئی واسطہ نہیں تھا وہ آج صحیح معنوں میں

مسلمان بن کر تبلیغ اسلام کررہے ہیں یہ حضرت صوفی باصفا پیر طریقت خواجہ عبدالوحید خان قادری مدظلہ العالی کی مخلصانہ جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ آج کافی تعداد میں مبلغین تیار ہوگئے ہیں اور تبلیغ دین میں مصروف ہیں راجستھان میں ایسی ایسی ڈھانیاں تھیں جہاں کوئی نہیں جاتا تھا لیکن آج وہاں جامعہ فیضان اشفاق کے فارغین سرگرم عمل ہیں اور کئی مدارس کا قیام بھی حضرت سربراہ اعلی کے ہاتھوں عمل میں آیا جن کی وجہ سے مسلمانوں میں علمی بیداری اور دینی سمجھ پیدا ہوئی ہے مولیٰ تعالیٰ جامعہ فیضان اشفاق کو اور ترقی عطا فرمائے اور بانی ادارہ کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین۔

مدرسۂ بالغاں:

سربراہ اعلیٰ جامعہ فیضان اشفاق نے اس سال تعلیمی سیشن شروع ہوتے ہی مدرسۂ بالغاں کا آغاز کیا ہے الحمدللہ ابھی تک ۱۵۰ کے قریب نوجوان پڑھنے آتے ہیں دن بہ دن نوجوانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے ان کے لئے قابل ترین آساتذہ کا انتخاب کیا ہے جو مغرب سے عشاء تک ان کو پڑھاتے ہیں قرآن شریف اور اردو کے علاوہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا حل بھی بتایا جاتا ہے فقہی مسائل پر بھی حسب ضرورت گفتگو ہوتی ہے۔

مدرسۂ بالغاں میں نوجوانوں کو الگ پڑھایا جاتا ہے اور بزرگوں کو الگ تاکہ دینی مسائل سیکھنے میں کوئی کسی طرح کی شرم محسوس نہ کرے۔

جامعہ کے منصوبے اور شعبے:

بی، ایڈ کالج، آئی، ٹی آئی کالج اور نرسنگ کالج اور لڑکیوں کے لئے بارہویں کلاس تک الگ سے ایک اسکول بنانے کا منصوبہ ہے جہاں وہ غریب بچے بچیاں جن کے والدین غربت کی وجہ سے پڑھا نہیں سکتے مفت تعلیم حاصل کرسکیں، اس کے علاوہ قادری گیسٹ ہاؤس بھی منصوبے میں شامل ہے باہر سے آنے والے مہمانوں کو ٹھہرنے میں

کافی دقتیں ہوتی ہیں اس لئے حضرت سربراہ اعلیٰ نے مہمانوں کے لئے الگ سے ایک مہمان خانہ بنانے کا ارادہ کیا ہے اس کے علاوہ فیملی کواٹرس، بچوں کے کھانے کے لئے ڈائننگ ہال یہ ساری عمارتیں جامعہ کے منصوبے میں شامل ہیں اس وقت جو شعبہ جات دینی اور عصری تعلیم کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں وہ یہ ہیں:

درجۂ حفظ و قرأت، درس نظامی، از اعدادیہ تا فضیلت، اشفاقیہ پبلک اسکول، شعبہ کمپیوٹر سائنس، شعبۂ تصنیف و تالیف، شعبہ دارالافتاء۔

مجمع البحث الاسلامی (Islamic research Center):

مجمع البحث الاسلامی کا قیام بھی ان شاء اللہ بہت جلد عمل میں لایا جائے گا جہاں طلبہ محققین و مفکرین کی نگرانی میں مختلف موضوعات پر تحقیقات کریں گے، جامعہ فیضان اشفاق کے سربراہ اعلیٰ اس کی نگرانی کے لئے ہند و بیرون ہند کے محققین و مفکرین کی ایک کمیٹی تشکیل دیں گے جو کم سے کم سال میں ایک مرتبہ اس ادارہ کا دورہ کریں گے اور کچھ دن یہاں ٹھہر کر طلبہ کا جائزہ لیں گے۔

ہندوستان کی لائبریریز میں موجود پرانی سے پرانی کتب جو کہ فارسی اور عربی زبان میں ہیں ان کا ترجمہ کر کے انہیں نشر کرنا یہ بھی اس ادارہ کی ذمہ داری رہے گی، عربی، اردو، انگلش اور ہندی زبان میں ایک سالنامہ بھی شائع کیا جائے گا جس کے لئے ماہر لسانیات کا انتخاب کیا جائے گا اور اسے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی بھیجا جائے گا، تاکہ مغربی خیالات کے حاملین دین اسلام کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

اسلامک یونیورسٹی کا منصوبہ:

راجستھان میں ابھی تک کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جہاں اسلامیات جیسے موضوع پر کوئی کام ہو رہا ہو اور نہ ہی اس نام سے کوئی subject پڑھایا جاتا ہے MDSU اجمیر میں اردو نام سے Subject تو ہے لیکن پڑھانے والا کوئی نہیں ہے مسلم بچے اردو Subject لے لیتے ہیں اور ادھر اُدھر سے پڑھ کر امتحان دے دیتے ہیں اسلامیات کے نام سے راجستھان میں کسی بھی University میں کوئی Subject نہیں پڑھایا جاتا ہے اور نہ ہی مسلم بچوں کو اس کے بارے کچھ بتایا جاتا ہے ان ساری وجوہات کو دیکھتے ہوئے حضرت سربراہ اعلیٰ نے ایک اسلامک یونیورسٹی کے قیام کا عزم کیا تاکہ مسلم بچوں کو باقی Subjects کے ساتھ ساتھ اسلامیات بھی پڑھایا جائے اور اس موضوع پر بچے Research بھی کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کا شوق پیدا ہو کیونکہ ابھی تک لوگ صرف اسلام کے پانچ ارکان کو ہی اسلام سمجھتے ہیں، اسلامی تاریخ میں کافی رد و بدل کر دیا گیا ہے مسلم بادشاہوں کو ظالم اور عیاش کہا جا رہا ہے

اسلامی نظام میں تبدیلی کی بات کی جا رہی مسلمانوں کے پاس اتنا علم نہیں ہے کہ وہ اسے ثابت کر سکیں کہ ہمارا دین مکمل ہے اب اس میں کسی تبدیلی کی قطعی ضرورت نہیں ہے، یہ اسی وقت ہوگا جب وہ علوم جدیدہ کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کو بھی اپنے سینے میں جگہ دیں گے اور ماہرین اسلامیات کا انتخاب ہوگا دور دور سے طلبہ کی آمد ہوگی بڑے مدارس سے پڑھ کر نکلنے والے طلبہ کے داخلے ہونگے ہمارے پاس لائبریریز میں جو اساسہ کتابوں کی شکل میں موجود ہے ان کا ترجمہ آسان زبان میں ہوگا تا کہ حامیان اسلام تاریخ اسلام سے اچھی طرح واقف ہوسکیں اور اپنی آنے والی نسلوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں تا کہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک وہ مسلمان بن کر رہیں۔

جامعہ ایک نظر میں

۱	اساتذہ درس نظامی	۲۰
۲	اساتذہ شعبہ دارالافتا	۳
۳	اساتذہ شعبہ حفظ	۳
۴	استاذ شعبہ قرأت	۱
۵	انگریزی ٹیچر	۱
۶	کمپیوٹر ٹیچر	۱
۷	دفتر انچارج	۱
۸	اسکول میں پڑھانے والے اساتذہ	۱۷
۸	طباخ	۴
۷	خادم	۴
۸	مطبخ میں کھانے والے طلبہ	۳۰۰
۹	اسکول میں پڑھنے والے طلبہ	۳۵۰
	مدرسۂ بالغاں پڑھنے والے نوجوان	۱۵۰
ا	لمدرسۂ بالغاں میں پڑھانے والے اساتذہ	۵

بانیٔ جامعہ فیضان اشفاق ایک ہمہ جہت شخصیت

پیر طریقت صوفیٔ باصفا حضرت حافظ وقاری عبدالوحید خان قادری مدظلہ النورانی

پیدائش:

آپ کی پیدائش ۱۹۷۷ء میں شہر بلرامپور سے ۱۴ کلومیٹر دور جانب شرق ایک چھوٹے سے گاؤں بیرا گی جوت ضلع بلرامپور یو، پی، میں ایک متموّل اور دین دار گھرانے میں ہوئی بچپن میں ہی ماں کی ممتا کا سایہ سر سے اٹھ گیا آپ کی پرورش آپ کی دادی اور والد عبدالعزیز خان نے کی۔

تعلیم وتربیت:

والد گرامی الحاج عبدالعزیز خان علم دوست اور علما نواز بزرگ ہیں آپ کو صاحبزادے کی تعلیم کی فکر ہوئی تو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی عبدالحمید خان کی کفالت میں مدرسہ ضیاء الاسلام مقبرہ گیٹ گوال ٹولی کانپور میں داخل کیا جہاں آپ نے ناظرہ کلام پاک مکمل کیا اس کے بعد والد موصوف نے اپنے دوسرے بھائی مفتی عبدالسلام صاحب (جو اُس زمانہ میں علیمیہ جمدا شاہی بستی میں بطور مدرس تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے) کی کفالت میں رکھا جہاں آپ نے قران پاک حفظ کیا اور اس کے ساتھ قرأت کا کورس بھی مکمل کرلیا اور بہترین حافظ قرآن بن گئے اسی دوران آپ کو قرأت کی دستار سے بھی نوازا گیا موصوف شروع سے ہی سادہ وضع اور انتہائی خلیق وملنسار شخصیت کے حامل تھے اس لئے طالب علمی کے زمانہ میں اساتذہ کے منظور نظر رہے بالخصوص حضرت قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے پاس آپ نے مکمل قرآن پاک حفظ کیا، آپ کا بڑا خیال رکھتے تھے، چونکہ والدہ تھیں نہیں اس لئے آپ زیادہ اوقات مدرسہ میں ہی گذارتے تھے گھر بہت ہی کم جاتے بچپن سے اوراد و وظائف کے عادی تھے پانچ وقت کی نماز کے علاوہ اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسا نوازا کہ آج بڑے بڑے علما وفقہا موصوف کے کام پر رشک کرتے ہیں جتنا پڑھا اس پر مکمل عمل کیا۔

درس وتدریس:

تحصیل علم کے بعد آپ نے دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ گاندھی چوک ناگور شریف سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور

مسلسل سات سال تک اسی ادارہ میں رہ کر اپنے چشمۂ فیض سے متلاشیاں علم وفن کو سیراب کرتے رہے اس دوران تشنگان علم کی ایک معتمد بہ تعداد آپ کی درسگاہ سے حفظ وقرأت کے لازوال علم سے بہرہ ور ہو کر نکلی جو آج صوبۂ راجستھان کے مختلف علاقوں میں خدمت دین میں مصروف ہے۔

چونکہ آپ کے اندر حمیّت کسی قدر زیادہ ہے اور آپ دین حنیف کے ایک فعّال ومتحرک مبلغ ہیں اس لئے عرصۂ تدریس میں آپ نے تبلیغی میدان میں متعدد اقدام کئے اور ہر میدان میں کامیابی وسرفرازی مقدر رہی لیکن بہت کچھ کر گذرنے کے بعد بھی مزید کچھ کر گذرنے کا جذبہ آپ کے دل میں مچلتا رہا اور ضمیر کی گویا یہی صدا رہی کہ۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ میں جب آپ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے تو اسی دوران آپ دن میں پڑھاتے اور رات میں اورادووظائف میں مصروف رہتے اکثر آپ حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کے مزار شریف پر پوری پوری رات بیٹھے رہتے تھے اور کبھی صوفی حمید الدین ناگوری کے مزار سے متصل جنگل میں جا کر مصلیٰ بچھا لیتے اور پوری رات قیام کرتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ روتے رہتے تھے آپ اکثر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا کرتے تھے موصوف فرماتے ہیں کہ ’’ایک روز مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ میرے خواب میں تشریف لائے اور کاغذ قلم عطا فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا‘‘ کہ دین کا کام عوام کی توجہ سے ہوگا اور عوام کی توجہ کا سب سے بڑا ذریعہ تعویذات کا ہے لیکن شرط ہے کہ اسے کاروبار نہ بنایا جائے‘‘ تب سے آپ نے تعویذات بنانے کا کام شروع کیا لیکن کسی سے بھی تعویذ کے پیسے نہیں لیے بہت دور دور سے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے آپ کے پاس آتے اور آپ انہیں قرآن کی آیات زعفران کے پانی سے لکھ کر دیتے جو ایک بار آپ سے ملاقات کر لیتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو جاتا ایسے بہت سے لوگ تھے جو صرف نام کے مسلمان تھے آج الحمد للہ وہ دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں بہت سے ایسے گاؤں تھے جہاں لوگ کہنے کو تو مسلمان تھے لیکن دینی مسائل سے بالکل واقف نہیں تھے شادی بیاہ میں ہندوؤں جیسے رسم ورواج کیا کرتے تھے آج انہیں گاؤں میں جلسے ہوتے ہیں میلا دالنبی کے جلوس نکلتے ہیں شیخ عبدالقادر کے نام سے گیارہویں شریف کرتے ہیں اور یہ صرف راجستھان میں ہی نہیں بلکہ جموں وکشمیر اور پنجاب میں بھی آپ کے مریدین ہیں جنہوں نے باقاعدہ مدرسے قائم کر رکھے ہیں اور جب بھی انہیں بلایا جاتا ہے تو وہ فوراً حاضر ہو جاتے ہیں راجستھان کے مختلف شہر جیسے جودھپور، جے پور، کوٹہ، بھینمال اور مکرانہ میں آپ کے نام سے مریدین نے تنظیمیں بنا رکھی ہیں اور ان تنظیموں کے ذریعہ وہ کئی دین کا کام کر رہے ہیں۔

جامعہ فیضان اشفاق کا قیام:

جامعہ فیضان اشفاق کا نقشہ تو بچپن سے ہی آپ کے ذہن میں تھا جب آپ دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ میں پڑھاتے تھے تو اسی دوران آپ نے محمد شفیق نامی ایک شاگرد سے جامعہ فیضان اشفاق کا نقشہ اپنے کمرے کی دیوار پر بنوایا جب وہ تیار ہوگیا تو سب نے اسے بہت پسند کیا اس نقشے کی تصویر کھینچ کر اس کی کچھ کاپیا نکلوائی اب آپ کے ذہن میں وہ نقشہ بالکل پیوست ہوگیا اور دن رات اسی سوچ میں مستغرق رہنے لگے کہ مجھے یہ ادارہ بنانا ہے۔

بالآخر دین متین کی تبلیغ اور اسلامی تعلیمات کو عام وتام کرنے کے لئے آپ نے اپنے دائرہ کار میں وسعت پیدا کی اور ایک مضبوط عزم وحوصلہ کے ساتھ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں بھی محض توکل علی اللہ کا نعرہ لگا کر جامعہ فیضان اشفاق کا پلان بنالیا جو یقیناً اہل ناگور کے خوابوں کی تعبیر اور وقت کی ایک اہم ضرورت تھی، اس ادارہ کے قیام کی حسب ذیل چند وجوہ ہیں۔

(۱) آپ کو متعدد مرتبہ خواب میں جامعہ کے قیام کی بشارتیں ہوئی اور بشارتیں بھی جلیل القدر اولیاے کاملین کی جانب سے ہوئیں جن میں شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمۃ والرضوان، شیخ حمیدالدین ناگوری علیہ الرحمہ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سرفہرست ہیں۔

مذکورہ بزرگوں سے بشارتیں ملنے کے بعد آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ جامعہ کے قیام کے سلسلہ میں جو بھی دشواریاں آئیں گی یہ بزرگان دین انہیں اپنی روحانی قوتوں سے حل فرمادیں گے اور پھر اسی یقین کامل کے ساتھ آپ نے جامعہ فیضان اشفاق قائم کرنے کا پختہ عزم کرلیا۔

(۲) راجستھان کے شہروں اور دیہاتوں میں اس وقت علم کی کمی اور جہالت کی ہماہمی تھی، دیہاتوں میں جو مدارس قائم تھے عام طور سے ان مدارس کی باگ ڈور باہری علما کے ہاتھوں میں رہتی تھی یہ علما گھر جاکر دو مہینے اور کبھی چار مہینے تک واپس نہیں آتے جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم کا خاطر خواہ فائدہ برآمد نہیں ہوتا اور پھر مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد اصلی فوت ہوکر رہ جاتا تھا لہذا ایک ایسے ادارہ کی ضرورت تھی جہاں سے راجستھان کے دیہاتی بچوں کو بھی عالم فاضل اور حافظ وقاری بنایا جائے تاکہ یہ بچے فراغت کے بعد اپنے گاؤں کی قیادت خود سنبھالیں کہ دیہاتوں میں بھی علم کا نور پھیلے اور جہالت کی تاریکی دور ہو۔

سنی تبلیغی جماعت باسنی کے تحت بہت سے مکاتیب چل رہے تھے لیکن اعلیٰ تعلیم کے لئے طلبہ کو دوسرے صوبوں کا رخ کرنا پڑتا تھا کیونکہ راجستھان میں دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور ایک واحد ادارہ تھا جہاں تعلیم کا اچھا نظام تھا

لیکن طلبہ کی فراوانی کی وجہ سے حضرت مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی بھی خواہش تھی کہ ایک ادارہ اور ہونا چاہیے جہاں اعلیٰ تعلیم کا مکمل انتظام ہو۔

(۳) عام طور پہ اداروں میں تعلیم تو اچھی ہوتی ہے لیکن تربیت کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی لہٰذا ایک ایسے ادارے کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی جس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر پوری توجہ دی جائے تاکہ فارغین علم وعمل کا پیکر بن کر نکلیں اور قومی قیادت کی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔

یہی وہ اسباب وعلل ہیں جن کی بنیاد پر حضرت صوفی عبدالوحید خان قادری مدظلہ النورانی کے ذہن میں جامعہ فیضان اشفاق کو قائم کرنے کی سوچ پیدا ہوئی اگرچہ ایک ادارہ کا قیام اور وہ بھی انتہائی عسرت وبے سروسامانی کے عالم میں کوئی آسان کام نہیں ہوتا ادارہ قائم کرنے والے ہی جانتے ہیں کہ اس کے راہی کو کتنی پُرخار وادیوں سے گذرنا پڑتا ہے، لیکن اللہ کی رحمت اور بندہ نوازی کی کارگذاری پر حضرت موصوف کا اعتقاد اتنا مضبوط تھا جسے متزلزل کرنا دنیوی قوتوں کے تصرف سے باہر تھا عزم ویقین کی یہی دولت تھی جسے لے کر بانی ادارہ آگے بڑھے اور جامعہ کے لئے تگ ودوشروع کردی اور دارالعلوم صوفیہ کی تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے۔

یوں تو جامعہ کے قیام کے ظاہری اسباب موجود نہیں تھے مگر بقول علامہ ارشدالقادری ’’بے چین حسرتوں کی کسک محسوس کرنے والا شخص جانتا ہے کہ مقصد کا عشق دلوں کا قرار کس طرح چھین لیتا ہے‘‘ حضرت بانی ادارہ کو اپنے مقصد سے عشق ہو چلا تھا اور آپ نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ جب تک ادارہ کا قیام عمل میں نہیں آئے گا چین وسکون سے نہ بیٹھوں گا اب ظاہر ہے مقصد جب عشق ووارفتگی کی حد میں داخل ہوجائے تو منزل مقصود کے حصول میں دیر نہیں لگتی۔

حضرت بانی ادارہ خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتے رہے اور دل ہی دل میں اپنے احساسات وجذبات کی پرورش کرتے رہے یہاں تک کہ ایک مناسب موقعہ پر اپنے معتقدین ومتوسلین کے سامنے اپنی سرگرمیوں کا اظہار کیا تائید ایزدی شامل حال رہی سبھوں نے آپ کے نیک جذبات کا خیرمقدم کیا اور ایک منصوبہ بند طریقہ پر جامعہ فیضان اشفاق قائم کرنے کا یقینی پروگرام عمل میں آگیا جس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ناگور شریف کے مغربی کنارے پر ریڈیو اسٹیشن سے متصل جاجولائی میں ایک قطعہ زمین حاصل کرلی گئی یہ زمین غیرآباد ویران ہونے کے باعث گویا وحوش وطیور اور جنگلی جانوروں کی ایک بہترین تفریح گاہ تھی دیکھنے والا شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی اس مقام پر شہرستان علم وفن آباد ہوسکتا ہے لیکن۔

چمن میں پھول کا کھلنا کوئی کمال نہیں   زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

آپ نے اپنے منصوبہ کو عملی شکل دینے کے لئے اسی غیر آباد زمین کا انتخاب کیا اور پھر ایک ساعت سعید میں حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں ادارہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے صرف ڈھائی سال کے مختصر عرصہ میں جامعہ فیضان اشفاق کی قلعہ نما بلڈنگ عالم وجود میں آ گئی۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس　　　دنیا نہیں مردان جفاکش کے لئے تنگ

تعمیر عمارت کے سلسلہ میں آپ کے متوسلین ومعتقدین کے زندہ دل افراد نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ادارہ کے لئے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیا تا آنکہ عمارت تکمیل کو پہنچ گئی عمارت کی تکمیل کے بعد سب سے پہلا مرحلہ کمیٹی میں زندہ دل افراد کے انتخاب اور لائق وفائق اساتذہ کی فراہمی کا تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ سر کر لئے گئے اور ۷/شوال المکرم ۱۴۲۲ھ کو تعلیمی جشن افتتاح منا کر حضرت سربراہ اعلیٰ کی محکم قیادت اور حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں چودہ آدمیوں کا ایک متحرک وفعال عملہ تقریباً ایک سو پندرہ باہری طلبہ کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہو گیا دھیرے دھیرے عمارتیں بنتی گئیں طلبہ کی تعداد بھی دن بہ دن بڑھتی رہی آج الحمدللہ ۳۲۰ طلبہ ہاسٹل میں ہیں جن کا رہنا کھانا اور علاج مفت میں کرایا جاتا ہے اور ۳۰۰ کے قریب اسکول کے طلبہ ہیں جنہیں گاڑیوں کے ذریعہ شہر سے لایا جاتا ہے اور پھر شام کو واپس چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بیعت وخلافت:

آپ کو بیعت کا شرف ضلع حمیر پور کھمریا شریف یوپی کے ایک جلیل القدر بزرگ مفتی عبدالصمد علیہ الرحمہ سے خوردسالی میں ہی حاصل ہو چکا تھا لیکن آپ بچپن سے ہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ کے عاشق زار رہے اور ابتداء ہی سے اپنے نام کے ساتھ اظہار نسبت کے لئے قادری لکھتے رہے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی محبت اور شیفتگی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً بیس سال قبل آپ نے یہ عہد کیا کہ جب تک حالت بیداری میں سرکار غوث اعظم کی زیارت نہ کرلوں کھانا نہیں کھاؤں گا، بارہ سال تک آپ نے کھانا نہیں کھایا مختصر بیسن کے چند پکوڑے اور چائے پر گذارا کرتے تھے بالآخر شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے اور اسی دوران حضرت سید نجیب حیدر مارہروی یہاں تشریف لائے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلوایا کھانا نہ کھانے کی وجہ سے آپ بظاہر کافی نحیف وناتواں ہو گئے تھے لیکن روحانی طاقت میں کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کرپاتا تھا۔

آج بھی آپ کا ایک معمول بنا ہوا ہے کہ ہر جمعرات کو ختم قادریہ شریف کا ورد کرتے ہیں جس میں ذکر جلی بھی

ہوتا ہے جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ بھی اس مجلس میں شریک رہتے ہیں اور جامعہ فیضان اشفاق کے سالانہ جلسہ کا نام بھی آپ نے غوث الوریٰ کانفرنس رکھا ہے جس میں توشۂ غوثیہ بڑے اہتمام سے بنوا کر تقسیم کیا جاتا ہے۔

آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ کی خلافت مفتی شبیر احمد بارہ بنکوی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے، جبکہ سلسلہ رضویہ کی خلافت پیر طریقت حضرت مولانا عبد الغفار صاحب نوری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند سے حاصل ہے اور تیسری خلافت جس پر آپ کو ناز ہے وہ جانشین مفتی اعظم ہند حضور اختر رضا خان ازہری مدظلہ النورانی سے حاصل ہے، مفتی اعظم راجستھان حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ اور حضرت نظمی میاں علیہ الرحمہ سے بھی آپ کو خلافت حاصل ہے۔

اتباع سنت:

حضرت سربراہ اعلیٰ پر چونکہ ابتدا ہی سے اساتذۂ کرام کی خاص توجہ رہی ہے اس لئے آپ بچپن ہی سے روزہ و نماز کے پابند ہوگئے تھے اور بچپن کی نامناسب عادات واطوار سے دور رہتے ہوئے اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ کے زیور سے آراستہ ہوگئے تھے اور اب تو حال یہ ہے کہ سنن ونوافل حتیٰ کہ مستحبات پر بھی سختی سے عمل پیرا ہیں۔ جماعت کا خاص اہتمام فرماتے ہیں سفر میں ہوں یا حضر میں کسی بھی صورت میں نمازیں قضا نہیں ہونے دیتے، سنتوں کے سخت پابند ہیں، رفتار وگفتار سے لے کر سونے جاگنے تک سنت کے مطابق پر عمل کرتے ہیں، عمل کی دنیا میں یہ آپ کا وہ مجاہدانہ کردار ہے جس کا ملنا فی زمانہ مشکل ہے۔

حضرت سربراہ اعلیٰ نے تقریباً بارہ سال تک چلّہ کشی کی ہمہ وقت اوراد ووظائف میں مصروف رہتے رہے اور آج بھی بلا ناغہ بعد نماز فجر وقبل ظہر اور عصر تا مغرب تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں یہ آپ کے اوراد ووظائف ہی کا کمال ہے کہ آپ کے مریدین اکثر وبیشتر سرکار سیدنا عبد القادر جیلانی اور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کو خواب میں دیکھتے رہتے ہیں۔

آپ کے ایک مرید محمد عرفان کا بیان ہے کہ ''میں جب حضرت سے مرید ہوا تب سے میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی میں نے کئی بار شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا ہے'' ویسے اس طرح کے خواب تو اکثر لوگ بیان کرتے رہتے ہیں پر حقیقت اس وقت واضح ہوتی ہے جب دیکھنے والا خود کو بدل دے اور یہ سچ ہے کہ محمد عرفان جو کہ پیشے سے ڈاکٹر ہیں اور بیکانیر کے رہنے والے ہیں جنہیں شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی کے نام سے بھی واقفیت نہیں تھی لیکن جب سے وہ مرید ہوئے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لیا ہے اب وہ

اگر اپنی کلینک پر بھی بیٹھتے ہیں تو صرف اس لئے کہ میرے ذریعہ غریب و نادار لوگوں کا علاج ہو رہا ہے لوگوں کی پریشانیاں دور ہو رہی ہیں موصوف نے اب اپنے چہرے پر داڑھی بھی سجالی ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سخت پابند ہیں۔ راقم الحروف انہیں اُس وقت سے جانتا ہے جب وہ اسلام سے بہت دور تھے جب راقم الحروف نے انہیں اس تبدیلی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں ۲۰۰۴ء میں حضرت سے مرید ہوا تھا اس وقت مجھے کچھ زیادہ سمجھ نہیں تھی اور مجھے اسلام کے بارے میں بھی زیادہ جانکاری نہیں تھی مرید ہونے کے بعد بھی میں اسی حالت میں رہنے لگا جیسے پہلے رہا کرتا تھا ایک روز خواب میں میرے پیر کا دیدار ہوا میرے پیر مجھے اس حالت میں دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ تمہیں اگر ایسے ہی رہنا تھا تو پھر مجھ سے مرید ہی نہیں ہونا چاہئے تھا تبھی سے میں نماز پڑھنے لگا، اب حضرت اکثر و بیشتر میرے خواب میں تشریف لاتے اور مجھے نصیحتیں فرماتے ہیں۔ میں جب بیمار ہوتا یا میرے گھر میں کوئی بیمار ہو جاتا تو حضرت خواب میں تشریف لاتے اور دم کرتے صبح جب میں بیدار ہوتا تو میں پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ اچھا محسوس کرتا ایسے ہی ایک دن میں نے دیکھا کہ میں بغداد میں ہوں شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے مزار اقدس کے سامنے کھڑا ہوں میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہے اور میرے ساتھ میرے پیر بھی ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے عرض کر رہے ہیں کہ سرکار مرید حاضر ہے اسے قبول فرمالیجئے اچانک حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی قبر انور شق ہوئی اور حضرت اندر سے باہر تشریف لائے اور مجھ سے مصافحہ فرمایا اور واپس چلے گئے جب میری آنکھ کھلی تو میرے کمرے میں خوشبو ہی خوشبو تھی۔ اور یہ وہی خوشبو تھی جو میرے پیر اکثر استعمال فرمایا کرتے ہیں تب سے میں نے تمام غیر شرعی کام چھوڑ دیا اور دن رات خوف خدا میں مستغرق رہتا ہوں۔ موصوف کا بیان ہے کہ میں حضرت مفتی اعظم ہند کو بھی اکثر خواب میں دیکھتا ہوں'' مزید انہوں نے بتایا کہ جامعہ فیضان اشفاق کی جتنی بھی عمارتیں بنی ہیں ان کا نقشہ پہلے سے ہی مجھے بتا دیا گیا تھا اور میں اس بات کو اپنے دل میں ہی رکھ لیتا تھا میں نے کبھی بھی حضرت سے اس بارے میں ذکر نہ کیا لیکن جب حضرت وہ عمارت تعمیر کر لیتے تو میرے ذہن میں وہی نقشہ گردش کرتا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا پھر میں حضرت سے اسے ذکر کرتا حضرت سن کر خاموش ہو جاتے'' راقم الحروف کا یہ مشاہدہ ہے کہ حضرت سربراہ اعلیٰ اپنے اس مرید کی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے تھے لیکن جب سے وہ اسلام کے سانچے میں ڈھل گئے اور احکام شرع کے پابند ہوئے تو اب ان کی باتیں بھی سمجھ میں آنے لگیں اور اب جامعہ سے جڑے ہر فرد کو یقین کامل ہو گیا کہ اس ادارے پر اور بالخصوص حضرت سربراہ اعلیٰ کی ذات پر شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی اور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کی خاص نگاہ ہے۔

الحمد للہ اب بھی کئی لوگ روزانہ حضرت سے دعائیں لینے آتے ہیں اور سب کے معاملات درست ہوجاتے یقیناً یہ سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کا صلہ ہے ڈاکٹر محمد عرفان نے بتایا کہ ایک روز میرے کان میں بہت زیادہ تکلیف تھی رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا اس لئے کسی ڈاکٹر کا ملنا بھی اس وقت ممکن نہیں تھا میں نے اپنے پیر کا تصور کیا اور سو گیا میرے خواب میں حضرت تشریف لائے اور مجھ پر دم کیا اور چلے گئے فوراً میری آنکھ کھل گئی میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ مجھے کبھی درد ہی نہیں ہوا جب صبح ہوئی تو حضرت کا فون آ گیا کہ عرفان اب کیسے ہو تب سے مجھے پورا یقین ہے کہ میرے پیر کو میری پوری خبر ہے۔ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں چیچک جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوگیا میرے پورے جسم میں چیچک ہوگئے جس کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہورہی تھی میں نے اپنے پیر کا تصور کیا اور سو گیا خواب میں حضرت تشریف لائے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا اور دم کیا فوراً میری آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا کہ میرے بدن میں کوئی بھی دانہ نہیں ہے مجھے یقین نہیں ہورہا تھا تو میں نے اپنی بیوی کو اٹھایا اور روشنی کے ذریعہ پورے جسم کو دیکھا یا لیکن چیچک کا نام نشان بھی نہیں تھا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سو گیا۔ یہ واقعات بظاہر بڑے عجیب لگتے ہیں لیکن یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا مقرب بندہ بنالیتا ہے تو پھر اس سے محبت رکھنے والوں کو اسی کے ذریعہ شفا عطا فرماتا ہے۔

جن حالات میں جامعہ فیضان اشفاق کی بنیاد رکھی گئی تھی اگر کوئی عام انسان اس طرح کا ادارہ بنانے کی کوشش کرتا تو شاید وہ نہ کر پاتا آج جو کامیابی نے جامعہ کے قدم چومے ہیں یہ حضرت کی کاوش اور بزرگوں کا فیض ہے بلکہ آپ لوگوں کے دلوں پر حکومت کررہے ہیں اور لوگ آپ کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں یہ کمال آپ کے پابند شرع ہونے کا ہے یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جس سے کام لینا ہوتا ہے اسے اپنا مقرب بنالیتا ہے اور پھر سب کی توجہ اُس کی جانب کردیتا ہے اور سب کے دلوں کو اُس جانب موڑ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم فرمائے اور جامعہ فیضان اشفاق کو دین دونی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔

از: **حضرت مولانا ڈاکٹر امجد اقبال**
ڈائریکٹر: اشفاقیہ پبلک اسکول جاجوئی ناگور راجستھان

منقبت
جامعہ فیضان اشفاق

مخزن علم وہدایت ہے یہ گلشن آپ کا　　رہبر راہ شریعت ہے یہ گلشن آپ کا
چلتی ہے رحم وکرم کی ہر گھڑی پر نم ہوا　　کیوں نہ آئیں چھوڑ کر رشتہ وناتہ ہم یہاں
پاس آئیں بھلا رنج وعلم اور غم کہاں　　لیتے ہیں درس وفا پاتے ہیں ہردم ہم شفا
ان بیابانوں کی نکہت ہے یہ گلشن آپ کا

کیا کریں گے ہم بھلا ایسے صحن میں جی کے بھی　　یاد آئے گا مجھے اشکوں کا ساغر پی کے بھی
ہے میری چاہت یہی بس مادر علمی سے بھی　　تشنگی بجھتی نہیں ہے جام وحیدی پی کے بھی
پیاسوں کا مشرب و پنگھٹ ہے یہ گلشن آپ کا

علم وحکمت کے نظاروں سے کہاں اعراض ہے　　یہ مدرسہ معرفت کا اب کہاں محتاج ہے
دین حق کی شان ہے سب کو اسی پر ناز ہے　　حیثیت اعلیٰ ہے اس کی ہر طرف ممتاز ہے
قاطع کفر وضلالت ہے یہ گلشن آپ کا

ہر طرف ظلمت کدہ تھا اور جہالت عام تھی　　دین سے دوری تھی ہر سو اور بغاوت عام تھی
علم کی خدمت شہا بس آپ کے ہی نام تھی
علم کی اونچی عمارت ہے یہ گلشن آپ کا

غور کو ناگور کر پھر جا جولائی میں ذرا　　دیکھ لے گا وہ عمارت جو بنائی ہے وہاں
یہ میری عادت ہے جو ہم نے دکھائی ہے یہاں　　علم کی منزل تمہیں میں نے بتائی ہے یہاں
میری ہمت میری طاقت ہے یہ گلشن آپ کا

اے ہوا تجھ کو قسم تو اس طرح نہ شور کر　　دل جگر ذہن و فکر کو علم سے مامور کر
دل لگا پہلے تو اپنا پھر ذرا سا غور کر　　کہتی یہ جاجولائی غور کو ناگور کر
نور کی دولت و راحت ہے یہ گلشن آپ کا

نتیجہ فکر: محمد مقبول احمد {ساحل}
ریسرچ اسکالر: جامعہ فیضان اشفاق ناگور شریف راجستھان

ترانۂ جامعہ فیضانِ اشفاق

از قلم: **محمد علی احمد یزدانی**، دامولائی بیکانیر راجستھان

درسگا ہ علم وحکمت ہے یہ باغ عبدالوحید
پاسبان دین و ملت ہے یہ باغ عبد الوحید

دیکھ کر اس کی عمارت دل یہ کہتاہے میرا
شاہ کار اہلسنت ہے یہ باغ عبدا لوحید

نسبت احمد رضاسے بالیقیں اس دہرمیں
سنیوں کی شان وشوکت ہے یہ باغ عبدا لوحید

اس کے دم سے قصرباطل لرزہ بر اندام ہے
قاطع شرک و ضلالت ہے یہ باغ عبدا لوحید

مفتی اشفاق کی یہ کاوشوں کا ہے صلہ
مخزن راز حقیقت ہے یہ باغ عبدا لوحید

اک علی احمدؔ نہیں لاکھوں ہیں اس کے مدح خواں
رشک ارباب محبت ہے یہ باغ عبدا لوحید

مقدمہ

غزالیٔ دوراں عمدۃ الواعظین حضرت علامہ **مفتی محمد حفیظ اللہ خان صاحب نعیمی** دامت برکاتھم العالیہ
بانی جامعہ عائشہ صدیقہ پچپڑوا بلرام پور یوپی

الحمد لله الذی علم بالقلم وعلم الانسان مالم یعلم والصلوٰة والسلام علیٰ من أوتی جوامع الکلم وآله وصحبه وبارك وسلم۔

علمی دنیا میں جس علم کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آتی ہے وہ علم فقہ ہے۔ تمام تر مسائل حیات میں آراستگی اسی علم سے ہوتی ہے۔ طہارت جسمانی، تزکیہ روحانی، خدا کی بندگی، آداب زندگی، معاش ومعاد کے جملہ مسائل اسی علم سے متعلق ہیں۔ فقہی مباحث میں جابجا اس کے جلوے نظر آتے ہیں، عقائد، ایمانیات، نکاح وطلاق، طہارت جسمانی وروحانی، زراعت وتجارت، موت وحیات، تجہیز وتکفین، وراثت وتوریث، نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ، عبادت بدنی ومالی کے جملہ احکام کا سرچشمہ یہی علم ہے جو قرآن وسنت، اجماع امت، قیاس شرعی کے بحر سے نکلتا ہے۔ اس علم فقہ کو چاروں ادلۂ شرعیہ مبرہن کرتے ہیں۔ اسلامی زندگی میں اس علم کو کلیدی درجہ حاصل ہے۔ جو اس علم کا شناور ہے اس کو فقیہ کہا جاتا ہے۔

فقہ کا لغوی معنی: سمجھ ہے اور فقاہت اس کا حاصل مصدر ”سمجھنا“۔ حضرت سید شریف جرجانی اپنی کتاب ”التعریفات“ میں لغوی اور اصطلاحی تعریف فرماتے ہیں:

”الفقه هو فی اللّغة : عبارةٌ عن فهم غرض المتکلم من کلامه“ (فقہ لغت میں متکلم کی غرض کلام کی فہم سے عبارت ہے۔) ”وفی الاصطلاح: هو العلم بالاحکام الشرعیه العملیه المکتسب من ادلتها التفصیلیة“ (احکام شرعیہ عملیہ کا علم جو تفصیلی دلائل سے مکتسب ہو۔)

بعضوں نے ایک دوسری تعریف بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

”هو علم مستنبط بالراء والاجتهاد ویحتاج فیه إلی النظر والتأمل“ (ایسا علم جو رائے واجتہاد سے مستنبط ہو اور اس میں نظر وتامل کا احتیاج ہو۔)

دونوں تعریفیں اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن دونوں کا مفاد ایک ہے، کیوں کہ رائے واجتہاد، نظر وتامل، غور

وخوض، صحیح النظر سے ادلہ تفصیلیہ کے ذریعہ احکام شرعیہ کا استنباط ہوتا ہے۔ مفسرین، محدثین، فقہا پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں جنھوں نے ادلہ تفصیلیہ کے بحر ذخار سے احکام شرعیہ کا استنباط کیا اور فقہ اسلامی کے جواہر چُن چُن کر یکجا کیا اور سلسلۃ الذّہب کے دھاگے میں پرویا۔

ارشاد ربانی ہے:

" وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبائل عرب میں سے ہر ہر قبیلہ سے لوگ جماعت در جماعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوتے اور حضور سے دین کے مسائل سیکھتے اور تفقہ حاصل کرتے اور اپنے لیے احکام دریافت کرتے اور اپنی قوم کے لیے، حضور انھیں اللہ اور رسول کی فرماں برداری کا حکم دیتے اور نماز، زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم کے لیے انھیں ان کی قوم پر مامور فرماتے۔ جب وہ لوگ اپنی قوم میں پہنچتے تو اعلان کر دیتے کہ جو اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے اور لوگوں کو خدا کا خوف دلاتے اور دین کی مخالفت سے ڈراتے یہاں تک کہ لوگ اپنے والدین کو چھوڑ دیتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں دین کے تمام ضروری علوم تعلیم فرما دیتے۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ عظیمہ ہے کہ بالکل بے پڑھے لوگوں کو بہت تھوڑی دیر میں دین کے احکام کا عالم اور قوم کا ہادی بنا دیتے۔

اس آیت مبارکہ سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔ جو چیز بندے پر فرض و واجب ہے اور جو اس کے لیے ممنوع و حرام ہے اس کا سیکھنا فرض عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"علم سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے۔"

طلب علم کے لیے سفر کا حکم حدیث شریف میں ہے جو شخص طلب علم کے لیے چلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ فقہ افضل ترین علم ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

"من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین إنما أنا قاسم والله یعطی" (بخاری ومسلم، متفق علیہ)

ترجمہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے لیے بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

"فقیهٌ واحدٌ أشد علی الشیطان من ألف عابد"

ترجمہ: ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

ان نصوص سے پتہ چلا کہ اسلام میں فقاہت اور فقیہ کی کتنی اہمیت ہے حتیٰ کہ مسند امام اعظم میں ایک حدیث مذکور ہے:

"من تفقه فی الدین کفاه الله همهٗ"

ترجمہ: جو دین میں فقاہت حاصل کرے اللہ تعالیٰ اس کے ہر غم کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے۔

دیکھیے ایک فقیہ کی ہر ضرورت اللہ جل شانہٗ کے ذمہ کرم پر ہے۔

مادی دنیا سمجھتی ہے کہ دینی علوم کا تعلق فی زمانہ معاشیات، اقتصادیات سے نہیں ہے لیکن اس حدیث کی روشنی میں صراحۃً واضح ہے کہ فقاہت وہ نسخۂ کیمیا ہے جس سے فقیہ کی ہر ضرورت اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتا ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں ہر صحابی ہادی ومہدی ہے لیکن ان میں جو صحابہ فقیہ ہیں عالم اسلام اور علمی دنیا میں ان کی غایت درجہ اہمیت ہے۔

تقریب وتدریب میں حضرت نووی اور سیوطی نے حضرت مسروق تابعی سے روایت کیا: تمام اکابر صحابہ کے علوم سمٹ کر چھ حضرات میں جمع ہو گئے تھے؛ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی ابن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء، حضرت عبداللہ بن مسعود، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور ان چھ کا علم حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جمع ہو گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کتاب وسنت، تفقہ فی الدین کی تعلیم کے لیے کوفہ بھیجا اور فرمایا: "قد آثر تکم بعبد الله علی نفسی" (میں نے عبداللہ بن مسعود کو ایثار کر کے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ درس گاہ صفہ کا امین بن کر حضرت عثمان

غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دورِ خلافت میں اہل کوفہ کو کتاب سنت اور فقہ کی تعلیم دی جس کے نتیجہ میں کوفہ فقہ کا چمنستان ہوگیا اور جس وقت حضرت مولاے کائنات مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کوفہ پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگردوں نے شہر سے نکل کر آپ کا استقبال کیا اور ابن مسعود کے شاگردوں سے پورا میدان بھر گیا، حضرت علی نے سب کو دیکھ کر مسرت سے فرمایا تھا جو جریدۂ عالم پر ثبت ہے: "رحم الله ابن أم عبد قد ملأ هٰذه القرية علما" (اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم فرمائے انھوں نے کوفہ کو علم سے مالا مال کر دیا۔) اور مزید فرمایا: "اصحاب ابن مسعود سرج هٰذه القرية" (عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اس شہر کے چراغ ہیں۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود افقہ صحابہ ہیں، خلفاے راشدین کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں، حضرت علی باب مدینۃ العلم اور حضرت ابن مسعود افقہ صحابہ، حسن اتفاق دونوں حضرات کوفہ کی سرزمین میں ہیں۔ حضرت علی خلافت کے تاج دار، حضرت ابن مسعود فقاہت کے علم بردار ہیں۔ پس فقہ، فقاہت، تفقّہ کی ضرورت جس قدر ہے اس ضرورت کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے لیکن فقہ کی ضروری باتوں کو جاننا فرض عین ہے اسی لیے گھڑی بھر علم دین کے مسائل میں مذاکرہ کرنا ساری رات کی عبادت سے افضل ہے کما فی الحدیث: "تدارس العلم ساعة من الليل خير من احيائها"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے باضابطہ فقہ اسلامی کی بنیاد ڈالی اور اپنے شاگردوں سے اس کو خوب خوب پھیلایا حتیٰ کہ کشت علم کو لالہ زار بنا ڈالا۔ چنان چہ اصحاب تحقیق کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فقہ کی تخم ریزی کی حضرت علقمہ نے اس کو سیراب کیا اور فصل حضرت ابراہیم نخعی نے کاٹا، حضرت حماد نے اس کو اکٹھا کیا اور دانہ نکالا، حضرت امام اعظم نے اس کا آٹا پیسا، امام ابو یوسف نے اس کو گوندھا، امام محمد محرر مذہب نے اس کی روٹیاں پکائیں اور تمام لوگ کھا رہے ہیں۔ ان حضرات پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

امام اعظم کے فقاہت کی سند اس طرح ہے: ابو حنیفہ، عن حماد، عن ابراہیم النخعی، عن علقمہ، عن ابن مسعود۔

امام اعظم اپنی فقاہت میں چار واسطوں سے افقہ صحابہ حضرت ابن مسعود تک پہنچتے ہیں اور فقہ حنفی کا دار و مدار حضرت ابن مسعود ہیں۔ امام اعظم نے ان راویان حدیث کی روایت کو ترجیح دی جو فقاہت میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ چنان چہ فقیہ راوی کی روایت کو اپنے مسلک کا مستدل بنایا۔

مناظرۂ امام اعظم اور امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رفع یدین کے باب میں امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ بھی ہمارے دعویٰ کی تائید کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"وأورد الملّا علی القاری مناظرتہٗ للإمام الأوزاعی حین لقیہ فی مکۃ فقال: إن الإمام أبا حنیفۃ اجتمع مع الأوزاعی بمکۃ فی دار الحناطین فقال الأوزاعی: مالکم لا ترفعون الأیدی عند الرکوع والرفع منہٗ؟ فقال: لأجل أنّہٗ لم یصح عن رسول اللہﷺ فیہ شیء۔ فقال الأوزاعی : کیف لم یصح وقد حدثنی الزہری عن سالم عن أبیہ أن رسول اللہﷺ کان یرفع یدیہ إذا فتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہٗ۔ فقال أبو حنیفۃ: حدثنا حماد عن إبراھیم عن علقمۃ والأسود عن عبد اللہ بن مسعود أن النبیﷺ کان لایرفع یدیہ إلا عند افتتاح الصلوٰۃ ثم لا یعود لشیءٍ من ذٰلك"۔

ترجمہ: حضرت ملاعلی قاری نے امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ بیان کیا ہے کہ جس وقت دونوں اماموں کی ملاقات سرزمین مکہ دار الحناطین میں ہوئی، امام اوزاعی نے کہا: آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے ہیں؟ امام اعظم نے جواباً فرمایا: صرف اس وجہ سے کہ اس باب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے فرمایا: کیوں نہیں ثابت ہے جب کہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کیا انھوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتتاح صلوٰۃ کے وقت اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین فرماتے تھے۔ اس پر امام اعظم نے فرمایا: مجھ سے حماد نے حدیث بیان کی انھوں نے ابراہیم نخعی سے انھوں نے علقمہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہی ہاتھ اٹھاتے، رفع یدین فرماتے اور دوسری جگہوں پر نہیں اٹھاتے۔

اس مناظرہ اور مباحثہ کے بعد اپنے اپنے موقف کی تائید میں دونوں اماموں نے جو محاکمہ کیا وہ پڑھنے اور سننے کے قابل ہے۔

امام اوزاعی قدرے ناراض ہو کر بولے:

أحدثك عن الزہری عن سالم عن أبیہ وتقول حدثنی حماد عن إبراھیم عن علقمۃ عن ابن مسعود۔

ترجمہ: ابوحنیفہ میں آپ سے زہری کی روایت سالم سے اور سالم کی روایت ابن عمر سے بیان کرتا ہوں اور تعجب ہے! آپ کہتے ہیں کہ مجھ سے حماد نے حدیث بیان کی ابراہیم سے اور ابراہیم نے علقمہ سے اور علقمہ نے ابن مسعود سے۔

اس پر امام اعظم نے جو فرمایا ملاحظہ کیجیے:

"کان حماد أفقه من الزهري وکان ابراهیم أفقه من سالم و علقمة لیس بدون ابن عمر في الفقه وإن کانت لابن عمر فضل صحبة فالأسود له فضل کثیر وعبد الله عبد الله"۔

ترجمہ: حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم نخعی سالم سے زیادہ اور علقمہ فقاہت میں ابن عمر سے کم نہیں اگر چہ ابن عمر کے لیے فضل صحابیت ہے لیکن اسود کے لیے فضائل بے شمار اور عبد اللہ تو عبد اللہ ابن مسعود ہیں۔

اس محاکمہ کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ امام اعظم نے روایت کو راویوں کی فقاہت پر ترجیح دی اور امام اوزاعی نے علو اسناد کا لحاظ کیا۔ مسلک احناف کا دار و مدار فقاہت فی الدین کی بنیاد پر ہے روایت میں نسب کی بلندی کو نہیں بلکہ فقاہت کو دیکھا جائے گا۔ روایتوں کے تعارض میں رفع تعارض کے لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں فقیہ راویوں کی روایت لی جاتی ہے اس لیے فقہا کی حدیث حفاظ حدیث کی روایات پر ترجیح پاتی ہے اور افقہ کی فقیہ کی روایت پر ترجیح پاتی ہے۔ امام اعظم کے مذہب میں اس کے جلوے جا بجا نظر آتے ہیں۔ چنان چہ امام رازی نے ذکر فرمایا: " أن روایة الفقیه راجحة علی روایة غیر الفقیه وإذا کان أحدهما أفقه من الآخر کانت روایته راجحة "(بلاشبہ فقیہ کی روایت غیر فقیہ پر راجح ہے اسی طرح افقہ کی روایت دوسرے فقیہ کی روایت پر راجح ہے۔) ان اصولی مسلمات سے ظاہر ہے کہ فقاہت کا مقام بہت بلند و بالا ہے۔

دین اسلام میں سبھی لوگ فقیہ نہیں ہو سکتے اس لیے مخصوص طبقہ پر فرض کیا گیا کہ وہ دین میں فقاہت کے درجۂ کمال پر پہنچیں اور اپنی تحقیق سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں، جو لوگ درجۂ کمال پر نہ پہنچ سکیں اور انھیں مسائل شرعیہ کا علم نہ ہو تو وہ اہل علم سے پوچھیں جیسا کہ قرآن مقدس ناطق ہے:

"فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ"

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

حدیث پاک میں ہے کہ بیماری جہل کی شفا علما سے دریافت کرنا ہے، لہٰذا علما سے دریافت کرو وہ تمھیں بتا دیں گے کہ سنت الٰہیہ یوں ہی جاری رہی کہ اس نے مردوں کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ مردہ دلوں کو زندہ کریں، جہل کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں کر دیں۔

قرآن مقدس میں "یسئلونك" پندرہ جگہوں پر مختلف اور متعدد سوالوں کے سلسلہ میں آیا ہے۔ کبھی "یسئلونك عن الأھلّة" کبھی "یسئلونك عن الشھر الحرام" کہیں "یسئلونك عن الخمر والمیسر" کہیں "یسئلونك عن الیتامیٰ" کہیں "یسئلونك عن المحیض" کہیں "یسئلونك عن الساعة" وغیرہا کے دوران سوالوں کا جواب بھی دیا گیا ہے جیسا کہ چاند کے بابت سوال ہوا تو ارشاد باری ہوا "قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ "(محبوب فرمادو! چاند کا گھٹنا بڑھنا لوگوں کے میقات کے لیے اور حج کے لیے ہے۔)

بتانا یہ ہے کہ سوال و جواب قرآن مقدس میں ہے اور سوال کرنے کا حکم بھی قرآن پاک میں ہے۔ احادیث مبارکہ میں جگہ جگہ اس کی صراحت ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ پوچھ کر ہادی ومہدی بن گئے اور پوری دنیا کے لیے نجوم اہتداء۔ صحابیات میں انصار کی عورتیں کرید کرید کر عورتوں کے مسائل حیات سے متعلق سوال کر لیتی تھیں، ان صحابیات میں حضرت ام سلیم انس بن مالک کی والدہ، حضرت ابوطلحہ انصاری کی زوجہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ سوال کرنا صحابہ وصحابیات کی سنت اور جواب دینا سنت الٰہیہ اور نبی کریم کی سنت۔ صحابۂ کرام میں کچھ ایسے لوگ تھے جو اپنے مواخاتی بھائی کو سرکار کی بارگاہ میں بھیج دیتے اور دن بھر کے احوال کو رات میں اپنے بھائی سے سن لیتے، اس طرح سن سن کر، پوچھ پوچھ کر اپنے درد کا درماں تلاش کرتے۔ میرے خیال میں علم والوں سے وابستہ رہ کر پوچھ پوچھ کر بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے اور لاعلمی کو علم سے، جہل کو نور علم سے بدلا جاسکتا ہے۔

برصغیر میں "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" میں ہزاروں ہزاروں سوالات ہیں جن کے جوابات میں علم موجیں مارتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں امام مذہب امام اعظم کی فقاہت، امام ابویوسف کا قضا، امام محمد کی ترجیح، عبداللہ بن مبارک کا ورع، بخاری ومسلم کی روایت، امام طحاوی کا استناد، رازی وغزالی کا فلسفہ، اصحاب ترجیح کی ترجیحات، صاحب قدوری کا متن، ہدایہ کی دلیلیں، فتاویٰ عالم گیری کی جھلک، درمختار کا برہان، ردالمحتار شامی کی چمک، کنز الدقائق کی باریکیاں، بحرالرائق کا تموج، تاتارخانیہ کی دمک، اشباہ ونظائر کی مثالیں، تنویرالابصار کا بیان، فتح القدیر وشرح فتح القدیر کا استحضار، المواہب اللدنیہ کا وہبی علم اور تمام اصول وکلام فقہ اسلامی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آئے گا۔ بلاشبہ فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے علوم کے دروازے کھلتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کو مدینة العلم اور باب مدینة العلم سے لگاتار فیض ملتا ہے بلکہ فیض وفیضان کی برسات ہوتی ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر　　　أن یجمع العالم فی الواحد

"أطیب العطایا الباقیه فی الفتاویٰ الأشفاقیه" مفتیٔ اعظم راجستھان کے فتاویٰ مبارکہ کا مجموعہ ہے، جس میں دو اہم رسالے ہیں جو اس فتاویٰ کی جان ہیں۔ایک رسالہ "اعتقاد المؤمنین بأن نبینا دافع الخوف والبلاء وشفیع المذنبین" اس رسالہ کو تین فصل اور ایک تمہید پر منقسم کیا ہے جو صفحہ ۲۲ سے صفحہ ۶۲ تک چالیس صفحہ پر پھیلا ہوا ہے جس میں حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ مفتیٔ اعظم راجستھان کے اعتقادیات کا سنگ میل ہے، ایک ایک سطر سے عشق مصطفیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے جیسے امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا قلم ہو، مسلک اعلیٰ حضرت کا جلوہ سطر سطر سے نظر آتا ہے، حق کا احقاق، باطل کا ابطال نفیس پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔سوال میں دریافت کیا گیا ہے کہ ذیل کے اشعار میں آخری مصرع صحیح ہے یا غلط؟

مصطفیٰ پچھلی کو اُٹھتے تھے مدام
پاؤں پر ورم آتا تھا مدام
بارہا اس شان پر تھا کلام
حشر کے دن مجھ کو خوف نار ہے

آخری مصرع جو شاعر نے سرکار کی طرف بطور کلام منسوب کیا ہے اسی مصرع پر سوال ہوا ہے کہ مصرع صحیح ہے یا غلط؟ اس کے جواب میں مفتیٔ اعظم راجستھان کا رہوار قلم برق تپاں بن کر خرمن وہابیہ پر بجلی گرا کر وہابی مزعومات کے قلعہ کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔اعتقاد المومنین کو واضح کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ ہمارے آقا دافع الخوف والبلا ہیں، شفیع المذنبین ہیں۔رسالہ کا پورا نام براعت استہلال کے طور پر ہے نام ہی سے پورا مضمون واضح ہے۔سلاست و روانی کا یہ عالم ہے کہ قلم کی روانی میں کہیں فرق نہیں آتا ہے۔رسالہ نافعہ" اعتقاد المومنین" اعلیٰ حضرت کے رسالہ "خالص الاعتقاد" اور "الامن والعلیٰ" سے ہم آہنگ ہے۔بلاشبہہ اس رسالہ سے عقیدہ کی زلفیں سنور سکتی ہیں اور سنجیدہ ہو کر پڑھا جائے تو بہتوں کو توبہ کی توفیق مل سکتی ہے اور اعتقاد جازم ہوسکتا ہے۔

دوسرا رسالہ بغیر نام کے ہے جو صفحہ ۶۲ سے صفحہ ۶۸ تک ایک فتویٰ کی شکل میں ہے جو حسام الحرمین کے جلووں سے مزین ہے، جس میں اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی، نجدی عقائد کی ایک جھلک پیش کی ہے جس میں گیارہ عنوان سے وہابیہ لعنہم اللہ کی تصویر دکھائی گئی ہے اور متعدد جہتوں سے وہابیہ کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

وہابی گر چہ اخفا می کند بغض نبی لیکن
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

باقی فتاویٰ مبارکہ سائل کو صاف صاف عوام الناس کی رعایت کرتے ہوئے شستہ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ پورے فتاویٰ میں جمہور فقہاے کرام سے منقول راجح مسائل بیان کیے گئے ہیں کہ نفس مسئلہ میں اغلاق نہ ہو۔ دلائل اور حوالہ کم سے کم ذکر ہوا ہے تاکہ مسائل کے سمجھنے میں لوگ دلائل و براہین میں نہ الجھیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سائل کو پورا جواب سمجھ میں آجائے۔ افہام وتفہیم بہت شان دار ہے، نفس مسئلہ کا جواب سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے۔

البتہ فتاویٰ مبارکہ کے حوالہ و دلائل کی تخریج و تحشیہ نے فتاویٰ کی اہمیت کو دوبالا کر دیا ہے۔ قابل مبارک باد ہیں مفتی سراج احمد صاحب مصباحی جنھوں نے غیر معمولی محنت شاقہ سے فتاویٰ اشفاقیہ کو دلائل و براہین سے جکڑ کر مبرہن و مزین کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں فتاویٰ کی تصحیح مفتی عالم گیر صاحب دام بالفضل کے قلم سے ہوئی ہے جو خود قابل فخر کہنہ مشق مفتی ہیں اور جن کی مصنف دو جلدیں فتاویٰ اسحاقیہ کے نام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ رب تبارک و تعالیٰ مفتی سراج اور مفتی عالم گیر صاحبان کو اپنی نصرت خاص سے آسمان عزت پر پہنچائے۔ میں تشکر و امتنان کا ہدیہ اس شخص کی جناب میں پیش کرتا ہوں جن کی نظر عنایت سے "أطيب العطايا الباقيه من الفتاوىٰ الإشفاقيه" زیور طبع سے آراستہ ہو کر لائبریری کی زینت بننے والا ہے میری مراد دارالعلوم فیضان اشفاق ناگور شریف کے سربراہ اعلیٰ اور بانی محترم المقام لائق صد احترام گرامی مرتبت حضرت خواجہ صوفی عبدالوحید صاحب قبلہ قادری اطال اللہ عمرہٗ بطول حیاتہٖ سے ہے جو شبانہ روز اپنے ناخن تدبیر سے قوم کی تقدیر سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں، جو دارالعلوم فیضان اشفاق کے لیے روح رواں کی منزل میں ہیں، جن کی ذات پر مفتیِ اعظم راجستھان کو اعتماد خاص تھا اور جن کے وجود کو قیمتی جوہر بنانے میں مفتی اعظم راجستھان کا ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ صوفی باصفا حضرت قاری عبدالوحید صاحب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر اجر عظیم، جزاے جزیل عطا فرمائے۔ أدعوالله العلی العظيم أن ينفعنا بہٖ والمسلمين، اللّٰهم آمين بجاه سيد المرسلين عليه وآلہٖ افضل الصلوٰة والتسليم۔

ابوالجیلانی محمد حفیظ اللہ نعیمی غفرلہٗ القوی

خادم الافتا والقضا ادارۂ شرعیہ پچپڑوا، بلرام پور، یوپی

۷؍ربیع النور شریف ۱۴۳۹ھ

کتاب العقائد

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک جگہ محفل میلاد پاک میں، ایک واعظ اپنی تقریر کا عنوان " قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ " بنایا یعنی تحقیق کہ آ گئی دلیل تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے۔ اور دوران تقریر واعظ نے کہا کہ خدا سے کوئی دوسرا بڑا خدا پیدا نہیں ہوگا، اس لیے یہ دلیل نہیں ٹوٹ سکتی، چونکہ خدا سے بڑا خدا کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس لیے اس دلیل کا ٹوٹنا ناممکن ہے، جس پر ایک مولانا عبدالسلام صاحب نام کے ہیں انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ کوئی دوسرا خدا پیدا نہیں ہوگا تو جو خدا موجود ہے، وہ پیدا ہوا ہے۔ لفظ پیدا ہونا کفر ثابت کرتا ہے کہ سورۂ اخلاص میں ہے: اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ وہ کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا۔ تو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ آیا عوام کو سمجھانے کے لیے یہ لفظ کہا گیا کہ کوئی دوسرا خدا پیدا نہیں ہوگا تو کیا اس پر کفر عائد ہوتا ہے، مولانا نے واعظ سے کہا کہ تجدید ایمان کرلیں اور تجدید ایمان کروایا بھی، بے چارہ واعظ نے ان کے کہنے پر تجدید ایمان اسی محفل میں کیا۔ آگے کوئی بات نہیں کی، اگر کفر عائد نہیں ہوتا ہے تو مولانا موصوف نے ایک مسلمان کو کافر سمجھا ایک مسلمان جو سنی صحیح العقیدہ ہو اور اس کو ایک مسلمان کافر سمجھے اس کا جو حکم ہے خلاصہ تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ فقط کتاب وسنت سے خلاصہ تحریر کریں یا فقہی مسائل سے جس میں بھی ہو آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد مجیب الرحمن، مدرس وامام جامع مسجد، موضع کمہاری، پوسٹ کمہاری وایہ ناگور ضلع ناگور

الجواب

صورتِ مسئولہ میں واعظ کا قول خدا سے بڑا کوئی دوسرا خدا پیدا نہیں ہوگا اور خدا سے بڑا خدا کا ہونا ناممکن ہے تو اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خدا واحد کے برابر یا خدا سے چھوٹا خدا پیدا ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسرا خدا کا پیدا ہونا ناممکن ہے اور خدا واحد پیدا ہوا ہے جو کفر ہے، لیکن برعکس مطلب لینا ضروری نہیں جیسا کہ کسی نے کہا زید عالم ہے تو اس کا برعکس مطلب ہوسکتا ہے کہ بکر جاہل ہے لیکن یہ برعکس مطلب لینا ضروری نہیں ہاں اگر کہنے والے نے یہ برعکس مطلب اپنے کلام سے لیا ہے تو یہ صریح کفر ہے قائل پر توبہ اور تجدید ایمان واجب ہے، لیکن قائل نے برعکس مطلب نہیں لیا ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو چونکہ کلام کے اندر برعکس مطلب کا شائبہ واحتمال ہے

جس سے احتراز از حد ضروری ہے چونکہ شانِ الوہیت وشانِ رسالت میں کفر کے احتمال سے بھی بچنا از حد ضروری و لازم ہے لہٰذا برعکس مطلب کے شائبہ کی وجہ سے قائل کو احتیاطاً توبہ وتجدید ایمان کر لینا چاہیے۔اب اگر تجدیدِ ایمان کرانے والے نے احتیاطاً قائل سے تجدید ایمان کروایا تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر قائل کے کلام کے اندر شائبہ کفر کی وجہ سے اس برعکس مطلب کو لیے بغیر بھی تجدید ایمان کرانے والا قائل کو کافر جان کر تجدید ایمان کراتا ہے تو بموجب مومن کو کافر سمجھنا کفر ہے[1] خود تجدید ایمان کرانے والے پر توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم آجاتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے قرآن وحدیث کے متعلق کہتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے،تم تمہارے قرآن وحدیث اپنے پاس رکھو میں نہیں جانتا؟اس شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی:محمد یٰسین

الجواب

ایک مسلمان قرآن وحدیث کا انکار کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے میں نہیں مانتا ایسا کہنے والا کافر

---

[1] جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه" ترجمہ:جس نے اپنے مسلمان بھائی سے کہا اے کافر!تو کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے،ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔(الصحیح لمسلم ص:۵۷،ج:۱،کتاب الایمان،باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ) جامع الفصولین میں ہے: "قال لغیره یا کافر قال الفقیه الاعمش البلخی کفرالقائل وقال غیره من مشائخ بلخ لایکفر فا تفقت هذه المسئلة ببخاری اذا جاب بعض ائمة بخاری انه کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیه الاعمش رجع الی قوله وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمة بخاری والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان قائل هذ المقالات لواراد الشتم ولایعتقد کافرا ولایکفر ولواعتقد کافراً کفر" (جامع الفصولین،ص:۲۱۱،ج:۲،فی مسائل کلمات الکفر،اسلامی کتب خانہ،کراچی) ترجمہ:کسی نے غیر کو کہا اے کافر تو امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہو گیا اور ان کے علاوہ دوسرے مشائخ نے فرمایا وہ کافر نہ ہوگا یہی مسئلہ بخاری میں پیش آیا تو بخاری کے بعض ائمہ نے فرمایا وہ کافر ہو گیا۔جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا انہوں نے رجوع کر کے اعمش کے قول سے اتفاق کر لیا اور ابولیث اور بخاری کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے۔جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتویٰ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا اور اگر اس نے کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے۔قرآن میں ہے:"ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمناً"۔(القرآن المجید،سورۃ:النساء،آیت:۹۴)(س،مصباحی)

ہے،اس پر علانیہ اس قول سے توبہ لازم ہے اور تجدید ایمان بھی اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔[1]

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳) کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ مہر نبوت کے درمیان میں صرف سید المرسلین کا اسم پاک اقدس مرقوم ہے یا محمد رسول اللہ یا پورا کلمہ؟

الجواب

محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا جس کی ترتیب یہ ہے: سب سے اوپر اللہ لکھا تھا اس کے نیچے رسول پھر محمد۔[2]

مسئلہ (۴) منبع علم وحکمت مخزن اسرارِ قابلیت،نور چشمہ ہدایت حضرت علامہ ومولانا مفتی الشاہ الحاج محمد اشفاق

---

[1] مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شخص جب تک توبہ اور کلمہ نہیں پڑھ لیتا تب تک اس سے دور ہی رہے اور اس سے اسلامی تعلقات ختم کر لے اللہ رب العزت نے قرآن کے اندر جہاں اپنی اطاعت کی بات کی ہے وہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو واجب وضروری قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے:"یا ایہاالذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول" (القرآن المجید،النساء آیت:۵۹) ترجمہ:اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا (کنزالایمان) اور فرماتا ہے:"یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ" (القرآن المجید،الانفال،آیت:۲۰) ترجمہ:اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔(کنزالایمان) اس طرح کی بہت سی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کو لازم وضروری قرار دیتی ہیں۔حدیث جبریل میں ہے:"قال (جبریل) فاخبرنی عن الایمان قال:"ان تؤمن باللہ وملائکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ" (الصحیح للمسلم،ص:۲۷،ج:۱،کتاب الایمان،مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ) ترجمہ:حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:ایمان یہ ہے کہ تم اللہ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں،اس کے رسولوں،آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔(س،مصباحی)

[2] اصل میں مہر نبوت کا اطلاق انگشتری مبارک اور آپ کے دونوں شانوں کے مابین جو نشان تھا،دونوں پر ہوتا ہے۔انگشتری مبارک پر تو وہی لکھا تھا جو جواب میں مذکور ہوا۔البتہ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت میں کیا لکھا تھا اس میں اختلاف ہے بعض روایت میں "اللہ وحدہ لاشریک لہ بوجہ حیث کنت فانک منصور" ہے۔ایک روایت میں بوجہ کے بجائے"توجہ" ہے۔اور دوسری روایت میں "محمد رسول اللہ"یا"سر فانک المنصور" لکھا ہوا تھا۔جیسا کہ ملا علی قاری کی کتاب ''جمع الوسائل فی شرح الشمائل'' میں ہے: "مکتوب بباطنہا اللہ وحدہ لاشریک لہ و بظاہرہا توجہ حیث کنت فانک منصور۔ مکتوب فیہا محمد رسول اللہ او سر فانک المنصور" (ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ،جمع الوسائل فی شرح الشمائل،ص:۵۹، ج:۱، باب ماجاء فی خاتم النبوۃ،مصطفی البابی الحلبی مصر/ حاشیہ جامع الترمذی،ص:۲۰۶،ج:۲،ابواب المناقب،باب ماجاء فی خاتم النبوۃ) ترجمہ:مہر نبوت کے باطن میں "اللہ وحدہ لاشریک لہ" اور اس کے ظاہر میں"توجہ حیث کنت فانک منصور"لکھا ہوا تھا۔اور ایک روایت میں "محمد رسول اللہ"یا"سر فانک المنصور"لکھا ہوا تھا۔ (س،مصباحی)

حسین صاحب قبلہ۔ السلام علیکم۔

بعد سلام وقدم بوسی کے حضور والا کی بارگاہِ عالیہ میں عرض ہے کہ ان چند سوالات کے جوابات عنایت کر کے اس ناچیز کو اپنے علمی فیض سے مستفیض فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

(۱) حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کیسے ہوئی اور مسند خلافت سے نواز کر مالک کائنات نے ان کو جنت میں داخل فرمایا جس کی وجہ سے وہ فرشتوں کو ملاحظہ فرماتے تھے کہ ان کو جنت سے نکال کر روئے زمین پر مبعوث فرمایا اس کی کیا حکمت ہے؟

(۲) جنت و دوزخ کو اللہ تعالیٰ نے کہاں پیدا فرمایا؟ مدلل جواب اس کا عنایت فرمائیں؟

(۳) شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جنت و دوزخ کو اس کے اصلی مقام پر ملاحظہ فرمایا یا کہیں اور آپ کو دکھایا گیا تھا؟ فقط والسلام

الجواب

الاوّل: حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اسی عالم عنصری سے ہوئی اور مکہ وطائف کے درمیان خمیر تیار کیا گیا اور آپ کی خلافت اسی مادّی زمین کے لیے تھی۔ تفسیر کبیر میں ہے: "ان الارض فی الآیة جمیع الارض من المشرق والمغرب" [1]

ترجمہ: بے شک آیت میں "الارض" سے مراد مشرق سے لے کر مغرب کی ساری زمین ہے (س) اور تفسیر نعیمی میں اس طرح ہے: "آپ کی صورت کی تخلیق مکہ معظّمہ اور طائف کے درمیان وادی نعمان میں عرفات پہاڑ سے متصل فرمائی۔" [2]

اور جس جنت میں دخول حضرت آدم ہوا وہ جنت ارضی تھی جنت خلد اور دار ثواب نہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے: قال ابو القاسم البلخی و ابو مسلم الاصفهانی: "هذه الجنة کانت فی الارض" اس کے ثبوت میں چند دلیلیں پیش کی ہیں، جن میں ایک دلیل یہ ہے: "(سادسها) لانزاع فی ان الله تعالیٰ خلق آدم علیه السلام فی الارض ولم یذکر فی هذه القصة انه نقله الی السماء ولو کان تعالیٰ قد نقله الی السماء لکان ذلك اولی بالذکر لان نقله من الارض الی السماء من اعظم نعم الله فدل

[1] تفسیر کبیر، ص ۳۔۴، ج: ۳، سورہ بقرہ قولہ تعالیٰ: و قلنا یا آدم اسکن الخ، دار الفکر، بیروت، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۱ھ
[2] تفسیر نعیمی، ص: ۲۶۶، ج: ۱، سورہ بقرہ، نعیمی کتب خانہ گجرات

ذلك على انه لم يحصل و ذلك يوجب ان المراد من الجنة التى قال الله تعال له (اسكن انت و زوجك)الجنة الاخرى غير جنة الخلد"[1]

تو جب خلافت آدم مادی زمین کے لیے اور دخول بھی جنت ارضی میں ہوا تو سرے سے ہی سوال ختم ہو جاتا ہے کہ کسی کو ہندوستان کا گورنر بنا کر امریکہ یا اسپین بھیج دیا جائے۔

اور جنت سے مراد جنت الخلد ہو جیسا کہ جمہور کا قول ہے:"(القول الثالث)وهوقول جمهور اصحابنا ان هذه الجنة هى دار الثواب والدليل عليه ان الالف واللام فى لفظ الجنة لا يفيدان العموم لان سكنى جميع الجنان محال فلا بد من صرفها الى المعهود السابق والجنة التى هى المعهودة المعلومة بين المسلمين هى دار الثواب فوجب صرف اللفظ اليها"[2]

اور تفسیر ابن کثیر میں آیت "اسكن انت و زوجك الجنة" کے تحت ہے:"وقد اختلف فى الجنة التى اسكنها آدم أ هى فى السماء ام فى الارض والاكثرون على الاول"[3]

ترجمہ: اس جنت کے بارے میں اختلاف ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا مسکن بنایا تھا کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین میں پہلے قول پر اکثر اہلِ علم کا اتفاق ہے۔(س)

تو سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت خلد میں داخل کیا جانا بحیثیت خلافت نہیں تھا بلکہ انعاماتِ الٰہی اور تقریب غیر متناہی کی بدولت ان پر وہ روحانیت غالب آ گئی تھی کہ جس سے ملائکہ بلا تکلف ہر وقت ان کو دکھائی دیتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کو خدا کے دربار میں نہایت عزت و منزلت حاصل ہو چکی تھی لہٰذا جنت میں چند روز کے لیے اس کے بہترین ماحول سے متاثر کیا گیا کہ مادی زمین کی خلافت میں اس طرح نہ کھو جائیں کہ ادھر کا خیال نہ رہے اور اس مرکز اصلی سے روگرداں ہو جائیں بلکہ عالم عنصری میں رہ کر بھی اس کے ماحول اثر انداز نہ ہوں اور عالم مقدس کے شوق میں ہر دم بے چین و بے قرار رہیں نیز جنت خلد اولادِ آدم ہی کا مسکن و مستقر ہوگی، اس چند روز ابوالبشر کو اس کا پر کیف نظارہ اور اس کی رعنائی و زیبائی کا معائنہ کرایا گیا، تاکہ مادّی زمین میں جا کر مسند خلافت پر رونق افروز ہوں اور اپنی اولاد کو دعوتِ توحید دیں تو ان کے سامنے عینی مشاہدہ کی کیفیات بیان کریں جیسا کہ نوشہ شب

---

[1] تفسیر کبیر، ص ۳۔۴، ج: ۳، سورہ بقرہ قولہ تعالیٰ: و قلنا يا آدم اسكن الخ، دار الفکر، بیروت، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۱ھ

[2] المرجع السابق، ص: ۴

[3] تفسیر ابن کثیر، ص ۱۰۷، ج: ۱، سورہ بقرہ، دار الاشاعت، پہلا ایڈیشن ۲۰۰۲ء

اسریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج جنت و دوزخ کا معائنہ کرایا گیا، تاکہ اپنی اُمت کو جس ستھرے مذہب کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس کا بہترین انجام مشاہدہ ہو اور مشرف بہ اسلام ہونے والوں کو اپنے انجام پر علی وجہ الکمال اذعان و یقین حاصل ہو کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "لیس الخبر کالمعاینة"۔[1][2]

الثانی: جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس عرش الٰہی کے نیچے ہے کقولہ تعالیٰ: "عند سدرة المنتهى عندها جنة الماوى"۔[3]

ترجمہ: سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ (کنزالایمان) اور دوزخ تحت الثریٰ میں ہے۔

ارشاد ربانی ہے: "اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ"۔[4]

ترجمہ: بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجّین میں ہے۔ (کنزالایمان)

ترمذی کی ایک طویل حدیث میں ہے: "والفردوس اعلیٰ الجنة و اوسطها و فوق ذلك عرش الرحمٰن"۔[5]

---

[1] المستدرک علی الصحیحین، ص:۳۵۱، ج:۲، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الاعراف، حدیث:۳۲۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[2] حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارے جانے میں یہ حکمت تھی کہ آپ کی اولاد زمین پر بسے اور ان کو مکلف بنا کر ان پر اُخروی سزا و جزا مرتب کی جائے۔ تفسیر روح البیان میں اس حکمت کو اس طرح بیان کیا ہے: "قال القرطبی فی تفسیره ان الصحیح فی اهباطه و سکناه فی الارض ما قد ظهر من الحکمة الازلیة فی ذلك و هی نثر نسله فیها لیکلفهم و یمتحنهم و یرتب علی ذلك ثوابهم و عقابهم الاخروی اذ الجنة والنار لیستا بدار تکلیف فکانت تلك الاکلة سبب اهباطهما من الجنة فاخرجهما لانهما خلقا منها و لیکون آدم خلیفة الله فی الارض والله یفعل ما شاء وقد قال (انی جاعل فی الارض خلیفة) و هذه منقبة عظیمة و فضیلة کریمة شریفة" انتهی کلام القرطبی۔ (تفسیر روح البیان، ص:۱۱۱، ج:۱، سورہ بقرہ، احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان) ترجمہ: امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر اترنے اور اس پر قیام پذیر ہونے میں حکمت ازلیہ یہ تھی کہ آپ کی نسلیں زمین میں پھیلیں اور ان کو (احکام شرعیہ) کا مکلف بنا کر ان کو آزمائش میں مبتلا کر کے ان پر اُخروی ثواب، عقاب مرتب کیا جائے، کیوں کہ جنت اور دوزخ دارالتکلیف نہیں، تو درخت کو کھانا ہی ان دونوں کا جنت سے نکلنے کا سبب بنا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے زمین پر اتارا، کیوں کہ ان کی پیدائش زمین سے تھی اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے زمین پر خلیفہ ہونے والے تھے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ خود ہی فرماتا ہے: ''بے شک میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں'' یہ ان کی بڑی منقبت، فضیلت اور شرافت و بزرگی ہے۔ (س، مصباحی)

[3] القرآن المجید، سورۃ: النجم، آیت: ۱۳۔۱۴

[4] القرآن المجید، سورۃ المطففین، آیت: ۷

[5] جامع الترمذی، ص:۷۹، ج:۲، ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة درجات الجنة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

ترجمہ: فردوس سب سے اوپر والی جنت ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔ (س) نیز ایک حدیث میں ہے: "سقف الجنة عرش الرحمٰن والنار تحت الارضين السبعة"[1]

ترجمہ: جنت کی چھت رحمٰن کا عرش ہے اور جہنم ساتوں زمین کے نیچے ہے۔ (س)[2]

الثالث: شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ وسلم نے جنت کا معائنہ اس کے اصلی مقام پر فرمایا جیسا کہ حدیث معراج میں ہے: "ثم انطلق بي جبريل حتى نأتي سدرة المنتهى فغشيها الوان لا ادرى ماهى قال ثم ادخلت الجنة فاذا فيها جنابذ اللؤلؤواذا ترابها المسك"۔[3]

ترجمہ: پھر جبریل مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے، جس پر مختلف قسم کے عجیب وغریب رنگ چھائے ہوئے تھے، جس کو میں (قیاس سے) نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور جس کی مٹی مشک تھی۔ (س)

اور ممکن ہے دوزخ کا بھی معاینہ شب معراج سدرۃ المنتہیٰ کے پاس سے فرمایا ہو اگر چہ دوزخ تحت الثری میں ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں کہ وقت معاینہ دوزخ تحت الثری تک کے سارے حجابات اٹھا دیے گئے ہوں، جیسا کہ حدیث شب معراج ہی میں ہے کہ میں آسمان اول پر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوتے ہوئے دیکھا کہ حضرت کی داہنی طرف جنت ہے اور بائیں طرف جہنم، داہنی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر گریاں فرماتے ہیں[4]:

باوجودیکہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور جہنم تحت الثری میں ہے کما سبق۔

---

[1] حاشیۃ العطار علی جمع الجوامع، ص:۴۸۶، ج:۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت

[2] بحر الکلام میں ہے: "ان الله تعالى خلق الجنة فوق سبع سموات لا فى السماوات فلا يقال بانهما يفنيان بفناء السموات والارض قال الله تعالى عند سدرة المنتهى عندها جنة الماوى وسدرة فوق السماء السابعة وكذلك جهنم تحت الارض السابعة قال الله تعالى :"كلا ان كتب الفجار لفى سجين "والسجين تحت الارضين السبع "۔ (بحر الکلام، ص:۲۱۸، فصل فى اثبات ان الجنة والنار مخلوقتان الآن، دار الفتح) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کو ساتوں آسمان کے اوپر پیدا کیا، آسمانوں میں پیدا نہیں کیا، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ آسمان اور زمین کے ختم ہو جانے سے جنت اور جہنم بھی ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے: ''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت الماویٰ ہے'' اور سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اوپر ہے اسی طرح جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ''بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے۔'' (س، مصباحی)

[3] الصحیح لمسلم، ص:۹۳، ج:۱، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی السمٰوٰت، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[4] الصحیح لمسلم، ص:۹۲-۹۳، ج:۱، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

نیز مسجد نبوی ﷺ میں کسی نماز سے فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: جنت، دوزخ مسجد کے اس کنارے پر سامنے لائی گئی حدیث شمس میں ہے: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے سورج گہن کے بعد حمد الٰہی اور ثنا کی اور خطبے میں ارشاد فرمایا:

"مامن شئ کنت لم اره الا وقد رایته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار"[1]

ترجمہ: میں نے ساری چیزوں کو اس جگہ سے دیکھ لیا حتی کہ جنت اور جہنم کو بھی۔ (س)

مسئلہ (۵) کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں مفتیان دین وشرع متین۔ السلام علیکم۔ بعد سلام عرض ہے کہ یہاں پر محلہ ساہیان چتوڑ گڑھ راجستھان کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مذہب کے سب جھوٹے جھگڑے ہیں خدا کو اگر ڈھونڈنا ہے تو دل میں ڈھونڈو اور حضور کو مبلغ علیہ السلام کہتے ہیں[2] اور قرآن شریف بھی غلط پڑھتے ہیں حافظ صاحب نور محمد عرف چاند محمد جی نے غلطی بیان کی تو فرماتے ہیں کہ اپنی قبر کا جواب میں خود دوں گا، غلط پڑھتا ہوں تو کیا ہوگا، آپ کو کیا مطلب، اس کے بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب ممبئ والے تشریف لائے اور اسی مسجد میں قیام کیا تو انھوں نے غلطی بتائی تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ بکومت ورنہ پولیس کے حوالے کر دوں گا، تو ضمانت دینے والا نہیں ملے گا، میں ہیڈ کانسٹیبل ہوں، معلوم ہے، کیا یہاں پر جھگڑا کرنا چاہتا ہے؟ اس لیے وہاں سے ہٹ کر درگاہ شریف چلے گئے، پھر شاہ صاحب کی مسجد میں قیام کرلیا ایسا امام جو گناہ سے نہیں ڈرتے اور قرآن کریم غلط پڑھتے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے شرعی حکم سے مطلع فرمادیں ورایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے آگاہ فرمائیں۔

اور ان کی یہ بھی خامیاں ہے کہ سلام وقرآن کریم کے الفاظ صحیح معنی میں نہیں پڑھتے اور مد کھڑا صحیح نہیں پڑھتے۔ فقط والسلام

المستفتی: رحیم بخش جی امام باڑہ کے پاس، چتوڑ گڑھ، راجستھان

---

[1] صحیح البخاری، ص: ۱۴۴، ج: ۱، ابواب الکسوف، باب صلوۃ النساء مع الرجال فی الکسوف مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] نبی علیہ السلام کو مبلغ علیہ السلام کہنے میں کوئی حرج نہیں آپ یقیناً اسلام کے مبلغ تھے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس ان الله لا یهدی القوم الکافرین" (سورۃ: المائدۃ آیت: ۶۷) ترجمہ: اے رسول پہنچادو جو کچھ اُترا تمھیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز الایمان) اس آیت کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبلغ اسلام کہہ سکتے ہیں لیکن اس جملہ کو حضور ﷺ کی شان میں بولنے سے احتیاط کرنا چاہیے۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں امام مذکور کا اختلافات کو جھوٹے جھگڑے کہنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے پہلا پارہ شروع سے پڑھا جائے: "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" تا "هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" تا "وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ"۔ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ" تا "وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ"۔ خود قرآن نے تین فرقوں کو بیان فرمایا ہے۔ ایک مومن کا، دوسرا خالص کافر ومشرک کا، تیسرا منافقین کا اور احادیث کریمہ کے اندر بہت سے فرقوں کا بیان صراحت کے ساتھ ہے، ایک حدیث کے اندر ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

"ستفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة"[1]

ترجمہ: میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں ایک جنتی ہوگا اور بہتر جہنمی ہوں گے۔

لہٰذا امام مذکور پر اس قول سے توبہ کرنا واجب ہے اور تجدید ایمان بھی واجب ہے۔ یہ مسئلہ مذکورہ جاننے کے بعد بھی وہ اس پر بضد رہے تو التزام کفر ہونے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوجائیں گے (العیاذ باللہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

لہٰذا اس قول سے بھی امام مذکور پر واجب ہے کہ توبہ کرے اور شادی شدہ ہے تو دوبارہ نکاح اپنی موجودہ بیوی سے کرے۔ صورتِ مسئولہ میں حافظ مذکور کا گناہ سے نہ ڈرنا اور لاپرواہی برتنا ایمان میں کمزوری کی دلیل ہے، ایسی باتوں سے پرہیز کریں ورنہ خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے (العیاذ باللہ) قرآن شریف غلط پڑھنے والا اگر ایسی غلطی کرتا ہے جس سے معنی فاسد نہیں ہوتا تو نماز ہوجائے گی لیکن ایسے آدمیوں پر واجب ہے کہ غلطی کی درستگی میں بھرپور کوشش کریں ورنہ غلطی کی درستگی کرنے میں لاپرواہی برتی اور درستگی نہ کی تو ایسے کو امام ہرگز نہ بنایا جائے۔[2]

---

[1] جامع الترمذی، ص:۹۳، ج:۲، کتاب الایمان، باب افتراق هذه الامة، المکتبة السعد / مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۰، باب الاعتصام بالکتاب و السنة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] درمختار میں ہے: "و حرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثله ولا تصح صلاته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترک جهده ا و جد قدر الفرض مما لالثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ و کذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف"۔ اھ ملتقطا (الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۳۲۸، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: حلبی اور ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ کی حتمی کوشش کے بعد توتلے کا حکم اُمی کی طرح ہے پس وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے (یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے) جب اچھی درست ادائیگی والے کی اقتدا ممکن ہو یا اس نے محنت ترک کردی یا فرض کی مقدار بغیر توتلے پن کے پڑھ سکتا ہے، ان صورتوں میں اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ توتلے کے متعلق یہی مختار اور صحیح حکم ہے اور اسی طرح اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروف تہجی میں سے کوئی حرف نہ بول سکے یعنی صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ اسی کے تحت رد المحتار میں ہے: "(دائما) أی فی آناء اللیل واطراف النهار فما دام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بہر حال غلط خواں کو امام نہ بنایا جائے گا مزید براں جب کہ اپنی غلطی کی درستگی بھی نہ کرے اور نہ گناہ سے بچے اور نہ خوف کرے، چونکہ جب بے توجہی سے غلط پڑھتا ہے، تو ایسی غلطی بھی کرسکتا ہے یا کرتا ہوگا جس سے معنی میں فساد پیدا ہوجاتا ہے اور جب گناہ سے نہیں ڈرتا تو یقیناً گناہ کبیرہ بھی کرتا ہوگا اور گناہ کبیرہ کرنے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ لہٰذا ایسے کو امام نہ بنایا جائے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) في التصحيح والتعلم ولم يقدر عليه فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة كما في المحيط»۔ (المرجع السابق) ترجمہ: ان کے قول "دائما" سے مراد یہ ہے کہ رات اور دن کے اطراف میں تصحیح کی بھرپور کوشش کرے پس اگر وہ ہمیشہ تصحیح وتعلم میں بھرپور کوشش کے باوجود اس پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز درست، اور اگر وہ کوشش ہی کرنا چھوڑ دے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔ خلاصہ میں ہے: "ان كان يجتهد آناء الليل والنهار في تصحيحه ولا يقدر على ذلك فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة الا ان يجعل العمر في تصحيحه ولا يسعه ان يترك جهده في باقي عمره»۔ (خلاصۃ الفتاوی، ص:۱۱۰، الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ) ترجمہ: تصحیح میں جب دن رات کوشش کرتا رہا مگر وہ قدرت حاصل نہ کرپایا تو اس کی نماز درست ہے اگر اس نے کوشش ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی۔ ہاں اگر عمر کا کچھ حصہ تصحیح میں صرف کرے اور درست کی قدرت حاصل نہ ہو تو باقی عمر میں تصحیح کی کوشش ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: "من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف كالرحمٰن الرحيم، الشيتان الرجيم، والألمين، واياك نا بد واياك نستئين، السرات، انأمت فكل ذالك حكمه ما مرمن بذل الجهد دائما والافلا تصح الصلوٰة به ملخصا" اھ (ردالمحتار، ص:۴۳، ج:۱، مطلب فی الالثغ، مصطفی البابی مصر) ترجمہ: جو شخص حروف تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو مثلاً الرحمٰن الرحیم کی جگہ الرهمٰن الرهيم، الشيطان کی جگہ الشيتان، العالمين کی جگہ الألمين، اياك نعبد کی جگہ اياك نابد، نستعين کی جگہ نستئين، الصراط کی جگہ السرات، انعمت کی جگہ انأمت پڑھتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اگر کوئی ہمیشہ درست ادائیگی کی کوشش کے باوجود ایسا کرتا ہے تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔

[1] فقہائے کرام نے مطلقاً فرمایا: "كل صلاة اديت مع كراهية التحريم تجب اعادتها»۔ (الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۱۴۷۔۱۴۸، ج:۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جس کو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی، اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه تحريم لما ذكرنا»۔ (ردالمحتار مع الدرمختار، ص:۲۹۹، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: شرح منیہ میں اس پر اتفاق ہے کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس بنیاد پر جو ہم نے ذکر کیا۔ صغیری میں ہے: "يكره تقديم الفاسق كراهة تحريم»۔ (صغیری شرح منیۃ المصلی، ص:۲۶۲، مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "كره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة واذا تعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة و غيرها»۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فيه الزيلعي و مفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية»۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص:۱۶۵، فصل في بيان الاحق بالامامة، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفادیہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (س، مصباحی)

بالصواب۔

مسئلہ (۶): جناب قبلہ محترم فخر ملت علامۃ الدھر دام اقبالہ بعد ادائے آداب قدم بوسی کے عرض ہے کہ یہاں ایک حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ارواح اپنے رشتہ داروں کے گھروں پر ہر جمعرات کو آتی ہیں یہ غلط ہے، بلکہ مرنے کے بعد ارواح کو پنجرے میں مثل شکل حیوانات کے مقید کر دیا جاتا ہے اور جو لوگ بعد میلاد کے کھڑے ہونے کو اور سلام پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اس کی بھی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے کیا کوئی مرنے کے بعد بھی آتا ہے؟ قرآن شریف میں: "اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ الخ" سے مراد "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" پڑھنا ہے، جس کے معنی ہے تم پر درود (رحمت) ہو اور سلام۔ کھڑے ہو کر کہاں سے ثابت ہے مجھے تو حافظ صاحب کا یہ قول کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ آپ مہربانی فرما کر قرآن مبین کی روشنی میں اقوال صحیحہ سے واقف کرادیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث مقدس میں ایک شخص صاف بن صیاد کا ذکر ہے یہ کون تھا، تھا تو سرکار علیہ السلام کے زمانے میں ہی مگر یہ کیا کرتا تھا؟۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد شریف خان

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ مرنے کے بعد ارواح مثل شکل حیوانات کے پنجرے میں مقید کر دی جاتی ہیں، اس کا کہاں ثبوت ہے؟ تو سنو حدیث میں آیا کہ "ان الدنیا جنۃ الکافر و سجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض و یتفسح فیھا"[1]

ترجمہ: بے شک دنیا کافر کے لیے جنت اور مومن کے لیے قید خانہ ہے جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گھومنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ (س)

لہٰذا معلوم ہوا کہ مسلمان کی روحیں بعد مرنے کے آزاد رہتی ہیں اور وہ اپنے گھر کے اعزا واقربا کے پاس آتی ہیں، جیسا کہ مروی ہے: "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء او لیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب

[1] کتاب الزھد لابن المبارک، ص: ۲۱۱، حدیث ۵۹۷، باب فی طلب الحلال، دار الکتب العلمیہ، بیروت

بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکرنا غربتنا"۔[1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ جب عید یا جمعہ یا یوم عاشورا یا شب برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازے پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں: "ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے ہے کوئی جو ہم پر ترس کھائے ہے کوئی جو ہماری غربت میں ہمیں یاد کرے"۔(س)[2]

اس کے علاوہ اور بھی شواہد موجود ہیں جن کے لیے ایک کتاب چاہیے ثبوت مدعی کے لیے اتنا کافی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قیام کی تین صورتیں ہیں قیام محبت، قیام مسرت، قیام تعظیمی۔ بعد میلاد پاک کے تینوں قیام سے جس کی بھی نیت ہو کچھ بھی شرعی قباحت نہیں لیکن علمائے اہل سنت اور امت مسلمہ اس قیام کو قیام تعظیمی کے طور پر کرتی ہے اور مستحسن ومباح سمجھ کر نہ کہ فرض وواجب سمجھ کر، قیام تعظیمی کا ثبوت قرآن وحدیث اور اقوال سَلَف وخَلَف سے واضح ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَنَذِيۡرًا ○ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ○"[3]

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنزالایمان)

اور آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے کہ قیام سے بڑھ کر تعظیم کسی صورت میں نہیں حدیث میں ہے: "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان النبی ﷺ اذا دخل علیھا قامت الیه فاخذت بیدہ فقبلته و

---

[1] خزانۃ الروایات، قلمی نسخہ

[2] اشعۃ اللمعات میں ہے: "ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خودرا شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ" (اشعۃ اللمعات، ص:۱۶-۷۱۷، ج:۱، باب زیارۃ القبور، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: اور چند روایات میں آیا ہے کہ روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔ شیخ الاسلام "کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء" میں فرماتے ہیں: "درغرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہائے خودرا ہر شب جمعہ وروز عید وروز عاشورا وشب برات پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود الخ" (کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء ص:۶۶، فصل ہشتم: احکام دعا وصدقہ) ترجمہ: غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ روز عید روز عاشورا اور شب برات کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہے۔ (س، مصباحی)

[3] القرآن المجید، الفتح، آیت: ۸-۹

اجلستہ فی مجلسھا"[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت کدہ میں رونق افروز ہوتے تو کونین کی شہزادی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام کرتیں اور دست پاک لے کر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ خاص پر لا کر بٹھاتیں۔ (س)

اقوالِ سلف اور خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم: علامہ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ "السیرۃ النبویہ" میں فرماتے ہیں:

"جرت العادۃ ان الناس اذا سمعوا ذکر وضعہ ﷺ یقومون تعظیما لہ ﷺ و ھذا القیام مستحسن لما فیہ من تعظیم نبی ﷺ و قد فعل ذلک کثیر من علماء الامۃ الذین یقتدی بھم"[2]

ترجمہ: اُمت مسلمہ اور علمائے سلف کی عادت جاری ہے کہ جب سرکار کی پیدائش کا ذکر سنتے ہیں تو تعظیم کے لیے قیام کرتے ہیں اور قیام مستحسن ہے کہ اس میں تعظیم نبی ہے اور اس کو اس امت کے بہت سے ایسے علما نے ذکر کیا ہے، جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔ (س)

حضرت علامہ سید جعفر ابن حسن برزنجی اپنی کتاب "مولد البرزنجی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذوو روایۃ و رویّۃ، فطوبی لمن کان تعظیمہ ﷺ غایۃ مرامہ و مرماہ"[3]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میلاد کے وقت قیام مستحسن جانا ان اماموں نے جو صاحبانِ روایت و درایت ہیں تو اس کے لیے خوش خبری ہے جس کی نہایت مراد و مقصود تعظیم مصطفی ہے۔ (س)

اس کے علاوہ بہت سے اقوال علمائے دین ہیں جن کے لیے ایک کتاب چاہیے اختصار کے لیے چند دلائل پیش کیے گئے جن میں ہر ایک سے ثابت ہے کہ سرکار کی تعظیم میں قیام کرنا مستحسن کار ثواب ہے اور میلاد پاک کے بعد قیام کرنے کا صرف مقصد اتنا ہی ہے کہ پیارے آقا کی تعظیم قیام کر کے کی جائے۔

قرآن پاک میں: "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ الخ" سے مراد یقینا "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہیں اور یہ بھی تو صلوٰۃ وسلام ہی

---

[1] مشکوۃ المصابیح، ص: ۴۰۲، باب المصافحہ والمعانقہ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] السیرۃ النبویۃ، ص: ۵۲، ج: ۳، دار القلم العربی حلب، پہلا ایڈیشن ۱۴۱۷ھ

[3] مولد البرزنجی، ص ۱۸، لیبیا

ہے،اس سے صلاۃ وسلام کا ثبوت ملتا ہے جس سے ہمارا مدعا ثابت ۔

اب رہا قیام کر کے تو اس کا بین ثبوت اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور نیز اسی آیت مبارکہ کی تلاوت نماز میں کرتے ہیں تو کھڑے ہوکر یقینا صلاۃ وسلام کا خیال نیک ذہن مین آتا ہے اور یہی صلاۃ وسلام ہم نماز مین قعدہ اولی و اخیرہ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھ کر پیش کرتے ہیں ۔الحاصل صلوۃ وسلام کا مستحسن ومباح ہونا قیام کر کے بیٹھ کر ہر طرح ثابت ہے مگر کھڑے ہوکر بدرجہ اولی ہے،اگر کسی کے پاس اس کے ناجائز ہونے کی دلیل قرآن وحدیث میں ہے تو پیش کرے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ کیا پوری دنیا تا قیامت صلاۃ سلام کو قیام کے ساتھ ناجائز ثابت نہیں کرسکتی ۔

بخاری ومسلم دونوں میں ابن صیاد کا ذکر ہے،اس کا نام صیاف تھا بعض نے اس کا دوسرا بھی بتایا ہے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حیات طیبہ میں تھا علم کہانت کے ذریعہ اپنی کمائی وغیرہ کیا کرتا تھا جیسا کہ دور حاضر میں جوگی پنڈت وغیرہ کیا کرتے ہیں اس کے متعلق اقوال مختلف ہیں حضرت عبد اللہ ابن عمر وحضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنھما اسے مسیح دجال خیال فرماتے تھے اور بعض نے اس کو مسیح دجال خیال نہیں فرمایا، بلکہ اس کے اوصاف مسیح دجال جیسے تھے،لیکن چونکہ حدیث میں اس کے مسیح دجال ہونے کی صراحت موجود نہیں ہے،لہٰذا اس کو مسیح دجال نہیں کہہ سکتے اور چونکہ حدیث میں مسیح دجال ہونے کی طرف اشارہ ہے،اس لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مسیح دجال نہیں تھا،ممکن ہے کہ دجالوں میں سے یہ بھی ایک دجال ہو[1]

---

[1] ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ''میں ہے:"قال الاکمل:ابن صائد اسمه عبد الله وقيل صياف ويقال ابن صائد وهو يهودى من يهود المدينة وقيل هو دخيل فيهم وقال ابن الملك رحمه الله اختلفوا فى حال ابن الصياد فقيل هو الدجال و قيل ليس هو الدجال و نقل عن جابر احلف بالله ان ابن الصياد هو الدجا ل وانه سمع عمربن الخطاب يحلف ذلك عند النبى صلى الله عليه وسلم ولم ينكر ہ والظاهر من قصة تميم الدارى (رضى الله عنه) انه ليس هو الدجال۔ ملتقطا" (مرقاۃ المفاتیح،ص:۱۴۹،ج:۱۰،باب قصۃ ابن صیاد،دار الکتب العلمیہ ،بیروت) ترجمہ:اکمل نے کہا:ابن صائد کا نام عبد اللہ ہے اور ایک قول کے مطابق صیاف ہے اور ایک قول کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ ابن صائد مدینہ کا یہودی شخص تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ یہودیوں کے ساتھ رہنے لگا تھا۔اور ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن صیاد کے بارے میں علما کا اختلاف ہے: کہا گیا ہے کہ وہ دجال ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دجال نہیں ۔اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ ابن صیاد،دجال ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس بارے میں قسم کھاتے ہوئے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار بھی نہ کیا اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ وہ دجال نہیں تھا۔المنہاج شرح الصحیح لمسلم میں ہے:"ويقال له ابن صياد وابن صائد و سمى بهما فى هذه الاحاديث و اسمه صاف قال العلماء وقصته مشكلة وامره مشتبه فى انه هل هو المسيح الدجال المشهور ام غيره ولا شك فى انه دجال من الدجاجلة قال العلماء وظاهر الاحاديث ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يوح اليه بانه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید نے آواگون نامی ایک کتاب ہندی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ۔۔۔) المسیح الدجال ولا غیرہ وانما اوحی الیہ بصفات الدجال وکان فی ابن صیاد قرائن محتملة فلذلك كان النبی ﷺ لا يقطع بانه الدجال ولا غیرہ ولهذا قال لعمر رضی الله عنه ان يكن هو فلن تستطيع قتله.واما احتجاجه هو بانه مسلم والدجال كافر و بانه لا يولد للدجال وقد ولد له هو وان لا يدخل مكة والمدينة وان ابن صياد دخل المدينة وهو متوجه الى مكة فلا دلالة فيه لان النبی ﷺانما اخبر عن صفاته وقت فتنته وخروجه فی الارض ومن اشتباه قصته وكونه احد الدجاجلةالكذابين قوله للنبی ﷺ اتشهد انی رسول الله ودعواه انه ياتيه صادق و كاذب وانه يرى عرشا فوق الماء وانه لا يكر ہ ان يكون هو الدجال وانه يعرف موضعه وقوله انی لا عرف واعرف مولده واين هو الآن وانتفاخه حتى ملأالسكة واما اظهاره الاسلام و حجه و جهاده واقلاعه عما كان عليه فليس بصريح فی انه غير الدجال قال الخطابی واختلف السلف فی امره بعد كبره فروى عنه انه تاب من ذلك القول و مات بالمدينة وانهم لما ارادوا الصلوة عليه كشفوا عن وجهه حتى رآه الناس وقيل لهم اشهدوا قال وكان ابن عمر و جابر فيماروی عنهما يحلفان ان ابن صياد هو الدجال لا يشكان فيه فقيل لجابر انه اسلم فقال وان اسلم فقيل انه دخل مكة و كان فی المدينة فقال وان دخل و روى ابو داؤد فی سننه باسناد صحيح عن جابر قال فقدنا ابن صياد يوم الحرة و هذا يبطل رواية من روى انه مات بالمدينة و صلى عليه وقد روى مسلم فی هذه الاحاديث ان جابر بن عبد الله حلف بالله تعالىٰ ان ابن صياد هو الدجال و انه سمع عمر رضی الله تعالىٰ عنه يحلف على ذلك عند النبی ﷺ فلم ينكر ہ النبی ﷺوروى ابو داؤد باسناد صحيح عن ابن عمر انه كان يقول والله ما اشك ان ابن صياد هو المسيح الدجال.قال البيهقی فی كتابه البعث والنشور اختلف الناس فی امر ابن صياد اختلافا كثيرا هل هو الدجال قال ومن ذهب الى انه غيره احتج بحديث تميم الداری فی قصة الجساسة الذی ذكره مسلم بعد هذا قال و يجوز ان توافق..صفة ابن صياد صفة الدجال كما ثبت فی الصحيح ان اشبه الناس بالدجال عبد العزى بن قطن وليس هو كما قال وكان امر ابن صياد فتنته ابتلیٰ الله تعالىٰ بها عباده فعصم الله تعالىٰ منها المسلمين و وقاهم شرها قال وليس فی حديث جابر اكثر من سكوت النبی ﷺ لقول عمر فيحتمل انه صلى الله وسلم كان كالمتوقف فی امره ثم جاء ہ البيان انه غير ہ كما صرح به فی حديث تميم هذا كلام البيهقی وقد اختار انه غيره وقد قدمنا انه صح عن عمر و عن ابن عمر و جابر رضی الله عنهم انه الدجال والله اعلم"۔ (المنہاج شرح الصحیح لمسلم،ص:۳۹۷،ج:۲، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر ابن صیاد، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: ابن صیاد کو ابن صائد بھی کہا گیا ہے، احادیث میں دونوں ناموں کا ذکر ہے، اس کا نام صاف تھا، علمانے کہا کہ اس کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے کہ آیا وہ مشہور مسیح دجال ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا، علمانے کہا کہ بظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل نہیں کی گئی کہ یہ مسیح دجال ہے یا کوئی اور ہے، لیکن دجال کے صفات کے متعلق وحی نازل کی گئی، ابن صیاد میں دجال کے قرائن کا احتمال تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دجال ہونے یا نہ ہونے کا قطعی اظہار نہیں کیا اور (بقیہ اگلے صفحے پر...)

زبان میں شائع کی ہے جس کے اندر آواگون اور تناسخ کو نہ صرف عقلاً ثابت کیا ہے بلکہ قرآن حکیم کی بعض آیات اور احادیث مقدسہ کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اسی دنیا کو جنت اور دوزخ بتاتا ہے جس کی وجہ سے حشر ونشر اور قیامت کا بھی منکر ہے نیز سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کو بھی بار بار بتایا ہے چنانچہ لکھا ہے:

دہر میں آدم سے پہلے بھی نبی تھے مصطفی ۔۔۔ آتے ہیں دنیا مین احمد اور کرشن بار بار

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ۔۔۔)اس لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر یہ وہی ہے تو تم اس کو قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور ابن صیاد نے اپنے دجال نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا تھا کہ دجال کافر ہوگا اور وہ مسلمان ہے اور دجال لاولد ہوگا اور وہ صاحب اولاد ہے اور دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور وہ مدینہ سے مکہ گیا۔ ابن صیاد کا یہ استدلال صحیح نہیں تھا کیوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کی یہ اس وقت کی صفات بیان فرمائی ہیں جب اس کے فتنہ اور اس کے نکلنے کا وقت ہوگا۔ ابن صیاد کے اشتباہ اور اس کے دجالوں میں سے ایک دجال اور کذابوں میں سے ایک کذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: کیا آپ میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟ اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ اس کے پاس جھوٹے اور سچے آتے ہیں اور یہ کہ وہ پانی پر تخت دیکھتا ہے اور یہ کہ اس کو دجال ہونا ناپسند نہیں ہے اور یہ کہ وہ جانتا ہے کہ دجال کا کون سا علاقہ ہے اور کہاں پیدا ہوگا اور اب کہاں ہے اور اس کا پھول کر اتنا بڑا ہو جانا جس سے راستہ بند ہو گیا، باقی رہا یہ کہ اسلام کا اظہار کیا، حج اور جہاد کیا اور جس پر وہ تھا اس کا قلعہ قمع کیا (دجال ہونے سے برأت کا اظہار کیا) تو اس سے اس کے دجال ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

خطابی نے کہا: ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد اس کے بارے میں علماے سلف کا اختلاف ہے: تو مروی ہے کہ اس نے اس قول سے توبہ کر لی تھی، اور وہ مدینہ میں مر گیا تھا جب انھوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرے کو کھول کر دیکھا حتی کہ لوگوں نے بھی دیکھا، اور ان سے کہا گیا کہ گواہ ہو جاؤ۔ اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد، دجال ہے، اور انھیں اس میں بالکل تردد نہیں تھا، حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ تو مسلمان ہو گیا تھا انھوں نے کہا اگر چہ وہ مسلمان ہو چکا ہو ان سے کہا گیا وہ مدینہ میں تھا پھر مکہ گیا انھوں نے کہا اگر چہ مکہ گیا ہو۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو کھو دیا، اس حدیث سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مر گیا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ امام مسلم نے ان احادیث میں یہ روایت بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد مسیح دجال ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا اور امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ مجھے اس میں کچھ تردد نہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔ اور امام بیہقی نے "کتاب البعث والنشور" میں لکھا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ وہ دجال نہیں ہے انھوں نے امام مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو تمیم داری نے جساسہ کے قصہ میں روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ابن صیاد کی صفات دجال کی صفات کے موافق ہوں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ لوگوں میں دجال کے سب سے زیادہ مشابہ عبد العزی بن قطن ہے حالانکہ وہ دجال نہیں ہے، امام بیہقی نے کہا کہ ابن صیاد کا معاملہ ایک فتنہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مبتلا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے محفوظ رکھا اور اس کے شر سے بچایا، حضرت جابر کی حدیث میں حضرت عمر کے قول پر جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت کا ذکر ہے اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے آپ نے اس کے بارے میں توقف کیا ہو، پھر آپ کے پاس یہ بیان آ گیا ہو کہ یہ مسیح دجال کا غیر ہے جیسا کہ حضرت تمیم داری کی حدیث میں اس کی تصریح ملتی ہے، یہ امام بیہقی کی عبارت ہے اور ان کا مختار یہ ہے کہ ابن صیاد دجال کا غیر ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت یہ ہے کہ یہی دجال ہے۔ واللہ اعلم تعالیٰ اعلم بالصواب (س، مصباحی)

oooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

اور ایمان مفصل اور قرآن کریم کے موجودہ تراجم کو غلط بتایا ہے بلکہ ان کے ترجمے آواگون کے مفہوم کے بیان کیے ہیں، ایسی حالت میں کتاب مذکورہ کا مصنف مسلمان ہے یا نہیں اور اس کے بارے میں کیا حکم ہے، نیز جو صاحبان اس کو مسلمان جانے یا اس کا بائکاٹ نہ کرے ان کے بارے میں کیا حکم ہے اور ہر دو صاحبان کے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے فقط والسلام۔

المستفتی: احقر عبد الجبار بدایونی، کیراف بسم اللہ ہوٹل بالا روڈ کوٹہ، راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کا قول باطل ولغو ہے اور باطل کی تائید میں آیاتِ ربانی واحادیث نبوی کو پیش کرنا مومن کا فعل نہیں ہوسکتا، یہ اللہ ورسول پر افترا و بہتان ہے یہ آواگون اور تناسخ پر عقیدہ رکھنا اسلام کے خلاف ہے اور جو شخص اس کا مقر ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اس پر توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ کفریات کی تائید بھی کفر ہے ایسے شخص کو سمجھانے کی پوری کوشش کرنا ضروری ہے، اس دنیا کو جنت اور دوزخ سے تعبیر کرنا اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے اور بہت سی آیات اور احادیث کا انکار ہے۔ یہ دنیا دار المحن والعمل ہے اور آخرت دار الجزا ہے۔ آواگون کو ماننے سے کثیر آیات واحادیث کا انکار لازم آتا ہے اور نصوص کا انکار کفر ہے۔[1]

---

[1] اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: "ثم انکم یوم القیامة تبعثون" (القرآن المجید، سورۃ المومنون، آیت: ۱۶) ترجمہ: پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: "منها خلقناكم و فيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى" (القرآن المجید، سورہ طہ آیت: ۵۴) ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھرے جائیں گے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔ (کنز الایمان)

ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ روح الگ الگ جسموں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "ولو انكر البعث فكذلك" (الفتاوی الہندیہ، ص: ۲۸۵، ج: ۲، الباب التاسع في احكام المرتدين، کتاب السیر، دار الفکر بیروت، لبنان) ترجمہ: اور اگر کسی نے قبر سے دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اسی میں ہے: "ويجب اكفار الروافض في قولهم: برجعة الاموات الى الدنيا و بتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الى الائمة" (الفتاوی الہندیہ، ص: ۲۷۷، ج: ۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، دار الفکر بیروت، لبنان) ترجمہ: اور روافض کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس قول کی وجہ سے مردے دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور ارواح میں تناسخ ہوتا ہے (آواگون ہوتا ہے) اور اللہ کی روح اماموں میں منتقل ہوتی ہے۔ شرح العقائد کی شرح "النبراس" میں ہے: "التناسخ هو انتقال الروح من جسم الى جسم آخر وقد اتفق الفلاسفة و اهل السنة على بطلانه وقال بحقيقته قوم من الضلال فزعم بعضهم ان كل روح ينتقل في مأة الف واربعة و ثمانين من الابدان و جوز بعضهم تعلقه بابدان البهائم بل الاشجار والاحجار على حسب جزاء الاعمال السيئه وقد حكم اهل الحق بكفر القائلين بالتناسخ و المحققون على ان التكفير لانكارهم البعث" (النبراس، ص: ۲۱۳، باب البعث) ترجمہ: تناسخ وہ ایک جسم کی روح کا دوسرے جسم کی طرف منتقل ہونا ہے، فلاسفہ اور اہلسنت دونوں اس کے بطلان پر متفق ہیں۔ اور ایک گمراہ قوم نے کہا کہ یہ حقیقت ہے: تو ان میں سے بعض نے یہ گمان کیا کہ روحیں ایک لاکھ چوراسی ہزار جسموں کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور بعض نے جائز رکھا کہ روح کا تعلق نہ صرف جسموں سے ہوتا ہے بلکہ اس کے برے اعمال کے اعتبار سے اس کا تعلق درختوں اور پتھروں سے بھی ہوتا ہے، اہل حق نے تناسخ کے قائلین پر کفر کا حکم لگایا ہے اور محققین نے بعثت کے منکر ہونے کی وجہ سے تکفیر کی ہیں۔

خدائے تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کا نور پیدا فرمایا اور دنیا میں تما انبیا علیہم السلام کے بعد تشریف لائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں۔ یہی اہل ایمان کا عقیدہ ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے اہل سنت اس بارے میں کہ ایک شخص جو علمائے دیوبند کا معتقد ہے اور دار العلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب کا مرید ہے نیز تبلیغی جماعت سے بھی تعلق رکھتا ہے، کیا ایسا شخص حضرات علمائے کرام کے نزدیک صحیح العقیدہ سنی ہے اور کیا شخص مذکور بعض مصالح کے پیش نظر ایک سنی ہائی ٹرسٹ بورڈ میں شامل ہو کر عدالت میں اپنے سنی ہونے کا دعوی کرنے میں حق بجانب ہے۔ بواپسی ڈاک جواب مع مہر اور دستخط ارقام فرمائیں، تاکہ فاضل جج کے سامنے بطور ثبوت پیش کر دیا جائے۔ فقط والسلام۔

المستفتی: محمد جان خان

الجواب

قاری طیب مہتمم دار العلوم دیوبند، دیابنہ کے سرغنہ اور پیشوا اس وقت شمار کیے جاتے ہیں، جو مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ بانی دیوبندیت اور شانِ رسالت میں توہین کرنے والوں کے پیروکار ہیں اور شاگرد رشید لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور (مرید قاری طیب مہتمم دار العلوم دیوبند) کو سنی صحیح العقیدہ نہیں کہیں گے بلکہ وہ بھی دیوبندی ہے اس کا اپنے کو سنّی کہنا محض فریب اور ایک چال ہے تاکہ سنی ٹرسٹ میں شرکت کی اجازت مل جائے اور اس میں گھس کر اپنے گھنونے اور ناپاک عقیدۂ دیوبندی کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہیں ایسے آدمی کو ہرگز ہرگز کسی کام میں شریک نہ کیا

---

[1] حدیث شریف میں ہے: "عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ الخ"۔ (المواہب اللدنیہ ص:۷۱۔۷۲، ج:۱، المکتب الاسلامی، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۴ء) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

لہٰذا ایسا شخص جو آواگون اور تناسخ کا عقیدہ رکھتا ہے اور حشر و نشر کا منکر ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کو بار بار بتاتا ہے کافر ہے اس پر توبہ اور تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہے جب تک وہ توبہ نہیں کر لیتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں اور اس سے اسلامی تعلقات ختم کریں۔ (س، مصباحی)

جائے۔[1]

مسئلہ (۹)

چشم کرم کیجیے یا نائب رسول۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کہ یوم عاشورا کے موقع پر کیا شریعت مطہرہ کتاب وسنت، بزرگان دین اور اولیاے کرام صرف تعزیہ کی شکل بنانا اور تعزیہ کے اندر سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں بنانا اور اس پر پگڑی باندھنے اور اس پر پھول چڑھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ المستفتی: خادم عبدالشکور

الجواب

محرم شریف کے موقع پر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصحابہ کرام کے حالات بیان کیے جائیں اور ان سے سبق حاصل کریں اور شہداے کربلا کا سبیل لگانا اور فاتحہ دلانا یہ طریقہ احسن ہے مگر تعزیہ کی شکل بنانا اور تخت وغیرہ بنانا اور اس قسم کی چیزیں بنانا اور اس میں مصنوعی قبریں بنانا اور ان قبروں کو سیدنا امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تشبیہ دینا اور پھول وغیرہ چڑھانا اور پگڑی باندھنا اور پھر تعزیہ کو شہر میں گشت کرانا (گھمانا) جس سے عوام میں فساد برپا ہوان سب چیزوں کو کرنا ناجائز اور گناہ ہے اس سے بچنا چاہیے۔[2]

چونکہ اس میں اسراف بھی ہے اور فضول خرچ کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ہے ارشاد ربانی ہے: "اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ"[3]

ترجمہ: بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔[4]

---

[1] ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" (القرآن المجید، سورہ ہود، آیت: ۱۱۳) ترجمہ: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (کنز الایمان) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرماتے ہیں: فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (الصحیح لمسلم ص:۱۰، ج:۱، مقدمہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: تو ان سے بچنا اور اپنے سے ان کو دور رکھنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (س، مصباحی)

[2] بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص:۶۴۶، مکتبۃ المدینہ، دعوت اسلامی

[3] القرآن المجید، سورہ اعراف آیت:۳۱

[4] حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے، تعزیہ بنانا قبر کی صورت بنانا اور اس پر پھول وغیرہ چڑھانا سب ناجائز ہے"۔ ملتقطاً (الفتاوی الرضویہ مترجم، ص:۵۰۴۔۵۰۷، ج:۱۰، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

مسئلہ (۱۰) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسلک اہلِ سنت کے مطابق قرآن خوانی وایصال ثواب کے واسطے چند محلوں سے اپنے سنی مسلمان بچوں کو دعوت دی بحمدہ تعالیٰ تمام اہل اسلام حاضر ہوکر قرآن خوانی وایصال ثواب بحکم مذہب اہل سنت ادا کیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ برادری کے کچھ افراد ہمیں ایسی صورت میں برادری سے بائیکاٹ کردیا کہ محلے کے تمام اور غیر محلے کے تمام بچوں کو دعوت کیوں دی؟ اور کیوں قرآن خوانی ان سب لوگوں سے بھی کروایا؟ ہم مخصوص آدمی کافی تھے حالانکہ واقعتاً یہ مخصوص آدمی کافی نہ تھے اس لیے تمام بچوں کو بلایا۔ بس اتنی سی بات پر مجھے برادری سے علیٰحدہ کردیا، لہٰذا حضور سے عرض ہے کہ ہمیں ان لوگوں کا بائیکاٹ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بصورت ناجائز جن لوگوں نے بائیکاٹ کیا ان پر توبہ ہے؟ یا کون سا شرعی حکم واجب ہوتا ہے؟ جواں پر لاگو کیا جائے۔ واضح رہے کہ وہ لوگ بھی سنّی ہیں۔

المستفتی: محمد حنیف کوٹہ راجستھان

الجواب

قرآن خوانی اور ایصال ثواب جائز ومستحسن ہے اس کے لیے محلہ اور غیر محلہ کے بچوں کو اور مسلمانوں کو مدعو کرنا جائز ہے لہٰذا اب صورت مسئولہ میں برادری سے علیٰحدہ کرنا نفس کی پیروی ہے خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے کے لیے حدیث میں ہلاکت کی وعید آئی ہے بغیر عذر شرعی مسلمانوں سے علیٰحدگی اور قطع تعلق کرنا حرام ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے لیے جہنم کی وعید آئی ہے[1] لہٰذا تمام لوگوں کو چاہیے کہ اس سے باز آجائیں اور باہم اتحاد ویکجائی سے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لایحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال فیلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام" (صحیح البخاری، ص:۸۹۷، ج:۲، کتاب الادب، باب الہجرۃ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: کسی بھی آدمی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے کہ دونوں جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک ادھر منہ کرلیتا ہے اور دوسرا ادھر منہ کرلیتا ہے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من ھجر اخاہ سنۃ فھو کسفك دمہ" (سنن ابی داؤد، ص:۶۷۳، ج:۲، کتاب الادب، باب فی ہجرۃ الرجل اخاہ، مطبع اصح المطابع) ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کو سال بھر چھوڑ دے (اور بات نہ کرے) تو یہ اس کے قتل کی طرح ہے۔ اسی کتاب میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار" (المرجع السابق) ترجمہ: کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے تو جو شخص تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھا وہ مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوگا۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ذیل کے اشعار میں آخری مصرع صحیح ہے یا غلط؟

مصطفیٰ پچھلی کو اٹھتے تھے مدام
پاؤں پر ورم آتا تھا مدام
بارہا اس شان پر تھا کلام
حشر کے دن مجھ کو خوف نار ہے

زید مصرع اخیر کو غلط کہتا ہے عمر صحیح کہتا ہے، ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟۔

المستفتی: منشی عبد الغفار میوہ فروش، محلہ میوہ فروشان جودھپور

بتاریخ: ۱۵/ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ

الجواب

الحمد لله الذی خلق لهدایتنا الانبیاء والمرسلین وانزل علینا الکتب والقرآن المبین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمدن الذی یرفع علی العرش فی یوم الدین ویرجو شفاعته الانبیاء وسائر الشافعین لکل هول من المصائب والاٰفات ویقول الله تبارك و تعالیٰ یا حبیبی الیوم یومك والحکم حکمك وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی اٰله و اصحابه اجمعین وعلینا برحمتك یاارحم الرٰحمین۔

اما بعد۔ بندہ ہیچ مداں کمترین خلائق عبد المصطفیٰ محمد اشفاق حسین حفظہ اللہ عن کل عیب وشین، عرض کرتا ہے کہ احقر العباد کے پاس عزیزم عبد الغفار میوہ فروش اشعار مسئولہ لے کر آئے اور فرمایا کہ ان اشعار کے آخری مصرع کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ فقیر نے زبانی شریعت مطہرہ کا حکم عرض کر دیا فرمایا کہ ایسا جلدی کا جواب نہیں چاہتا بلکہ تحریری جواب چاہتا ہوں۔ فقیر نے اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے تحریری جواب کا وعدہ کر لیا۔ عدیم الفرصتی کی بنا پر ابتدا میں چند سطور کے جواب کا ارادہ کیا تھا، لیکن جب لکھنا شروع کیا تو بزرگانِ دین کا ایسا فیضان ہوا کہ جواب میں ایک رسالہ کی صورت اختیار کر لی۔ اب چونکہ ایک رسالہ ہو گیا، اس لیے مناسب مضمون رسالۂ ہذا کو مدنظر رکھتے ہوئے مسمی بہ "اعتقاد المومنین بان نبینا دافع الخوف والبلاء وشفیع المذنبین" کیا۔

رسالۂ ہٰذا کو تین فصول اور ایک تمہید پر منقسم کیا۔

فصل اوّل-ارشادات ربانی۔

فصل دوم-احادیث قدسی اور ارشادات حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فصل سوم-اقوال علمائے راسخین مع چند اشعار قصیدۂ غوثیہ۔

اب اہلِ علم سے گزارش ہے کہ بمصداق انظروا الی ما قال ولا تنظروا الی من قال۔ مؤلف رسالہ ہٰذا کی بے مائیگی پر نظر نہ کریں بلکہ کلام و مضمون کو دیکھیں کہ ماخذ قرآن واحادیث واقوال علمائے کرام ہیں اور جو کتاب اپنے ذہن سے لکھے وہ بزرگان دین کا فیضان ہے۔جس جگہ غلطی دیکھیں اصلاح کردیں۔زبان طعن و تشنیع کی نہ کھولیں۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔

عمر شاعر کا قول سراسر غلط ہی نہیں بلکہ پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتانِ عظیم ہے۔پیارے آقا شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:"من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار"[1]

ترجمہ:جس شخص نے قصداً میرے اوپر جھوٹ باندھا چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں کرے۔یعنی ان چیزوں کو بیان کرے جن کی کچھ بھی اصلیت نہیں جیسے عمر وغیرہ کا قول شاعر اور آخری مصرع کو حق جاننے والے پر توبہ فرض اور تجدید نکاح ضروری کہ اس نے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرکے اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی۔

"وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"[2]

ترجمہ:جو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جمیع مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں منافقین وغیرہ مراد ہیں جو کہ اللہ کے محبوب کے علم شریف و فضائل میں (نعوذ باللہ) طعن کرتے اور ان ہونی باتوں کو بیان کرتے ہیں۔جیسے اس زمانہ میں فرقۂ باطلہ وعمر وغیرہ نے اپنی خباثت باطنی کا اظہار کیا۔ہاں اس مصرع کو حق جاننے والے کوئی آیت یا احادیث کو اس مضمون کی پیش کرے بلکہ اپنے تمام شرکا کو اکٹھا کرلے۔ان شاء اللہ العزیز ثم ان شاء حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ہرگز کوئی آیت یا حدیث

---

[1] صحیح البخاری،ص:۲۱،ج:۱،کتاب العلم،باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ،مبارک پور

[2] سورہ توبہ،آیت:۶۱

اس مضمون کی نہیں لاسکتا۔

"فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِیۡنَ" [1]

عمر نے اس مصرع کو پیش کر کے اپنی خباثت باطنی کا اظہار کیا اور آقا و مولیٰ ﷺ کے سچے فدائیوں کو تکلیف دی۔ اور پھر کس کی شان اور کس کی طرف منسوب کیا جو اللہ رب العزت کا محبوب و برگزیدہ بندہ خلق کا آقا نائب مالك یوم الدین جن کا حکم دنیا و آخرت میں نافذ، جن کی بخشش دونوں جہان میں جاری، جن کی آمد سے فارس کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی، جس نے مردہ دلوں کو حیات ابدی بخشی، جس کے در دولت سے گنہ گاروں کو نجات و بخشش کا پروانہ ملتا ہے، جن کی طرف شاہ و گدا کی نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں، جو دلوں کی چین، مصیبت زدوں کے غم خوار، بے کسوں کے حامی و مددگار، جس کے وجود پرنور نے دنیا میں عذاب الٰہی کو آنے سے روک لیا۔

جس کی طرف جمیع اہل محشر کی نگاہیں اٹھی ہوں گی، جن کے قبضہ میں قیامت کے دن عزت اور کنجیاں ہوں گی، بلکہ جن کے سچے فدائیوں کے ہاتھ میں جنت اور دوزخ کی کنجیاں ہوں گی، جو اس میدان قیامت میں بے خوف وخطر ہوکر اپنے نام لیواؤں کو میدان حشر کی سختیوں سے نجات دیں گے۔ جو گرتوں کو سنبھالیں گے، جو ناامیدی کے وقت ڈھارس بندھائیں گے، جس کے دست مبارک میں لواء الحمد اور سر انور پر شفاعت کا سہرا ہوگا، جن کو میدان قیامت کا دولہا بنایا جائے گا، جن کے انبیاے جلیل تا حضرت خلیل نیاز مند ہوں گے، جو عرش الٰہی پر جلوس فرمائیں گے، جن سے ان کا پروردگار امت کے بارے میں مشورہ فرمائے گا جن کی زبان پر "اَنَا لَهَا وَ اُمَّتِیۡ اُمَّتِیۡ رَبِّ سلم" ہوگا، جو گنہ گاروں کے لیے رؤوف و رحیم، جن کو امت کا دشواری میں ہونا ناگوار بلکہ جن کی عظمت کے ظاہر کرنے کے لیے حشر قائم کیا جائے، جن کی ثنا کا خطبہ میدان قیامت میں ہر موافق و مخالف پڑھے گا، جن کے لیے میدانِ قیامت کا دن دنیا و مافیہا سے بہتر۔

جس نے اپنی پیاری صاحبزادی کا فاطمہ نام اس لیے رکھا ہے کہ نار سے اپنے غلاموں کو بچائیں گی جن کے سچے فدائی فارق اعظم دوزخ میں امت کو گرنے سے روک رہے ہیں، جن کے غلاموں کا جس وقت پل صراط پر گزر ہوگا دوزخ پکارے گی یا اللہ! ان کو جلدی اُتار، میں سرد ہوئی جاتی ہوں جن کے غلاموں کا فرشتے استقبال کریں اور ان کی شان و شوکت کو دیکھ کر غبطہ (رشک) کریں گے اور وہ غلامانِ مصطفیٰ میدانِ محشر سے بے خوف وخطر گزر جائیں، جن کی

[1] سورۃ، البقرۃ، آیت: ۲۴

لخت جگر کی آمد کے وقت جمیع اہل محشر کو آنکھیں بند کرنے کا حکم ہوگا اور شہزادی کے جلو (ساتھ) میں حوریں ہوں گی، آن واحد میں میدان قیامت سے گزر جائیں گی، جن کے غلاموں کے لیے میدان محشر کا دن ایک وقت کی صلوۃ مکتوبہ سے ہلکا کر دیا جائے گا، جن کے ۴/ارب ۹۰/کروڑ غلام بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے، جن کے لاڈلے بیٹے ہمارے غوث اگر اپنا پرتو دوزخ پر ڈال دیں تو دوزخ کو ٹھنڈا کر دیں، جن کے دیدار سے مشرف ہونے والے کی زیارت کرنا عذاب نار سے نجات کا سبب ہے، جو ادنیٰ سی خدمت پر خدام کو جنت الفردوس عطا فرماتے ہیں جو دنیا میں تشریف فرما ہو کر جنت لٹا رہے ہیں، جن کو عالم کے رحمت بنا کر بھیجا جو غلاموں کو ستھرا کر کے حقائق کے علوم بخشتے ہیں۔

جو دنیا و آخرت میں سیاہ و سفید کے مالک، جن کے قبضہ میں قدرت نے نفع و ضرر کی کنجیاں دی، جن کی غلامی میں جنت الفردوس و نافرمانی میں دوزخ ملتی ہے، جن کی رضا کا حکم قرآن کریم نے دیا بلکہ جن کی رضا رب العزت چاہتا ہے اور جو اپنے رب العزت کی عطا سے فرماتے ہیں کہ میں بھی نہیں راضی ہوں گا جب تک ہر ایک غلام جنت میں نہیں پہنچ جائے گا، جن کو جن کا رب غمگین نہیں دیکھنا چاہتا، جن کے سچے فدائیوں کے لیے رضا کا وعدہ کیا گیا ہے۔

وہ کون ہیں؟ وہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو شاعر عمر نے چنیں و چناں کہا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان کا کھائیں۔ انہی سے دشمنی رکھیں۔

فائدہ:

مصرع اخیر کو حق جاننے سے صدہا آیات و احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ اجمالی طریقہ سے جواب تحریر کیا اب ہر ایک کی تفصیل مع حوالہ کے یعنی جن کتب سے مضمون بالا اخذ کیا ہے۔ سنئے۔

فصل اوّل در ارشادات ربانی جل جلالہ

آیت نمبر ۱:

" وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى "[1]

ترجمہ: اے محبوب تمہارے لیے یوم آخرت، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

خلاصہ:

دنیا میں بہت سے تمہاری شانِ محبوبیت کا انکار کرتے ہیں، لیکن میدان قیامت میں ہر موافق و مخالف پر روشن ہو جائے گا۔ یہ سارے کا سارا کارخانہ تمہارے لیے بنا ہے۔ اور ہر شخص کی لو تمہاری طرف لگی ہوگی۔ اور ہم بھی

[1] سورۃ الضحیٰ، آیت: ۴

اس کی ہی بخشش کریں گے جس کی تم کہو گے۔

آیت نمبر ۲:

"عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"[1]

ترجمہ: عن قریب تمہارا رب تم کو مقام محمود پر متمکن فرمائے گا۔

حضرت سیدی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اقعدہ علی العرش"۔ مقام محمود سے مراد عرش ہے، رب العزت اپنے پیارے کو عرش پر بٹھائے گا۔

حضرت سیدی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یقعدہ علی الکرسی" مقام محمود سے مراد کرسی ہے۔ پروردگار اپنے محبوب کو کرسی پر بٹھائے گا۔ ان دونوں قولوں کی تطبیق یوں ہے کہ رب العزت عرش اعظم پر نور کی کرسی بچھائے گا، اس پر اپنے محبوب کو بٹھائے گا۔ عرش بمعنی تخت ہے اور مقرب کے لیے تخت پر کرسی رکھی جاتی ہے۔ آیت کریمہ کا ترجمہ ہوا کہ اے محبوب تمہاری شان اس قدر بلند و بالا ہے کہ تم کو تمہارا رب عرش اعظم پر نور کی کرسی پر بٹھائے گا۔

یہی مقام شفاعت ہے یہاں پر ہی اللہ کے پیارے جلوہ فرما ہو کر امت کی شفاعت اور کارکنان یوم محشر کے لیے حکم نافذ کریں گے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے مکیں کو دیکھ کر اہل محشر غبطہ (رشک) کریں گے۔ اس کو مقام محمود اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے مکیں کی اولین و آخرین تعریف کریں گے۔

عمر آنکھیں کھول کر دیکھے کہ جس دن کے لیے تو نے ان کی طرف خوف نار کی نسبت کی ہے، اس دن ان کا اعزاز کیا جائے گا۔ چشم کھول کر پڑھ اور پھر صدق دل سے اپنی بیہودہ گوئی سے توبہ کر۔ الامان۔

آیت نمبر ۳:

"وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی"[2]

ترجمہ: اے محبوب تم کو تمہارا رب اس قدر دے گا کہ راضی کر دے گا۔

حضور فرماتے ہیں: "اذاً لا ارضی قط وواحد من امتی فی النار"[3]

---

[1] سورۃ: الاسراء، آیت: ۷۹

[2] سورۃ، الضحیٰ، آیت: ۵

[3] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل وحقائق التاویل، ص: ۶۵۴، ج: ۳، الجزء: ۳۰، دار الکلم الطیب

جب تیرا اتنا فضل وکرم ہے تو میں بھی نہیں راضی ہوں گا جب تک میرا ایک ایک نام لیوا (غلام) جنت میں نہ پہنچ جائے گا۔حضرت سیدی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: "ھی الشفاعة فی امته حتی یرضی"[1]

آیت کریمہ میں اُمت کے لیے شفاعت کرنا مراد ہے، یہاں تک کہ حضور راضی ہوجائیں گے۔یعنی پوری اُمت کو داخل جنت کرلیں گے۔فقیر غفرلہ القدیر عرض کرتا ہے کہ آیت کریمہ میں شان محبوبیت کا اظہار کیا ہے اور دشمنانِ محبوب کو آگاہ کیا۔تم ہمارے محبوب کی عظمت وشان، محبوبیت سے انکار کرتے ہو۔

ہمارے محبوب کی تو وہ بالا شان ہے کہ باوجودیکہ ہم ان کے خالق اور مالک ہیں، لیکن ہم ان کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے مولیٰ! کلیم ومحبوب میں کیا فرق ہے؟

قال "الکلیم یعمل برضا مولاہ والحبیب یعمل مولاہ برضاہ والکلیم یحب اللہ والحبیب یحبه اللہ الکلیم یأتی الی طور سیناء ثم یناجی والحبیب ینام علی فراشه فیاتی به جبریل فی طرفة عین الیٰ مکان لم یبلغ احدمن المخلوقین"[2]

ترجمہ: اللہ رب العزت نے فرمایا: کلیم مولی کی رضا چاہتا ہے اور حبیب وہ ہے کہ مولی اس کی خوشنودی چاہتا ہے۔کلیم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے حبیب وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔کلیم کو وہ طور پر کلام سے مشرف ہوئے، حبیب آرام فرمارہے تھے کہ جبریل امیں آتے اور پلک جھپکنے کی مقدار میں لامکاں تک لے گئے۔

آیت نمبر ۴:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"[3]

ترجمہ: اے پیارے اے رحمت عالم! ہم نے تم کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

---

[1] تفسیر خازن شریف

[2] نزہۃ المجالس

[3] سورۃ الانبیاء، آیت: ۱۰۷

عالم ماسوئ اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔اور حضور تو عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔عمر کہتا ہے کہ ان کو خوفِ نار ہے، پھر یہ کیسی متضاد چیز ہے کہ حضور تو میدان قیامت و نار کے لیے رحمت ہیں اور وہاں ان کو خوف نار ہے۔العیاذ باللہ۔

اعتراض:

اگر تو کہے کہ نار کے لیے حضور رحمت کیسے ہیں؟

جواب:

نار کے لیے حضور رحمت اس لیے ہیں کہ کسی مسلمان کو نار میں نہ چھوڑیں گے شاعر وعمر کی خباثت باطنی کا منظر ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول جل جلالہ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان رکھا۔

اذا لم تستحي فاصنع ما شئت۔[1]

ترجمہ: بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن (بے حیا ہوجا پھر جو چاہے کر)۔

آیت نمبر ۵:

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" [2]

ترجمہ: تمہارے پاس رسول تشریف لائے جو تمہیں میں سے ہیں جن کی شان یہ ہے کہ تمہارا مشکل میں پڑنا ان کو ناگوار ہے، تمہارے لیے حریص ہیں۔مسلمانوں کے لیے وہ بہت زیادہ مہربان اور رحمت کرنے والے ہیں۔

فائدہ:

آیت کریمہ میں محبوب کو اپنے اسما میں سے تین نام مرحمت فرمائے۔رؤف، رحیم، عزیز۔یہ تین نام ہی کیوں مرحمت فرمائے؟ اس لیے کہ آیت میں امت پر محبوب کی شفقت بیان فرمایا گیا ہے۔اور امت کو تین عالم سے تعلق ہے۔ایک عالم دنیا، دوسرا عالم برزخ، تیسرا عالم آخرت۔مطلب یہ ہے کہ ہمارے محبوب، تمہارے اوپر تینوں عالم میں رحمت فرمائیں گے۔اور عالم برزخ جس میں کوئی بھی تمہارا پرسان حال نہ ہوگا۔وہاں پر اپنے دیدار سے تم کو مشرف کرتے ہیں۔سبحان اللہ اور سب خوبیاں اور تعریف اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے محبوب کو ہمارا محافظ بنایا یہ

---

[1] المعجم الكبير، ص:۲۳۶، ج:۱۷، حديث:۶۵۳، المكتبة الفيصليه، بيروت

[2] سورۃ التوبہ، آیت:۱۲۸

نعمت عظمیٰ و دولت بے بہا صرف اہل سنت و جماعت کے لیے ہے جو کہ ما انا علیہ واصحابی کے دین پاک پر ہے۔ جس کا ترجمہ اس وقت کے عرف میں اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ آپ کے شیدائی کی نظر جس وقت قبر میں آقا کے چہرۂ انور پر جاتی ہے پروانہ کی طرح اس شمع عالم پر قربان ہو جاتا ہے اور فوراً تعظیم کے لیے کھڑا ہو کر صلوۃ وسلام عرض کرنے لگتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ

الصلوۃ والسلام علیك یا نبی ا للہ

الصلوۃ والسلام علیك یا دافع البلا ء والوباء

الصلوۃ والسلام علیك یا شفیع المذنبین

مرتدین و کفار دنیا میں بھی ان کو چنیں و چناں کہتے ہیں اور قبر میں بھی کہیں گے۔ ھاہ ھاہ لا ادری جس وقت مرتد یہ کہے گا۔ اسی وقت ناری گرز رسید کیا جائے گا پھر ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح ان پر عذاب ہوتا رہے گا۔ اس وقت دل میں یہ کہے گا اے کاش کہ میں تاجدار مدنی کو اپنا آقا و مولیٰ سمجھتا اور ان کی تعظیم کرتا مگر اس وقت حسرت کرنے سے کیا ہوتا ہے۔

اے شاعر و عمر دیکھ حجت قائم کر کے اس طرح سے اہل سنت ضرب قاہر کا مزہ چکھاتے ہیں۔

آیت نمبر ۶:

"وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ"[1]

ترجمہ: اے پیارے ہم نے خالص تمہارے ذکر پاک کو بلند کیا۔

کتنا بلند کیا۔ بلند کرنے والا و ذکر کرنے والے جانیں ہم تو اتنا عرض کر سکتے ہیں کہ جہاں رب العزت کا ذکر پاک وہاں محبوب کا ذکر۔ رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے: "اذا ذکرت ذکرت معی" جہاں پر میرا ذکر کیا جاتا ہے وہاں پر اے محبوب تمہارا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت سیدی حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وشق له من اسمه لیجله

فذو العرش محمود و ھذا محمد ﷺ

سوتے وقت، ذبح کے وقت محبوب کا ذکر اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس جگہ شان قہر معلوم ہوتی ہے اور محبوب

---

[1] سورۃ الانشراح، آیت: ۴

سراپا رحمت ہیں۔

آیت نمبر ۷:

"وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ "[1]

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے محبوب ان میں تشریف فرما ہو۔

جس جگہ رحمت ہوتی ہے عذاب کیسا! حضور سراپا رحمت ہیں پھر عذاب کیوں کر نازل ہو! جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت نے دنیا میں عذاب الٰہی کو آنے سے روک دیا تو کیا میدان قیامت میں اپنے فدائیوں کو عذاب الٰہی سے نجات نہ دلوائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز ضرور دلوائیں گے۔ اور ایسی نجات دلوائیں گے کہ آپ کے صدقہ سے مسلمانوں کے لیے پچاس ہزار برس کا دن ایک وقت کی صلوۃ مکتوبہ سے زیادہ ہلکا کر دیا جائے گا۔

بیہقی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قال سئل رسول الله ﷺ عن يوم كان مقداره خمسين الف سنة ماطول هذا اليوم فقال والذى نفسى بيده انه ليخفف على المومن حتى يكون اهون عليه من الصلوة المكتوبة يصليها فى الدنيا"[2]

ترجمہ: راوی کہتے ہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوم قیامت کے متعلق جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے، عرض کیا گیا کہ حضور اس قدر بڑا دن ہوگا سرکار اعظم مختار کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مومن کے لیے ایک وقت کی صلوۃ مکتوبہ سے زیادہ ہلکا کر دیا جائے گا۔ اے میرے پیارے آقا یہ آپ کی ذات کا صدقہ ہے۔

نکتہ:

صحابہ کرام کا تعجب کے ساتھ سرکار علیہ السلام سے عرض کرنا ضرور معنی خیز ہے، غالباً اس میں یہ بھید ہوگا کہ گو وہ پچاس ہزار برس کا دن ہے مگر ہم ایسی ہستی کے غلام ہیں جس کی جود و عطا سے دونوں عالم بہرہ مند ہیں۔ لہٰذا معلوم کر لیا جائے کہ فدائیوں کے لیے کچھ تخفیف کر دی جائے گی اس پر محبوب خدا نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اے میرے فدائیو! میرے صدقہ و طفیل میں میرے غلاموں کے لیے ایک وقت کی صلوۃ مکتوبہ سے زیادہ ہلکا کر دیا جائے گا۔

---

[1] سورۃ، الانفال، آیت: ۳۳

[2] مشکوۃ المصابیح، ص: ۴۸۷، باب الحوض والشفاعۃ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

فائدہ اولیٰ:

آپ کے صدقہ سے تو امت کے لیے پچاس ہزار برس کا دن ایک وقت کی صلوۃ مکتوبہ سے ہلکا کر دیا جائے گا۔ اور آپ کو وہاں کا خوف! الامان۔

فائدہ ثانیہ:

آیت کریمہ سے حضور ﷺ کا دافع البلاء ہونا ثابت ہوا۔ عذاب سے بڑھ کر کون سی بلا ہو گی جب حضور اسی کو دفع فرما رہے ہیں تو کیا دنیوی مصائب و آفات کو دفع نہیں فرما سکتے۔ ضرور دفع فرما رہے ہیں۔

آیت نمبر ۸:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوْا اَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا "[1]

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے دربار میں آئیں پھر اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور معافی مانگیں ان کے لیے رسول تو بے شک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

خلاصہ:

قرآن کریم خود گنہ گاروں کو اپنے محبوب کے دربار میں بلا رہا ہے۔ اور کریموں کی شان نہیں کہ اپنے در پر بلا کر خالی واپس کر دیں۔ کیا خوب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

فائدہ:

دیکھئے شاعر صاحب! اللہ تعالیٰ کے محبوب کی یہ شان ہے، جس کے لیے تم نے چنیں و چناں کہا قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ محبوب کے کاشانہ اقدس پر آ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگو تم کو وہاں سے پاک و صاف کر کے بھیجا جائے گا۔

سبحان اللہ! کیسی بشارت عظمیٰ دی گئی ہے۔ اے رب العزت اپنے محبوب کے صدقہ و وسیلہ سے کاتب رسالہ ہذا اور اس کے والدین و اساتذہ، و دوست، احباب و سائل و کل اہل سنت و جماعت کے جمیع گناہوں کی مغفرت

[1] سورۃ، النساء، آیت: ٦٤

کر دے آمین ثم آمین۔

اور اپنے محبوب کے دربار کی حاضری نصیب فرما۔ آمین ثم آمین۔ محبوب بھی وہ محبوب جو اپنے غلاموں کو ستھرا و پاک کر کے حقائق کے علوم بخشتے ہیں۔ اللہ رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے:

آیت نمبر ۹:

" هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍO وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ "[1]

ترجمہ: اللہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر آیات الٰہی پڑھتا ہے اور انہیں پاک و صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ نیز پاک کر دے گا اور علم عطا فرمائے گا ان کی جنس کے اور لوگوں کو جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہ ہی غالب حکمت والا ہے یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ الحمد لله و المنة۔

آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہمارے آقا گناہوں سے پاک وستھرا کر کے کتاب و حقائق کے علوم بخشتے ہیں اور پھر یہ خصوصیت صحابہ کے لیے خاص نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بشارت عظمیٰ ہے یعنی جو صحابہ کے بعد قیامت تک آئیں گے ان کو بھی پاک کر کے علوم عطا فرماتے ہیں۔

صاحب تفسیر بیضاوی شریف آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"هم الذين جاؤا بعد الصحابة الى يوم الدين۔"[2]

ترجمہ: دوسرے وہ ہیں جو قیامت تک صحابہ کے بعد آئیں گے۔

آقا کا یہ کرم صرف اہل سنت و جماعت کے لیے مخصوص ہے۔ جن کا کہ ان چیزوں پر ایمان ہے۔ اب رہے فرقۂ باطلہ والے ان کے حصہ میں یہ نعمت عظمیٰ نہیں ہے نہ ان کا اس پر ایمان ہے اور نہ وہ اس کے اہل ان کا طاغی تو لکھ گیا ہے: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں زید و عمر تو اِس کا اُس کا مالک، لیکن اللہ کے پیارے جن کے صدقہ میں یہ دنیا بلکہ عالم وجود میں آیا کسی چیز کے مالک نہیں۔ الامان۔

---

[1] سورہ، جمعہ، آیت: ۲۔ ۴

[2] انوار التنزيل و اسرار التاويل المعروف به تفسيربيضاوى، سوره جمعه

مسلمانو! کیا اس طاغی سرکش نے ایسی خبیث عبارت لکھ کر آقا کے سچے فدائیوں کے دلوں کو چھلنی نہ کر دیا ضرور کر دیا۔ اس کا پتہ تو کل میدان قیامت میں ہوگا۔ جب کہ اس کی ٹاٹ پر ناری گرز پڑیں گے۔ خداوند کریم فرماتا ہے:

"وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔"[1]

ترجمہ: نہیں برا لگا منافقین کو مگر یہ کہ اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

قرآن کریم صاف فرما رہا ہے کہ اللہ و رسول نے غنی کر دیا غنی کون کرتا ہے جس کے پاس دولت ہوتی ہے یا جو کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوتا! نیز آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے کا ہاتھ خداوندی خزانہ پر ہے۔ جس کو چاہیں غنی کر دیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حبیب خدا کے غنی کرنے سے حسد کون کرتا ہے۔ اس زمانہ میں منافقین تھے، اس زمانہ میں یہ ڈبل منافقین ہیں۔ بلکہ ابوالمنافقین ہیں۔ اب اس طاغی یا اس کے دم چھلوں سے معلوم کرو کہ قرآنی فیصلہ تو یہ ہے کہ اللہ کے پیارے غنی کرتے ہیں تو یہ نیا ملعونی حکم کہاں سے لایا جس نے ہمارے دلوں کو چھلنی کر دیا۔ اے اللہ کے پیارے ہمیں دنیا و آخرت میں غنی فرما۔ کیا خوب اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیے ہیں در بے بہادیے ہیں

آیت نمبر ۱۰:

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ"[2]

ترکیب نحوی:

اَلَآ: حرف تنبیہ ہوشیار خبردار کرنے کے لیے لاتے ہیں۔ آیت کریمہ میں ان کو خبردار کیا ہے جو اولیائے کرام کی عظمت و شان و رفعت کا انکار کرتے ہیں۔

اِنَّ: حرف تحقیق یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے، تاکیدی موقع پر لاتے ہیں تاکہ مشکوک سامع کے تمام شکوک وشبہات وخدشات مٹ جائیں اور اگر پھر بھی نہ مانے تو ناری کوڑا اس کے لیے تیار ہے۔

اولیاء: جمع ولی اس کی اصلیت ولاء ہے، ولاء کے معنی قرب و نصرت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ولی اللہ کا

---

[1] سورہ، توبہ، آیت: ۷۴

[2] سورہ، یونس، آیت: ۶۲

مقرب بندہ اوراس کے دین کا مددگار رہے۔ولی کا معنی مالک،صدیق،متصرف،ناصر،مقرب،بندہ خاص۔ہر معنی سے ہمارا مطلب حاصل ہے۔

اللہ: اسم ذات معبود برحق۔اصطلاح میں یہ علم ہے ایسی ذات کا جو واجب الوجود اور جمیع صفات حمیدہ کا جامع اور عیوب ونقائص سے منزہ نیز اس اسم ذات کا اطلاق سوائے معبود برحق کے دوسرے پر جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔کفار مکہ جن کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی انھوں نے بھی اپنے جھوٹے معبودوں پر اس کا اطلاق نہیں کیا۔

ایک ضروری مسئلہ:

جس طرح اللہ کا اطلاق غیر خدا پر نہیں ہوسکتا اسی طرح رحمٰن کا بھی۔آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جس آدمی کا نام عبدالرحمٰن ہے اس کو عبدالرحمٰن سے مخاطب کرتے ہیں اس کا خیال رکھنا ضروری۔رحمٰن کا اطلاق غیر خدا پر جائز نہیں جس کو یہ مسئلہ معلوم ہو تو اس کے اوپر فرض ہے کہ دوسرے کو جب ایسی غلطی میں دیکھے اس کو منع کر دے۔

لا: حرف نفی،خوف بمعنی ڈر۔علی حرف جار بمعنی اوپر،ھم ضمیر جمع مذکر غائب اولیاء کی طرف لوٹتی ہے۔یحزنون مضارع مادہ حزن بمعنی اندوہ غم ضمیر اولیاء کی طرف لوٹتی ہے۔

الا حرف تنبیہ،اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اولیاء مضاف،اللہ مضاف الیہ۔مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم اِنَّ،اس میں اضافت تعظیمی ہے۔(کبیت اللہ) لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ خبر اِنَّ۔ اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تنبیہیہ ہوا۔

اعتراض:

اگر معترض کہے کہ جملہ خبریہ وہ ہوتا ہے کہ جس کی خبر میں صدق وکذب دونوں پائے جاتے ہیں؟

جواب:

خبر کا دارومدار مخبر پر ہوتا ہے جیسا مخبر ہوتا ہے اس کا ویسا ہی حکم ہے نیز یہ تعریف خبر صرف اہل دنیا کے لیے ہے نہ کہ معاذ اللہ رب العزت واہل اللہ کے لیے۔

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا" [1]

نحویوں نے اس کی صاف تصریح کی ہے جس کو شک ہو وہ دیکھ لے اس میں شک نہ کرے گا مگر بندۂ شیطان۔ مسلمان کا تو کبھی اس کی طرف وہم بھی نہیں جاسکتا۔

[1] سورۃ،النساء،آیت:۸۷

آیت کریمہ کی تفسیر بھی ملاحظہ کیجئے کہ صحابۂ کرام بلکہ خود حضور سید عالم ﷺ و مفسرین عظام کیا فرماتے ہیں:

حضرت سعید بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اولیاے کرام کے متعلق معلوم کیا کہ حضور وہ کون لوگ ہیں؟

ارشاد فرمایا: "هُمُ الَّذِين اِذَا رَاَوْ ذکر الله" ترجمہ: اولیا وہ ہیں جنھیں دیکھ کر خداے پاک یاد آجائے۔

حضرت حَبر الامۃ امام المفسرین سیدی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: "في هذه الآية هم الذين يذكر الله لرويتهم"[1]

ترجمہ: آیت کریمہ میں وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے دیکھنے سے خدا کا ذکر ہوتا ہے یعنی خدا یاد آتا ہے۔

حضرت ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''ولی وہ ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ تقوی بھی حاصل کرتا ہو۔''[2]

حضرت سیدی علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی تفسیر مدارک شریف میں آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں: "(اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ) هم الذين يتولونه بالطاعة و يتولاهم بالكرامة (لا خوف عليهم) اذا خاف الناس (ولا هم يحزنون) اذا حزن الناس"[3]

اولیاء اللہ سے وہ شخص مراد ہیں جو اپنا وقت خدا کی اطاعت و بندگی میں گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے کرامت سے مشرف فرماتا ہے۔ اور جب آدمی خوف و رنج میں ہوں گے ان کے اوپر نہ خوف ہوگا اور نہ غمگین کیے جائیں گے۔

فائدہ:

یہ مسلمہ فیصلہ ہے کہ ولی کا مرتبہ انبیاے کرام سے کم بلکہ ولی، ولی اس وقت بنتا ہے جب کہ وہ انبیاے کرام خصوصاً سید الانبیا ﷺ کی غلامی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک جانتا ہو اب نتیجہ یہ نکلا کہ جس کے غلاموں کی یہ شان ہوگی تو میدانِ قیامت کی گھبراہٹ کا ان کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوگا اور بلا خوف و غم کے اس دن ہوں گے، نیز ان کی شان پاک ایسی ہے کہ ان کے دیدار سے مشرف ہونا امر خیر میں شامل بلکہ ان کی دید سے ذکر خدا یاد آتا ہے۔ پھر آقا

---

[1] تفسیر خازن شریف ج:۲، ص:۳۲۴

[2] تفسیر خازن

[3] تفسیر النسفی معروف بہ مدارک التنزیل وحقائق التاویل، ص:۳۰، ج:۲ سورہ، یونس، الجزء:۱۱، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الاولى: ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸م

کی طرف یہ نسبت کرنا کہ ان کو خوف نار ہوگا جیسا کہ شاعر کی تحریر سے معلوم ہوا یہ سراسر غلط نہیں تو اور کیا ہے۔

بلکہ اس کے اندر تنقیص پائی جاتی ہے اور انبیاے کرام کی تنقیص کرنا کفر ہے۔ جس کے غلاموں کی دید سے خدا یاد ہوتا ہے، پھر آقا کے مرتبہ کو کون پہچان سکتا ہے۔ جیسا کہ خود ہی ارشاد فرمایا ہے، اور مخاطب بھی کس کو کیا جو روز میثاق سے حضور کے ساتھ اور اب بھی بلکہ ہمیشہ ساتھ رہیں گے یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ "یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی" ترجمہ: اے میرے فدائی صدیق جیسا کہ میں ہوں ٹھیک سوائے میرے خالق و مالک کے دوسرے نے نہ پہچانا۔ ہاں عرض یہ کر رہا تھا کہ جس کے غلاموں کی دید سے خدا یاد ہو تو آقا کے دیدار سے مشرف ہونے والے کو جلوہ خداوندی نظر کیوں نہ آئے۔

جیسا کہ خود آقا نے فرمایا: "من رأنی فقد راء الحق"[1]

اگر میرے غلاموں کے دیدار سے خدا یاد ہوتا ہے تو جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا۔ اسی ضمن میں چند احادیث بھی جو موقع اور محل کے بہت مناسب ہیں عرض کرتا ہوں سیدی غیظ المنافقین والمرتدین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ان من عباد الله لاناساً ماهم بانبیاء ولا شهداء یغبطهم الانبیاء والشهداء یوم القیامة بمکانهم من الله، قالوا یا رسول الله تخبرنا من هم۔ قال هم قوم تحابوا بروح الله علی غیر ارحام بینهم ولا اموال یتعاطونها فوالله ان وجوههم لنور وانهم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرأ هذه الآیة "الا ان اولیا ء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ بندے ایسے ہیں کہ نہ تو وہ نبی ہیں نہ شہید لیکن انبیاے کرام و شہداے عظام ان کے مراتب کو دیکھ کر غبطہ کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ سرکار ہم کو ان کے حال سے خبردار فرمایئے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ محض لوجہ اللہ محبت کرتے ہیں مال یا رشتہ دار کی وجہ سے محبت نہیں کرتے ہیں۔

خدا کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نورانی مکان میں قیام کریں گے اور جب اہل محشر خوف زدہ و غمگین ہوں گے، ان کو خوف نہ ہوگا اور نہ غم اس کے بعد سرکار اعظم نے اس آیت کریمہ کو تلاوت فرمایا:

"اَلَا اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ"

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

---

[1] صحیح البخاری، ص:۱۰۳۶، ج:۲، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام،

"قال رسول اللہ ﷺ "ان اللہ تبارك و تعالیٰ یقول یوم القیامۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی"[1]

ترجمہ: حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ کہاں ہیں اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنے والے؟ قسم ہے مجھ کو اپنے جلال کی کہ آج کے دن ان پر سایہ کروں گا۔ یہ وہ دن ہے سوائے میرے سایہ کے اور کہیں سایہ نہیں ہے۔ (یہاں عرش اعظم ولواء الحمد کا سایہ مراد ہے)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

"قال کنت عند النبی ﷺ فقال ان للہ عبیدا لیسوا بانبیاء ولا شھداء یغبطھم النبیون والشھداء بقربھم ومقعدھم من اللہ یوم القیامۃ قال وفی ناحیۃالقوم اعرابی فجئنا علی رکبتیہ ورمی بیدیہ ثم قال حدثنا یا رسول اللہ عنھم من ھم قال فرأیت فی وجہ رسول اللہ ﷺ البشر فقال ھم عباد من عباد اللہ ومن بلدان شتی قبائل شتی لم یکن بینھم ارحام یتواصلون بھا ولا دینار یتباذلون یتحابون بروح اللہ یجعل اللہ وجوھھم نوراویجعل لھم منابر من لؤلؤ ء قدام الرحمٰن یفزعون الناس ولا یفزعون ویخافون الناس ولا یخافون"[2]

ترجمہ: راوی کہتے ہیں میں دربار رسالت جہاں پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر تھا تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کچھ بندے اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ نہ تو وہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن انبیائے کرام شہدائے عظام ان کے مراتب عالیہ وقربت من اللہ کو دیکھ کر غبطہ (رشک) کریں گے راوی کہتے ہیں کہ مجلس پاک کے ایک طرف گاؤں کے ایک صحابی بیٹھے تھے انھوں نے سرکار اعظم کی زبان مبارک سے اولیائے کرام کے اعلیٰ مراتب سن کر خوشی میں اپنے اوپر گھٹنوں کے مٹی ڈالی اور پھر مٹی کو پھینک کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! بیان فرمئیے کہ ایسی پاکیزہ صفات والے کون لوگ ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے آقائے نامدار کے چہرۂ مبارک میں بشاشت دیکھی (مسرت اس وجہ سے ہوئی کہ رب العزت کا شکر ہے کہ ہمارے صدقے سے ہمارے غلاموں کو ایسا عالی مرتبہ ملا) اور فرمایا کہ وہ خاصّانِ خدا ہیں مختلف شہروں، مختلف قبائل کے ان کے درمیان میں کوئی دنیوی رشتہ نہیں ہے اور نہ ان کے پاس دنیوی مال ہے کہ خرچ

---

[1] الصحیح لمسلم، ص:۳۱۷، ج:۲، کتاب البر والصلہ والآداب، باب فی فضل الحب فی اللہ تعالیٰ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

[2] تفسیر خازن شریف ج:۲، ص:۳۲۲

کریں لوجہ اللہ محبت کرتے ہیں روز محشر اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کونورانی کرے گا اور آبدار موتی کے ممبر پر اپنے سامنے بٹھائے گا۔آدمی پریشان وغمگین ہوں گے وہ پریشان وغمگین نہیں ہوں گے آدمی خوف زدہ ہوں گے وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے۔

غبطہ وحسد کی تعریف

غبطہ (رشک) وہ ہے کہ غابط ہمیشہ مغبوط جیسا ہونے کی تمنا کرتا ہے، یہ اچھی چیز ہے۔

رشک پر ہے کل ترقی کا مدار　　　　گر رشک نہیں اس میں انسان ہے حمار

حسد (جلن) وہ ہے کہ حاسد ہمیشہ محسود کی نعمت کا زوال چاہتا ہے یہ بری چیز ہے۔

گرتا ہے حاسد ہمیشہ سرنگوں　　　　رتبۂ محسود ہوتا ہے فزوں

فائدہ اولیٰ: احادیث میں انبیاے کرام کی طرف غبطہ کرنے کی نسبت آئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں، مراتب عالیہ سے اولیاے کرام کا مرتبہ زیادہ ہے کہاں انبیاے کرام کے مراتب عالیہ اور کہاں اولیاے کرام جو درحقیقت انبیاے کے خدام ہیں۔ بلکہ انبیاے کرام کا غبطہ کرنا شکر گزاری کی حیثیت سے ہوگا کہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے صدقہ وطفیل ہماری امتیوں کو ایسی بزرگی عطا فرمائی ہے۔

حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اولیاے کرام کو جو کچھ قربۃ من اللہ حاصل ہے یہ سب انبیاے عظام ہی کا صدقہ وطفیل ہے۔فافہم۔

فائدۂ ثانیہ: عمرو شاعر چشم کھول کر دیکھیں کہ جس کے غلاموں کی یہ شان ہوگی کہ روز محشر نہ ان کو غم ہوگا اور نہ خوف اور وہ غلامانِ مصطفیٰ میدان قیامت میں خراماں خراماں میدان قیامت کو عبور کر کے رب العزت کی حضوری میں حاضر ہوں گے رب العزت اپنے فضل وکرم اور اپنے پیارے کے صدقہ سے چمک دار موتیوں کی کرسی پر اپنے سامنے بٹھائے گا۔ پر محبوب تو محبوب ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے قریب نور کی کرسی پر بٹھائے گا۔

آیت نمبر ۱۱:

"لَیۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ"[1]

یہ آیت کریمہ وہ ہے جو فرقۂ باطلہ کے ہر بچہ کی ورد زبان ہے اور کہتے پھرتے ہیں کہ تم (یہ خطاب اہلِ سنت و جماعت سے) جس کو مالک ومختار کہتے ہو اس کو قرآن کریم کہتا ہے کہ ان کو کچھ بھی اختیار نہیں اور کوئی امر ان کے

---

[1] سورۃ آل عمران، آیت: ۱۲۸

لیے نہیں۔

فقیر غفرلہ القدیر بعون المولیٰ و بعون حبیبہ عرض کرتا ہے کہ آج تک ایک بھی فرقۂ باطلہ کے فرد نے آیت کریمہ کا مطلب نہ سمجھا اور نہ اس کے اندر اتنا مادہ ہے کہ کلام الٰہی کو سمجھے۔ کلام الٰہی کو وہ سمجھتا ہے جن پر قرآن نازل ہوا جو ان کی غلامی کرتا ہے۔ اگر فرقۂ باطلہ والے اس آقا کی محبت و عظمت اپنے قلب میں رکھ کر آیت کریمہ کے معنی و مطالب پر غور کرتے تو ان کو سیدھی راہ ملتی اور گمراہی کے راستہ پر نہ جاتے۔

آیت کریمہ کا مطلب بزرگان دین کے فیضان سے سگ غلامان مصطفی عرض کرتا ہے: اس کو چشم انصاف سے دیکھنا۔ھو ھذا۔

آیت کریمہ کا پہلے سبب نزول پیش کرتا ہوں اس کے بعد مطلب عرض کروں گا۔ سبب نزول یہ ہے کہ جب جنگ اُحد شریف میں حضور پرنور کے دو دندان مبارک اور شیر خدا و رسول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور چند صحابہ جن کی تعداد ستر ہے شہید ہو گئے آقا کو اپنے فدائیوں خصوصاً مشفق چچا کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ اور پھر ان کی نعش مبارک کو مثلہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا ادھر چہرۂ انور لہولہان ہو رہا تھا ان تمام حالات کو ملاحظہ فرما کر اہلِ مکہ پر بددُعا کا ارادہ کیا ابھی ارادہ فرما ہی تھا کہ آیت کریمہ مذکورہ نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم تو عالم کے لیے سراپا رحمت بھیجے گئے ہو تم ہمارا عذاب کیوں کراتے ہو۔

ہم نے تمہارے لیے فرمایا ہے کہ جس جگہ تم ہو گے عذاب نازل نہیں کریں گے۔ خلاصہ آیت کریمہ سے ہمارا مدعا ثابت ہوا یعنی مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ سے مراد بددعا کرنے کی ممانعت ہے۔ شئ سے مراد یہاں عذاب الٰہی کا نزول ہے اور یہ چیز رحمت کے منافی ہے۔

چنانچہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا فرمائی: "اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون"[1]

ترجمہ: اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ انجان ہیں یعنی وہ بینائی عطا فرما جس سے کہ مجھ کو پہچانیں۔

الحاصل آیت کریمہ کے سبب نزول و مطلب سے یہ ثابت ہوا کہ من الامر شئ کی نفی سے بددعا کرنا مراد ہے، اب ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ان ملعونوں نے یہ کہاں سے مطلب نکالا کہ حضور کسی امر کے مالک نہیں!۔

جس آقا کی رحمت نے یہ اثر کیا کہ بددعا کرنے سے روک دیے گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بددعا کر دیں اور عذاب آ جائے تو کیا اس ذات کو خوف نا رہو گا؟ ان فرقۂ باطلہ والوں کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔

---

[1] شعب الایمان، ص: ۱۶۴، ج: ۲، حدیث: ۱۴۴۷

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم　　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ و بارك و كرم والحمد للہ رب العالمین۔

فصل دوم......احادیث قدسی وارشادات حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

پہلی حدیث:

"اوحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ان فاتحۃالزبور محمد رسول اللہ خیر من تظلہ السماء ونبی الرحمۃ وقائد الغر المحجلین و امام المتقین ونور العباد وربیع البلاد ومعدن الخیر وانہ المبعوث الی الامۃ المرحومۃ وشفیع من لم یکن لہ وسلیۃ والرحمۃ تنزل فی زمانہ ودولتہ متوسدۃ عند فراقہ من الدنیا وقبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ"[1]

محمد رسول اللہ ظاہر کرنے والے ہیں لکھی ہوئی چیز کو عالم کے لیے ان کا وجود آسمان سے زیادہ مفید بلکہ آسمان کے اندر جو خیر و برکات ہیں یہ سب ان کا ہی صدقہ وطفیل ہے۔

سراپا رحمت ہیں۔ غرالمحجلین کے قائد ہیں۔ متقیوں کے پیشواں، بندوں کے لیے نور ہیں (یعنی عالم میں جو کچھ روشنی ہے سب انہیں کے نور کی ہے) شہروں کے لیے موسم بہار، یہاں شہر سے مراد کل زمین ہے یعنی جس طرح موسم بہار میں سہانی سہانی فرحت افزا ہوا ہوتی ہے (اس سے زیادہ اہل زمین کو ان کے وجود پاک سے فرحت ہوگی بلکہ موسم بہار کے اندر جو تر و تازگی نظر آتی ہے، یہ سب اسی ذات پاک کا صدقہ ہے، مطلب یہ ہے کہ عالم کی ہر چیز کا وجود بلکہ عالم کا وجود اور جو کچھ اس کے اندر خیر و برکات ہیں یہ مدنی تاجدار کے قدوم کی برکت ہے) بھلائی کی کان ہیں، امت مرحومہ کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔ بے کسوں کے حامی و مددگار، دلوں کے چین، ان کے زمانۂ پاک میں رحمت کا نزول ان کے مزار کی جگہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو جنت الفردوس کو اس پاک جگہ سے کوئی نسبت نہیں۔ وہ جنت الفردوس ہے یہ شہنشاہ عالم کے آرام کی جگہ ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں وہ بقعہ شریفہ جس جگہ حضور پرنور کا مزار پاک ہے جنت الفردوس وعرش اعظم سے افضل ہے۔

دوسری حدیث:

"وما خلقت خلقاً اکرم علیّ منك ولقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتك

---

[1] نزہۃ المجالس، ص: ۷۳

ومنزلتك عندی ولو لا ك ما خلقت ا لدنیا‘‘ (مواہب اللدنیہ،ص:۱۲) ترجمہ:اے محبوب تم سے زیادہ بزرگ میں نے کسی کو پیدا نہ کیا اور البتہ میں نے دنیا واہل دنیا کو تمہاری عظمت وشان محبوبیت دکھانے کے لیے پیدا کیا ہے، اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔

’’اَلدُّنْیَا مزرعۃ الآخرۃ‘‘[1]

ترجمہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

یعنی دنیا کا ہی آخری دن قیامت ہے، دنیا عمل کی جگہ ہے وہ حساب کا دن ہے، دنیا میں جو کچھ کیا جائے گا، اس کا نتیجہ آخرت میں معلوم ہوگا اب اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا وآخرت بلکہ عالم کو اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ محبوب خدا کی عظمت وبزرگی وشان محبوبیت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اے عمرو شاعر! چشم حقیقت کھول کر دیکھ جس دن کے لیے تو نے ان کی طرف خوف نار کی نسبت کی ہے وہ دن تو ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

تیسری حدیث:

’’قال یا محمد (یا حبیبی)أتعرفنی قال سبحانك ما عرفناك حق معرفتك قال یا محمد اتدری این انت قال انت اعلم قال ماوراء مقامك لمخلوق مقام نقلتك من عالم الی عالم ومن معراج الی معراج حتی لم یبقی فی ملکوت السمٰوت والارض عجیبة الا اطعتك علیها ولو لاك ما خلقت الاملاك ولا ادرأت الافلاك‘‘[2]

ترجمہ: شب معراج اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب تم نے مجھ کو پہچانا؟ عرض کیا ’’ما عرفناك حق معرفتك‘‘ ارشادِ ربی ہوا اے محبوب! تم جانتے ہو کہاں ہو؟ عرض کیا تو زیادہ جانتا ہے ارشاد فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں کہ مخلوق میں سے سوائے تمہارے دوسرا نہیں آسکتا۔ میں نے تم کو ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف ایک معراج سے دوسری معراج کی طرف منتقل کیا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب میں تم کو مکان سے لا مکاں لایا۔ اور اس مقام پر سوائے تمہارے کوئی اور نہیں آسکتا۔ آسمان وزمین میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہی جس سے تم کو مطلع نہ کیا ہو عالم کی ہر چیز سے تم کو خبر دار کیا کجا عالم، ہم ہی تم سے نہ چھپے اپنے دیدار سے تم کو مشرف فرمایا پھر عالم کی کون سی ایسی چیز ہے جو تم سے چھپی رہ جائے۔ کیا خوب اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

---

[1] المقاصد الحسنة فیما اشتھر علی الالسنة، حدیث:۴۸۳

[2] نزھة المجالس، ص:۱۰۴، ج:۲

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اور اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمان وزمین وغیرہ کو پیدا نہ کرتا۔
عمروشاعران احادیث کوغور سے دیکھے۔ع

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ نیز توراتِ مقدس کا مضمون حدیث یکم حضرت سیدی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

پہلی حدیث:

"قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم (وفی روایة انا سید آدم وولد آدم) یوم القیٰمة واناأول من تنشق عنه الارض فاكسىٰ الحلة من حلل الجنة ثم اقوم عن یمین العرش فلیس احد من الخلائق یقوم ذلك المقام غیری"[1]

ترجمہ: حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور ایک روایت میں آدم اور اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی سب سے پہلے اپنی قبر انور سے جلوہ فرما ہوں گا۔ اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو شفاعت کرے گا اور میری ہی شفاعت پہلے قبول کی جائے گی۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اتنا زائد کیا کہ میں ہی سب سے پہلے اپنی قبر انور سے جلوہ فرما ہوں گا۔ اور مجھ کو ہی سب سے پہلے نورانی لباس پہنایا جائے گا پھر یمین عرش پر کھڑا ہوں گا اور یہ وہ مقام ہے جہاں کہ سوائے میرے کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوگا۔

دوسری حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ انا اول الناس خروجاً اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا نصتوا وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامة والمفاتیح یومئذ بیدی و لواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی

---

[1] جامع الترمذی، ص: ۲۰۱، ج: ۲، ابواب المناقب، باب جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

يطوف على الف خادم كانهم بيض مكنون او لؤلؤ منثور[1]

تیسری حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہیں:

"قال جلس ناس من اصحاب رسول اللهﷺ ينتظرونه قال فخرج حتى اذا دنا منهم سمعهم يتذاكرون فسمع حديثهم فقال بعضهم عجباان الله اتخذ من خلقه خليلا اتخذابراهيم خليلاًوقال آخرماذا باعجب من كلام موسىٰ كلمه تكليماً وقال آخر فعيسىٰ كلمة الله و روحه وقال آخر آدم اصطفٰه الله فخرج عليهم فسلم وقال قد سمعت كلامكم و عجبكم ان ابراهيم خليل الله وهو كذالك و موسىٰ نجيّ الله وهو كذالك وعيسى روحه و كلمته وهو كذالك وآدم اصطفاه الله وهو كذالك الا وانا حبيب الله ولا فخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة تحته آدم فمن دونه ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع يوم القيامة ولا فخر وانا اول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لى فيد خلنيها ومعى فقراء المومنين ولا فخر وانا اكرم الاولين والآخرين علىٰ ربى ولا فخر"[2]

توراتِ مقدس سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناقل ہیں:

"محمد رسول الله عبدى المختار لافظّ ولا غليظ ولا سخاب فى الاسواق ولا يجزى بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويغفره"[3]

چوتھی حدیث:

شیخین حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان لى اسماء انا محمد وانا احمد واناالماحى الذى

---

[1] دلائل النبوة للبيهقى، ص:۴۸۴، ج:۵، باب ماجاء فى تحدث رسول الله ﷺ الخ،دار الكتب العلميه، بيروت/ دلائل النبوة لابى نعيم، ص:۱۳، ج:۱، الجزء الاول، الفصل الرابع،عالم الكتب،بيروت/سنن الدارمى، ص:۳۰، ج:۱، باب ما اعطى النبى ﷺ من الفضل، دارالمحاسن للطباعةالقاهرة / جامع الترمذى، ص:۳۵۲، ج:۵، ابواب المناقب، حديث: ۳۶۳۰، دار الفكر، بيروت

[2] جامع الترمذى، ص:۲۰۲، ج:۲، ابواب المناقب،باب ما جاء فى فضل النبى ﷺ،مجلس بركات،جامعه اشرفيه/سنن الدارمى، ص:۳۰، ج:۱، باب ما اعطى النبى ﷺ من الفضل،دار الم حاسن للطباعةالقاهرة

[3] مشكوة المصابيح،ص:۵۱۴،باب فضائل سيد المرسلين، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

یمحوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی"۔[1]

حدیث ۲ تا ۴ و مضمون تورات مقدسہ کا ترجمہ وخلاصہ:

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے اپنی قبر انور سے نکلوں گا اور میں اہل محشر کا خطیب ہوں گا اور میں ہی ناامیدی کے وقت ڈھارس بندھاؤں گا، میرے ہی دست مبارک میں لواء الحمد اور میں ہی اپنے پروردگار کے نزدیک سب سے بزرگ ہوں۔ اور اس میں بڑائی مقصود نہیں، بلکہ اصلیت کو بیان کر رہا ہوں۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اتنا زائد کیا: اور میں ہی اہل ایمان کے لیے طلب شفاعت کروں گا جب کہ وہ محبوس ہوں گے اور میرے ہی قبضہ میں اس دن عزت اور کنجیاں ہوں گی اور میرے اردگرد غلمان طواف کرتے ہوں گے اور وہ غلمان ایسے ہیں گویا کہ سفید موتی بکھرے ہیں چند حضور کے صحابہ باہم انبیائے کرام کا ذکر کر رہے تھے ایک نے کہا رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی روح وکلمہ فرمایا یہاں اضافت تعظیمی ہے (کبیت اللہ) چوتھے نے کہا حضرت آدم کو برگزیدہ کیا (صحابہ کرام یہاں تک ہی ذکر کرنے پائے تھے) کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہاری گفتگوں اور پھر تعجب میں پڑنا سنا بے شک حضرت ابراہیم خلیل وحضرت موسی نجی وکلیم۔ حضرت عیسیٰ روحہ وکلمتہ۔ حضرت آدم صفی ہیں علی نبینا وعلیھم السلام۔ آگاہ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں (خلیل و محبوب میں یہ فرق ہے کہ خلیل مولی کی رضا چاہتا ہے اور مولی محبوب کی خوشنودی چاہتا ہے) اور یہ فخر سے نہیں کہتا ہوں اور میں ہی قیامت کے دن لواء الحمد کا حامل ہوں جس کے نیچے آدم اور ان کی مسلمان ذریت ہوگی اور کچھ افتخار نہیں اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری ہی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ کچھ بڑائی سے نہیں کہتا ہوں اور میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا رب العزت میرے لیے دروازہ کھول دے گا، میں اس شان سے جنت میں جاؤں گا کہ میرے ساتھ مسلمان فقراء ہوں گے اور اولین وآخرین میں سب سے زیادہ رب العزت کے نزدیک میں بزرگ وپیارا ہوں اور اس میں کچھ فخر مقصود نہیں بلکہ حقیقت واقعہ ہے۔

تورات مقدس کے مضمون کا ترجمہ:۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مختار بندے ہیں اور ان کے اوصاف یہ ہیں نہ سخت دل اور نہ سخت خو اور نہ بازاروں میں چلا کر کلام کرتے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ

---

[1] صحیح البخاری، ص:۷۲۷، ج:۲، کتاب التفسیر، سورۃ الصف، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

معاف کرتے ہیں۔

چوتھی حدیث کا ترجمہ:

راوی کہتے ہیں میں نے حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے لیے بہت سے اسما ہیں (کثرت اسما، مسمی کے فضل وکمال پر دلالت کرتے ہیں) جن میں سے چند یہ ہیں محمد (بسیار ستودہ، بہت سراہا گیا) احمد (بسیار ستودہ کنندہ) ماحی، ماحی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹادے حاشر، میرے قدموں پر حشر کیا جائے گا اس کے چند معنی ہے یا تو یہ مراد ہو کہ میری عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جائے گا یا یہ مطلب ہو کہ میرے قدموں کے طفیل سے حشر ہوگا یا یہ معنی ہو کہ میدان حشر کا میں دولہا ہوں گا اللہ و رسولہ اعلم بحقیقۃ الحال، عاقب، عاقب وہ جس کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔

عمروشاعر آنکھ کھول کر دیکھے کہ جس کے صدقے سے حشر قائم ہوگا اس کو خوف نار ہوگا۔ الامان۔

پانچویں حدیث:

امام بخاری و امام مسلم علیہما الرحمۃ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: کچھ مسلمان قیامت کے دن محبوس ہوں گے یہاں تک کہ اس حبس سے پریشان ہو جائیں گے مسلمان آپ میں کہیں گے ہم کسی کو اپنا شفیع بنادے تا کہ پروردگار کے حضور میں حاضر ہوکر ہماری شفاعت کریں اور ہم ان تکالیف سے جو کہ ہم کو اس میدان میں پہنچ رہی ہیں چھٹکارا پائیں، اس مشورے کے بعد مسلمان حضرت آدم صفی اللہ کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں رب العزت نے اپنے دست مبارک سے آپ کو پیدا کیا جنت میں رہنے کی جگہ وہ ملائکہ سے سجدہ کرایا، ہر چیز کے اسما سے خبر دار کیا۔ آپ ایسے صاحب فضائل ہیں، لہٰذا آپ پروردگار کے حضور حاضر ہوکر ہماری شفاعت فرمادیں تا کہ ہم اس میدان کی سختیوں سے چھٹکارا پاکر راحت ابدی حاصل کریں آدم علیہ السلام فرمائیں گے "لَسْتَ هُنَا لَكُمْ" یہ مقام ومرتبہ جس کا کہ تم نے ذکر کیا یعنی مقام شفاعت میرا نہیں ہے اور میں باب شفاعت کی ابتدا کرانے کی جرأت نہیں کرسکتا، باوجود ممانعت کے دانۂ گندم کے کھانے کا ذکر فرمائیں گے۔ اور اس کے بعد یہ فرمائیں گے کہ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ان کو کافروں کی طرف نبی مرسل بنا کر بھیجا ہے، عرض کریں گے آپ بھی فرمائیں گے "لست هنا لكم" اور اس کے بعد اپنی خطا کا جو ظاہر میں خطا معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتاً خطا نہیں ہے لیکن مرتبۂ انبیائے کرام ارفع واعلیٰ ہے ایسی لغزش جو کہ صدیقین کی حسنات سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو صاف کر دیا ہے اس کی وجہ سے

شفاعت کرنے سے انکار کریں گے۔اور فرمائیں گے تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس حاضر ہو تمام مسلمان حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے حضرت خلیل علیہ السلام فرمائیں گے "لست ھنا لکم" میں شفاعت کرنے کی ابتدا نہیں کرسکتا۔اور اپنے کذب کا جو کہ بصورت دروغ ہے مگر وہ درحقیقت دروغ نہیں اور مقام انبیائے کرام عالی ہے اس وجہ سے اس ظاہری دروغ جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں بلکہ چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو ظاہری بھی دروغ نہیں۔شفاعت کرنے سے انکار فرمائیں گے۔

اور اس کے بعد یہ فرمائیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو تورات مقدس عطا فرمائی اور اس کے واسطہ سے ان سے کلام فرمایا اپنا محرم اسرار بنایا۔مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے،آپ بھی فرمائیں گے "لست ھنا لکم"،اور حضرت کلیم اپنے اس قصور کا جو کہ بصورت قصور ہے مگر وہ درحقیقت قصور نہیں ہے وہ یہ کہ ایک کافر قبطی کو بلا حکم خدا مار دیا تھا ذکر کریں گے اور اس کے بعد فرمائیں گے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو کہ بندۂ خاص اور اللہ کی روح اللہ کلمہ ہیں۔(یہ اضافت تعظیمی ہے) گہوارہ میں کلام کیا مسلمان آپ کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے آپ بھی فرمائیں گے "لست ھنا لکم" اور اس کے بعد فرمائیں گے کہ اے مسلمانوں !تم کہاں سرگرداں پریشاں پھرتے ہو۔کیوں اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے ہو تم اس ذات پاک کے پاس کیوں نہیں حاضر ہوکر اپنا مدعا عرض کرتے۔جو کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب عرش کی زینت، لامکاں کے مکیں، قاسم نعمت اللہ،اپنے مولیٰ کا پیارا،ساری خلق کا آقا،جس کی امت میں انبیائے کرام داخل ہونے کے متمنی اور جو آج اس میدان قیامت میں بے خوف وخطر ہیں بلکہ جس کی عظمت وشان محبوبیت کے ظاہر کرنے کے لیے حشر قائم کیا گیا ہے،جس کی وجہ سے ہم کو نبوت ملی اور جس کی وجہ آدم علیہ السلام کا قصور معاف ہوا۔جس کے صدقے میں امت کے گناہ بخشے گئے۔جس کے دربار میں فرشتے ادب سے سر جھکا کر حاضر ہوتے ہیں یعنی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب الرحمٰن۔مسلمان جیسے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے آقا کا نام پاک سنیں گے۔نام پاک سنتے ہی مصائب کا دور ختم ہونا شروع ہوجائے گا،خوشی کی گھڑیاں نظر آنے لگیں گی، چہروں پر مسرت کے آثار نمایاں ہوجائیں گے، اپنی قسمت پر نازاں ہونے لگیں گے اور رخصتی کا سلام پیش کرنے لگیں گے،میدان قیامت کی سرزمین بھلی معلوم ہونے لگے گی،سورج کی تپش نور سے بدلنے لگے گی، بلکہ سورج بھی گرمی کے بجائے سایہ کا کام دینے لگے گا،تانبے کی زمین مخمل سے بدلی ہوئی معلوم ہونے لگے گی،اور بیابانہ وار مثل پروانہ گرتے پڑتے حاضر ہوکر اس شمع عالم پر اپنے آپ کو فدا کرتے ہوئے عرض کریں گے۔"یارسول اللہ یا حبیب

اللہ یانبی اللہ یا شفیع المذنبین یا دافع البلاء والوباء!'' آپ ہماری حالتوں کو ملاحظہ فرمائیں ہم کس قدر پریشانی کے عالم میں ہیں۔ یا حبیب اللہ سوائے آپ کے ہمارا کوئی بھی پرسان حال نہیں للہ ان مصائب سے جلد چھٹکارا دلوا کر راحت ابدی عطا فرمائیں۔ آقا و مولی بیکسوں کے حامی و مددگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں گے: ''انا لھا انا لھا انا صاحبکم'' سبحان اللہ! ایسی ناامیدی کے وقت ڈھارس بندھائی اور کیسا اپنے فدائیوں پر کرم فرمایا اس ارشاد پاک کو سن کر مسلمانوں کی پریشانیاں دور ہو جائیں گی، مردہ قلوب زندہ ہو جائیں گے، تمام افکار بھول جائیں گے۔ چہرے چمکنے لگیں گے۔ خوشی میں پھولے نہ سمائیں گے جنت الفردوس کا مزہ لوٹنے لگیں گے اور سب سے بڑھ کر دولت یہ ملے گی کہ جلوۂ خداوندی نظر آنے لگے گا۔

فقیر غفرلہ کاتب رسالہ ہذا عرض کرتا ہے کیسا غم و کیسی پریشانی جب جمال محمدی پر ہماری نگائیں پڑیں گی۔ جنت کی بہار ہم پر فدا ہونے کی خواہش مند ہوگی، جنت الفردوس کی مہک دست بستہ فدا ہونے کے لیے عرض کرے گی ادھر جنت الماویٰ اپنے رنگ برنگ کے پھولوں کی بہار دکھا کر بلانا چاہے گی مگر ان شاء اللہ العزیز ہماری کیفیت یہ ہوگی کہ جنت الفردوس سے کہیں گے تو ابھی اپنی بہار ہمیں مت دکھلا اور اے جنت الماویٰ تو اپنے رنگ برنگ کے پھولوں کو چھپائے رکھ، ہمیں تو اپنے آقا کی زلفوں کی مہک سے دماغوں کو معطر کرنے دے، تو کسی اور کو بہلا پھسلا۔ کہاں آقا کی مہک جس سے عالم مہک گئی ہم اصل کو چھوڑ کر فرع کے پاس کیوں جائیں۔ ہمیں تو آقا کے ملنے سے سب کچھ مل گیا۔ ہم نے اپنے سروں کو ان کے قدموں پر رکھ دیا ہے۔ بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں عاشق فدائی کی ایسی حالت ہوگی کہ کبھی جمال محمدی میں جمال خداوندی دیکھے گا اور کبھی اپنے دماغ کو زلفوں کی مہک سے معطر کرے گا، کبھی دامن پکڑ کر مچل جائے گا کبھی قدموں پر لوٹے گا تو کبھی صلوۃ وسلام عرض کرے گا۔ کبھی زبان مبارک کی طرف دیکھ کر انا لھا کے مزے لوٹے گا کبھی مہر نبوت کو بوسہ دے گا تو کبھی قدموں کے نیچے کی خاک شفا کو آنکھوں میں لگائے گا کبھی دامن میں چھپ جائے گا۔ عاشق کی ایسی حالت ہوگی ملائکہ و جنت کو رشک آئے گا اور کیوں نہ رشک آئے ہم نے ایسی ذات کا دامن پکڑ لیا جو اپنے مولی کا پیارا، عرش کی آنکھوں کا تارا، جس پر عرش تا فرش فدا ہونے کے متمنی۔ ہاں تو اس کے بعد عاشق فدائی غلام، دامن میں چھپ جائے گا اور کیوں نہ چھپے ان پر ناز ہے گو کیسے ہی ہیں ان پر ناز ہے، ان کے ہیں اور اے وہابیوں، دیوبندیو! سن لو خوب سن لو ہمیں تو آقا کے ملنے سے سب کچھ مل گیا ہم تو ان شاء اللہ، اللہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے ہمارا خالق و مالک فرشتوں سے مدد فرمائے گا میرے محبوب کے غلام کا استقبال کرو۔ اور اے وہابیوں، دیوبندیو! میدان کی سختیاں و دوزخ تم کو مبارک ہو۔ ہم تو ان شاء اللہ العزیز آقا کے لواء الحمد کے سایہ میں جگہ

پائیں گے اور آقا کے ساتھ ساتھ جلو (ساتھ) میں چلتے جائیں گے اور تمہاری طرف دیکھ دیکھ کر یہ کہیں گے۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
یا عبادی کہہ کر ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا

آمدم برسر مطلب، محبت کا ولولہ ایسا اٹھا کہ اس تمہید کو عرض کرنے پر مجبور ہوگیا۔لہٰذا کوئی ظاہر میں اپنا حکم نافذ نہ کرے۔اپنا حکم اٹھائے رکھے۔شعر

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

ہاں تو آپ فرمائیں گے اَنَا لَهَا،اَنَا لَهَا،اَنَا صَاحِبُکُمْ اے میرے فدائیوں، شیدائیوں! میں تمہاری شفاعت کروں گا۔تم کو ان مصائب سے نجات دلواؤں گا۔میں تمہارا صاحب ہوں اور میں ہی وہ ہوں جس کو آج ہر جگہ تلاش کرتے پھرتے ہو اور اتنا فرما کر دست شفقت اپنے فدائیوں کے سر پر رکھیں گے اس دست مبارک پر ہماری جانیں قربان ہوں ماں باپ فدا ہوں۔کیسا شفقتی دست ہے جس کے جلوہ میں یداللہ کا لطف آجائے گا اور کیوں نہ آئے ان کے کام کو ان کا رب تبارک وتعالیٰ اپنا فرماتا ہے:"وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى"[1]

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ"[2]

اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو جو کہ بلا حساب وکتاب جنت میں پہنچ گئے ہیں ان مسلمانوں پر آقا کا ایسا کرم دیکھ کر رشک آئے گا۔اس کے بعد آقا فرماتے ہیں میں اپنے خالق و مالک سے دربار میں حاضری کی اجازت چاہوں گا میرے لیے حاضری کی اجازت دی جائے گی۔رب العزت کا حکم جبریل امین کو پہنچے گا کہ اے جبریل! میرے محبوب میرے دربار میں حاضر ہورہے ہیں ان کے استقبال کے لیے ملائکہ مقربین کی جماعت تیار کرو چنانچہ

---

[1] سورۃ،الانفال،آیت:۱۷

[2] سورہ،فتح،آیت:۱۰

حکم خداوندی کے پہنچتے ہی تمام فرشتے محبوب خدا کے استقبال کے لیے حاضر ہوں گے۔

اور دست بستہ سر نیچا کیے ہوئے کھڑے ہوں گے اور اپنے اس مقدر پر کہ محبوب خدا کے استقبال کے لیے کھڑے ہونے کا موقع ملا نازاں ہوں گے۔ محبوب خدا فرماتے ہیں میری نظر جیسے ہی جمال خداوندی پر جائے گی اور اپنے مالک کے دیدار سے مشرف ہوں گا، سجدہ میں گر پڑوں گا اور رب العزت کے اس اکرام پر جو میرے اوپر فرمایا ہے شکریہ ادا کروں اور احسان خداوندی کا کہ اپنا محبوب بنایا اپنے دربار میں حاضری کا موقع عطا فرمایا، مکین لامکاں سے مشرف فرمایا اپنے دیدار سے مشرف کیا شکر گزار ہوں گا اور جو کچھ میرا پروردگار چاہے گا اس کی حمد ثنا بیان کروں گا، میرا مالک میرا چاہنے والا ارشاد فرمائے گا "یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع فاقول یا ربی امتی امتی"[1]

اے میرے محبوب! اے بسیار ستودہ! اے میرے پیارے! اے مطلوب من! اے ستودہ درگاہ من! اے بندۂ خاص من! اپنے سر کو اٹھاؤ تم تو اس میدان کے دولہا ہو اور جو کچھ کہو گے سنا جائے گا اور اے پیارے شفاعت فرمایئے تمہاری شفاعت تمہاری امت کے بارے میں قبول کی جائے گی تمہارے ہی سر شفاعت کا سہرا ہے اور جو کچھ تم مانگو گے تم کو دیا جائے گا، تمہارا ہاتھ تو خزانہ پر ہے۔ سبحان اللہ! کیسے پیار کے الفاظ ہیں۔ کیوں نہ ہوں محبوبِ خدا ہیں حضور فرماتے ہیں۔ میں سر اٹھاؤں گا اور اپنے پروردگار کی حمد وثنا بیان کروں گا پھر اپنی امت کی شفاعت کروں گا اور ایک روایت میں ہے: میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار میری امت کو بخش تاکہ میں اپنی امت کی شفاعت کروں اللہ تعالیٰ میرے لیے ایک حد مقرر کرے گا کہ فلاں فلاں کو نکالوں میں ان کو نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ حضور گنہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکالیں گے اور یہ ان محبوسین کے لیے ہے جن کا کہ ابتداے حدیث میں ذکر آیا ہے غیر ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان بوجہ اپنے گناہوں کے دوزخ میں پہنچ گئے ہیں ان کو دوزخ کے عذاب سے نجات دلواؤں گا یعنی ان کو جو میرے پاس فریاد لے کر آئے ہیں ان کی فریاد کو تو میں ایسا پہنچا کہ دوزخ میں جانے نہ دیا اور میدان حشر سے شفاعت کر کے سیدھا جنت میں بھیجا اور یہ لوگ تو میرے پاس فریاد لے کر آئے تھے لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو دوزخ میں جا چکے ہیں ان کا ذکر حضور نے فرمایا کہ ان کو بھی دوزخ سے نکالوں گا اور پوری سزا کاٹنے سے پہلے ہی نکال لاؤں گا۔ دوبارہ عرض کروں گا، حکم ہوگا جاؤ جو گنہ گار مسلمان دوزخ میں ہے ان کو نکالو! سہ بارعرض

[1] الصحیح لمسلم، ص:۱۰۹، ج:۱، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعة الخ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

کروں گا حکم ہوگا جاؤ جو کچھ مسلمان باقی رہے ہیں ان کو نکال لاؤ حضور دوزخ میں سے جتنے مسلمان ہوں گے سب کو نکال لائیں گے۔اب دوزخ میں سوائے دوزخ کے مستحقین کے یعنی کفار و مرتدین م،منافقین کے اور کوئی مسلمان باقی نہ رہے گا اور یہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے کبھی ایک آن کے لیے ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا، بلکہ جو ساعت آئے گی ان کے لیے عذاب میں زیادتی کی جائے گی اس وقت کفار و فرقۂ باطلہ والے کہیں گے: اے کاش کہ ہم ان کی غلامی کرتے تا کہ آج ہم بھی ان کے ہاتھ سے دوزخ چھٹکارا پاتے۔

راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضور نے اس آیت کریمہ کو تلاوت فرمایا: "عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا"۔ (آیت کریمہ کی تفسیر اور اس کا بیان ہو چکا وہاں دیکھ لیں۔)

عرض:

حدیث ہذا بروایت حضرت انس کے بیان کی ہے۔ نیز چند احادیث کے مضامین کو اور بھی اس میں ملا دیا ہے۔اور کچھ نکات سگ غلام مصطفیٰ نے جو کہ ان احادیث کی برکت سے ذہن میں آئے تحریر کرتے ہیں۔

ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم۔

فوائد نافعہ

پہلا فائدہ:

مسلمان جب انبیاے کرام کے پاس بغرض شفاعت جائیں گے اور اپنا مدعا عرض کریں گے، انبیاے کرام اس وقت یہ نہیں فرمائیں گے کہ اے مسلمانو! کیا تمہاری عقلیں خبط ہوگئی ہیں تم جو ہمارے پاس آتے ہو خدا کے پاس کیوں نہیں جاتے۔خود رب العزت جلوہ فرما ہے۔دنیا میں ہی تم کافی گناہ کیے ہیں اب یہاں بھی گناہ کرتے پھرتے ہو ہمارے واسطے کیا ضرورت ہے تم خود جا کر رب العزت سے عرض کرو۔ ہمارے لیے اسماعیل دہلوی دھرم نے فتوی دے دیا ہے کہ انبیا و اولیا کے واسطے کی کوئی ضرورت نہیں خاک بدہن دشمنان مگر ہوگا کیا ہوگا یہ کہ ایک نبی دوسرے نبی کے پاس بھیجے گا یہاں تک کہ اخیر میں کنواری بتول کے ستھرے بیٹے حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام حضور پرنور شافع یوم النشور کی خدمت میں بھیجیں گے، حضور فرمائیں گے "اَنَا لَهَا، اَنَا لَهَا"۔ اس کو سن کر اہلِ اسلام کے چہرے چمکنے لگیں گے اور وہابیہ پر ناری گرز کی ایک ضرب قاہر پڑے گی۔اسماعیل دہلوی دھرم سسکتا رہ جائے گا اور اس کی ایسی گت بنے گی کہ کوئی بھی اس کے حکم کو نہ پوچھے گا۔ بلکہ پوچھنے والے چھٹکارا کرانے کی فکر میں ہوں گے۔

بلکہ خود رب العزت بھی یہ نہیں فرمائے گا کہ اے مسلمانوں! کیا تمہاری عقلیں سلب ہوگئیں ہیں تم میرے سوا دوسرے کے پاس جاتے ہو۔ مگر یہاں بھی یہ ہوگا کہ ان کو ہی نجات ملے گی جن کے لیے محبوب خدا انبیاے کرام شفاعت کریں گے۔ معلوم ہوا بلا وسیلہ و واسطہ کے دربار خداوندی میں رسائی نہیں اور واسطہ بھی کس کا محبوب خدا کا۔ فافهم۔

دوسرا فائدہ:

سینکڑوں کروڑوں احادیث شفاعت سے آشنا اور لاکھوں نے پڑھا، پڑھایا اور پھر میدان قیامت میں محدثین، علما، ائمہ، صلحا سب ہی موجود ہوں گے مگر کوئی بھی پہلے حضور پرنور کے دربار میں حاضر نہ ہوگا۔ سبب اس کا یہ ہے کہ محشر میں احادیث شفاعت ابتدا میں بھلادی جائے گی اور رب العزت اہلِ محشر کے دل میں الہام فرمائے گا کہ ان کے پاس جاؤ ان کے پاس جاؤ۔ ابتدا میں بلانے اور ان کے ان کے پاس بھیجنے کا سبب یہ ہے کہ تمام اہل محشر پر محبوب خدا کی عظمت وشان محبوبیت ظاہر ہوجائے اور سب جان لیں کہ اگر کوئی آج اس مصیبت سے نجات دلوا سکتا ہے تو وہ محبوب خدا مدنی تاجدار، ماواے بیکساں، مولاے دو جہاں، حضور پرنور محمد رسول اللہ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ذات ہے۔

تیسرا فائدہ:

باب شفاعت حضور ہی کھولیں گے حضور سے پہلے کوئی نبی نہ شفاعت کا دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ شفاعت کرسکتا ہے۔

چوتھا فائدہ:

شانِ محبوبیت معلوم ہوگی باوجود کہ رب العزت ایسا غضب اس دن فرمائے گا کہ نہ اس سے پہلے کبھی فرمایا اور نہ آئندہ فرمائے گا۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے جیسے ہی امت کی بخشش کے لیے عرض کریں گے محب اپنے محبوب کو ایسے پیار سے خطاب فرمائے گا جس سے یہ معلوم ہوگا کہ اپنے غضب کو رحمت سے بدل دیا۔

پانچواں فائدہ:

بلا حضور کے واسطے و وسیلے کے کوئی دربار خداوندی میں نہیں پہنچ سکتا۔

چھٹا فائدہ:

حضرات انبیاے کرام تا حضرت خلیل آپ ہی کے نیازمند ہوں گے۔ اور آپ ہی کے حکم کے منتظر ہوں گے۔

ساتواں فائدہ:

تمام اہلِ محشر پر روشن ہوجائے گا کہ جو کچھ خلیفۃ اللہ محبوب خدا تاجدار عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اسی پر سارے اہلِ محشر عمل کریں گے۔

چھٹی حدیث:

حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں: "ان النبی ﷺ تلا قول الله تعالیٰ فی ابراهیم علیه السلام رب انهن اضللن کثیر امن الناس فمن تبعنی فانه منی الآیةوقال عیسی علیه السلام ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم فرفع یدیه وقال اللهم امتی امتی وبکیٰ فقال الله تعالیٰ یا جبریل اذهب الی محمد وربك اعلمه فاسأله ما یبکیك فاتاه جبریل علیه السلام فسأله فاخبره رسول الله ﷺ بما قال وهواعلم فقال الله تعالیٰ یا جبریل اذهب الی محمد فقل انا سنرضیك فی امتك ولا نسوك۔"[1]

ترجمہ: حضور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولِ خداوندی جو کہ ابراہیم علیہ السلام کی شان میں ہے تلاوت فرمایا وہ یہ ہے کہ کثیر آدمیوں نے راہ گمراہی اختیار کرلی ہے، جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے (آیت کریمہ کا آخری ٹکڑا یہ ہے) "وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"۔ اس کے بعد حضور نے دعاے عیسیٰ "ان تعذبهم فانهم عبادك" تلاوت فرما کر دستِ مبارک دعا کے لیے اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میرے چاہنے والے میری امت کو بخش اے اللہ میری امت مجھ کو عطا فرما اتنا عرض کر کے حضور نے گریہ وزاری فرمائی۔ ربّ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! ہمارے پیارے بسیار ستودہ کے پاس جاؤ رب تیرا دانا تر ہے احتیاج پوچھنے کی نہیں لیکن اظہار کرم واز عنایت خود پوچھتا ہے ہمارے پیارے بسیار ستودہ کنندہ سے گریہ وزاری کا سبب معلوم کرو۔ جبریل امیں حاضر دربار رسالت ہوکر سبب گریہ وزاری کا معلوم کیا۔ حضور پر نور نے جبریل امین کو خبر دی یعنی امت کی مغفرت کرانے کے لیے روتا ہوں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا جبریل امیں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے جبریل امیں سے فرمایا کہ اے جبریل ہمارے پیارے کے پاس جاؤ اور ہمارا یہ پیغام پہنچادو کہ اے محبوب ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور تم کو رنجیدہ نہیں کریں گے (حضور نے اس کے بعد یہ فرمایا کہ میں

---

[1] الصحیح لمسلم، ص:۱۱۳، ج:۱، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لامته الخ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

بھی راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک ایک غلام جنت میں نہ پہنچ جائے گا)

یہ رضا جوئی خبیث شاعر وعمرا گر دیکھے تو اس حدیث میں سب کچھ آ گیا۔ جس ذات پر اللہ تعالیٰ کا اتنا کرم کہ ان کو غمگین دیکھنا گوارا نہیں تو کیا ان کو معاذ اللہ خوف نار ہوگا۔ جن کا چاہنے والا ان کو دنیا میں غمگین دیکھنا گوارا نہیں کرتا میدان قیامت میں ان کو غمگین کرے گا اور وہ بھی خوف نار سے؟ الامان۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ایمان نہیں رہتا تو بے حیائی ہو جاتی ہے۔

ساتویں حدیث:

امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں: راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں سرکار نے فرمایا کہ میں تمہاری شفاعت کروں گا عرض کیا، یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا میزان کے پاس تلاش کرو، حوض کوثر پر تلاش کرو، میں ان جگہوں سے ہٹ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ کبھی پل صراط پر امت کو دیکھوں گا کہ کوئی دوزخ میں تو نہ گر رہا ہے، کبھی میزان کے پاس آؤں گا، جس کی حسنات میں کمی دیکھوں گا اس کے لیے شفاعت کروں گا، کبھی حوض کوثر پر اپنے غلاموں کو سیراب کروں گا۔ اور اپنے دست مبارک سے جام بھر کر دوں گا۔[1]

یارسول اللہ!

تیرے صدقے مجھے ایک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام جھلکتا تیرا

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ)

آٹھویں حدیث:

حافظ ابوسعید عبدالمالک بن عثمان اپنی کتاب ''شرف النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا كان يوم القيامة جمع الله الاولين والآخرين ويوتى بمنبرين من نور فينصب احدهما عن يمين العرش والآخر عن يساره ويعلوهما شخصان فينادى الذى عن يمين العرش معاشر الخلائق من عرفنى فقد عرفنى ومن لم يعرفنى فانا رضوان خازن الجنة ان

[1] ترمذی

الله امرنی ان اسلم مفاتیح الجنة الی محمد (ﷺ) وان محمدا امرنی ان اسلمها الی ابی بکر وعمر لیدخلا محبیهما الجنة الا فاشهدوا ثم ینادی الذی عن یسار العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالك خازن النار ان الله امرنی ان اسلم مفاتیح النار الی محمد و محمد امرنی ان اسلمها الی ابی بکر وعمر لیدخلا مبغضیهما النار الا فاشهدوا"[1]

ترجمہ: روزِ محشر اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا اور دونوں کے منبر لا کر عرش کے یمین و یسار میں بچھاتے جائیں گے ان پر دو شخص چڑھیں گے۔ داہنے طرف والا پکارے گا اے گروہ مخلوق جس نے مجھ کو پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا ہو اب پہچان لے میں رضوان بہشت ہوں مجھ کو اللہ عزوجل نے حکم عطا فرمایا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپ دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما کو سونپ دوں تاکہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں گواہ ہو جاؤ۔ پھر بائیں طرف والا پکارے گا جس نے مجھ کو پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے مجھ کو نہیں پہچانا وہ اب پہچان لے۔ میں مالک داروغۂ دوزخ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں دوزخ کی کنجیاں حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپ دوں تاکہ وہ اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں۔ گواہ ہو جاؤ۔

علامہ شہاب الخفاجی وغیرہ نے نسیم الریاض وغیرہ میں اس حدیث کو نقل کیا۔

"ینادی یوم القیامة این اصحاب محمد ﷺ فیوتی بالخلفا ء رضی الله تعالیٰ عنهم فیقول الله لهم ادخلوا من شئتم الجنة ودعوامن شئتم"[2]

ترجمہ: روزِ محشر ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر کیے جائیں گے۔ رب العزت فرمائے گا اے میرے پیارے کے پیاروں! تم جس کو چاہو جنت میں داخل کرو اور جس کو چاہو چھوڑ دو۔

نویں حدیث:

حضرت حکیم ترمذی علیہ الرحمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

---

[1] مناحل الشفا ء ومناهل الصفا ء تحقیق شرف المصطفیٰ، ص:۴۱۹۔۴۲۰، حدیث:۲۳۸۸، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی بحوالہ الغیلانیات، ص:۱۶۴، ج:۳، فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ الغیوب، مرکز اہل سنت گجرات

"عن النبی ﷺ قال لا تمس النار مسلماً رأنی او رأی من رأنی"[1]

ترجمہ: حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جو مسلمان میرے دیدار سے مشرف ہو یا میرے دیدار سے مشرف ہونے والے کی زیارت کی اس کو نار جہنم نہیں چھوئے گی۔ یعنی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ایں بشارت را اتفاقا بصحابہ وتابعین مخصوص نیست با آں دہ تن کہ ایشاں را عشرۂ مبشرہ گویند وجز ایشاں را ازانہا کہ بشارت یافتہ اند بداں داخل اند بلکہ تمامۂ مومناں ومسلماں را شامل است"۔

سبحان اللہ! نیز زائرین وحاضرین دربار رسالت ﷺ کو بشارت عظمی ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی"[2]

ترجمہ: جس شخص نے میرے پردہ فرمانے کے بعد میری زیارت کی وہ ایسا ہے گویا کہ اس وقت اس نے زیارت کی جب کہ میں نے پردہ نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ روضۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہونا، حقیقتاً صاحب روضہ کی زیارت سے مشرف ہونا ہے۔

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوۃ شریف میں حضرت امام مالک مجاور درگاہ محمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"امام مالک مکروہ می دارد کہ کسے گوید زرت قبر النبی ﷺ بلکہ باید گفت زرت النبی ﷺ"[3]

یعنی حضرت امام مالک اس چیز کو مکروہ جانتے ہیں کہ کوئی شخص سرکار اعظم ﷺ کے دربار میں حاضری دیتے وقت یہ عقیدہ رکھے کہ میں نے مزار پاک کی زیارت کی بلکہ چاہیے کہ اس کو یہ عقیدہ رکھے کہ میں ماوائے بیکساں مولائے دوجہاں، حضور پرنور محمد رسول اللہ شافع یوم النشور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں۔

الحمد للہ والمنۃ کہ اپنے پیارے کی امت میں پیدا کیا۔

زندہ رہیں تو حاضری بارگہ نصیب
مر جائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے

---

[1] جامع الترمذی، ص:۲۲۶، ج:۲، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل من رای النبی ﷺ الخ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ
[2] مشکوٰۃ المصابیح، ص:۲۴۱، باب حرم المدینۃ حرسہا اللہ تعالیٰ، مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ
[3] مدارج النبوۃ شریف، ج:۲، ص:۵۷۵

نیز جنتی کیاری جوکہ مابین روضۂ مبارک ومنبر کے ہے۔ کیا خوب اعلیٰ حضرت نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جنت میں آکے نار میں جاتا نہیں کوئی
شکر خدا نوید نجات و ظفر کی ہے

یہ دولت عظمیٰ صرف اہل سنت وجماعت کے لیے ہے نہ کہ ان گندم نما جوفروشوں کے لیے جنھوں نے اپنا دین محبوبانِ خدا کی توہین وتنقیص کرنا (معاذ اللہ) بنا رکھا۔ فافھم۔

دسویں حدیث:

امام ترمذی وابن ماجہ وامام احمد علیہم الرحمۃ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امتی سبعین الفاً لا حساب علیھم ولا عذاب مع کل الف سبعون الف وثلاث حثیات من حثیات ربی وفی روایۃ الطبرانی والبیھقی مع کل واحد من السبعین الفاًسبعین الفاً"[1]

ترجمہ: راوی کہتے ہیں میں نے حضور پرنور کو ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری اُمت میں ستر ہزار کو بلاحساب جنت میں داخل فرمائے گا اور نہ ان کو کسی قسم کی سختی ہوگی نیز انہیں ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور جائیں گے۔ طبرانی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ایک کے ساتھ ستر ہزار جائیں گے کس کی مجموعی تعداد ۱۴؍ارب ۹۰؍کروڑ ہوتی ہے۔ پھر رب تبارک وتعالیٰ تین لپ اپنی لپوں میں سے اور جنت مین بھیجے گا یہ جانے والے بڑے خوش نصیب ہیں۔ اللہ ورسول زیادہ جانے کہ لپ سے کیا مراد ہے۔ فقیر غفرلہ القدیر اپنی نافہمی کے موافق اتنا عرض کرتا ہے کہ کثرت سے داخل کرنا بلاحساب مراد ہوگا۔

گیارھویں حدیث:

حضرت ابونعیم علیہ الرحمۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا کان یوم القیامۃ نادیٰ مناد من وراء الحجاب یا ایھا الناس غضّوا ابصارکم وانکسوا رؤسکم فان فاطمۃ بنت محمد ﷺ وعلی بنتہ تجوز الصراط الی الجنۃ"[2]

---

[1] جامع الترمذی

[2] المستدرک علی الصحیحین، ص: ۱۵۱، ج:۳

ترجمہ: راوی کہتے ہیں میں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن منادی پردے کے پیچھے سے ندا کرے گا کہ اے اہلِ محشر اپنی اپنی آنکھیں بند اور سروں کو نیچا کرلو کہ محبوب خدا کی صاحبزادی فاطمۃ الزہراء علیٰ ابیھا وعلیھا الصلوۃ والسلام کی آمد کا وقت ہے۔ حضرت خیر النساء کے جلو (ساتھ) میں حوریں ہوں گی اور آن واحد کے اندر اس میدان حشر سے گزر فرما کر جنت الفردوس میں تشریف لے جائیں گے۔

شاعر وعمر غور سے دیکھیں جن کی صاحبزادی کا میدان حشر میں یہ اعزاز کیا جائے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس صاحبزادی پر جس کو آسمان نے بھی برہنہ سر نہ دیکھا، نگاہ پڑ جائے۔ تو کیا حضور کو خوف نار ہوگا۔ ایسا کہنے وبکواس کرنے والوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔

بارہویں حدیث:

امام بیہقی وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"قال رسول الله ﷺ للانبياء منابر من ذهب يجلسون عليها ويبقى منبرى لا اجلس عليه قائم بين يدى ربيّ منتصباً مخافة ان يبعث بى الىٰ الجنة ويبقى امتى بعدى فيقول الله يا محمد ما تريد ان اصنع بامتك فاقول يا رب عجل حسابهم فما ازال اشفع حتى اعطىٰ صكاكا برجال قد بعث بهم الى النار و حتى ان مالكا خازن النار يقول يا محمد ما تركت لغضب ربك فى امتك من نقمة"[1]

ترجمہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیائے کرام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے۔ تمام انبیا ان منابر پر بیٹھ جائیں گے ایک میرا منبر باقی رہے گا اور میں نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے پروردگار کی حضوری میں کھڑا ہوں گا، اس وجہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت میں بھیج دے اور میری امت یہاں پر رہ جائے (یہاں امت پر شفقت مراد ہے) اور میں اپنے پروردگار سے عرض کروں گا "یا رب امتی امتی"، رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ عرض کروں گا اے رب میری امت کا حساب جلد فرما، ہمیشہ میں اپنی امت کی شفاعت کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان مسلمانوں کی جو کہ دوزخ میں پہنچ گئے فہرست عطا فرمائے گا اور میں اپنی باقی ماندہ امت کو دوزخ میں سے نکال لاؤں گا۔ آخر میں داروغۂ دوزخ عرض کریں گے یا رسول اللہ!

---

[1] المستدرك للحاكم، ص:٦٥-٦٦/المعجم الاوسط، ص:٤٤٦، ج:٣، حديث:٢٩٥٨/ الترغيب والترهيب، ص:٤٤٦، ج:٤

آپ نے اپنی امت کے بارے میں اپنے پروردگار میں غضب نہیں چھوڑا۔

تیرہویں حدیث:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال رسول الله ﷺ کل امتی یدخلون الجنة الا من ابیٰ قالواومن یابیٰ؟قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابیٰ"[1]

ترجمہ: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری کل اُمت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا عرض کیا گیا منکر کون ہے؟ فرمایا جس نے میری غلامی کی (یا یہ مراد ہو جس نے مجھ کو اپنا مالک جانا) وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ منکر ہے یعنی دوزخ میں جائے گا۔

شاعر دیکھ جس کی طرف تو نے خوف نار کی نسبت کی ہے ان کی یہ شان ہے کہ ان کی غلامی میں جنت اور نافرمانی میں دوزخ ملتی ہے۔

چودہویں حدیث:

ترمذی شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "عن النبی ﷺ قال اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتم غیر فخر"[2]

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں تمام انبیاے کرام کا پیشوا اور خطیب ہوں گا اور میں ہی شفاعت کا مالک ہوں اس اظہار سے فخر مقصود نہیں۔

فائدہ:

کل اُمت کا ایمان ہے کہ حضور دنیا وآخرت میں سب کے پیشوا ہیں۔ سردار دوعالم ہیں اپنے لیے پھر حضور کا میدانِ قیامت کی تخصیص کرنا، خالی از حکمت نیست۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ہے "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"[3]

---

[1] صحیح البخاری، ص:۱۰۸۱، ج:۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

[2] جامع الترمذی، ص:۲۰۱، ج:۲، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[3] سورہ فاتحہ، آیت:۳

وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ[1]

دنیا وآخرت سارے عالم کا اللہ ہی مالک اور اسی کا حکم ہے۔اس دنیا کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے کہ ایسا بڑا دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے اور اولین وآخرین کا اجتماع اس میں ہوگا۔اسی طرح حضور نے فرمایا کہ میں ایسے بڑے دن سب کا پیشوا وخطیب ہوں گا۔الحمد للہ والمنۃ۔ جس نے اپنے محبوب کو دنیا وآخرت کا پیشوا بنایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله و اصحابه اجمعین والحمد لله رب العالمین۔

فصل سوم---اقوال علماے راسخین مع قصیدۂ غوثیہ

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مدارج النبوۃ شریف میں فرماتے ہیں:''دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نائب مالک یوم الدین است روز روز اوست حکم حکم اوست بحکم رب العالمین۔''[2]

حشر کے دن عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوگی۔اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ یہی مالک یوم الدین کے نائب ہیں میدان قیامت کا دن انہیں کا ہے یعنی ان کی ہی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے قائم کیا ہے۔اور اسی دن ان کا ہی حکم بحکم رب العالمین نافذ ہوگا۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هوالحبيب الذی ترجیٰ شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے محبوب کی شفاعت کی امید ہر پریشانی کے وقت میں کی جاتی ہے۔یعنی محبوب خدا مشکلات ومصائب کو دفع کرنے والے ہیں۔

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم[4]

---

[1] سورہ، انفطار، آیت:۱۹

[2] مدارج النبوۃ

[3] الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریہ، (قصیدہ بردہ شریف) ص:۹۵، الفصل العاشر، مرکز اہل سنت گجرات

[4] الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریہ، (قصیدہ بردہ شریف) ص:۹۵، الفصل العاشر، مرکز اہل سنت گجرات

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دنیاوآخرت میں آپ کی بخشش جاری لوحِ محفوظ جس میں علم ما کان وما یکون ہے، آپ کے علوم پاک کا ایک ٹکڑا ہے، اس سے کہیں زیادہ رب العزت نے آپ کو علوم عطا فرمائے ہیں۔

دنیاوآخرت میں ہمارے ہی آقا کی دھوم ہے۔ خود آقا فرماتے ہیں: "انما انا قاسم والله يعطى"[1] اللہ رب العزت عطا فرماتا ہے: میں تقسیم کرتا ہوں۔

فقیر غفرلہ القدیر کے استاذ محترم فقیہ معظم وحید العصر جامع معقول ومنقول واقف اسرار مفتی ہند، محدث اعظم، امام المناظرین الحاج شاہ محمد اجمل صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ولی کامل غوث الزماں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر کیا خوب تضمین کی ہے وہ شعر مع تضمین یہ ہے۔

حق تعالیٰ نے انھیں مختار اپنا کرلیا
اپنی ہر نعمت کو ان کی تحت قدرت کردیا
پھر خداوندی خزانہ کا انہیں قاسم کیا
لا و رب العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں کچھ مہمان آئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دسترخوان کو دیکھا اس میں کچھ دھبے میل کے معلوم ہوے خادم کو حکم فرمایا کہ اس کو آگ کے تنور میں ڈال دو خادمہ نے حکم پاتے ہی فوراً تنور کے اندر ڈال دیا، سب مہمان اس واقعہ کو دیکھ کر حیران ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے دل میں سوچا کہ آگ کا کام تو جلانے کا ہے نہ کہ کپڑے صاف کرنے کا نیز جب کہ تنور میں سے دھواں بھی نہ نکلا تو اور زیادہ حیران ہیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کپڑے کے دسترخوان کو نکالا تو وہ نہایت ہی صاف وشفاف تھا۔

یہ معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰ درجہ کا دھل کر آیا ہے، اب مہمانوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور انہوں نے عرض کیا کہ اے انس کیا بات ہے کہ آگ نے اس کو جلایا نہیں بلکہ صاف وشفاف کردیا گویا آگ نے پانی کا کام کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عزیز مہمانوں! اس کے نہ جلنے کا سبب یہ ہے کہ ایک بار میرے مولیٰ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ودہن مبارک اس سے پونچھا تھا اس لیے اس کپڑے کو آگ

---

[1] صحیح البخاری، ص:١٦، ج:١، کتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقه في الدين، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

نے نہیں جلایا اور جب کبھی یہ کپڑا میلا ہوجاتا ہے اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں، جو کچھ میل ہوتا ہے سب صاف ہوجاتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کر کے کیا خوب نتیجہ نکالا ہے۔

مثنوی

اے دل ترسندہ از نارو عذاب
با چناں دست و لبے کن اقتراب
چوں جمادے را چناں تشریف داد
جان عاشق را چہا خواہی کشاد

اے وہ دل جس کو دوزخ و عذاب کا ڈر ہے ان پیارے ہاتھوں اور مقدس ہونٹوں سے نزدیکی حاصل کیوں نہیں کرتا کہ جب بے جان چیز کو ایسی بزرگی عطا فرمائی کہ وہ آگ میں نہ جلے تو جو ان کے عاشق صادق غلام بارگاہ ہیں ان پر کیوں نہ آتش جہنم حرام ہو ان شاء اللہ ضرور ہوگی۔(مفہوم)

فائدہ:

جس کپڑے سے حضور نے ایک مرتبہ اپنے دست مبارک صاف کیے اس میں ایسی بزرگی آگئی کہ آگ نے اس کو نہیں جلایا بلکہ آگ نے پانی کا کام کیا تو جس قلب میں آقا کی محبت ہوگی اس کو دوزخ جلادے ان شاء اللہ ہرگز نہیں بلکہ ایسے عاشق کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوجائے گی۔ اس روایت پر شاعر غور کرے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فضائل کا اظہار از راہ تشکر فرماتے ہیں:

ولو القیت سری فوق نار لخمدت وانطفت من سر حالی

ترجمہ: اگر میں اپنے بھید کو دوزخ مین ڈال دوں تو البتہ دوزخ سرد ہوجائے۔

اعلیٰ حضرت اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

پرتو راز افگنم گر بر اثیر سرد و خامش گردد از رازم سعیر

ولو القیت سری فوق میت لقام بقدرۃ المولیٰ تعالیٰ

ترجمہ: اگر اپنا پرتو اوپر مردے کے ڈال دوں تو البتہ مولی تعالیٰ کی قدرت سے کھڑا ہوجائے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

راز خود گر بر مردۂ بر افگنم　　　　زند بر خیزد باذن ذوالکرام

مریدی لا تخف اللہ ربی　　　　عطانی رفعۃً نلت المنالی

ترجمہ: اے میرے مرید خوف مت کر اللہ میرا رب ہے، جس نے مجھ کو بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

رب من حق بندہ از ترس منال　　　　رفتم آمد رسیدم تا منال

الحاصل: ارشاداتِ ربانی وارشادات محبوب ربانی واقوال علمائے کرام سے روز روشن سے زیادہ ظاہر ہوگیا کہ عمر کے قول کو حق جاننے سے صدہا آیات واحادیث کا انکار لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ لہٰذا عمر پر توبہ فرض، تجدید نکاح ضروری ہے جس دن کے لیے عمر نے آقا ومولی بیکسوں کے ماویٰ وملجا دلوں کے چین حضور پرنور شافع یوم النشور عفو غفور، جواد کریم، رؤف رحیم، لا مکان کے مکیں، محبوب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف خوفِ نار کی (معاذ اللہ) نسبت کی ہے اس دن تو آقا کا وہ اعزاز ہوگا جس کا ذکر ہوا بلکہ اس سے کہیں زیادہ بلکہ حشر، ان کی عظمت وشان، محبوبیت کے ظاہر کرنے کے لیے قائم کیا جائے گا۔ جیسا کہ آیات واحادیث سے معلوم ہوا، نیز ذکر معراج میں اس کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے ایک رسالہ کی طرح بعنوان مکین لامکاں محبوب رب العالمین کی آمد کی عالم میں دھوم دھام ڈالی ہے۔ ان شاء اللہ بفضل اللہ ورسولہ عنقریب عالم معنوی سے عالم صوری میں آجائے گا۔

عمر آیات واحادیث کو ذرا غور سے دیکھے اگر اس کے اندر نور ایمانی جلوہ فگن ہے تو اس سے رنگ برنگ کے پھولوں کی خوشبوں دماغ میں آئے گی اور باغ باغ ہوجائے گا اور اگر نور ایمانی اس کے اندر نہیں ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کی پتھر پر بارش کے لاکھ قطرات پڑیں اس پر کوئی اثر نہیں۔

چونکہ فقیر اس وقت بہت عدیم الفرصت ہے اس وجہ سے صرف اتنے ہی مضمون پر اکتفا کرتا ہے بلا مبالغہ بتائید خداوندی عرض کرتا ہے اگر عدیم الفرصتی نہ ہوتو اسی مضمون کو مجلدات سے پر کردوں۔ مومن صادق کی تسکین کے لیے بہت کافی بلکہ پھولے نہ سمائے گا اور منکر بدطینت کے لیے تو مجلدات بھی ناکافی۔ ہاں اس کی توبیخ وتذلیل وتجہیل کرنے کے لیے برق غضب وژالہ باری کم اثر نہیں رکھے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء

والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ بذیل المصطفیٰ

عبدہ المذنب محمد اشفاق حسین المرادآبادی غفر لہ المنان

خادم دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور، راجستھان۔ ۴؍ جمادی الآخر ۱۳۶۹

مسئلہ (۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

حرم شریف کے امام نجدی ہیں یا کیا؟ ان کے پیچھے نماز پڑھیں تو ادا ہوگی یا نہیں؟ اور حرمین شریفین کے اماموں کے عقائد کیسے ہیں؟ اور حضرت والا حج فرما کر تشریف لائے ہیں اپنے مشاہدات کی روشنی میں کچھ باتیں اور وہاں ان کے حالات تفصیلاً تحریر فرمادیں تو عین نوازش ہوگی اور جواب صواب سے نوازیں؟ اس کے بارے میں کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی؟۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: چاند محمد میوہ فروش جودھپور۔

الجواب

جب سے نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا ہے اس وقت سے آج تک علمائے اہل سنت اپنی نمازیں علیحدہ باجماعت پڑھتے ہیں اور نہ صرف ہندی علمائے اہلِ سنت بلکہ بیرونی ممالک کے علماوصلحا نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ فقیر غفرلہ القدیر نے اسی سال یہ مشاہدہ کیا "من شاء فلینظر" نجدی بوجہ اپنے عقائدِ فاسدہ کے اس قابل ہی نہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ اور جو شخص ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ اپنی نماز برباد کرتا ہے۔ نجدی گورنمنٹ نے باشندگانِ حرمین شریفین کے ساتھ خصوصاً اور بقیہ اہلِ حجاز کے ساتھ جو مظالم کیے ان واقعات کو سن کر اور آثارِ متبرکہ کے ساتھ جو بے ادبیاں اور گستاخیاں کی ہیں ان کو دیکھ کر ہر مومن ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتا ہے اور دل خون کے آنسو رلاتا ہے۔ آج بھی جنت المعلیٰ وجنت البقیع ودیگر مقامات مقدسہ ان کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ یزیدیوں نے آلِ رسول پر خنجر چلایا، نجدیوں نے آل واصحاب کے مزارات کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔

نجدی عقائد باطلہ اور ان کے مظالم کی کہانی مولوی حسین احمد صاحب آنجہانی شیخ دیوبند وسابق صدر

دیوبند کی زبانی الشہاب الثاقب،ص: ۴۲، میں سنیے! مولوی حسین احمد صاحب محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرہویں صدی نجد میں ظاہر ہوا اور چوں کہ خیالات باطلہ اورعقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہلسنت و جماعت کا قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں، سَلَفِ صالحین اور اَتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس تکلیف شدید کے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے الحاصل وہ (محمد بن عبدالوہاب) ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اس وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اَتباع سے دلی بغض تھا اور اس قدر ہے کہ وہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوسی سے۔''[1]

یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی حقیقت ہے جس کو عرب کی موجودہ گورنمنٹ اپنا شیخ وامام وپیشوا مانتی ہے اور اس کے مسلک پر عمل کرتی ہے اور اسی مسلک کے حرمین شریفین کی مساجد میں امام ہیں اور اسی کی لکھی ہوئی کتابیں وہاں کے مدارس میں پڑھنا لازم ہے، اسی نے کتاب التوحید لکھی ہے جس کا ترجمہ ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کیا ہے۔

نجدی عقائد کی ایک جھلک:

(۱) مولوی حسین احمد صاحب کہتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کا یہ عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال وجائز ہے، بلکہ واجب ہے۔''[2]

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے، بعدازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔[3]

(۳) زیارتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضور آستانہ شریف وملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت و

---

[1] الشہاب الثاقب،ص: ۴۲
[2] الشہاب الثاقب،ص: ۴۳
[3] الشہاب الثاقب،ص: ۴۳

حرام وغیرہ لکھتا ہے۔اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے "لا تشدوالرحال الا الی ثلاثة مساجد"[1]

ان کا مستدَل ہے،بعض ان میں سفر زیارت کومعاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں توصلوٰۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کونہیں پڑھتے اورنہ اس طرف متوجہ ہوکر دعاوغیرہ مانگتے ہیں[2]

(۴) شانِ نبوت اورحضرت رسالت علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اوراپنے آپ کومماثل ذات سرورکائنات خیال کرتے ہیں اورنہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں،اسی وجہ سے توسل دعامیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں اوران کے بڑوں کا مقولہ کہ معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفرکفرنہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ہم اس سے کتے کودفع کرسکتے ہیں اورذات فخر عالم تو یہ بھی نہیں کرسکتے۔[3]

(۵) وہابی کسی خاص امام کی تقلید کوشرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اورائمہ اربعہ اوران کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اوراس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت وجماعت کے مخالف ہوگئے چنانچہ غیرمقلدین ہندوستان اسی طائفہ شنیعہ کے پیروہیں،وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہاردعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جمیع مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پرنہیں ہے۔[4]

(۶) مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استوی ظاہری اورجہات وغیرہ ثابت کرتا ہے۔جس کی وجہ ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔[5]

(۷) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام درود برخیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اورقرأت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وغیرہ اوراس کے پڑھنے اوراس کے استعمال کرنے ورد بنانے کوسنت قبیح ومکروہ جانتے ہیں اوربعض اشعارکو

---

[1] صحیح البخاری،کتاب الفضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ،حدیث:۱۱۳۲

[2] الشہاب الثاقب،ص:۴۶،۴۷

[3] الشہاب الثاقب،ص:۴۷

[4] الشہاب الثاقب،ص:۶۲

[5] الشہاب الثاقب،ص:۶۲

قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف نسبت کرتے ہیں [1]

(۸) وہابیہ تمبا کو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ وسگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں شمار کرتے ہیں، ان جہلا کے نزدیک معاذ اللہ زنا اور سرقہ کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا ہے جس قدر تمبا کو استعمال کرنے والا ملامت کیا جاتا ہے [2]

(۹) وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ کے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں [3]

(۱۰) وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح بدعت کہتے ہیں [4]

(۱۱) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ کہا:

''ہمارے نزدیک ان کا (محمد بن عبدالوہاب کا) حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے، یہ خوارج کی ایک جماعت ہے۔'' [5]

یہ ہیں نجدیوں کے عقائد باطلہ وفاسدہ اور انہیں عقائد کے امام حرمین شریفین میں مقرر ہیں کیونکہ فی زمانہ حرمین شریفین پر نجدی قابض ہیں اور نجدی گورنمنٹ نے اپنے مسلک کے امام رکھے ہیں۔

مولوی حسین احمد ومولوی خلیل احمد صاحب کے نزدیک نجدی بدعقیدہ وخبیث شانِ رسالت میں گستاخ اور مسلمانوں کو کافر ومشرک بنانے والا اور خوارج کی ایک جماعت ہے۔اور مولوی حسین احمد کے پیر مولوی رشید احمد صاحب کے نزدیک بدعقیدہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے، بلکہ جس کے عقیدے درست ہوں اس کے پیچھے پڑھیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۳۰۰، پر ہے:

''سوال جمعہ کی نماز جامع مسجد میں باوجودیکہ امام بدعقیدہ ہو پڑھے یا دوسری جگہ پڑھ لے'' جواب اس کے

---

[1] الشہاب الثاقب، ص:۶۷

[2] الشہاب الثاقب، ص:۶۷

[3] الشہاب الثاقب، ص:۶۷

[4] الشہاب الثاقب، ص:۶۷

[5] المہند، ص:۱۲

عقیدے درست ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے فقط[1]

ہندوستان کے دیوبندی بہت شور مچاتے ہیں کہ سنّی مولوی حرمین شریفین میں نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، اب یہ دیوبندی اپنے ان پیشواؤں کے بارے میں کیا حکم لگائیں گے، اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

پیرومرید میں تضاد:

مولوی حسین احمد کے نزدیک نجدیوں کے عقائد تو یہ ہیں جو سطور بالا میں درج ہیں۔ اور مولوی حسین احمد کے پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک نجدیوں کے عقائد عمدہ ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی رشیدیہ میں ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق ہے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، فتاوٰی رشیدیہ جلد: ا ص: ۷، مرید نے تو لکھا ہے کہ ان کے عقائد باطل ہیں اور ظالم خونخوار، باغی، فاسق، خبیث قوم ہے جس کو پیر عمدہ لکھتا ہے اسکو مرید نے باطل پرست باغی و بدعقیدہ لکھا ہے، ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک وہابی، دیوبندی، نجدی، ہم عقیدہ اور ان سب کا ایک حکم ہے، ان میں سے کسی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور جو ان کے پیچھے پڑھتے ہیں، وہ اپنی نمازوں کی بربادی کرتے ہیں، مولوی حسین احمد صاحب نے جو کچھ نجدیوں کے بارے میں لکھا یہ صرف عوام کے اندر مقبولیت حاصل کرنے کے لیے اور اپنے عقائد باطلہ پر پردہ ڈالنے کے لیے اس لیے کہ جو لکھا ہے، عمل اس کے خلاف ہے اور سچ تو یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی کی کرامت ہے کہ دشمن سے بھی یہ بات کہلوا دی ورنہ آج بھی دیوبندی قوم نجدیوں کو اپنا امام و پیشوا مانتی ہے۔ اور ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتی ہے، سچ کہا کسی نے: ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں، یہ مثال ان پر صادق آتی ہے۔

نجدی کی حقیقت:

مواجہ شریف میں اگر جالی شریف کو زائر نے بغیر پیسہ دیے بوسہ دیا یا مسجد شریف کے ستونوں کو بوسہ دیا فوراً نجدی سپاہی شرک و بدعت کا فتویٰ لگا دیتا ہے۔ جب بقول نجدیوں کے یہ فعل شرک ہے تو اس کا فاعل مشرک ہوا اور مشرک اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس فعل سے توبہ کر کے کلمہ نہ پڑھے مگر نجدی دھرم میں اس کی

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ، ص: ۳۰۰

ضرورت نہیں، ان کا شرک چند پیسوں سے دور ہوجاتا ہے۔ چنانچہ میں نے خود دیکھا کہ ایک شخص ایک ریال سپاہی کو دے کر جالی شریف سے چند ہاتھ فاصلے پر کھڑا ہوگیا تو اس سپاہی نے اسی زائر کا ہاتھ پکڑ کر جالی کے پاس کھڑا کر کے کہا کہ: بوسہ دو اور ایک ریال تو بہت ہے۔ اگر کسی نے چند قرش دے دیئے تو اس کو بھی بوسہ کی اجازت ہے۔ کیا نجدی مفتی و قاضی یہ بتلاسکتا ہے کہ پیسہ دے کر تو بوسہ کی اجازت اور بغیر پیسے دیئے اگر کسی نے بوسہ دیا تو مشرک؟ العیاذ باللہ نجدیوں کے مظالم وسیاہ کارنامے دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آثار قدیمہ متبرکہ کو یا مٹا دیا گیا یا مٹایا جارہا ہے صحابہ واہل بیت وصلحاء کے مزارات کی بے حرمتی کراتے ہیں قبرستان مدینہ پاک ومکہ مکرمہ میں نئے نئے راستے نکالے گئے ہیں۔ مقام حدیبیہ میں ترکوں نے اپنے زمانے میں مسجد بنائی تھی اب اس مسجد شریف کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور وہاں حاضری قانوناً ممنوع قرار دے دی گئی۔

ہر کاپی پر بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے انہیں کاپیوں کو طلبہ دونوں حرم شریف میں لے جاتے ہیں جس جگہ سے تصاویر کو مٹایا گیا وہاں نجدی دور میں پھر تصاویر کو لایا جارہا ہے سعودی ریڈیو اسٹیشن سے گانے آتے ہیں اور دونوں حرم شریف میں ریڈیو پر گانے سنے جاتے ہیں اس پر کوئی پابندی نہیں مگر ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل منعقد کرنا نجدی قانون میں جرم ہے ایسا جرم کہ شاید گناہ کبیرہ والے کی بھی ایسی سزا نہ ہوگی۔

اخبارات وغیرہ میں بادشاہ کو جلالت الملک لکھتے ہیں نام نہیں، اور سردار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب ذکر کرتے ہیں تو اکثر صرف محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ایک اخبار میں خود لے کر آیا ہوں، سامان تعیش حرم شریف کے دروازے پر بکتا ہے جس میں عریاں تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ اس پر کسی قسم کی بھی پابندی نہیں مگر فضائل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اکثر کتابوں کو جلا دیا گیا۔ سعیٔ بلیغ کے بعد بھی حضرت علامہ نبہانی کی جواہر البحار وغیرہ دستیاب نہ ہوسکی ایک سنّی نے مجھ سے کہا اس کتاب کا ملنا یہاں مشکل ہے کیونکہ جس جس کتاب کے متعلق نجدی حکومت کو معلوم ہوا کہ اس میں فضائل رسول ہیں اس کو جلوا دیا گیا، العیاذ باللہ مسجد الحرام شریف میں باب ابراہیم کی طرف ایک اونچی جگہ قرآن پاک رکھے ہوئے تھے، اسی جگہ کرسی بچھا کر نجدی سپاہی مع جوتوں کے کرسی پر بیٹھا رہتا ہے، بار بار اس کو منع کیا گیا مگر وہ اپنی خباثت سے باز نہ آیا، اس قسم کی بہت سی بیہودگیاں نجدیوں کی نظر آئیں خدا نجدی کے شر سے بچائے۔

الجواب صحیح: | کتبہ: محمد اشفاق حسین نعیمی

محمد مجیب الرحمٰن قادری دربھنگوی | صدر المدرسین ومفتی جودھپور راجستھان

ما کتب فی ذالك فهو صحيح

محمد مختار الحسن دانش
سید سرفراز حسین غفرلہ کچھوچھوی
۱۳۸۵ھ

مسئلہ (۱۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ حقیقت میں سنی کون ہے؟

الجواب

دور حاضر میں حقیقتا سنی وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت شاہ حضور سیدی مجدد اعظم محدث بریلوی کا پابند ہو۔

کتاب الصلوٰۃ

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) نماز میں امام کولقمہ دینے کے کون کون سے مواقع ہیں یعنی کن کن غلطیوں پر امام کولقمہ دیا جا سکتا ہے اور کن غلطیوں پر نہیں اور امام کوکن کن غلطیوں میں مقتدی سے لقمہ لینا جائز ہے اور کن میں نہیں مفصل اور مدلل تحریر فرمائیں۔

(۲) مورخہ ۱۴؍رمضان المبارک کوجبکہ امام صاحب بعد تراویح وتر پڑھا رہے تھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرنے کے بجائے بھول کر پورے کھڑے ہو گئے مگر مقتدی تمام بیٹھے رہے تو ایک مقتدی نے ان کو اللہ اکبر کہہ کر لقمہ دیا اس پر امام صاحب لقمہ لے کر اللہ اکبر کہتے ہوئے قعدۂ اولیٰ کے لیے واپس بیٹھ گئے پھر حسب دستور نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کر لیا۔ اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کسی قسم کا نماز میں خلل تو واقع نہیں ہوا؟ اور اگر ہوا تو کس قسم کا یعنی مذکورہ بالا صورت میں نماز فاسد ہوگی یا مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ۔ اگر دہرانے کے قابل ہے تو کس طرح اس کو دہرایا جائے، فرداً فرداً یا با جماعت اور اس تاریخ کے بعد پڑھی گئی نمازوں میں کسی قسم کا خلل تو واقع نہیں ہوا؟ اور صاحب ترتیب کے لیے کسی قسم کا حرج تو نہیں؟ مفصل ومدلل مع حوالہ کتب معتبرہ کے جواب تحریر فرمانے کی تکلیف گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: سید یعقوب علی ہتھیانہ کپاسن ضلع چتوڑ گڑھ

الجواب

(۱) لقمہ ایسے وقت میں دیا جائے گا جبکہ کوئی واجب یا فرض ترک ہو رہا ہو یا غلط پڑھ رہا ہو۔[۱]

(۲) صورت مذکورہ میں سب کی نماز فاسد ہو گئی، کیوں کہ امام مذکور مقتدی کے لقمہ کو قبول کر کے قیام سے

---

[۱] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: ''امام جب ایسی غلطی کرے جو موجب فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی۔'' و ذلك لا ن الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلا حه ابطالا للصلاة وهو حرام بقو له تعالىٰ ولا تبطلوا اعمالكم'' وجہ یہ کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی، نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ تم اپنے اعمال کو باطل مت کرو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۲۸۰، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں، اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قعود کی طرف پلٹا ہے، جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول، جلد اوّل، ص ۳۸۶، ۳۸۷ پر صراحت موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید کے پیش امام کے واسطے محلہ کی مسجد کے امام کا حق ہے یا جامع مسجد کے امام کا اول شخص جو کہ عارضی طور پر پیش امام مسجد محلہ مقرر کیا گیا ہے اور پابند شریعت نہیں اور داڑھی عارضی طور پر رکھی ہے، قرآن شریف صحیح نہیں پڑھ سکتا، عربی اور اردو الفاظ کے مخارج بھی صحیح ادا نہیں کرتا، دوسرا شخص جس کو عام مسلمانوں نے مقرر کیا ہے وہ پابند شرع ہے اور علم دین سے بھی بخوبی واقف ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتے ہیں اور مخارج بھی صحیح ادا کرتے ہیں، مندرجہ بالا اشخاص میں اوّل شخص بہتر ہے، اس کو نمازِ عید کا امام بنایا جائے یا دوسرا شخص بہتر ہے؟ کہ اس کو نماز عید کا امام بنایا جائے، اس کا جواب احکام شریعت کے مطابق جلد از جلد عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

نمازِ عید کے امام کے بابت یہاں جو معاملہ ہے اس کے فیصلے کا انحصار آپ کے جواب پر منحصر ہے۔ لہٰذا جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سید محمد علی چوڑیگر بھیل مال راجستھان

(گذشتہ صفحے کا بقیہ) کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہوجائے تو سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ (المصدر السابق) ویسے مختصر طور پر یہ ذہن نشیں کرلیں کہ لقمہ دینے کے بنیادی طور پر دو محل ہیں: (۱) جس جگہ لقمہ لینا دینا حدیثوں سے ثابت ہے وہ محل لقمہ ہے اگرچہ وہاں فساد نماز یا ترک واجب نہ ہو رہا ہو۔ حضور اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں: ''صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قرأت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع ﷺ سے نص وارد'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۲۵۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور وہ نص سنن ابی داؤد کی یہ حدیث پاک ہے: "عن مسور بن یزید المالکی قال رسول اللہ ﷺ فترک آیته فقال له رجل یا رسول اللہ ﷺ آیة کذا و کذا فقال فهلا اذ کرتنیها"۔ (سنن ابی داؤد، ص: ۱۳۱، ج: ۱، باب الفتح علی الامام فی الصلاۃ، آفتاب عالم پریس لاہور) ترجمہ: حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی تو ایک آیت چھوڑ دی، ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آیت تو ایسے ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو نے لقمہ دے کر یاد کیوں نہ کرائی۔
(۲) احادیث سے ثابت شدہ جگہوں کے علاوہ وہاں اجازت ہے جہاں حاجت ہو اور حاجت وہاں ہوتی ہے جہاں فسادِ نماز یا ترکِ واجب ہو رہا ہو، لہٰذا جہاں اس سے کم معاملہ ہو وہاں لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

الجواب

امامت عیدین یا جمعہ ہو یا پنج وقتہ نماز اس کے لیے شرط یہ ہے کہ سنی صحیح العقیدہ پابند شریعت ہو اور قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو اور نماز کے مسائل سے واقف ہو۔ ہدایہ میں ہے: "اولی الناس بالامامة اعلمهم بالسُنة فان تساووا فاقرأهم فان تساووافاورعهم فان تساووا فاسنهم."[1]

ترجمہ: لوگوں میں امامت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو سنت کا زیادہ جانکار ہو، پس اگر ان میں سب برابر ہوں تو پھر ان میں جو سب سے اچھا قرآن پڑھنا جانتا ہے وہ امامت کا حقدار ہے، پس اگر ان میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے وہ امامت کا حقدار ہے۔ پس اگر ان میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو ان میں زیادہ عمر دراز ہے وہ امامت کے لائق ہے۔ (س)[2]

اور جو شخص پابند شریعت ذی علم نہ ہو اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔[3]

---

[1] الھدایہ، ص:۱۲۱۔۱۲۲، ج:۱، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] نیز درمختار میں ہے: "والاحق بالامامة الا علم باحكام الصلاة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراء ة ثم الاورع ثم الأسن." (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص ۲۹۴، ج ۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو نماز کے احکام کو زیادہ جانتا ہو، پھر وہ جو قرآن کو ترتیل وتجوید اور مخارج کے ساتھ پڑھتا ہو، پھر وہ جو زیادہ پرہیزگار ہو پھر وہ جو زیادہ عمر دراز ہو۔

[3] ردالمحتار میں ہے: "مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا." (ردالمحتار مع درالمختار، ص: ۲۹۹، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کو (امامت) کے لیے آگے بڑھانا مکروہِ تحریمی ہے، اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کیا۔ درمختار میں ہے: "كل صلاة اديت مع كراهية التحريم تجب اعادتها." (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۴۷۔۱۴۸، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جس کو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیا گیا اسے دوبارہ لوٹانا واجب ہے۔ صغیری میں ہے: "يكره تقديم الفاسق كراهة تحريم" (صغیری شرح منیۃ المصلی، ص:۲۶۲، مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "كره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة واذا تعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة و غيرها." (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعا اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں، جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فيه الزيلعي ومفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية." (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (س، مصباحی)

اسی طرح اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے، جس سے قوم ناراض ہوں[1]

(بشرطیکہ یہ ناراضگی دنیوی غرض کی بنا پر نہ ہو) یعنی اس وجہ سے قوم ناراض ہے کہ وہ دین میں رخنہ ڈالتا ہے۔ یا بدعقیدہ ہے، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اگر اس کی بدعقیدگی حد کفر تک پہنچ گئی تو ظاہر بات ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز۔ نہ ہوگی اور ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے۔[2]

لہٰذا یہ دوسرا شخص اگر سنّی صحیح العقیدہ ہے تو یہی امامت کا حقدار ہے۔ اس کی موجودگی میں شخص اوّل امامت نہیں کرسکتا اور نہ اس کے لیے جائز ہے کہ ذی علم ہوتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کرے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بعد نماز فجر وعصر سجدہ تلاوت کرسکتا ہے یا نہیں اور قضا نماز جو فرض ہے اس کو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد نماز فجر وعصر سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں.....

---

[1] درمختار میں ہے: "ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفسادفيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما وان هو احق لا والكراهةعليهم" (الدر المختار، ص:۲۹۷۔ ۲۹۸: ج،۲ کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: اگر کسی نے امامت کی حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے اگر کراہت خود اس میں کسی خرابی کی بنا پر ہو یا اس بنا پر کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ حقدار تھے دونوں صورتوں میں اس پر کراہت تحریمی ہوگی یا اگر وہ خود امامت کا زیادہ حقدار تھا تو اس پر کوئی کراہت نہ ہوگی اور لوگوں پر کراہت ہوگی۔۔۔

اللہ رب العزت ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس سے لوگ ناراض ہوں چنانچہ اللہ کے حبیب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون" ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کو قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھیں۔ (سنن ابی داؤد، ص:۸۸، ج:۱، کتاب الصلاۃ، باب الر جل يؤم القوم وهم له كارهون)

[2] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "حاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا.هكذا في التبيين والخلاصة" (فتاویٰ عالم گیری، ص:۸۴، ج:۱، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ اگر صاحب بدعت کی تکفیر نہ کی گئی یعنی اس کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے (یعنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے) ورنہ جائز نہیں۔ (س، مصباحی)

اور قضا نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔[1]

مسئلہ (۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ امام "الٓمٓ" کی تیسری "یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا" پر رکوع کرتے ہیں یعنی لفظ "وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ" پر حالانکہ اس کے آگے اور مضمون ہے اور ایک سطر بعد ہی "ع" آجاتی ہے یا اس کے ایک سطر قبل "وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ" پر رکوع کیا جاسکتا ہے اور اسی پر رکوع کرنے کا عادی ہے لہٰذا مطلع فرمادیں کہ اس طرح جان بوجھ کر بیچ میں وقف کرکے رکوع کرنا کیسا ہے، نماز پر کسی قسم کی کوئی خرابی تو نہیں ہوگی؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔

الجواب

نماز ہوجائے گی مگر عادت اچھی نہیں ہے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] بعد نماز فجر وعصر سجدۂ تلاوت کرسکتا ہے اور قضا نماز بھی پڑھ سکتا ہے جب تک کہ وقت کراہت نہ آجائے اگر مکروہ وقت آگیا تو قضا نماز جائز نہیں اور سجدہ تلاوت مکروہ، درمختار میں ہے: "وکرہ تحریما وکل مالا یجوز مکروہ صلاۃ مطلقاً ولو قضا او واجبۃ او نفلا او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ و سہو مع شروق و استواء و غروب" (الدر المختار، کتاب الصلاۃ یستحب تاخیر العصر، ص:۶۱، ج:۱، مطبوعہ مجتبائی دہلی) ترجمہ: مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو کام ناجائز ہو وہ مکروہ ہوتا ہے، نماز مطلقا خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو، یا نماز جنازہ ہو اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو، طلوع، استوا اور غروب کے وقت۔

منیۃ المصلی میں ہے: "و اما الوقتان فانہ یکرہ فیہما التطوع ولا یکرہ فیہما الفرض یعنی الفوائت و صلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ وہما ما بعد طلوع الفجر الی ان تطلع الشمس وما بعد صلوۃ العصر الی غروب الشمس"۔ (منیۃ المصلی، ۸۰، کتاب الصلاۃ، اما الاوقات التی تکرہ فیہا الصلوۃ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''جائز ہے مگر جب وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں۔'' (فتاوی رضویہ غیر مترجم، ص:۳۵۹، ج:۲، باب الاوقات، رضا اکیڈمی ممبئی)

حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ فاذا نسی احدکم صلوۃ او نام عنہا فلیصلہا اذا ذکرہا" (جامع الترمذی، ص:۲۵، ج:۱، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی النوم عن الصلاۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: نیند میں کوئی کوتاہی نہیں کوتاہی بیداری میں ہے (یعنی نیند کی حالت میں اگر نماز کا وقت گزر جائے تو کوئی گناہ نہیں، ہاں گناہ اس وقت ہے کہ جاگتے ہوئے نماز قضا کردے) تو جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوجائے تو جب اسے یاد آئے نماز ادا کرلے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اوقاتِ مکروہ کے علاوہ قضا نماز کبھی بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ عصر کے بعد یا فجر کے بعد یا دیگر نماز کے بعد۔ (س، مصباحی)

[2] فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "اذا وقف فی غیر موضع الوقف اوابتدأ فی غیر موضع الابتدأ ء ان لم یتغیر المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ ان الذین أمنوا و عملوا الصلحت ووقف ثم ابتدأ بقولہ اؤلٰئك ہم خیر البریۃ۔ لا تفسد بالاجماع بین علمائنا ہکذا فی المیحط لکنہ قبیح" (الفتاوی الھندیہ، ص:۸۱، ج:۱، کتاب الصلاۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: جب ایسی جگہ وقف کیا جو وقف کی جگہ نہ تھی یا ایسی جگہ سے شروع کیا جو شروع کا مقام نہ تھا اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں آئی مثلاً: "الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت" پڑھ کر وقف کیا پھر اؤلئك سے ابتدا کی تو ہمارے علما کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ محیط میں اسی طرح ہے لیکن ایسا کرنا برا ہے۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا نماز پڑھنا درست اور جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

بدعت ہے۔

مسئلہ (۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قنوت نازلہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

قنوتِ نازلہ جب مصیبت عام ہو تو فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے اندر رکوع سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے۔[1]

مسئلہ (۷)

شریعت اسلامیہ میں تین دن کی مسافت یعنی ۵۷ رمیل کے سفر کے لیے گھر سے روانہ ہونے پر شہر سے باہر نمازِ قصر کا حکم شروع ہوتا ہے، لیکن آج کل ۵۷ رمیل تو کجا سینکڑوں میل کا سفر چند گھنٹوں میں ہوجاتا ہے، موٹر اور ریل گاڑی میں ۵۷ رمیل کا سفر کرنے میں صرف ۲ رگھنٹے لگتے ہیں، اگر کوئی شخص بھیلواڑہ سے اجمیر شریف کے لیے صبح

---

[1] درمختار میں ہے: "ولا یقنت لغیرہ الا لنازلة فیقنت الا مام فی الجھریة." ترجمہ: اور وتر کے علاوہ نمازوں میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے۔

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "لکن فی الاشباہ عن الغایة قنت فی صلاۃ الفجر ویویدہ مافی شرح المنیة حیث قال بعد کلام : فتکون شرعیته : ای شرعیة القنوت فی النوازل مستمرۃ ، وقال الحافظ ابو جعفر الطحاوی : انما لا یقنت عندنا فی صلاۃ الفجر من غیر بلیة فان وقعت فتنة او بلیة فلا باس به " (ردالمحتار مع الدرالمختار، ص:۴۴۸-۴۴۹، ج:۲، کتاب الصلاۃ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب فی القنوت للنازلة ، دارالکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: لیکن "الاشباہ" میں غایت سے منقول ہے کہ امام فجر کی نماز میں قنوت پڑھے اس کی تائید شرح منیہ کی وہ عبارت بھی کررہی ہے جو انھوں نے کچھ گفتگو کرنے کے بعد کہا: تو اس کی مشروعیت یعنی قنوت کی مشروعیت مسلسل مصیبت کے نزول کے وقت ہے، اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے (حنفیوں) کے یہاں بغیر مصیبت کے فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھے ہاں اگر کوئی فتنہ یا مصیبت آپڑے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث میں ہے: "و عن انس رضی اللہ تعالی عنه قال قنت النبی ﷺ شھرا بعد الرکوع یدعو علی حی من احیاء العرب ثم ترکه ." (المرجع السابق، ص:۱۷۴، ج:۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبیلے کے خلاف دعا مانگتے تھے پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا۔ (س، مصباحی)

۶/بجے روانہ ہو جو کہ ۸۲/میل کی دوری پر واقع ہے تو ۱۰/بجے وہاں پہنچ کر شام ۶/بجے بھیلواڑہ کے لیے روانہ ہو جاتا ہے، اور شب کو ۱۰/بجے بھیلواڑہ آجاتا ہے، تو وہ ظہر وعصر اور عشا کی نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟

الجواب

ساڑے ستاون میل یا اس سے زیادہ مسافت کو خواہ کرامت کے ذریعہ پار کرے یا ہوائی جہاز سے یا ریل گاڑی سے ہر حال میں قصر واجب ہے۔[1]

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک دیہاتی شخص جو کہ دیہات کا رہنے والا ہو، جس کی زبان سخت تلخ اور صریح ہو اور شہر والوں کی شیریں، فصیح زبان ہو تو کیا شخص ہذا امامت کے لائق ہے؟

الجواب

ہر شہر والے کی زبان شیریں اور فصیح ہو اور دیہات والوں کی زبان تلخ یہ کوئی ضروری نہیں بلکہ امامت کے لیے شرط یہ ہے کہ امام سنی صحیح العقیدہ اور مسائل ضروریہ سے واقف ہو، اور دیہات میں رہنے والا شخص جو قرآن پاک صحیح نہیں پڑھ سکتا ہو اور اس سے افضل وبہتر پڑھنے والا موجود ہو تو پھر ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔[2]

---

[1] ردالمحتار میں ہے: "وظاھر ہ انه کذا لك لو وصل الیه فی زمن یسیر بکرامة" (ردالمحتار مع الدرالمختار، ص: ۶۰۳، ج: ۲، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ ایسا ہی ہے یعنی اگر کرامت کے ذریعہ قلیل مدت میں پہنچ گیا تو قصر کرے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: "ولو کانت المسافة ثلاثا بالسیر المعتاد فسار الیھا علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین اواقل قصر کذافی الجو ھرۃ النیرۃ والقصر واجب عندنا" (فتاوی ھندیه، ص: ۱۳۹، ج: ۱، کتاب الصلاۃ، باب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، دارالکتب العلمیه،بیروت) ترجمہ: اور اگر مسافت عادت کے اعتبار سے تین دن کی چال کی تھی اور کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو کر بہت ہی تیزی اور اشتعال انگیزی کے ساتھ دو دن یا اس سے بھی کم میں چل کر پہنچ گیا تو قصر کرے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے، اور قصر ہمارے یہاں واجب ہے۔ (س، مصباحی)

[2] ہدایہ میں ہے "فان تساوأ فاقر أھم" (الھدایه، ص: ۱۲۲، ج: ۱، کتاب الصلاۃ، با ب الامامة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: پس اگر ان میں سب برابر ہوں تو امامت کا حقدار وہ ہے جو سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا ہو۔ نیز درمختار میں ہے: "والاحق بالامامة الا علم باحکام الصلاۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراء ۃ ثم الاورع ثم الأسن" (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص ۲۹۴، ج: ۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو نماز کے احکام کو زیادہ جانتا ہو، پھر وہ جو قرآن کو ترتیل وتجوید اور مخارج کے ساتھ پڑھتا ہو، پھر وہ جو زیادہ پرہیزگار ہو پھر وہ جو زیادہ عمر دراز ہو۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۹)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ جو امام ہر وقت قرأت آیت کا مطلق خیال نہ کرے جس سے معنی میں تغیر ہو جائے، تو کیا ایسے امام کی اقتدا جائز ہے؟ مع حوالہ حنفیہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

اگر قرآن کو اس طرح پڑھتا ہے کہ جس سے معنی میں تغیر واقع ہوتا ہے تو نماز نہیں ہوگی۔[1] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۱۰)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مولانا قرأت میں الحمد شریف کے آخر میں "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کو "وَلَا الظَّآلِّیْنَ" پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں تو بضد ہو کر فرماتے ہیں کہ درست پڑھتا ہوں، اس وجہ سے مقتدیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے بلکہ عن قریب تنازع پیدا ہوگا۔ مہربانی فرما کر فقہ حنفیہ کی مستند کتب وحدیث شریف سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

ضَآلِّیْن کو ظَآلِّیْن پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔[2] عموماً اس فعل کو جاہل قسم کے وہابی کرتے ہیں، حالانکہ

---

[1] بہار شریعت میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: ''اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے، نماز فاسد ہوگئی ورنہ نہیں۔'' (بہار شریعت ص: ۵۵۴، ج، ۱، حصہ سوم، قرأت میں غلطی ہو جانے کا بیان، مکتبۃ المدینہ) فتاویٰ رضویہ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے کہ معنی میں اگر تغیر آ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتاوی رضویہ غیر مترجم، ص: ۹۳، ج: ۳، رضا اکیڈمی ممبئ) (س، مصباحی)

[2] ضاد کے بجائے ظا پڑھنے کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''صوت ایں حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا آفریدہ است حقیقۃ ہیچ حرف مشابہ باو نیست فرض قطعی آنست کہ مخرجش آموز وطرز ادایش یاد گیرد وقصد حرف منزل من اللہ کند واز پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال۔ وآنکہ مخرج نیاموخت یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ بافساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے۔ واگر بالقصد بجائے او حرف دیگر نشاندن خواہد حکم او سخت تر شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ میکند۔ ملتقطا (فتاویٰ رضویہ، غیر مترجم، ص: ۱۲۷، ج: ۳، رضا اکیڈمی ممبئ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس حرف کی ادائگی اور آواز کو دوسرے تمام حروف سے جدا پیدا فرمایا ہے، حقیقی طور پر کوئی بھی حرف اس کے مشابہ نہیں اس لیے فرض قطعی یہ ہے کہ اس کا مخرج سیکھا جائے، اس کی ادائیگی کا طریقہ یاد کیا جائے اور اس حرف کا ادادہ کیا جائے جو اللہ کی طرف سے نازل ہے، اپنی طرف سے نہ اسے ظا پڑھا جائے اور نہ ہی دال۔ اور وہ شخص جس نے ض کا مخرج نہ سیکھا یا اس کی صحت کے لیے کوشش نہ کی ہو اگر اس کی زبان سے ضاد کی جگہ ظا یا دال ادا ہو جس کے ساتھ فساد معنی ہوگا اس سے نماز بھی فاسد ہوگی اور جس کے ساتھ فساد معنی نہ ہوگا اس سے نماز ہو جائے گی۔ اور اگر قصداً اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو اس کا حکم شدید ترین ہوگا کیوں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیل کرنا ہے۔ مزید تشفی کے لیے حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "الجام الصاد عن سنن الضاد" کا مطالعہ کریں۔ (س، مصباحی)

ان کے پیشوا فتاویٰ رشیدیہ میں اس امر پر صاف حکم دے گئے کہ اصلی حرف ضاد ہے، اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے۔[1]

نوٹ: وہابی خود اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو امام بنایا جائے چونکہ ان کے عقائد، فاسد اور کفریہ ہیں مثلاً خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔(معاذاللہ ثم معاذ اللہ) خدا کی ذات ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے، اس امر کا نمازی ہمیشہ خیال رکھیں کہ امام وہابی وغیر مقلد نہ ہو ورنہ نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ (۱۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دو مہینہ ہوئے مسجد میں ایک امام آئے ہیں۔ اس عرصہ میں ایسی حرکتیں کی ہیں کہ ہمارے گاؤں کے مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کروادی ہے، اس لیے آپ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ:

(۱) ہمارے امام نے مسجد میں جھوٹی قسم کھائی ہے اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) چند شخصوں کو بہکا کر مسجد میں گھڑی کا تالا تڑوا کر مسجد سے گھڑی نکلوادی ہے۔

(۳) یہ امام زنا کاری میں بدنام، عزت خراب کر کے یہاں آئے ہیں یہ امامت کے لائق ہیں ہے یا نہیں؟

(۴) اس عرصہ میں امام نے دو مولویوں کے ساتھ مسلمانوں سے غیر واجب لڑائی لڑی جس کی وجہ سے گاؤں کے آدھے سے زیادہ لوگ ان سے ناراض ہیں مگر پانچ سات مسلمانوں نے ان کی وفاداری کی ہے، اس پر علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

(۵) امام پورے مسئلوں سے بھی واقف نہیں ہے۔ امام کی عورت بھی نہیں ہے۔

(۶) مسجد سے گھڑی نکلوانے اور نکال لینے پر کیا حکم فرماتے ہیں؟

(۷) مسجد میں گھڑی ایک شخص نے دی تھی، اس پر لکھا تھا ''عبدالغنی کی جانب سے وقف مسجد کھینواڑہ'' اس پر کس کا حق ہے۔ فقط والسلام

الجواب

اگر فی الواقع امام کے اندر یہ عیوب ہیں، جن کا ذکر سوال میں درج ہے تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ایسا

---

[1] فتاوی رشیدیہ، ص:۲۷۲، مکتبہ دارالاشاعت

شخص فاسق و فاجر ہے۔ تاوقتیکہ ان افعال سے توبہ نہ کرے ایسے شخص کو فوراً امامت سے علیحدہ کر دیا جائے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ امام کسی اونچی جگہ یا کسی چیز پر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے نیچے کھڑے ہوں۔ (دار قطنی)

دیگر مفہوم فتاوی آستانہ مفتی ضیاء القادری حنفی دہلی بدایونی۔ امام کا تنہا اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ ہے اگر بلندی زیادہ ہو تو مکروہ تحریمی اور تھوڑی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار)

کتب دینی ضروریات ص: ۱۳۹، مولانا مفتی اسماعیل صاحب ذبیح مدظلہ العالی مکروہات نماز میں، ص: ۱۷/ پر فرماتے ہیں کہ امام کا تنہا اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے دیگر فقہ حنفی کی بہت سی کتابوں سے یہ مسئلہ عیاں طور پر ظاہر ہے۔ (خلاصۂ جمعہ)

امام محراب کے قریب ہوتا ہے مقتدی صحن اول میں دوم میں سوم میں ہوتے ہیں نماز ہو جاتی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں صفیں ملی ہونا ضروری ہے درمیان صفوں کے راستہ حائل نہ ہو، بجائے جمعہ کے اور وقتوں میں پندرہ یا

---

[1] ردالمحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه تحریم لماذکرنا"۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، ص: ۲۹۹، ج: ۲، کتاب الصلاة، باب الامامة، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کو (امامت) کے لیے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے، اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کیا۔ درمختار میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراھیة التحریم تجب اعادتھا"۔ (الدالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۱۴۷-۱۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا دوبارہ لوٹانا ضروری ہے۔ صغیری میں ہے: "یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم"۔ (صغیری شرح منیة المصلی، ص: ۲۶۲، مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اھتمامه بالدین فتجب اھانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجدہ للجمعة و غیرھا"۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه اصح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فیه الزیلعی ومفادہ کون الکراھة فی الفاسق تحریمیة"۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص: ۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (س، مصباحی)

بیس نمازی ہوتے ہیں اور کافی جگہ موجود ہے پھر امام کا اکیلا اونچا کھڑا ہونا اور مقتدی نیچے ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔خلاصہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: احمد درانی

الجواب

امام کا محراب یا دونوں ستون کے بیچ مین کھڑا ہونا مکروہ ہے، اسی لیے حکم ہے کہ امام کے قدم دونوں ستونوں سے یا محراب سے باہر ہوں اور سجدہ محراب یا ستونوں کے بیچ میں اس میں اصلا کراہت نہیں، عام طور سے مسجد کے اندرونی و بیرونی حصے میں کسی قدر فرق ہوتا ہے، جب جماعت صحن میں ہوتی ہے تو امام بیچ کے در میں کھڑا ہوتا ہے چونکہ بیچ کے در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی وجہ سے بیچ کے در میں باہر کی جانب ایک چبوتری بنادی جاتی ہے جس پر امام کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ در میں کرتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں [1] اونچائی ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو تو اس کی ممانعت

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "و یکرہ قیام الامام وحدہ فی الطاق وھو المحراب ولا یکرہ سجودہ فیہ اذا کان قائما خارج المحراب ھکذافی التبیین"۔ اھ (الفتاوی الھندیہ، ص:۱۰۸، ج:۱، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر محراب سے باہر کھڑا ہو کر محراب میں سجدہ کیا تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح تبیین میں ہے۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: "وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ و قد ما ہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا۔ اھ" (تنویر الابصار والدر المختار المطبوعان مع رد المحتار، ص:۴۱۴، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ الخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے نہ کہ اس میں اس کا سجدہ کرنا، حالانکہ اس کے دونوں پاؤں محراب کے باہر ہوں اس لیے کہ اندر باہر ہونے میں قدم کا اعتبار ہے۔ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مطلقاً مکروہ ہے۔ رد المحتار میں ہے: "والاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال: اکرہ ان یقوم بین الساریتین (الی قولہ) لانہ بخلاف عمل الامۃ"۔ ترجمہ: امام ابوحنیفہ سے اصح طور پر یہی مروی ہے کہ میں امام کے دو ستونوں کے درمیاں کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں۔ (آخر میں فرمایا) کیوں کہ یہ عمل، عمل امت کے خلاف ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، ص:۳۱۰، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ مطلب: ھل الاساء ۃ دون الکراھۃ الخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) اگر کثرتِ جماعت کی وجہ سے امام محراب میں اور مقتدی در میں کھڑے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ فتح الباری میں ہے: "محل الکراھۃ عند عدم الضیق"۔ ترجمہ: جب تنگی نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (فتح الباری، ص:۱۲۴، ج:۲، باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، مصطفی البابی، مصر) درمختار میں ہے: "ھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلوقا موا علی الرفوف والا مام علی الا رض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ"۔ اھ (درمختار، ص:۴۹۲، ج:۱، باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ترجمہ: یہ تمام (یعنی کراہت) اس وقت ہے جب عذر نہ ہو عذر کی صورت میں مثلا جمعہ اور عید کے بھیڑ کے موقع پر بھی اگر مسجد تنگ ہو اور بعض نمازی رفوف (دروازے کے تختے) پر کھڑے ہوں اور امام زمین یا محراب میں تو کراہت نہیں۔ (س، مصباحی)

ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”ثم قدر الارتفاع قامة ولا باس بما دونها ذكره الطحاوى“[1] اھ
ترجمہ: بلندی کی مقدار ایک گز ہے اور اگر اس سے کم ہے تو کوئی مضائقہ نہیں امام طحاوی نے اس کو ذکر کیا ہے۔ (س)
درمختار میں بھی اس طرح مرقوم ہے: ”وقدر الا رتفاع بذراع ولا باس بما دونه“۔ اھ[2]
ترجمہ: مقدار بلندی کی ایک گز ہے اور اگر اس سے کم ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (س)
سائل نے جو حدیث پیش کی ہے اس سے مراد ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ کی بلندی ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”درمقدار دکان وارتفاع وی کہ متعلق است بوی کراہت بعض گفتہ اند کہ مقدار قامت میانہ است وبعض گفتہ اند مقدار آنچہ واقع گردد بوے امتیاز وگفتہ اند مثل ذراع چنانچہ سترہ وایں قول مختار است۔“[3]
ترجمہ: پھر بلند جگہ کی بلندی میں جس کے ساتھ کراہت متعلق ہے، اختلاف ہے، بعض نے کہا درمیانہ قد آدمی کی اونچائی تک بلندی مراد ہے، بعض نے کہا اتنی مقدار بلندی مراد ہے جس سے امام اور مقتدی کی جگہ میں فرق وامتیاز ہو، بعض نے کہا ایک گز بلندی مراد ہے جس طرح سترہ کی بلندی ایک گز ہوتی ہے اور یہ قول مختار ہے۔
گو کہ مذکورہ بالا عبارتوں سے ثابت ہوا کہ کراہت ایک ہاتھ سے زیادہ بلندی یا ایک ہاتھ کی بلندی پر ہے۔ مگر سوال میں جس جگہ کا ذکر ہے اس کی اونچائی پانچ انچ ہے مگر اس میں بھی کراہت ہے وہ بھی کراہت تنزیہی۔ درمختار میں ہے: ”وقيل مايقع به الامتياز وهو الأوجه“[4]
اور اگر سائل نے مطلق بلندی خواہ ہاتھ سے زیادہ یا کم ہو مراد لیا ہے تو مشکوٰۃ کی اس حدیث کا کیا مطلب ہوتا ہے کہ: عن سهل بن سعد الساعدى انه سئل من اى شئ المنبرفقال هو من اثل الغابة عمله فلان مولى فلانة لرسول الله ﷺ وقام عليه رسول الله ﷺ حين عمل ووضع فاستقبل القبلة وكبر وقام الناس خلفه فقرأ وركع وركع الناس خلفه ثم رفع راسه ثم رجع القهقرى فسجد على الارض ثم عاد الى المنبر ثم قرأثم ركع ثم رفع راسه ثم

---

[1] فتاوی ہندیہ، ص:۱۰۸، ج:۱ کتاب الصلاة، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة وما لا يكره، دارالکتب العلمیہ، بیروت
[2] الدرمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۴۱۵، ج:۲، کتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دارالکتب العلمیہ، بیروت
[3] اشعۃ اللمعات، ص:۲۳۷، ج:۱، کتاب الصلاۃ، باب الموقف، الفصل الثانی
[4] الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۴۱۵، ج:۲، کتاب الصلوة،باب مايفسدالصلوة وما يكره فيها، دارالکتب العلمیہ، بیروت

رجع القهقری حتی سجد بالارض۔[1]

نوٹ:

مولوی اسماعیل صاحب جن کو سائل نے ذبیح لکھا انھوں نے سرحدی مسلمانوں سے جہاد کیا اور ایک مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا، ہندوستان میں فرقہ وہابیہ کا بانی یہی ہے، اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال لکھا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارفع و اعلیٰ شان میں لکھا ہے کہ حضور تو مر کر مٹی میں مل گئے، نماز میں حضور کا خیال بیل وغیرہ کے خیال لانے سے بدتر لکھا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ ایسے شخص کا قول و فعل کو حجت نہیں بنایا جا سکتا ہے، ایسے شخص کا قول پیش کرنا حماقت ہے اور اہل سنت کے نزدیک ایسے اقوال قابلِ قبول نہیں ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

مسئلہ (۱۳) کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈا یا کترائے ہوئے حافظ کے پیچھے تراویح درست ہے یا نہیں، آج کل عموما موافق سنت داڑھی رکھنے والا دس فیصد ملنا مشکل ہے، اس مجبوری پر قرآن مجید ایسے حافظ کا تراویح میں سن سکتے ہیں یا نہیں اور وہ تراویح جائز ہے؟ عالم شرع داڑھی والے پر لوٹانی پڑے گی یا نہیں۔ اس مسئلہ پر پہلے کیوں نہ زور دیا گیا قرآن و حدیث سے جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جو شخص داڑھی منڈواتا یا مونڈتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ امامت کے لیے جو حکم فرائض میں ہے وہی تراویح میں ہے داڑھی مونڈنا حرام ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں ہے: ''حلق کردن حرام است و روش افرنج و ہنود و جوالقیان کہ ایشاں را قلندریہ نیز گویند و گزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست۔''[2] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

---

[1] مشکوۃ المصابیح، ص: ۹۹، باب الموقف، الفصل الثانی، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] اشعۃ اللمعات فارسی، ص: ۲۱۲، ج: ۱، کتاب الطہارۃ، باب السواک، الفصل الاول، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فتح المعین شرح قرۃ العین میں ہے: "یحرم حلق لحیۃ"۔ ترجمہ: داڑھی مونڈنا حرام ہے۔ (فتح المعین شرح قرۃ العین، ص: ۲۱۹، مسائل الا کتحال والخضاب الخ، مطبعہ عامر الاسلام، پورہرس) شرح الشفاء میں ہے: "حلق اللحیۃ منہی عنہ"۔ ترجمہ: داڑھی مونڈنا منع ہے۔ (شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض، ص: ۳۴۳، ج: ۱، فصل: واما نظافۃ جسمہ، دار الفکر بیروت) نسیم الریاض میں ہے: "اما حلقھا فمنہی عنہ لا نہ عادۃ المشرکین"۔ ترجمہ: داڑھی مونڈنا منع ہے کیوں کہ یہ مشرکین کی عادت ہے۔ (نسیم الریاض، ص: ۳۴۴، ج: ۱، فصل: واما نظافۃ جسمہ، دار الفکر بیروت) (س، مصباحی)

مسئلہ (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید سٹہ لگاتا ہے اور قرآن پاک کی جھوٹی قسم کھاتا ہے اور اس بار جھوٹی قسم کھانے سے پہلے ایک بار پہلے جھوٹی قسم کھا چکا ہے اور وہ عیدین کی نماز پڑھانے کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ شاہی فرامین کے تحت عیدین کی نماز پڑھانے کا حق عمرو کا ہے اور وہ اپنی معذرت کی بنا پر ایک عالم اور متقی کو نماز پڑھانے کی اجازت دیتا ہے مگر زید یہ کہتا ہے کہ میں شہر قاضی ہوں نماز پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت دینا میرا حق ہے اور میں ہی نماز عیدین پڑھاؤں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں یا یہ شخص ایسے عالم کو اجازت دے جو ہر وقت ہوٹلوں پر بیٹھا رہے اور ادھر ادھر کرتا رہے اس کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں اور ان میں نماز عیدین کے لیے امامت کا کون حقدار ہے اور کس کی اجازت سے حقدار ہے زید کی اجازت افضل اور بہتر ہے یا عمرو کی؟ قرآن پاک کی قسم کی بڑی اہمیت مانی جاتی ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب

صورتِ مسئولہ میں امامت کا حق عمرو کا ہے، یا پھر عمرو جس کو اجازت دے وہ نماز پڑھائے گا دوسرا شخص نہیں پڑھا سکتا ہے زید چونکہ امام نہیں ہے، لہٰذا اس کو امام مقرر کرنے کا اختیار نہیں ہے عمرو جس متقی عالم کو امامت کے لیے مقرر کرتے آئے ہیں وہی نماز پڑھانے کا حقدار ہے فاسق و فاجر کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے جس کا لوٹانا ضروری ہے۔[1] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

---

[1] ردالمحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه تحریم لما ذکرنا" (ردالمحتار مع الدرمختار، ص:۲۹۹، ج:۲، کتاب الصلاة، باب الامامة، دارالکتب العلمیه بیروت)۔ ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کو (امامت) کے لیے آگے بڑھانا مکروہِ تحریمی ہے، اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کیا۔ درمختار میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهیة التحریم تجب اعادتها" (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۴۷۔۱۴۸، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا دوبارہ لوٹانا ضروری ہے۔ صغیری میں ہے: "یکره تقدیم الفاسق کراهة تحریم" (صغیری شرح منیة المصلی، ص:۲۶۲، مباحث الامامة، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة و غیرها" (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه اصح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعا اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فیه الزیلعی ومفاده کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة" (حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۱۵)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرح متین بابت سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے مقتدی پڑھ سکتا ہے کہ نہیں، یہاں قصبہ ناواں میں کافی بحث ومباحثہ ہو رہا ہے آپ آیات مبارکہ واحادیث کریمہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: حافظ رحیم الدین صاحب، ٹونکی امام پوسٹ خاص ناواں کچاض روڈ، ضلع ناگور

الجواب

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا قرآن کریم واحادیث کریمہ وآثار صحابہ کرام سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ"[1]

ترجمہ: جب قرآن حکیم پڑھا جائے تو اس کو بغور سنو اور خاموش رہو ضرور تم رحم کیے جاؤ گے۔ حدیث شریف میں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اذا صلیتم فا قیموا صفو فکم ثم لیؤمکم احد کم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا"۔ اھ[2]

ترجمہ: جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم خاموش رہو۔ (س)

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: "انما الامام لیؤتم به فاذا کبرفکبروا واذاقرأفانصتوا"[3]

ترجمہ: امام تو اس لیے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب قرأت کرے تم خاموش رہو۔ (س)

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول الله ﷺ: "اذاقرأالامام فانصتوا"[4]

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام قرأت کرے تو تم بالکل خاموش ہو جاؤ۔ (س)

---

[1] القرآن المجید، سورہ انفال، آیت: ۲۰۴

[2] الصحیح لمسلم، ص: ۱۷۴، ج: ۱، باب التشهد فی الصلاۃ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] سنن النسائی، ص: ۱۱۲، ج: ۱، تاویل قولہ عزوجل واذا قرأالقرآن الخ، حدیث: ۹۲۳، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ، لاہور

[4] سنن ابی داؤد، ص: ۱۴۰، ج: ۱، مطبوعہ مجتبائی، دہلی

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ: "من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة"[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا امام ہو پس امام کا پڑھنا اس مقتدی کا پڑھنا ہے، اس کو خلف الامام (امام کے پیچھے) نہ پڑھنا چاہیے۔ (س) عن ابی هريرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ: "انما جعل الامام ليئو تم به فاذاقرأ فا نصتوا"[2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا وہ جب قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (س)

لہٰذا مذکورہ بالا نوشتہ احادیث کریمہ سے بصریح معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا مطلقاً ناجائز ہے کسی بھی حالت میں جائز نہیں چونکہ قرآن میں بھی اسی کا حکم ہے مذکورہ بالا آیت سے بھی اس کا اثبات ہے کہ خلف الامام قرأت ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ آج کل یہاں پر مغرب کی اذان سوا چھ بجے کے بعد ہوتی ہے اور طلوع سوا سات بجے کے قریب ہے اذان ۴ر بج کر چالیس منٹ پر اور جماعت عصر ۴ر بج کر پچیس منٹ پر ہوتی ہے کیا اس سے پہلے اذان و جماعت ہوسکتی ہے اور اذان فجر ۶ر بجے کے بعد و نماز فجر ۶ر بجکر چالیس منٹ پر ہوتی ہے کچھ مصلیان عصر ساڑھے چار بجے اور فجر ساڑھے چھ بجے پڑھنے کا تقاضا کرتے ہیں مستحب اور بہتر وقت سے مع حوالہ جات مطلع فرمائیے گا تا کہ معترض حضرات کو تسکین واطمینان ہو جائے۔ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ اذان سوا چار بجے جیسا کہ یہاں پر شہر کی مسجد میں ہو رہی ہے، دی جائے اور جماعت ساڑھے چار بجے ہونا چاہیئے میں ان کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں۔

الجواب

اور جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جائے علاوہ سایہ اصلی کے اس وقت عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، غروب آفتاب

---

[1] شرح معانی الآثار المعروف بہ الطحاوی، ص:۱۵۸، ج:۱، باب القراءۃ خلف الامام
[2] المصدر السابق

سے ایک گھنٹہ قبل وقت مستحب ہے[1]

(فائدہ) سایۂ اصلی اس کو کہتے ہیں جو سایہ ضحوی کبری کے وقت ہوتا ہے، ان بلاد میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹہ ۳۵ ر منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۲ گھنٹہ ۶ ر منٹ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے: ۲۴ ر اکتوبر تحویل اقرب سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۲۶ ر منٹ پھر یکم نومبر سے ۱۸ ر فروری یعنی پونے چار ماہ تک تقریباً ایک گھنٹہ ۳۵ ر منٹ سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت عصر ہے۔ ان بلاد میں عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا پھر ۱۹ ر فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹہ ۳۶ ر منٹ پھر مارچ کے ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۳۷ ر منٹ ہفتہ دوئم ایک گھنٹہ ۳۸ ر منٹ ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۴۰ ر منٹ پھر ۲۱ ر مارچ تحویل حمل سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۱ ر منٹ پھر اپریل کے ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۴۳ ر منٹ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۵ ر منٹ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۸ ر منٹ پھر ۲۰، ۲۱ ر اپریل تحویل ثور سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۵۰ ر منٹ پھر مئی کے ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۵۳ ر منٹ ہفتہ دوم ایک گھنٹہ ۵۵ ر منٹ ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۵۸ ر منٹ پھر ۲۲، ۲۳ ر مئی تحویل جوزا سے آخر ماہ تک دو گھنٹہ ایک منٹ پھر جون کے پہلے ہفتہ میں دو گھنٹہ ۳ ر منٹ ہفتہ دوم میں دو گھنٹے ۴ ر منٹ ہفتہ سوم میں دو گھنٹے ۵ ر منٹ پھر ۲۲ ر جون تحویل سرطان سے آخر ماہ تک دو گھنٹہ ۶ ر منٹ پھر ہفتہ اول جولائی میں دو گھنٹہ ۵ ر منٹ دوسرے ہفتہ میں دو گھنٹہ ۴ ر منٹ تیسرے ہفتہ میں دو گھنٹہ ر ۲ منٹ پھر ۲۳ ر جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹہ ۱ ر منٹ اس کے بعد سے آخر ماہ تک دو

---

[1] (۱) قدوری میں ہے: "و اول وقت العصر اذا خرج وقت الظهر" (مختصر القدوری، ص: ۱۷، کتاب الصلاۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور عصر کا اوّل وقت اس وقت ہے جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے۔ اور فجر کا وقت طلوع صبح صادق سے سورج کی کرن چمکنے تک ہے صبح صادق ایک روشنی ہے جو پورب کی جانب جہاں سے آفتاب نکلنے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورے آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اُجالا ہو جاتا ہے۔ قدوری میں ہے: "اول وقت الفجر اذا طلع الفجر الثانی وهو البياض المعترض فی الافق"۔ اھ (مختصر القدوری، ص: ۱۷، کتاب الصلاۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: فجر کا اوّل وقت جب فجر ثانی طلوع ہو جائے اور وہ (فجر ثانی) وہ سفیدی ہے جو افق میں پھیلی ہوتی ہے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "اول وقت الفجر اذا طلع الفجر الثانی و هو البياض المنتشر فی الا فق الی طلوع الشمس"۔ اھ (الفتاوی الھندیۃ، ص: ۵۱، ج: ۱، الباب الاول فی المواقیت، الفصل الاول فی اوقات الصلاۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) فجر کا اوّل وقت جب فجر ثانی طلوع ہو جائے اور فجر ثانی وہ سفیدی ہے جو اُفق میں پھیلی ہوتی ہے، طلوع شمس تک ہے۔

صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک کم از کم ا ر گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ ر منٹ ہوتا ہے نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ البتہ مہینوں کے اعتبار سے اس کے اندر کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔ تفصیل کے لیے بہار شریعت حصہ سوم کا مطالعہ کریں، ہمارے مذہب حنفی میں فجر کی نماز اجالا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

گھنٹہ پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۸ رمنٹ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۵ رمنٹ تیسرے ہفتے میں ایک گھنٹہ ۵۱ رمنٹ پھر ۲۳، ۲۴ راگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ ۵۰ رمنٹ پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۸ رمنٹ پھر ستمبر ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۴۶ رمنٹ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۴ رمنٹ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۲ رمنٹ پھر ۲۳، ۲۴ رستمبر تحویل میزان میں ایک گھنٹہ ۴۱ رمنٹ پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۰ رمنٹ پھر اکتوبر میں ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۳۹ رمنٹ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ رمنٹ ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۳۷ رمنٹ غروب آفتاب سے پیشتر وقت عصر شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ (۱۷) کیا فرماتے ہے علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) اگر فاسق وفاجر کے سوا کوئی دوسرا لائق امامت نہ ہوتو نماز باجماعت پڑھی جائے یا الگ الگ؟

(۲) اگر فاسق وفاجر کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دہرائی نہ گئی تو کیا ہوگا؟

(۳) اگر دہرانے پر امام ناراض ہوتو کیسا یعنی اس کو دہرانا اس کے ناراض ہونے کے باعث ہیں؟

(۴) فجر ظہر وغیرہ نمازیں جو اکیلے بھی ہوسکتی ہیں دہرا سکے گا مگر جمعہ، عیدین وغیرہ نمازوں کا کیا ہوگا جبکہ وہ امام بنانے کی قوت نہیں رکھتا؟

(۵) زید کا والد فاسق معلن ہے اگر لڑکا اس کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کا والد ناراض ہوتا ہے اور اگر نہ دہرائے تو واجب الاعادہ باقی رہتا ہے؟ جو عند اللہ ماخوذ ہے۔

(۶) اگر زید کے والد زید کی امامت سے ناراض ہوں تو زید باریش ہونے پر اور امامت کے لائق ہونے پر ان کو ناراض کر کے بھی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدیوں میں ایسا کوئی مقتدی بھی نہیں جو نماز پڑھا سکتا اگر کوئی بھی لائق امامت نہ ہوتو زید کیا کرے۔

(۷) جب معلوم ہو کہ امام فاسق وفاجر ہوگا تو زید مسجد میں ہر جماعت سے قبل جاوے یا بعد نماز تاکہ دہرانے کی ضرورت نہ پڑے یا وقت پر پہنچ کر شرکت لازمی اور بعد میں اس کو دہرائے؟

(۸) خلافِ شریعت عمل کرنے والے کو لوگ بزرگ اور ولی سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی شریعت پر عمل کرنے میں تساہل اور تکاسل سے کام لیتا ہے، کیا خلاف شریعت عمل کرنے والا ولی اور بزرگ ہوسکتا ہے جیسے داڑھی منڈانا اور نماز نہ پڑھنا،

(۹) خلافِ شریعت عمل کرنے والا ولی کہتا ہے کہ مجھے شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں میرا دل ہر دم نماز پر ہے، ظاہری نماز سے کیا فائدہ داڑھی بھی نہیں رکھتے ؟

(۱۰) خلاف شرع عمل کرنے والے پیر سے بیعت ہونا کیسا اور پیر خود بھی خلاف شرع رہے اور مرید کو بھی حکم دے تو کیسا ؟

(۱۱) اگر پیر خلاف شرع عمل کرے تو مرید اسکو روک سکتا ہے یا نہیں ؟

(۱۲) خلافِ شرع عمل کرنے والے کو لوگ برا بھلا نہیں کہتے نہ کہنا ٹھیک سمجھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تمہیں ان کا حال معلوم نہیں وہ کس طرح رہتے ہیں تم کو نکتہ چینی نہیں کرنا چاہیے یعنی شریعت کے خلاف عمل کرنے پر نہ جاؤ۔

(۱۳) کافر اور مشرک کو بھی مرید کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(۱۴) غیر متشرع پیر یہ کہتا ہے اور لوگ بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ولی ہے مگر شریعت کے خلاف اس لیے عمل کرتے نہیں کہ لوگ ان سے نفرت کر کے دور رہیں یہ کہاں تک ٹھیک ہے؟

(۱۵) خلافِ شرع عمل کرنے والے پیر کا انتقال ہو گیا لوگ ان کے مزار پر عرس کر کے فیض اٹھاتے ہیں یہ کیسا ؟

(۱۶) ایسے ہی مزاروں پر عورتیں جن کو اثر ہوتا ہے کھیلتی کودتی ہیں اور بے حیائی سے رہتی ہیں کہاں تک درست ہے؟

(۱۷) "الفتنة اکبر من القتل"۔ تو پھر اندر باہر کی اذان کا جھگڑا کھڑا کر کے فتنہ کیوں بر پا کیا جاتا ہے یا پھر شریعت کے احکام بتانے پر کیسا ہی جھگڑا کیوں نہ ہو مسائل بتا دیتے ہیں یا فتنہ کے ڈر سے رکا جائے یا فتنہ کھڑا کرنے والے مسائل کے باہر رہا جائے۔

(۱۸) امریکہ سے آنے والا مِلک پاؤڈر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس میں خنزیر اور دیگر حرام جانوروں کا دودھ بھی ملایا جاتا ہے؟

(۱۹) فاتحہ ایک بار جس کھانے پر لگا دی گئی ہے، اسی پر دوبارہ فاتحہ لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱ تا ۳) فاسق معلن اور فاسق غیر معلن کی امامت کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔ "فان تقدیم الفاسق اثم والصلاۃ خلفه مکروهة تحریما والجماعةواجبة فهما فی درجة واحدة ودرء المفاسد اهم

من جلب المصالح"۔ کیوں کہ تقدیم فاسق گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جماعت واجب ہے پس دونوں کا درجہ ایک ہوا لیکن مصالح کے حصول سے مفاسد کو ختم کرنا اہم اور ضروری ہوتا ہے یہ فاسق معلن کا حکم ہے اور اگر کوئی چھپا کر گناہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں یہ فاسق غیر معلن کا حکم ہے،"لان الجماعۃواجبۃ والصلاۃ خلف فاسق غیر معلن لا تکرہ الا تنزیھا۔ اھ[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) اگر جمعہ وعیدین صرف ایک ہی مقام پر قائم ہے اور فاسق امام کے علاوہ دوسری جگہ جمعہ نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں جمعہ وعیدین پڑھ لے اور جمعہ وعیدین تنہا نہیں پڑھ سکتا۔[2]

(۵) جواب نمبر ۱ کو ملاحظہ کریں حدیث شریف ہے:"لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ"[3] ترجمہ: اللہ کی معصیت میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں (س)

(۶) یہ ناراضگی کس وجہ سے کیا شرعی نقص کی بنیاد پر یا غیر شرعی وجہ سے صورتِ اولا میں امامت نہ کرے، دوسری صورت میں کوئی حرج نہیں۔

(۷) قبل جماعت چلا جائے۔

(۸) ولی اللہ نہیں ہوسکتا ولی الشیطان ہوسکتا ہے۔

(۹) ایسا کہنے والا جاہل ہے، اس پر توبہ لازم ہے۔

(۱۰) نہ چاہیے۔

(۱۱) ضرور اس کو ڈبل ثواب ملے گا۔[4]

---

[1] فتاوی رضویہ غیر مترجم، ص: ۲۵۳، ج: ۳، رضا اکیڈمی ممبئی

[2] ردالمحتار میں ہے:"لا ینبغی ان یقتدی با لفاسق الا فی الجمعۃ لا نہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ" اھ (ردالمحتار المطبوع مع الدر المختار، ص: ۲۹۸، ج: ۲، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: جمعہ کے علاوہ دوسری نماز میں فاسق کی اقتدا جائز نہیں کیوں کہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں اسے دوسرا امام مل سکتا ہے۔

[3] مسند امام احمد بن حنبل، ص: ۱۳۱، ج: ۱

[4] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"من رأی منکم منکر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلك اضعف الایمان"۔ اھ (الصحیح لمسلم، ص: ۵۱، ج: ۱، باب بیان کون النھی عن المنکر، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) تم میں سے جو برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے ختم کرے، پس اگر اس پر قادر نہ ہو تو اسے زبان سے روکے پس اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل ہی میں اس کو برا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

(۱۲) جب ظاہر میں خلاف شریعت چلتا ہے تو اس کی حالت کو ظاہر کیا جائے تا کہ دوسرے اشخاص کو عبرت حاصل ہو۔

(۱۳) سب سے پہلے کلمہ پڑھنا ہے اس کے لیے یہی مریدی ہے۔ بنیاد نہ رکھے اور مکان بنا دے یہ مکان کب قائم رہ سکتا ہے۔

(۱۴) غیر متشرع اگر ہوا پر بھی اڑے اور دریا پر بھی چلے ولی نہیں ہوسکتا، ولی کی شرط اوّل دامنِ شریعت کو مضبوطی سے پکڑنا اور خلاف شرع اُمور سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت سیدنا جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے خلافِ شرع پیر کو سراپا شیطان بتلایا ہے۔

(۱۵) نہ چاہیے۔

(۱۶) ہرگز نہ جائیں، اگر ان کے شوہر اجازت دیتے ہیں تو وہ دیوث ہیں[۱] اور اگر صاحب مزار کامل ہیں تو ایسی صورت میں مریضہ جاسکتی ہے جیسا کہ مخدوم اشرف جہانگیر قدس سرہٗ العزیز کا مزار پرانوار مرجع خاص وعام ہے اور جس پر جن کا اثر ہوتا ہے اس کا علاج تریاق ہے یہ مزار پاک کچھوچھہ شریف میں ہے۔

(۱۷) بلاشبہہ فتنہ کا حکم قتل سے زیادہ سخت ہے اس پر نص قطعی شاہد ہے مگر دینی بات بتلائیں اور پھر آدمی اس کے خلاف آواز بلند کریں تو اس میں فتنہ کس کی طرف سے ہے بتلانے والے یا خلاف آواز بلند کرنے والوں کی طرف سے ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ اس میں بتلانے والے کا کیا قصور ہے۔ مسئلہ بتلا رہا ہے اگر دین کی بات بتانے میں آدمی مخالفت کریں تو اس کی پرواہ نہ کریں بلکہ مسئلہ صحیحہ ضرور بتائیں اگر خاموش رہے گا گونگا شیطان ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ”الساکت عن الحق شیطان اخرس“۔[۲]

---

[۱] عورتوں کے لیے زیارت قبور منع ہے، ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”لعن اللہ زائرات القبور“ (عمدۃ القاری شرح البخاری، ص:۶۹، ج:۸، باب زیارۃ القبور، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، بیروت) ترجمہ: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر ہوتی ہے جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ اور مسند احمد بن حنبل کی روایت میں اس طرح ہے: ”لعن اللہ زوارات القبور“ (مسند احمد بن حنبل، ص:۴۴۲، ج:۳، حدیث: حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دار الفکر، بیروت) ترجمہ: قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

[۲] المنہاج شرح الصحیح لمسلم المطبوع مع المسلم، ص:۵۰، ج:۱، کتاب الایمان، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ/نور الانوار، ص:۶۲۳، باب الاجماع، فصل: تعریف الاجماع ورکنہ، مکتبۃ البشری پاکستان۔ (کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں اس حدیث پر میں مطلع نہ ہوسکا، اس لیے بوجہ مجبوری ان کتابوں کا حوالہ دے رہا ہوں۔) (س، مصباحی)

ترجمہ: حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

(۱۸) اگر یہ تحقیق ہے کہ اس میں حرام چیز کی آمیزش ہے تو اس کا استعمال ناجائز وحرام ہے۔

(۱۹) جائز ہے۔

مسئلہ (۱۸)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مقتدیوں کو امام کی متابعت کرنی چاہیے ہاں وہ لقمہ دے سکتے ہیں۔ امام لے یا نہ لے یہ اس کی مرضی مگر وہ امام کی اقتدا سے الگ نہیں ہوسکتا ہے اگر امام چوتھی رکعت کا قعدہ کر کے کھڑا ہو تو مقتدیوں کو بھی پانچویں رکعت کے لیے اس کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے اور اگر امام چوتھی رکعت کا قعدہ کیے بغیر کھڑا ہوا تب بھی مقتدیوں پر امام کی متابعت لازم ہے، وہ ہر دو حالت میں امام کی اتباع کریں خواہ امام غلط کر کے اس کو واپس دہرائے یا سجدہ سہو کرے اور یہ اقتدا ہر نماز میں ضروری ہے، خواہ وہ نماز جنازہ ہو یا عیدین وغیرہ یعنی امام کی اندھے ہو کر تقلید کی جاوے اور جس طرح ہو نماز پڑھاوے، اس کے پیچھے پڑھتا رہے وہ صرف غلط ہونے پر لقمہ دے سکتا ہے۔ اقتدا کسی حالت پر الگ نہیں ہوسکتا مگر فوراً بکر نے اس کا جواب اس طرح دیا۔ آپ نے فرمایا وہ بات نہیں بلکہ اس کا جواب اس طرح ہے کہ امام اگر نیا قعدہ کے لیے کھڑا ہو گیا تو مقتدی بیٹھے رہ کر انتظار کریں، اگر امام پانچویں رکعت کے سجدے سے قبل بیٹھ کر تشہد پورا کر کے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے تو اس کی اقتدا کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگئی۔ اور اگر امام نے چوتھی رکعت کا قعدہ کر لیا ہے اور وہ پانچویں کے لیے کھڑا ہو گیا تو بھی مقتدی بیٹھے رہیں اور انتظار کریں کہ وہ پانچویں رکعت کے سجدہ سے قبل بیٹھ کر اپنی نماز پوری کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو اب مقتدی اپنا سلام پھیر کر نماز تمام کر لے۔

مذکورہ بالا دونوں حضرات زید وبکر مسائل سے واقف ہیں اس لیے درمیان میں شک وشبہہ پیدا ہو گیا لہٰذا شک و شبہہ دور کرنے کے لیے کس کا جواب صحیح ہے، تاکہ عمل کیا جاوے یا شریعت کی جانب سے کیا جواب ہے؟ مطلع فرمائیں تاکہ لوگوں کو مطلع کیا جاوے۔ جواب مہربانی فرما کر مورخہ ۲۴ر تک موصول ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو بتایا جا سکے اور وہ مجمع تب تک منتشر نہ ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی تشریح فرمادیں کی اس غلطی کا ازالہ کون صاحب کریں یعنی زید یا بکر؟

المستفتی: سید یعقوب علی بخاری، منزل کپاس، ضلع چتوڑ گڑھ

الجواب

زید کا جواب صحیح ہے بلا شک مقتدی پر امام کی اتباع ضروری ہے، مسئلہ یہی ہے جو زید نے بتلایا ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس ہو جائے اور سجدہ سہو کرے نماز پوری ہو جائے گی۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو پھر ایک رکعت اور پڑھے لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا جاوے نماز ہو جائے گی۔ اور اگر قعدہ اخیرہ کیے بغیر کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس ہو جائے اور سجدہ سہو کر لیا جاوے، لیکن اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو یہ نماز باطل ہو گئی پھر از سر نو پڑھے[1]

مقتدی پر امام کی اتباع ضروری ہے ہاں مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگر مقتدی کے لقمہ پر امام واپس نہ آیا تو مقتدی بھی واپس نہ آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۹)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین برکاتہم العالیہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ چل رہا ہے اس میں جو شخص بچوں کو تعلیم دے رہا ہے، وہی امامت بھی کرتا ہے، قرآن شریف کا ناظرہ بھی صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کرتا ہے اور اس کے گھر کی عورتیں باہر کھیتوں میں مزدوری بھی کرنے جاتی ہیں ایسی صورت میں میں شخص مذکور کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟

المستفتی: مختار حسن قادری رضوی گونڈوی

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر حروف صحیح طور پر ادا نہیں ہوتے تو پھر نماز نہیں ہوگی قرآن پاک صحیح

---

[1] ہدایہ میں ہے: "وان سھی عن القعدۃ الاخیرۃ حتی قام الی الخامسۃ رجع الی القعدۃ مالم یسجد والغی الخامسۃ وسجد للسھو وان قید الخامسۃ بسجدۃ بطل فرضہ عندنا وتحولت صلاتہ نفلا فیضم الیھا رکعۃ سادسۃ" (الھدایہ، ص:۱۵۹، ج:۱، کتاب الصلوۃ، باب سجود السھو، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اگر کوئی قعدہ اخیرہ بھول گیا اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور پانچویں رکعت لغو ہو جائی گی اور سجدہ سہو کر لے، اور اگر پانچویں رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کر دیا تو اس کا فرض باطل ہو جائے گا ہمارے نزدیک (حنفیہ کے نزدیک) اور نماز نفل ہو جائے گی تو اس پانچویں رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے۔ (س، مصباحی)

پڑھنا فرض ہے ج کو ذ یا زکو ظ وغیرہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔[1]

(۲) مذکورہ بالا شخص کی بنا پر گاؤں میں دو پارٹی ہوگئی ہے، ایک پارٹی والوں نے یہ کہا کہ اگر ایسا شخص مدرسہ میں رہے گا اور امامت کرے گا تو ہم لوگ مدرسہ میں چندہ نہیں دیں گے، اس بات سے گاؤں میں ایک دوسرے صاحب جو کہ فارغ شدہ مولانا ہیں انھوں نے اس پارٹی کو اپنے قلم سے یزیدی لکھا اور اس کا بانی مجھے قرار ٹھہرایا۔

---

[1] اس کے لیے ضروری ہے کہ دن رات ایک کر کے مخارج درست کرائیں اور حروف کو صحیح طور سے ادا کرنے کی کوشش کرے جب تک کوشش کرتا رہے گا زمانۂ کوشش کی نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: "من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کا لرھمٰن الرھیم الشیتان الرجیم والاٰلمین وایا ك نا بد وایاك نستئین السرات انأمت فکل ذا لك حکمه ما مر من بذل الجهد دائما والافلا تصح الصلوٰۃ به ملخصا"۔ اھ (ردالمحتار ص: ۴۳، ج:۱، کتاب الصلوۃ، مطلب فی الالثغ، مصطفی البابی مصر) ترجمہ: جو شخص حروف تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو مثلاً الرحمٰن الرحیم کی جگہ الرھمٰن الرھیم، الشیطان کی جگہ الشیتان، العالمین کی جگہ الاٰلمین، ایاك نعبد کی جگہ ایاك نابد، نستعین کی جگہ نستئین، الصراط کی جگہ السرات، انعمت کی جگہ انأمت پڑھتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اگر کوئی ہمیشہ درست ادائیگی کی کوشش کے باوجود ایسا کرتا ہے تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے: "وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثله ولا تصح صلاته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترك جهده ا و جد قدر الفرض مما لالثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثلغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف" اھ ملتقطا (الدر المختار المطبوع مع ردالمحتار ص: ۳۲۸، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: حلبی اور ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ کی حتمی کوشش کے بعد توتلے کا حکم امی کی طرح ہے، پس وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے (یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے) جب اچھی درست ادائیگی والے کی اقتدا ممکن ہو یا اس نے محنت ترک کردی یا فرض کی مقدار بغیر توتلے پن کے پڑھ سکتا ہے، ان صورتوں میں اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ توتلے کے متعلق یہی مختار اور صحیح حکم ہے اور اسی طرح اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروف تہجی میں سے کوئی حرف نہ بول سکے یعنی صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "(دائما) أی فی آناء اللیل واطراف النهار فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیه فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة کما فی المحیط" (المرجع السابق) ترجمہ: ان کے قول "دائما" سے مراد یہ ہے کہ رات اور دن کے اطراف میں تصحیح کی بھرپور کوشش کرے۔ پس اگر وہ ہمیشہ تصحیح و تعلم میں بھرپور کوشش کے باوجود اس پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز درست، اور اگر وہ کوشش ہی کرنا چھوڑ دے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔ خلاصہ میں ہے: "ان کان یجتهد اٰناء اللیل والنهار فی تصحیحه ولا یقدر علی ذلك فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة الا ان یجعل العمر فی تصحیحه ولا یسعه ان یترك جهده فی باقی عمره" (خلاصۃ الفتاوی، ص:۱۱۰، الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ) ترجمہ: تصحیح میں جب دن رات کوشش کرتا رہا مگر وہ قدرت حاصل نہ کر پایا تو اس کی نماز درست ہے اگر اس نے کوشش ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی۔ ہاں اگر عمر کا کچھ حصہ تصحیح میں صرف کرے اور درست کی قدرت حاصل نہ ہو تو باقی عمر میں تصحیح کی کوشش ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔

اب ایسی صورت میں ان مولانا صاحب کے اوپر شریعت مطہرہ کا کیا قانون عائد ہوتا ہے جواب بالتفصیل مرحمت فرمائیں۔فقط والسلام

الجواب

قرآن پاک میں ہے "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" اگرامام مذکور سے صرف اس وجہ سے اختلاف ہے جوکہ سوال نمبر۱ میں ہے توامام مذکور پرفرض ہے کہ اس شکایت کو دفع کرے اوراپنی مستورات کو پردے میں رکھے اور قرآن پاک صحیح پڑھنے کی بھرپورکوشش کرے،کسی حافظ وقاری سے مشق کرلی جائے،امام کی نماز پرمقتدیوں کی نماز کا دارومدار ہے،مسلمانوں کو یزید کہنا بہت برااورافترا ہے۔ یزید پلید بدنام زمانہ شخص ہے جس نے خاندان رسالت مآب کوستایااورمیدان کربلا میں حضورسیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورآپ کی اولاد،رفقا کوشہید کرایا ایسے پلیدکی طرف مسلمانوں کی نسبت کرنا بہت ہی معیوب ہے،توبہ کرنی چاہیے۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

مسئلہ۲۰

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیش امام صاحب نے نماز تراویح پڑھاتے وقت سورہ رحمٰن سے اپنی قرأت کوایسے مقام پرختم کیا جیسے پہلی رکعت میں مقام ختم قرأت "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ" پرختم کرکے دوسری رکعت میں "فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" سے قرأت شروع کی مقتدی کا کہنا ہے کہ آیت "وَلِمَنْ" اور "فَبِاَیِّ" دونوں آپس میں قوی نسبت رکھتے ہیں اس لیے ان مناسبات کی وجہ سے علماے کرام اپنی قرأت کودونوں آیات کوساتھ پڑھکر تُكَذِّبَان پرختم کیا کرتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ طریقہ احسن ہے یا مقتدی کا یہ کہنا یہ احسن ہے۔جواب واضح طور پرمرحمت فرماکرمشکورفرمائیں۔

(۲) خطبۂ جمعہ میں اگرعربی خطبہ کے ساتھ عوام کی خواہش کی وجہ سے اردونظم نصیحت کے طور پر پڑھی جائے توپڑھنے والے پرخلاف سنت ہونے کی وجہ سے گناہ عائد ہوتا ہے یانہیں؟

(۳) مسواک کرنااورربع سرکامسح کرنا سنت مؤکدہ ہے یاغیرمؤکدہ اورمؤکدہ سنت چھوڑدینے سے نماز میں خرابی واقع ہوتی ہے یانہیں اورگناہ بھی لازم آتا ہے یانہیں اورمسواک پاس نہ ہوتواس سنت کے چھوڑنے کا گناہ جو ہوا،اس سے بچنے کہ کوئی سبیل ہے یانہیں؟

(۴) اپنے فطرے کو مانتے ہوئے کہ یہ محتاجوں کا حق ہے۔کسی کی تنخواہ یا مزدوری میں دینے والے کواور

دوسرے کو ترغیب دیکر دلانے والے کو حشر میں کسی قسم کی جواب دہی ہوگی؟

الجواب

(۱) اگر امام نے "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ" پڑھ کر رکوع کر دیا اور دوسری رکعت میں "فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" سے قرأت شروع کی تو چونکہ سورت کے معانی تبدیل نہیں ہوئے اور نہ بگڑے اس لیے نماز ہوگئی مگر امام کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور "فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" پڑھ کر رکوع کرنا چاہیے، یہی احسن ہے۔

(۲) درمیانِ خطبہ میں اردو اشعار پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے خطبہ سے قبل یا بعد نماز جمعہ امام کھڑا ہوکر تھوڑی دیر تک خطبہ کا مضمون پڑھ کر سنا دے۔

(۳) وضو سے قبل مسواک کرنا سنت غیر مؤکدہ ہے، جو کرے گا اس کو ثواب ملے گا[1]

(۴) فطرہ چونکہ غریبوں، محتاجوں، یتیموں کا حق ہے، اس لیے یہ انھیں لوگوں کو دینا چاہیے جو اس کے مستحق ہیں۔[2] کسی کی تنخواہ یا مزدوری براہ راست اس رقم سے ادا نہیں کی جاسکتی ہے بغیر حیلہ شرعی کیے ہوئے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۱)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتے ہیں، جس میں اہلِ

---

[1] ہدایہ میں ہے: "سنن الطهارة السواك" (ہدایہ، ص:۱۸، ج:۱، کتاب الطهارة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: وضو کی سنتوں میں سے مسواک کرنا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "وقد عده القدوری والأكثرون من السنن وهو الأصح"۔ اھ (درمختار و ردالمحتار، ص:۲۳۲-۲۳۳، ج:۱، کتاب الطهارة، مطلب فی دلالة المفهوم، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: اور مسواک کو امام قدوری اور اکثر فقہا نے سنت سے شمار کیا ہے۔

امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے البتہ سنت مؤکدہ اس وقت ہے جب کہ منہ میں بدبو ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج:۱، ص:۶۲۳، رضا اکیڈمی) اور ربع رأس کا مسح کرنا فرض ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "والمفروض فی مسح الرأس مقدار الناصية كذا فی الهداية والمختار فی مقدار الناصية ربع الرأس كذا فی الاختيار شرح المختار"۔ (فتاوی ہندیہ، ص:۵، ج:۱، کتاب الطهارة، وفیہ سبعة ابواب، الباب الاول فی الوضوء وفیہ خمسة فصول، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: سر کے مسح کے اندر مقدار ناصیہ فرض ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور مقدار ناصیہ میں مختار چوتھائی سر ہے جیسا کہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

[2] اللہ فرماتا ہے: "انما الصدقات للفقراء والمساكين" (القرآن المجید، التوبہ، آیت:۶۰) صدقات فقرا و مساکین کے لیے ہیں۔ (س، مصباحی)

ہنود کے تقریباً ڈھائی سو مکان ہیں اور مسلمانوں کے صرف دو مکان ہے۔اس وقت یہاں پنچایت قائم ہے جہاں اطراف کے لوگ اپنے جھگڑوں،قضیوں کا فیصلہ چکانے آتے ہیں مکانوں میں اکثر ضروری اشیا یہیں مل جاتی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہماری قوم صوم وصلوٰۃ سے بالکل ناواقف ہے،لوگوں میں جہالت عام ہے لہٰذا ان کی اصلاح کے لیے ہم چند افراد نے مل کر یہاں جمعہ کی نماز قائم کی ہے اطراف کے لوگ شریک ہوجاتے ہیں۔مسجد نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ ہم اپنے گھر پر ہی پڑھتے ہیں نمازیوں کے لیے اذن عام ہے۔لہٰذا گزارش یہ ہے کہ یہاں نمازِ جمعہ ہوجاتی ہے یا نہیں؟اور کیا اس صورت میں احتیاط الظہر کی بھی ضرورت ہوگی اور اگر ضرورت ہے تو کس طرح پڑھیں دو فرضوں کے بعد چار رکعت سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور قرأت کس طرح کریں؟

(۲) اگر کسی مرد نے کسی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرلیا یا طلاق کے بعد فوراً نکاح کرلیا کہ ابھی عدت باقی تھی تو کیا یہ درست ہے کہ ایسے شخص کو برادری سے خارج کردیا جائے اور اگر خارج کردیا تو کس صورت سے اسے شامل کیا جاسکتا ہے اور وہ شخص اپنے اس ارتکاب گناہ کی تلافی کس طرح کرے یا برادری کے معتبر اشخاص اسے کیا سزا دیں کہ آئندہ پھر کوئی ایسا ارتکاب نہ کرے،نیز جو لوگ ایسے نکاح میں شریک ہوئے ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔اور اس عورت کے بارے میں کیا فیصلہ ہے۔

المستفتی:محمد صدیق سوجت

الجواب

(۱) گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا اور نہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے[1] جمعہ کے دن بھی ان پر ظہر کی نماز فرض ہے،جمعہ کے شرائط میں سے ایک شرط شہر ہونا ہے صرف پنچایت سے وہ گاؤں شہر نہیں ہوسکتا،لیکن جن گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے اس کو بند نہ کیا جائے بلکہ جاری رکھا جائے اب جبکہ آپ نے جمعہ قائم کرلیا ہے تو اس کو بند نہ کیجئے بلکہ جمعہ کی بدولت بہت سے مسلمان خدا کے حضور میں حاضر ہوکر سربسجود ہوتے ہیں البتہ گاؤں میں بعد نمازِ جمعہ ظہر کے چار فرض پڑھنا ضروری ہے۔اس میں احتیاط الظہر کی نیت نہ ہوگی بلکہ ظہر کے فرضوں کی نیت ہوگی،گاؤں میں جمعہ کی وجہ سے

---

[1] ہدایہ میں ہے:"لاتصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری"۔ (الہدایہ،ص:۱۶۸،ج:۱،باب صلوٰۃ الجمعۃ،کتاب الصلوٰۃ مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ) ترجمہ:جمعہ صرف شہر جامع میں یا فنائے شہر میں ہی صحیح ہے اور گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔حدیث میں ہے:"لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع" (السنن الکبری للبیہقی،ص:۲۵۴،ج:۳،کتاب الجمعۃ،باب العدد الذین اذا کانوا فی قریۃ وجبت علیہم الجمعۃ،دار الکتب العلمیہ بیروت،لبنان،الطبعۃ الثالثۃ:۲۰۰۳ء۔۱۴۲۴ھ) ترجمہ:جمعہ اور تشریق صرف شہر جامع ہی میں صحیح ہے۔(س،مصباحی)

دینی بھائی غسل کی نیت کر لیتے ہیں اور نئے یا دُھلے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے ہیں اور پھر اس کے بعد چند وقت کی اور نماز پڑھ لیتے ہیں بلکہ بعض تو پابند ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس فائدے کے پیش نظر گاؤں مین جمعہ کا قیام دینی فائدے سے خالی نہیں، مولیٰ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو نماز کا پابند بنائے اور ان کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

(۲) صورت مذکورہ میں نکاح نہیں ہوگا[1] بلکہ برادری پر فرض ہے کہ مذکور شخص و عورت کو فوراً علیحدہ کر دیں یہی برادری پر فرض ہے، جسمانی سزا دینے میں قانون شکنی ہوگی لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے، بعد تفریق شخص مذکور و عورت پر توبہ ضروری ہے جو شخص اس نکاح میں شریک ہوئے وہ بھی توبہ کر لے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس امام کے بارے میں کہ جو مرقومہ ذیل جرائم کا مرتکب ہوا اس کی امامت کا کیا حکم رکھتی ہے؟

(۱) کہ اس کو مسجد کے پیسوں کا امین مقرر کیا گیا اور اس کے پاس مسجد کی چراغی اور آمدنی کے پیسے پانچ سال تک جمع ہوتے رہے اور وہ خفیہ طور پر ان پیسوں کی اپنی تجارت میں لگا کر فائدہ حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے پاس ۲۵۰۰/روپئے کی نقد جمع ہوگئی اس طرح مسجد کے پیسوں سے فائدہ اور نفع حاصل کرنا حرام ہے یا حلال؟

(۲) ضرورت مسجد کے لیے جب متولیانِ مسجد اس سے روپیوں کا مطالبہ کیا، اس نے جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس رقم نہیں ہے اور میں نے سب تجارت میں لگا دی ہے اور میرا بھائی جب ممبئی جائے گا تو بہت وصول کر کے

---

[1] جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیر ہ وکذالك المعتدة کذا فی السراج الوھاج"۔ (فتاویٰ ہندیہ، ص:۳۴۶، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، دار الفکر)
ترجمہ: کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی بیوی سے نکاح کرے اور اسی طرح معتدہ سے بھی جائز نہیں ہے اسی طرح السراج الوھاج میں ہے۔

[2] امام اہلِ سنّت مجددِ دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص:۲۶۶، ج:۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا)

بھیج دے گا تو میں ادا کردوں گا جب لوگوں نے بہت لعن طعن کی تو بیس روز بعد میں متولیوں کے پاس پیسے جمع کروائے۔

(۳) پہلے مسجد میں ایک صالح شخص کو مقتدیوں نے بلا تنخواہ بارہ ماہ کے لیے امام مقرر کر دیا، لیکن چند روز بعد چند مالدار لوگوں نے اس صالح امام کو ہٹا کر مذکورہ بالا شخص کو تنخواہ دار امام بنا دیا۔ اور اس کے پیچھے جرائم کی فہرست بہت لمبی ہے، جس کا نمونہ کے طور پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، ایک نکاح شدہ عورت کے نکاح ثانی کی اجازت کی رسید اس نے کاٹ کر دے دی جس کی بنا پر نکاح شدہ عورت کا نکاح دوسرے مرد سے کر دیا گیا اس پر بھی اس کو بہت لعن طعن کی اور امام بناتے وقت اس نے کہا میں نے توبہ اس امر سے کر لی ہے، مگر اس نے نہ علانیہ توبہ کی اور نہ ہی تجدید نکاح کیا۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ایسے فاسق معلن شخص کو امام بنانا حلال ہے یا حرام؟ جو کہ اپنی ہٹ دھرمی سے یہ کہتا کہ میں نے جو مسجد کا روپیہ اپنی تجارت میں لگایا اور اس سے فائدہ حاصل کیا یہ خیانت نہیں ہے روپیہ کے لیے اس کا استعمال کرنا حلال ہے۔ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد عمر حاجی، محمد عثمان، راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کو امام نہ بنایا جائے کیونکہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے[1] مسجد یا مدرسہ وغیرہ کا پیسہ اپنے ذاتی کام میں لانا جائز نہیں ہے[2]

---

[1] ردالمحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ تحریم لما ذکرنا"۔ (ردالمحتار مع الدرمختار، ص:۲۹۹، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کو (امامت) کے لیے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کیا۔ درمختار میں ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراھیۃ التحریم تجب اعادتھا" (الدالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۴۷-۱۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا دوبارہ لوٹانا ضروری ہے۔ صغیری میں ہے: "یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم" (صغیری شرح منیۃ المصلی، ص:۲۶۲، مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ و غیرھا"۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ"۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔

[2] الفتاویٰ الخانیہ، ص:۳۰۱-۳۰۲، ج:۲، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجدا اوخانا الخ

شادی شدہ عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دینا حرام ہے قرآن پاک میں ہے: "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ الخ"۔ ترجمہ اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں۔ یعنی جس کا شوہر موجود ہے اس کا دوسری جگہ نکاح کر دینا حرام ہے۔ توبہ فرض ہے اور توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس دوسرے مصنوعی نکاح کو ختم کرائیں پھر توبہ کریں۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہے اور دوسرا آدمی آوے تو آگے بڑھنے پر امام کس طرح بڑھے یعنی ایک پاؤں پر آگے بڑھے یا داہنا پیر گھسیٹ کر جائے کون سا پیر آگے بڑھائے خلاصہ تحریر فرمائیں۔ والسلام

الجواب

اگر امام کے ساتھ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص آیا تو امام آگے بڑھ جائے اور آنے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے یا تو خود سے پیچھے ہٹے یا آنے والا اس کو کھینچا یہ صورتیں صرف جائز ہے۔ مگر مقتدی جبکہ ایک ہو تو اس کا پیچھے ہٹنا افضل ہے اور دو ہوں تو امام کا آگے بڑھنا، پاؤں کو ایک ڈیگ بھر گھسیٹ کر پیچھے کھڑا ہو جائے۔[2]

---

[1] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھا یا اگر حرام جان کر پڑھا یا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص:۲۶۶، ج:۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

[2] ردالمحتار میں ہے: "اذا اقتدی بامام فجاء آخر یتقدم الامام موضع سجودہ، کذا فی مختارات النوازل وفی القهستانی عن الجلابی أن المقتدی یتأخرعن الیمین الیٰ خلف اذا جاء آخر"۔ (ردالمحتار المطبوع مع الدرالمختار، ص:۳۰۹، ج:۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة مطلب هل الاساء ۃ دون الکراهة الخ، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: کسی نے امام کی اقتدا کی پھر دوسرا شخص آ گیا تو اب امام اپنی سجدہ کی جگہ آگے ہو جائے، مختارات النوازل مین اسی طرح ہے اور قہستانی میں جلابی سے منقول ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹ جائے جب دوسرا شخص آئے۔ فتح القدیر میں ہے: "ولو اقتدی واحد بآخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبه قبل التکبیر لا یضرہ، وقیل یتقدم الامام"۔ اھ (فتح القدیر، ص:۳۰۹، ج:۱، باب الامامۃ، مطبوعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: اگر ایک شخص نے دوسرے کی اقتدا کی کہ تیسرا آ گیا، تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد کھینچے اگر اس نے تکبیر سے پہلے کھینچا تو بھی کوئی حرج نہیں اور ایک قول یہ ہے کہ امام آگے کی طرف بڑھ جائے۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ہمارے یہاں پر ایک شیخ صاحب باشرع پنج وقتہ نمازی کبھی کبھی امام بھی ہوجاتے ہیں مگر سنیما کے اعلان کرنے اور سنیما کی تعریف کرنے پر ملازم ہے جبکہ سنیما دیکھنا حرام ہے تو سنیما کا پیشہ کیسا ہے؟ اوران کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔
فقط والسلام

المستفتی؛ عبداللہ خان چتوڑ گڑھ

الجواب

صورتِ مسئولہ میں شیخ مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، حتی الامکان احتراز واجب وضروری ہے چونکہ سنیما کا پیشہ حرام ہے اوراس کے حرام پیشے پر آپ ملازم ہیں نیز اس کا اعلان بین الناس کرتے ہیں یہ بھی حرام ہے چونکہ حرام فعل کی طرف عوام الناس کوراغب کرنا اور بلانا بھی حرام ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں شیخ مذکور فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] ردالمحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ تحریم لما ذکرنا" (ردالمحتار مع الدرمختار، ص:۲۹۹، ج:۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کو (امامت) کے لیے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے، اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کیا۔ درمختار میں ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراھیۃ التحریم تجب اعادتھا" (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۴۷۔۱۴۸، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا دوبارہ لوٹانا ضروری ہے۔ صغیری میں ہے: "یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم" (صغیری شرح منیۃ المصلی، ص:۲۶۲، مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ و غیرھا" (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعا اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ" (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۲۵)

جناب قبلہ وکعبہ السلام علیکم میں یہ خط اس وجہ سے لکھ رہا ہوں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نمازِ جمعہ اور نمازِ عید کن آدمیوں پر فرض ہے، مگر عورتوں پر نماز جمعہ یا نماز عید فرض ہے یا نہیں اگر فرض ہے تو پڑھتی کیوں نہیں؟ اور عورتوں پر نماز عیدین کی نماز فرض ہے یا واجب جواب دیجیے مہربانی فرما کر۔ المستفتی: عزیز احمد

الجواب

نمازِ جمعہ اور نماز عیدین صرف مردوں پر واجب ہے عورتوں پر نہیں۔ ہدایہ میں ہے: "ولا یجب الجمعة علی مسافر ولا امرأةولا مریض ولا عبدولا اعمی"[1]

ترجمہ: نماز واجب نہیں ہے مسافر پر اور نہ عورت پر اور نہ مریض پر اور نہ غلام پر اور نہ اندھے پر۔ اس سے پتہ چلا کہ مندرجہ بالا لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ یہ لکھی کہ چونکہ یہ لوگ مجبور ہوتے ہیں ان کو معذور سمجھ کر ان کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، عورت چونکہ اپنے شوہر کی خدمت اور اسی کے کام وغیرہ میں مصروف رہتی ہے اس لیے وہ مجبور ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "والمرأة بخدمة الزوج فعذروا دفعا للحرج والضرر"[2]

ترجمہ: اور عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مشغول رہتی ہے، لہٰذا حرج اور ضرر کو دور کرنے کے لیے ان سب کو معذور شمار کر لیا گیا ہے۔ (س) اور جمعہ کے لیے جماعت ضروری ہے اگر وہ جماعت میں حاضر ہوتی ہیں تو بہت نقصان لازم آتا ہے اور دیہات جو چھوٹے ہیں مثلاً جو چند گھروں کی بستی ہے وہاں نماز جمعہ ادا نہیں کی جاسکتی اگر عورتوں پر واجب کر دی جائے تو اس کو بھی چل کر شہر جانا پڑے گا اور اس کی بے پردگی اور فتنہ کا خوف ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے اس چیز کو اٹھا دیا ہے۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۶)

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین کہ اگر امام کے گھر میں پردہ نہ ہو تو اس کے پیچھے

---

[1] الھدایہ، ص: ۱۶۹، ج: ۱، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] المصدر السابق

[3] اور عیدین کی نماز اس پر ہے جس پر جمعہ کی نماز فرض ہے اور عورتوں پر جمعہ نہیں تو عیدین کی نماز بھی نہیں۔ ہدایہ میں ہے: "وتجب صلوٰۃ العید علی کل من تجب علیه صلوٰۃ الجمعة" (ہدایہ، ص: ۱۷۲، ج: ۱، باب العیدین، کتاب الصلاۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور عید کی نماز اس پر ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ (س، مصباحی)

نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اسے کس قسم میں شمار کیا جائے گا کیا وہ فاسق ہے یا بدعتی ہے یا کافر ہے؟ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جائے گی بے پردہ امام کس درجہ میں ہے؟ مطلع فرمائیں اگر اس زمانہ میں ایسا امام نہ ملے تو کیا ہمارے اوپر سے بوجہ نہ ملنے ایسے امام کی جماعت ساقط کر دینا چاہیے، احکام سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

امام اگر بے پردگی سے نفرت کرتا ہے اور اپنی قدرت بھر اس سے روکتا ہے تو اس کی امامت میں کوئی خرابی نہیں، بے پردہ رہنے والوں پر گناہ ہوگا، امام کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں کو پردہ کا حکم دیں[1] اور اگر بے پردگی کو پسند کرتا ہے، منع نہیں کرتا ہے تو ایسا امام دیوث ہے۔[2]

اور دیوث کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی نماز ہو جائے گی لیکن دہرانا واجب ہے۔ یہی مراد ہے عالمگیری کے اس قول سے کہ فاسق (معلن) کی پیچھے نماز ہو جائے گی، لیکن امام بہرصورت کافر بدعتی نہیں ہوگا فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے۔[3]

---

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا" ۔اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے (کنز الایمان) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته" (صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۲۲، باب الجمعۃ فی القری والمدن، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) ترجمہ: تم سب نگہبان ہو اور تم سے تمہاری نگہبانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (س، مصباحی)

[2] درمختار میں ہے: "دیوث من لا یغار علی امراته ومحرمه"۔ ترجمہ: وہ دیوث ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔

[3] ردالمحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه تحریم لما ذکرنا" (ردالمحتار مع الدرمختار، ص:۲۹۹، ج:۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کو (امامت) کے لیے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کیا۔ درمختار میں ہے: "کل صلوٰۃ ادیت مع کراهیة التحریم تجب اعادتها" (الدالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۴۷-۱۴۸، دارالکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا دوبارہ لوٹانا ضروری ہے۔ صغیری میں ہے: "یکره تقدیم الفاسق کراهة تحریم" (صغیری شرح منیۃ المصلی، ص:۲۶۲، مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة و غیرها" (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہا صح المطابع، کراچی) ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیوں کہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعا اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لیے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لیے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہیے۔ طحطاویہ میں ہے: "تبع فیه الزیلعی ومفاده کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة" (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص:۱۶۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) ترجمہ: زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (س، مصباحی)

اگر ایک مسجد کا امام فاسق معلن ہے تو دوسری مسجد میں جا کر نماز با جماعت ادا کرے جماعت سے نماز پڑھنا واجب بلا وجہ شرعی جماعت چھوڑنے والا گناہ گار ہوگا۔ فقط والسلام- واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۷) بخدمت محترم ومکرم مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) بعد سلام کے ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، جواب سے مطلع فرمائیں کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ہونی چاہیے یا خارج مسجد، یہ مسئلہ اس لیے لکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے کہ میں یہاں بھینمال میں مسجد کے باہر اذان دلواتا ہوں تو آدمیوں نے ایسا فتنہ ڈال رکھا ہے کہ وہ مجھے کہنے لگے تم یہ نیا مسئلہ کہاں سے لائے ہو، سب جگہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ہوتی ہے اور تم مسجد کے باہر دلواتے ہو، ہم نے تو ایسا نہیں دیکھا۔ میں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا رسالہ بھی دکھایا اور بہار شریعت بھی دکھائی، لیکن پھر بھی وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں آخر میں میں نے یہ کہا کہ بھائی ایسا کرو جودھپور مدرسہ اسحاقیہ سے مفتی صاحب سے فتویٰ منگالیں جیسا وہ لکھیں اس پر عمل کیا جاوے۔ اس لیے یہ خط آپ کو لکھا جا رہا ہے اس پر بھی ایک صاحب بولے کہ خیرادیوں کی مسجد میں بھی آذان اندر ہوتی ہے، میں دیکھ کر آیا ہوں کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے کہا میں نہیں مانتا کہ وہاں بھی اندر اذان ہو اس کا جواب کتاب کا حوالہ دے کر لکھیں۔ ایک صاحب کے پاس بخاری شریف بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں بھی یہ مسئلہ نہیں ہے وہ زیادہ تر بخاری شریف کو مانتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ امام صاحب نماز پڑھا رہے ہیں اور سورہ یوسف شروع کی اور مبین تک پڑھا اور آگے پڑھنا بھول گئے فوراً سورہ تکاثر شروع کر دیں، سلام کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ مولانا آپ کو سہو کا سجدہ کرنا تھا امام صاحب بولے کہ میں فوراً دوسری سورہ شروع کر دی تھی اس لیے سجدہ سہو نہیں کیا اگر میں کچھ دیر رک جاتا تو سجدۂ سہو لازم آتا ان دونوں میں کن کا کہنا صحیح ہے۔ جواب جلد دیں جمعہ سے پہلے پہلے جواب دیں۔ فقط والسلام

المستفتی: نور محمد بھینمال

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) خطبۂ جمعہ کے وقت اذان ثانی ہو یا کوئی بھی اذان مسجد کے اندر مشروع نہیں فقہ کی کسی بھی معتبر کتاب میں مسجد میں اذان دینے کو جائز قرار نہیں دیا گیا ہے خواہ وہ جیسی بھی اذان ہو، بخاری شریف کو ماننے والے کوئی ایسی

حدیث بخاری شریف کی جمعہ کی اذان ثانی یا کسی بھی اذان کے متعلق نہیں پیش کر سکتے جو اندرون مسجد دینے کے جواز پر ہو۔ دارالعلوم اسحاقیہ میں متصل مسجد میں اذان ثانی بھی بیرون مسجد ہوتی ہے۔[1]

(۲) امام صاحب کا سورہ یوسف کی پہلی مبین تک پڑھ کر آگے بھولنے پر فوراً سورہ تکاثر شروع کرنے سے سجدہ سہو کی ضرورت نہیں نماز ہوگئی اگر امام صاحب پہلی مبین پر بھی رکوع کر لیتے تو بھی نماز ہو جاتی چونکہ وہ دو آیت پڑھ چکے تھے، جبکہ وہ دو آیتیں ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیت کے برابر تھیں، جو نماز ہونے کے لیے کافی تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بات میں کہ نماز عید زید نے پڑھائی پہلی رکعت کی تکبیر ثنا کے بعد پڑھتے ہیں مگر زید نے وہ تکبیر رکوع سے پہلے پڑھی جیسا کہ دوسری رکعت کی تکبیر پڑھی جاتی ہے اور نہ کوئی

---

[1] فتاوی قاضی خاں میں ہے: "ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤ ذن فی المسجد" (فتاوی قاضی خاں، ص:۳۷، ج:۱، مسائل الاذان، نولکشور لکھنو) ترجمہ: اذان مینار یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر نہ دی جائے۔ خلاصۃ الفتاوی میں ہے: "لا یؤ ذن فی المسجد" (خلاصۃ الفتاوی، ص:۴۸، الفصل الاول فی الاذان، مطبع نولکشور لکھنو) ترجمہ: مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

نیز "حاشیۃالطحطاوی علی مراقی الفلاح" میں ہے: "یکرہ ان یؤ ذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم" (حاشیۃالطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۱۰۷، باب الاذان، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی) ترجمہ: مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے

فتح القدیر میں اس طرح ہے: "الاقامۃ فی المسجد ولا بد منہ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم تکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤ ذن فی المسجد" (فتح القدیر، ج:۱ ص:۲۱۵، باب الاذان، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: اقامت مسجد کے اندر کہی جائے اس کے علاوہ کوئی اورصورت نہیں لیکن اذان مینارہ پر دی جائے اگر منارہ نہ ہو تو فنائے مسجد میں دی جائے اور فقہا نے کہا کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

یہ مسئلہ فقہ کی تقریباً بیس کتابوں میں مذکور ہے وہ بیس کتابیں یہ ہیں فتاوی قاضی خاں، خلاصہ، خزانۃ المفتیین، شرح نقایہ، عالمگیری، تاتارخانیہ، مجمع البرکات، بحر الرائق، کنز الدقائق، شرح مختصر امام طحاوی، المجتبی، شرح مختصر قدوری، بنایہ، غنیہ، نظم امام زندویسی، حاشیہ مراقی الفلاح، غایۃ البیان، فتح القدیر، مدخل لابن الحاج۔ (بقول مفتی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ، فتاوی بحر العلوم)

حدیث میں ہے: "عن السائب بن یزید قال کا ن یوذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔ اھ (سنن ابی داؤد، ص:۱۵۵، ج:۱، کتاب الصلوۃ، باب النداء یوم الجمعۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن جب ممبر پر بیٹھتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی ایسا ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما کے زمانے میں بھی ہوتا رہا۔ (س، مصباحی)

سجدہ سہو کیا پھر سلام کے بعد پوچھا گیا تو زید نے تکرار کیا کہ یہ تو نماز اسی طرح ہوتی ہے، اب آپ اس بات کا جواب دیں کہ آیا زید نے جس طرح نماز پڑھی وہ صحیح ہے یا کہ بکر نے دوسری مرتبہ پڑھائی؟ جیسا کہ علمائے دین کا طریقہ ہے اب وہ دوبارہ نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زید نے خلاف شرع نماز پڑھائی لیکن پہلی نماز ہوگئی سجدہ سہو یا دوسری نماز پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں[1] عیدین کی چھ تکبیریں زائد کا مسنون طریقہ یہ کہ پہلی رکعت میں ثنا کے بعد تین تکبیریں کہی جائے، پھر قرأت کر کے تکبیر رکوع کہی جائے اور دوسری رکعت میں قرات کے بعد تین تکبیریں کہی جائیں[2] زید کا خلاف سنت تکبیر کہنا اور اس پر یہ کہنا نماز اسی طرح ہوتی ہے درست نہیں۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

مسئلہ (۲۹)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ھذا میں کہ مسجد کے اوپر لاؤڈ اسپیکر لگانا اور رکارڈنگ کرنا کیسا ہے جواب سے مطلع فرمائیں۔

---

[1] فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"واذا نسی الامام تکبیرات العید حتی قرأ فانه یکبر بعد القرءاة او فی الرکوع ما لم یرفع راسه"۔اھ (فتاوی عالم گیری،ص:۱۵۱،ج:۱، کتاب الصلوة، الباب السابع عشر فی صلوة العیدین،دارالکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ:اگر امام عید کی تکبیریں بھول گیا اور قراءت شروع کردی تو وہ قراءت کے بعد تکبیر کہہ لیں یا رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے تکبیر کہہ لے۔

[2] اسی میں ہے:"ویصلی الامام رکعتین فیکبر تکبیرة الافتتاح ثم یستفتح ثم یکبر ثلاثا ثم یقرأ جهرا ثم یکبر تکبیرة الرکوع فاذا قام الی الثانیة قرأ ثم کبر ثلاثا و رکع بالرابعة فتکون التکبیرات الزوائد ستا ثلاثا فی الاولی و ثلاثا فی الاخری و ثلاث اصلیات تکبیرة الافتتاح و تکبیرتان للرکوع فیکبر فی الرکعتین تسع تکبیرات ویوالی بین القراء تین و هذه روایة ابن مسعود و بها اخذ اصحابنا کذا فی محیط السرخسی"۔ (الفتاوی الہندیۃ،ص:۱۵۰،ج:۱، کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع عشر فی صلوٰۃ العیدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ:امام دو رکعتیں پڑھے اور شروع کی تکبیر کہے پھر سبحانک اللہم پڑھے پھر تین تکبیر کہے، پھر جہر سے قرأت کرے پھر رکوع کی تکبیر کہے پھر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو پہلے قراءت کرے پھر تین مرتبہ تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے،عید کی نماز میں زائد تکبیریں چھ ہیں تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں اور اصل تکبیریں تین ہیں ایک شروع کی دو رکوع کی پس دونوں رکعتوں میں نو تکبیریں ہوئیں اور دونوں قراءتوں کو ملا دے یہ روایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اور اس کو ہمارے اصحاب نے اپنایا ہے جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔(س، مصباحی)

(۲) اذان ثانی کے متعلق علماے دین کا کیا فتوی ہے خارج مسجد میں ہونا چاہیے یا مسجد کے اندر، دلائل سے جواب دیں۔

الجواب

(۱) ریکارڈنگ وغیرہ گانے بجانے کے لیے لاؤڈاسپیکر لگانا ہر جگہ ناجائز چہ جائیکہ مسجد کے اوپر، یہاں تو اور بھی زیادہ قبیح اور شدید گناہ ہے۔

(۲) اذانِ ثانی یا کوئی بھی اذان مسجد کے اندر مطلقا مکروہ ہے، فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔[1]

مسئلہ (۳۰)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ امام بجائے قنوت کے تکبیر کہتا ہوا رکوع میں

---

[1] فتاوی قاضی خاں میں ہے: "ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤ ذن فی المسجد" (فتاوی قاضی خاں، ص:۷۳، ج:۱، مسائل الاذان، نولکشور لکھنو) ترجمہ: اذان مینار یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر نہ دی جائے۔ خلاصۃ الفتاوی میں ہے: "لا یؤ ذن فی المسجد" (خلاصۃ الفتاوی، ص:۴۸، الفصل الاول فی الاذان، مطبع نولکشور لکھنو) ترجمہ: مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

نیز حاشیۃالطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: "یکرہ ان یؤ ذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم" (حاشیۃالطحطاوی علی مراقي الفلاح، ص:۱۰۷، باب الاذان، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) ترجمہ: مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے

فتح القدیر میں اس طرح ہے: "الاقامة فی المسجد ولا بد منه واما الاذان فعلی المئذنة فان لم تکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤ ذن فی المسجد" (فتح القدیر، ج:۱، ص:۲۱۵، باب الاذان، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: اقامت مسجد کے اندر کہی جائے اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں لیکن اذان مینارہ پر دی جائے اگر منارہ نہ ہو تو فنائے مسجد میں دی جائے اور فقہا نے کہا کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

یہ مسئلہ فقہ کی تقریباً بیس کتابوں میں مذکور ہے وہ بیس کتابیں یہ ہیں فتاوی قاضی خاں، خلاصہ، خزانۃ المفتیین، شرح نقایہ، عالمگیری، تاتارخانیہ، مجمع البرکات، بحر الرائق، کنز الدقائق، شرح مختصر امام طحاوی، المجتبی، شرح مختصر قدوری، بنایہ، غنیہ، نظم امام زندویسی، حاشیہ مراقی الفلاح، غایۃ البیان، فتح القدیر، مدخل لابن الحاج۔ (بقول مفتی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ، فتاوی بحر العلوم)

حدیث میں ہے: "عن السائب بن یزید قال کا ن یوذن بین یدی رسول الله ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔ اھ (سنن ابی داؤد، ص:۱۵۵، ج:۱، کتاب الصلوة، باب النداء یوم الجمعة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن جب ممبر پر بیٹھتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما کے زمانے میں بھی ہوتا رہا۔ (س، مصباحی)

چلا گیا مقتدی نے لقمہ دیا امام نے نماز ختم کردی مقتدی کے کہنے پر نہ لوٹا تو سجدہ سہو امام پر ہے یا نہیں اگر امام مقتدی کے حکم سے لوٹا تو کیا حکم ہے جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں امام پر سجدہ سہو واجب ہے چونکہ دعائے قنوت واجب ہے، واجب کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز لوٹائے گا اور اگر امام کو رکوع میں یاد آیا کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے تو پھر قیام کی طرف نہ لوٹے خواہ از خود یا مقتدی کے کہنے سے ہو، بلکہ سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے[1] اور اگر امام قیام کی طرف مقتدی کا لقمہ لے کر لوٹا تو سب کی نماز فاسد ہے، جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول، جلد اوّل، صفحہ ۳۸۶/ ۳۸۷ پر صراحت موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۳۱)

اگر امام مسافر قعدۂ اولی کر کے بھول کر کھڑا ہو جاوے تو مسافر مقتدی کیا کرے آیا اس کی اقتدا میں وہ بھی کھڑا ہو جاوے یا لقمہ دیکر اس کو بیٹھنے کو کہا جائے، اور امام کو لقمہ لینا چاہیے یا نہیں اور لقمہ دینے والے کی نماز پر کوئی فرق نہ آوے گا؟ اور دوسرے مقیم مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے، دیگر بعد نماز اختتام کے مسافر مقتدی اپنی نماز دہرا دے یا امام کو پھر واپس نماز پڑھنی ہوگی اور مقتدیوں کو بھی۔ غرض اس کے تمام پہلوؤں پر بھی روشنی ڈال کر جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) آپریشن کیے ہوئے امام اگر علانیہ اس کی توبہ کرے اور یہ کہے کہ حقیقت پر میں نے بنا جان کاری کے

---

[1] فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "ولو نسی القنوت فتذکر فی الرکوع فالصحیح انه لا یقنت فی الرکوع ولا یعود الی القیام هکذا فی التتارخانیه.فان عاد الی القیام وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوٰته.کذا فی البحر الرائق"۔ اھ (فتاوی ہندیہ، ص:۱۱۱، ج:۱، کتاب الصلوٰۃ.الباب الثامن فی صلوٰۃ الوتر دارالکتب العلمیه.بیروت) ترجمہ: اگر کوئی قنوت پڑھنا بھول گیا اور اسے رکوع میں یاد آیا تو صحیح یہ ہے کہ رکوع میں قنوت نہ پڑھے اور نہ قیام کی طرف دوبارہ واپس ہو اسی طرح تاتار خانیہ میں ہے۔ اور اگر قیام کی طرف واپس لوٹا اور قنوت پڑھی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اسی طرح بحر الرائق میں ہے۔

اسی میں ہے: "و منها القنوت فاذا ترکه یجب علیه السهو" (فتاوی ہندیہ، ص:۱۲۸، ج:۱، کتاب الصلوٰۃ.الباب الثانی عشر فی سجود السهو.دارالکتب العلمیه بیروت) اور ان میں سے قنوت ہے پس اگر کسی نے اسے ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (س، مصباحی)

یہ کام کرایا ہے تو اس کی توبہ قبول ہوگی کہ نہیں اور اس کے بعد اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے تو ادا ہوگی یا نہیں، اگر جان بوجھ کر آپریشن تو کرایا مگر توبہ علانیہ کرے تو پھر اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) مولانا افضل مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی نماز لاؤڈ اسپیکر پر جائز ہے کیوں کر؟ مطلع فرمائیں میں نے ان کا پورا فتوی لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز ہے پڑھا ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتب و دیگر کتب کا حوالہ دیا ہے، خلاصہ تحریر فرمائیں کہ کیا ہے مذکورہ تینوں مسئلے یہاں زیر بحث ہے لہٰذا جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

پہلی صورت میں جبکہ امام مسافر تھا اور اس کی اقتدا میں مقیم ومسافر دونوں ہی تھے اگر قعدہ اولی کر کے کھڑا جائے تو جہاں تک ہو سکے اس کو لقمہ دے کر قعدہ میں بیٹھا دیا جائے، اگر امام نے مقتدی کا لقمہ لے لیا تب تو سب کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام نے کسی مقتدی کا لقمہ نہیں لیا اور چار رکعات پوری کی تو امام اور مسافر مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی باقی جو مقتدی مقیم ہیں ان کو اپنی نماز واپس لوٹانی پڑے گی چونکہ مسافر امام ومقتدی پر قصر واجب ہے اور جب چار رکعت پڑھ لی تو ان کے دو فرض اور باقی دو نفل ہو جائیں گے اور مقیم مقتدی پر چونکہ پوری نماز فرض تھی اب جب کہ اس مقیم مقتدی نے دو رکعت فرض پڑھنے والے کی اقتدا میں اور باقی دو نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں ادا کریں اور مسئلہ یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی پیچھے فرض ادا کرنے والے کی نماز نہیں ہوگی۔[1]

(۲) آپریشن کروانے والے نے جب توبہ کر لی تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے کیوں کہ جب آدمی اپنے گناہوں سے توبہ سچے دل سے کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے وہ ایسا ہے جیسے وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے لہٰذا اس نے توبہ کر لی تو نماز ہو جائے گی۔

(۳) صورتِ مسئولہ میں جیسا کہ آپ نے ذکر کیا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کے متعلق لاؤڈ اسپیکر پر یقیناً نماز نہ ہوگی چونکہ علماے احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز غیر متکلم ہے اور جب اس کی آواز غیر متکلم ہے تب اس کی آواز پر جو ارکان نماز بھی ادا کیے جائیں گے وہ صحیح نہ ہوں گے چوں کہ یہ آلہ امام مقتدی کا غیر ہے اور غیر کے قول پر عمل کرنا ہے، جو صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعات پوری پڑھے گا گناہگار ہوگا اور مقیم کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائے گی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۲۷۱، ج: ۸، باب الصلوٰۃ المسافر، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

مسئلہ (۳۲)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ امام بجاے قنوت کے تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا گیا مقتدی نے لقمہ دیا امام نے نماز ختم کردی مقتدی کے کہنے سے نہ لوٹا سجدہ سہو امام پر ہے یا نہیں؟ اگر امام مقتدی کے حکم سے لوٹا تو کیا حکم ہے؟ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں امام پر سجدہ سہو واجب ہے چونکہ دعاے قنوت واجب ہے واجب کے ترک سے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز لوٹانی پڑے گی اور اگر امام کو رکوع میں یاد آیا کہ دعاے قنوت نہیں پڑھی تو پھر قیام کی طرف نہ لوٹے، خواہ از خود یا مقتدی کی کہنے سے بلکہ سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے اور اگر امام قیام کی طرف مقتدی کے لقمہ کو قبول کر کے لوٹا تو سب کی نماز فاسد ہے، جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اوّل، صفحہ ۳۸۶/ پر صراحت موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۳)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید رفع یدین کرتا ہے اور اولیاے کرام کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کہ نہیں اور اس کے پیچھے نماز حنفی مذہب والوں کی ہوجائے گی یا نہ ہوگی قرآن واحادیث سے صحیح، خلاصہ، صاف حکم صادر فرمائیں۔

(۲) ایسے آدمی سے سلام کرنا اور اس کے ہمراہ پھرنا اور اس کے ہاں میں ہاں ملانا اور ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت کرکے بتلائیں۔

الجواب

اس علاقے میں رفع یدین عموماً غیر مقلدین کرتے ہیں اور یہی اولیاے کرام کے منکر ہیں اور غیر مقلدین کے عقائد وہی ہیں جو دیابنہ اور وہابیہ کے ہیں بلکہ ان سے بھی چند قدم آگے ہیں لہٰذا ان کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی، ان کو امام بنانا گناہ ہے[1] ان کے عقائد باطل ہیں جو ان کے پیچھے نماز پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ تقریباً سو برس پہلے

---

[1] فتح القدیر میں ہے: "روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنهما ان الصلوٰة خلف اهل الهواء لا يجوز" (فتح القدیر، ص: ۳۰۴، ج: ۱، باب الامامة، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (س، مصباحی)

ایک کتاب مسمی بہ ''فتح المبین فی کشف عقائد غیر المقلدین'' تصنیف ہوئی اس میں تقریباً دو سو علمائے عرب وعجم کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز نہیں ہوگی ان میں قدیم علمائے دیوبند بھی شامل ہیں۔من شاء فلینظر الکتاب "فتح المبین فی کشف عقائد غیر المقلدین"۔

الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے:"وھذہ الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاھب أربعة وھم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمھم اللہ ومن كان خارجاً عن ھذہ الاربعة فی ھذاالزمان فھو من أھل البدعة والنار" اھ[1]

ترجمہ: یعنی یہ گروہ نجات پانے والا جمع ہے آج کے دن چار مذہب میں اور وہ لوگ حنفی ،مالکی ،شافعی اور حنبلی ہیں جو شخص ان چاروں مذاہب سے خارج ہوا اس زمانے میں سو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ ان چاروگروہوں سے جدا ہوا وہ بدعتی ہے اور دوزخی ہے اور ایسوں کو امام بنانا گناہ ہے۔

(۲) ایسے لوگوں سے سلام کرنا منع ہے ایسے ہی لوگوں کے لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے۔حدیث یہ ہے:

"عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخرالزمان دجّالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا ابائکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولایفتونکم"۔ اھ[2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اخیر زمانے میں جھوٹے دجال لوگ پیدا ہوں گے وہ ایسی احادیث بیان کریں گے کہ نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آبا واجداد نے تو تم ان سے بچنا اور انہیں خود سے دور رکھنا تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسئلہ (۳۴)

محترم قبلہ جناب مفتی صاحب دارالعلوم اسحاقیہ دام اقبالہ بعد السلام علیکم اور آداب وقدم بوسی کے یہ ناچیز سراپا تقصیر دست بستہ عرض کرتا ہے کہ فدوی نے عید الفطر کی نماز اور خطبہ وغیرہ سے فراغت پائی، تو مولانا محمد اکبر صاحب نے پکڑا اور فرمایا تم نے نو تکبیریں پہلے خطبے میں اور سات تکبیریں بعد کے خطبے میں نہیں پڑھی، میں برابر گن رہا تھا فدوی نے عرض کیا مولانا صاحب یہ خطبہ موجود ہے اس میں صرف پانچ تکبیریں سارے خطبہ میں ہے وہی میں نے

[1] الطحطاوی علی الدر المختار، ص: ۱۵۳، ج: ۴، کتاب الذبائح، دار المعرفة، بیروت
[2] الصحیح لمسلم، ص: ۱۰، ج: ۱، مقدمہ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

پڑھی ہے۔خطبہ جس طرح لکھا ہوا ہے ویسے ہی پڑھا ہے اور اس بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے اب آپ بتائیں گے ویسے پڑھوں گا اور جو خطبہ پڑھا تھا فدوی نے کھول کر دیکھا دیا گن کر فرمانے لگے یہ تمہارے خطبہ میں تکبیریں پوری نہیں ہیں اور دیکھ کر کہنے لگے یہ تمہارے بعد کے خطبہ میں ایک بھی تکبیر نہیں لکھی، پھر فدوی نے دوسرے خطبے بھی دیکھے کسی میں سات کسی میں پانچ تکبیریں پہلے خطبہ میں ہیں۔اور بعد کے خطبہ میں کسی میں بھی تکبیریں نہیں ملتی ہیں پھر مولانا صاحب نے فرمایا کہ علمی خطبہ میں دیکھو تو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ عید الفطر میں چار تکبیریں اور عید الاضحیٰ میں تین ہیں جو کہ نقل کر کے روانہ ہو کر خدمت شریف میں پیش ہیں، کچھ بھی ہو غلطی ہمارے سمجھنے کی ہے نہ کہ عالموں کے خطبہ غلط ہو سکتے ہیں اب میں یہ عرض کروں گا کہ تکبیر کیسے کہیں اور بعد کے خطبہ میں کیسے پڑھوں ان تمام باتوں سے مطلع فرمائیں عین نوازش ہوگی اور دوسرے خطبہ میں کہاں پر پڑھوں اور آپ مہربانی فرما کر اس خطبہ کا اپنے کسی بہترین شاگرد سے ترجمہ کروا دیجئے اور اس نقل کیے ہوئے خطبہ کو ترجمہ کرا کر واپس فرمائیں اور میں نے خطبہ کے اوپر بھی جگہ چھوڑ دی ہے۔تکبیروں کا حال اوپر لکھ دیجئے اور دوسرے خطبہ میں کہاں پڑھیں تحریر فرمائیں۔اب کی زندگی بخیر رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہی خطبہ پڑھوں گا، ناچیز نے ہر ایک سطر کے نیچے ترجمہ لکھنے کے لیے جگہ چھوڑ دی ہے میری جانب سے آپ کو اور ممبران اور منتظمین اور مدرسین کو آداب وسلام عرض ہے۔

الجواب

یہ جو تکبیریں نماز عید الاضحیٰ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہیں تکبیر تشریق کہلاتی ہیں جو نویں ذی الحجہ کی نماز فجر سے تیرہویں کی نماز عصر تک ہے ہر نماز فرض با جماعت کے بعد پڑھنا واجب ہے۔

ہاں خطبہ عید الاضحیٰ میں پہلے خطبہ میں پہلے نو بار اور دوسرے خطبہ کے پہلے سات بار اور ممبر سے اترنے سے پہلے چودہ بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اگر ان صورتوں میں یا خطبہ کے اندر یہ تکبیریں نہیں کہی تو کوئی حرج نہیں خطبہ میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے[1] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

---

[1] درمختار میں ہے: "ویستحب أن یستفتح الأولی بتسع تکبیرات تتری و الثانیة بسبع هوالسنة ویکبر قبل نزوله من المنبر أربع عشرة" اھ (درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۵۸، ج:۳، کتاب الصلوٰۃ،باب العیدین،دارالکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ میں پے در پے نو تکبیریں پڑھے اور دوسرے میں سات یہی سنت ہے اور منبر سے اترنے سے پہلے چودہ بار تکبیر کہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے۔"ویستحب أن یفتتح الخطبة الاولی بتسع تکبیرات تتری والثانیة بسبع کذا فی الزاهدی" اھ (فتاوی ہندیہ،ص:۱۵۰،ج:۱،کتاب الصلوٰۃ،الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین ،دارالکتب العلمیه،بیروت) ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ میں پے در پے نو تکبیریں پڑھے اور دوسرے میں سات جیسا کہ زاہدی میں۔(س،مصباحی)

مسئلہ (۳۵)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے یہاں جامع مسجد گل منڈی بھیلواڑہ میں جو اس وقت امامت کررہے ہیں حافظ قرآن ہیں مگر مسئلوں سے ناواقف بھی ہیں اور کم عمر بھی ہیں، پہلا ہی اتفاق ہے امامت کرنے کا، اس لیے ایک عالم کے ہوتے ہوئے کیا ایسے حافظ کو ترجیح دی جاسکتی ہے؟

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ مستحق امامت وہی ہے جو ان سب سے زیادہ مسائل نماز وطہارت جانتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بدمذہب نہ ہو جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل ہے: ہدایہ میں ہے: "واولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة"[1]

ترجمہ: اور لوگوں میں امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو سنت کا زیادہ جانکار ہو۔ (س)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"ا لاولی بالامامة اعلمهم باحكام الصلوٰة هكذا فی المضمرات وهو الظاهر هكذا فی البحر الرائق هذااذا علم من القراء ة قدرماتقوم به سنة القراء ة هكذا فی التبيين و يجتنب الفواحش الظاهرة۔[2]

ترجمہ: اور امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو نماز کے احکام کو زیادہ جانتا ہو۔ مضمرات میں اسی طرح ہے اور یہی ظاہر ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ قراءت کو اس قدر جانتا ہو جس سے قرأت کی سنت ادا ہوجائے۔ اسی طرح تبیین میں ہے۔ اور ظاہری گناہوں سے بچتا ہو۔ (س)

درمختار میں ہے: "والأحق بالامامة الأعلم باحكام الصلاة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة"۔ اھ ملخصاً[3]

ترجمہ: امامت کے زیادہ لائق وہ ہے جو فقط احکام نماز مثلاً صحت وفساد نماز سے متعلق مسائل سے زیادہ واقف ہو بشرط کہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو۔ (س)

---

[1] الھدایہ، ص:۱۲۱، ج:۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] فتاویٰ ہندیہ، ص:۸۳، ج:۱، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالامامة، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[3] درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۲۹۴، ج:۲، کتاب الصلاة، باب الامامة دارالكتب العلميه، بیروت

ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نماز وطہارت کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہے اور قرأت کا اتنا جان کار ہے کہ جس سے نماز درست ہو جاتی ہے اور فاسق و بد مذہب نہیں ہے تو اس کی امامت افضل و بہتر اگر چہ دوسرا اس سے زیادہ پرہیز گار ہو لہٰذا صورت مسئولہ میں عالم امامت کا زیادہ حقدار ہے اس کی امامت حافظ مذکور سے بہتر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۶)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اذان میں حضور ﷺ کے نام پر بعض لوگ انگوٹھے چومتے ہیں اور بعض نہیں چومتے ان دونوں میں قرآن شریف وصحاح ستہ کی احادیث کے مطابق کس کا عمل صحیح ہے مع قرآن کی آیات اور حدیث کی اصل عبارت حوالے کے ساتھ درج فرمائیں، تاکہ لوگوں کو بتلا دیا جائے۔

(۲) اسی طرح تکبیر کہنے والا تو کھڑا رہتا ہے اور دوسرے لوگ امام صاحب بیٹھے رہتے ہیں اور یہ عمل سوائے چند مساجد کے اور کہیں نہیں ہوتا اس سلسلے میں دلائل سے حوالہ تحریر فرمائیں اس میں اقوال ہرگز درج نہ ہو بلکہ قرآن و احادیث سے عبارت وحوالہ درج ہو تاکہ صفوں کو درست کرنے والی حدیث پیش کرنے والوں کو جواب دیا جاوے۔

(۳) بہت سے لوگ نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور بہت سے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں حضور ﷺ نے بیٹھ کر بھی پڑھی ہے اور کھڑے ہو کر بھی پڑھے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جب حضور ﷺ کا بدن بھاری ہو گیا اور عمر زیادہ ہو گئی، تو آپ نفل نماز اکثر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کا فرمان ہے کہ حضور ﷺ کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا البتہ وفات سے ایک سال پہلے آپ نفل بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے، مشکوٰۃ شریف میں حدیث نمبر ۱۱۷۵ر میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ نفل کھڑے ہو کر پڑھے تو بہتر ہے اس لیے حدیث مع حوالہ فرمائیں۔

الجواب

---

(۱) جب مؤذن کہے "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ" تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمہ کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ اس کے متعلق احادیث وارد ہیں اور صحابہ کرام کا اس پر عمل ہے۔

صلاۃ مسعودی میں ہے: "روی عن النبی ﷺ انه قال من سمع اسمی فی الاذان و وضع

ابھامیه علی عینیه فاناطالبه فی صفوف القیا مة و قائده الی الجنة"۔اھ [۱]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔[۲]

(۲) خداوند قدوس قرآن مجید میں فرماتا ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی۔ تو سائل کا یہ سوال کرنا کہ اقوال نہ ہوں یہ درست نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن قوله حی علی الفلاح"[۳]

ترجمہ: جب نمازی مسجد میں تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیوں کہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب موذن حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑا ہو جائے۔ (س)

نیز فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یقوم الامام والقوم اذا قال الموذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة وھو الصحیح"[۴]

ترجمہ: علمائے ثلاثہ (حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے اور یہی صحیح ہے۔ (س)

---

[۱] صلاۃ مسعودی، ص: ۲۰، ج: ۲، باب بستم باب الصلوٰۃ

[۲] "المقاصد الحسنه" میں ہے: "عن الفقیه محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیه العالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی، اخبرنی الفقیه الزاهد البلالی عن الحسین علیه السلام، انه قال، من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمداً رسول الله ﷺ مرحباً بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله ﷺ، ویقبل ابهامیه و یجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد"۔اھ (المقاصد الحسنۃ، ص: ۳۸۴، باب المیم، حدیث: ۱۰۲۱، دارا لکتب العلمیہ، بیروت، لبنان) ترجمہ: فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلاۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص موذن کو اشهد ان محمداً رسول الله کہتے سن کر یہ دعا پڑھے: مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله ﷺ۔ اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے تو نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دکھیں۔

[۳] فتاوی ہندیہ، ص: ۵۷، ج: ۱، الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ، نورانی کتب خانہ پشاور

[۴] فتاوی عالمگیری، ص: ۷۷، ج: ۱، الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ، دارا لکتب العلمیہ، بیروت

بخاری کی حدیث ہے: "عن عبداللہ بن ابی قتادہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی"۔ اھ[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد سے روایت کرکے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب اقامت کہی جائے توتم مت کھڑے ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔(س)

مقام غور ہے کہ ایسے صاف حکم کے موجود ہوتے ہوئے یہ حکم دینا کہ وقت ابتدائے اقامت کھڑا ہو جانا چاہیے کھلی ہٹ دھرمی ہے، مولوی اشرف علی تھانوی، کتاب "اعلاء السنن" کے اردو ترجمہ "اظفار الفتن" میں لکھتے ہیں: جب امام مسجد میں ہوتو اس کو اس وقت قد قامت الصلاۃ کہہ دینا چاہیے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو جا نا چاہیے اور یہی حکم مقتدی کے لیے ہے۔[2]

(۳) نفل نماز کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے واضح ہے۔ مسلم شریف میں ہے: "عن عبد اللہ بن شقیق العقیلی قال سألت عائشة عن صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ باللیل فقالت کان یصلی لیلاً طویلاً قائماً و لیلاً طویلاً قاعداً وکان اذا قرأ قائماً رکع قائماً واذا

---

[1] صحیح البخاری، ص:۸۸، ج:۱، باب متی یقوم الناس اذا رأوا الامام عند الاقامة، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

[2] اظفار الفتن اردو ترجمہ اعلاء السنن، ج:۴، ص:۳۵۸

شرح وقایہ میں ہے:" یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ و یشرع عند قد قامت الصلوٰۃ" (شرح الوقایہ، باب الاذان، ص:۱۵۵، ج:۱) ترجمہ: امام اور مقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہو اور قد قامت الصلاۃ کے وقت نماز شروع کرے۔

مسلم میں ہے: "عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی قد خرجت"۔ اھ (الصحیح لمسلم، ص:۲۲۰، ج:۱، باب متی یقوم الناس للصلوٰۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے توتم مت کھڑے ہوا کرو یہاں تک کہ مجھ کو (حجرہ اقدس سے) نکلتا ہوا دیکھ لو۔

اس حدیث کے تحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنہاج شرح مسلم" میں فرمایا: "وقال ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ والکوفیون یقومون فی الصف اذا قال حی علی الصلوٰۃ فاذا قال قد قامت الصلوٰۃ کبرالامام وقال جمہور العلماء من الخلف والسلف لایکبر الامام حتی یفرغ الموذن من الاقامة"۔ اھ (المنہاج شرح الصحیح لمسلم المطبوع مع المسلم، ص:۲۲۱، ج:۱، باب متی یقوم الناس للصلوٰۃ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کوفہ نے فرمایا کہ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہے توامام اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کردے اور جمہور علمائے سلف وخلف نے فرمایا کہ امام تکبیر تحریمہ نہ کہے یہاں تک کہ مکبر تکبیر سے فارغ ہو جائے۔(س، مصباحی)

قرأ قاعداً رکع قاعداً"۔اھ[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نفل کے متعلق دریافت کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رات کو دیر تک کھڑے ہوکر نماز پڑھتے اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہوکر قرأت کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہوکر کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔(س)

نیز اسی میں ہے: "عن عبد اللہ بن عمرو قال حدثت ان رسول اللہ ﷺ قال صلوۃ الرجل قاعداً نصف الصلوٰۃ قال فاتیتہ فوجدتہ یصلی جالساً فوضعت یدی علی راسہ فقال مالك یا عبد اللہ بن عمرو قلت حدثت یا رسول اللہ انك قلت صلوٰۃ الرجل قاعداً علی نصف الصلوٰۃ وانت تصلی قاعداً قال اَجَلْ ولکنی لست کاحدمنکم"۔اھ[2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی گئی کہ آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے انھوں نے کہا تو میں آیا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں بیٹھ کر تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ کیا بات ہے حضرت عبداللہ نے عرض کیا آدمی کا بیٹھ کر نماز آدھی نماز ہے اور حال یہ ہے کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرمارہے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عبداللہ بن عمرو۔ ہاں لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔(س) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(گذشتہ صفحے کا بقیہ) شرح نقایہ میں ہے: "واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانية "ﷺ علیك یا رسول اللہ" وعندالثانیة منها "قرة عینی بك یا رسول اللہ" ثم یقال "اللهم متعنی بالسمع والبصر" بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه ﷺ یکون قاعداً له الی الجنة کذا فی کنز العباد" (ردالمحتار مع الدر المختار، ص:۲۹۳، ج:۱، باب الاذان، مصطفی البابی، مصر)

ترجمہ: آگاہ ہوجاؤ! مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشهد ان محمداً رسول اللہ سنے صلی اللہ علیك یارسول اللہ کہے اور دوسری بار قرۃ عینی بک یارسول اللہ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے "اللهم متعنی بالسمع والبصر کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔(س، مصباحی)

---

[1] الصحیح لمسلم، ص:۲۵۲، ج:۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب جواز النافلة قائماً و قاعداً الخ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
[2] الصحیح لمسلم، ص:۲۵۳، ج:۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل الخ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

مسئلہ (۳۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں دو جماعت اوپر نیچے ہوسکتی ہے کیا؟ اگر نہیں تو کون سی جماعت کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔

(۲) مسجد میں اوپر کے حصہ میں اذان ہونے کے بعد اوپر کے حصہ کی جماعت سے پہلے نیچے کے حصہ میں جماعت ہوسکتی ہے؟

الجواب

اگر کسی مسجد میں امام معین ہے اور وہ سنت طریقے پر نماز پڑھاتا ہے جس کی نماز میں از روئے شرع کوئی کراہت نہیں اور نہ وہ ایسا ہے کہ جس کی امامت سے نماز میں فساد لازم آتا ہو تو اس کی جماعت اول ہوگی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہوگا، اب اگر اسی مسجد میں ایک ہی وقت میں ایک فرض کی نماز بغیر کسی عذر شرعی کے جماعت قائم کی گئی تو یہ ناجائز وممنوع ہے چونکہ اس میں تفریق لازم آتی ہے جو فعل مذموم ہے بلکہ ایسی صورت اختیار کرنی چاہیے کہ حالت مجبور ہوتے ہوئے بھی تفریق جماعت نہ ہوسکے جیسا کہ جنگ کے موقع پر تفریق جماعت سے بچنے کے لیے ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جماعت ایک ہی ہو۔ حالانکہ وہ وقت انتہائی مشکل و پریشانی کا ہوتا ہے، جب ایسے وقت تفریق جماعت سے اجتناب کیا گیا تو پھر بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کیوں کر جائز ہوگی اسی وجہ سے کہ تفریق جماعت نہ ہو جماعت اولیٰ افضل ہے۔ ہدایہ میں ہے: "ومن صلی رکعة من الظهر ثم اقیمت یصلی اخری صیا نة للمؤدی عن البطلان ثم یدخل مع القوم احرازالفضیلة الجماعة وان لم یقید الاولی بالسجدة یقطع و یشرع مع الامام وهوالصحیح"۔ اھ[1]

ترجمہ: اور جس نے ظہر کی ایک رکعت پڑھ لی پھر ظہر کے لیے اقامت شروع ہوگئی تو نمازی ادا کی ہوئی نماز کو بطلان سے بچانے کے لیے دوسری رکعت بھی پڑھ لے پھر جماعت کی فضیلت کو پانے کے لیے جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر نمازی پہلی رکعت کو سجدہ سے نہ ملایا ہو تو اسے توڑ کر امام کے ساتھ نماز شروع کردے۔ یہی صحیح ہے۔ (س)

لہٰذا جب فضیلت جماعت کو پانے کے لیے نماز توڑنے کا حکم دیا گیا ہے تو پھر دوسری جماعت بلا عذر شرعی محض بغض وعناد پر کیوں کر جائز ہوگی۔

(۲) جس مسجد کا امام مقرر ہے اور وہ سنت طریقے پر اذان واقامت کے ساتھ جماعت پڑھتا ہے تو یہ

---

[1] الھدایہ، ص:۱۵۱، ج:۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ادراک الفریضۃ۔ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

جماعت جماعت اولی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے جواب میں ذکر کیا لہٰذا بغیر کسی عذر شرعی کے اس سے پہلے اوپر یا نیچے کے حصے میں جماعت کرنا مکروہ وممنوع ہے لہٰذا صورت مسئولہ نمبر ۲ میں نماز جماعت اذان واقامت کے ساتھ ہوتی ہے تو اس سے پہلے اور اس کے بعد بغیر عذر شرعی کے جماعت کرے ناجائز ہے۔[1]

مسئله (۳۸)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورہ بقرہ میں اول جگہ سے ایک بڑا رکوع تلاوت کی اور دوسری رکعت میں سورۂ بقرہ کا آخری رکوع میں سے چند آیات پڑھی (مقدار فرض) ایسا کرنا کیسا ہے کیا اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم آئے گی مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ یوسف کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں سورۂ یوسف کے آخری رکوع کی چند آیات مقدار فرض پڑھی تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں او راس طرح سے پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) نماز جنازہ میں ہاتھ کس وقت چھوڑنا چاہیے مسنون طریقہ کیا ہے؟

(۳) غسل کی نیت میں کیا پڑھنا چاہیے کیا ہر اعضا کو دھوتے وقت عربی عبارت پڑھنا ضروری ہے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط

الجواب

(۱) جائز ہے ایسا پڑھنا،

(۲) نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے اور پھر سلام پھیر دے۔[2]

(۳) غسل میں نیت ضروری نہیں اگر کسی نے طہارت کے لیے نیت کی تو یہ ثواب ہے نیت کی تعریف یہ ہے

---

[1] فتاوی عالمگیری میں ہے: "المسجد اذا كان له اما م معلوم و جماعة معلومة فی محلة فصلی اهله فيه بالجماعة لا يباح تكرار هافيه باذان ثان" (فتاوی ہندیہ، ص: ۸۳، ج: ۱، كتاب الصلوٰة، الباب الخامس فی الامامة، الفصل ا لاول فی الجماعة، دار الكتب العلميه، بيروت) ترجمہ: محلہ کی مسجد میں امام اور جماعت کے لوگ متعین ہوں اور ان لوگوں نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے اذان کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (س، مصباحی)

[2] اسی طرح کے ایک سوال میں حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہاتھ باندھنا سنت اس قیام کی ہے جس کے لیے قرار ہو، سلام وقت خروج ہے اس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے"۔ اھ (فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۱۹۴، ج: ۹، باب الجنائز، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

کہ کسی چیز کا دل میں قصد کرنا اور الفاظ کی ادائیگی زبان سے حسن ہے اور نیت عمل پر مقدم ہے لہٰذا دوران عمل نیت نہیں۔

مسئلہ (۳۹)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز ایک ہی مسجد میں دوبار قائم کر سکتے ہیں عذر شرعی کی وجہ سے؟

(۲) سجدۂ سہو جمعہ میں ہے یا نہیں اگر ترک واجب پر سجدۂ سہو جمعہ میں کرلیا تو کیا حرج ہے؟

(۳) سورت غلط پڑھی گئی اور سجدہ سہو کرلیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورتِ مسئولہ میں جس میں جمعہ ہوتا ہے اور اس کا امام عام مسلمانوں کی جانب سے متعین ہے اور وہ امام بدمذہب نہیں ہے تو اس کی نماز جمعہ ادا ہوگی اور دوسرے کا اس مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ ادا کرنا باطل ہے اور اگر امام بدمذہب ہے جیسے وہابی دیوبندی وغیرہ یا اس مسجد کا کوئی امام متعین نہیں ہے بلکہ ایک آدمی کو کچھ لوگوں نے امام بنا کر نماز پڑھی اور دوسرے آدمی کو دوسرے کچھ لوگوں نے بنایا یہ ناجائز ہے اور دونوں جماعت ممنوع ہے۔ لہٰذا کسی ایسے امام کو عامۃ المسلمین متعین کرے جو بدمذہب نہ ہو اور صالح دیندار ہو، تاکہ عامۃ المسلمین میں فتنہ وافتراق پیدا نہ ہو چونکہ فتنہ وافتراق سے بچنا بھی ضروری ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"[1]

(۲) صورتِ مسئولہ میں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط وافتتان کا اندیشہ ہو تو اس کے ترک کی اجازت دی ہے بلکہ اس کو اولیٰ قرار دیا ہے، درمختار میں ہے:

"السهو فی صلوٰۃ العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرين عدم فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة۔ البحر واقره المصنف وبه جزم فی الدرر۔"[2]

ترجمہ: اور سجدہ سہو عید، جمعہ، فرض اور نفل نمازوں میں برابر ہے، یعنی سب میں سجدہ سہو کرنا چاہیے، اور

---

[1] بحرالرائق میں ہے: "قا ل فی الظهرية جماعة فا تتهما الجمعة فی المصر فانهم يصلون الظهر بغير اذان ولااقامة ولاجماعة"۔ اھ (بحرالرائق شرح کنزالدقائق، ج:۱، ص: ۱۵۴، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ترجمہ: ظہیریہ میں فرمایا کہ اگر کسی شہر میں قوم سے جمعہ فوت ہوگئی تو بغیر اذان، تکبیر اور جماعت کے ظہر ادا کریں۔ (س، مصباحی)

[2] الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص: ۱۰۳، ج:۱، باب سجود السهو، مطبع مجتبائی دہلی

متاخرین کے نزدیک عید اور جمعہ میں سجدہ نہ کرنا مختار ہے، فتنہ کو دور کرنے کے لیے جیسا کہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں ہے مصنف نے اسی کو ثابت رکھا ہے اور درر میں اسی پر جزم کیا ہے۔ (س) لہٰذا عیدین اور جمعہ میں سجدۂ سہو واجب ہو تو نہ کرنا چاہیے۔[1]

(۳) صورتِ مسئولہ میں سورت ایسی غلط پڑھی کہ جس سے معنی میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو نماز ہی فاسد ہو جائے گی سرے سے نماز دوبارہ پڑھیں۔ اور اگر سورت غلط پڑھنے سے معنی فاسد نہیں ہوا تو نماز ہو جائے گی سجدۂ سہو واجب نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نے سجدہ سہو کر لیا تو امام اور اس کے ساتھ مقتدی پہلے سے تھے سب کی نماز ہو جائے گی اور جو بعد میں آ کر ملے یعنی سجدہ سہو کے سلام کے بعد تو معلوم ہونے کے بعد یہ لوگ اپنی نماز کا اعادہ کرلیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۴۰) مکرمی جناب مولانا مفتی اشفاق احمد صاحب دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

(۱) دیگر احوال یہ ہے کہ ہمارے یہاں جمعہ کے دن عربی زبان کے علاوہ اردو زبان بھی سمجھایا جاتا ہے اور زمانہ قدیم سے یہی چلا آ رہا ہے ایک دو آدمی اس اردو سمجھانے کو حرام قرار دے رہے ہیں۔ از روئے شریعت کہاں تک درست ہے۔

(۲) ہمارے امام صاحب کے خیالات دیوبندی ہو گئے ہیں فاتحہ، درود کے قائل نہیں کیا ایسے امام کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں۔ مطلع فرمائیں۔

نوٹ: جواب سے جلد از جلد سرفراز فرمائیں ہم اہل سنت و جماعت میں بڑی گڑبڑی پھیلی ہوئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا جواب نہ آئے اور ہمارے یہاں لاٹھی چل جائے اسی وجہ سے صوفی امان اللہ صاحب کے ذریعہ یہ خط روانہ کیا

---

[1] ردالمحتار میں ہے: "الظاھر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذٰلك کما بحثه بعضھم۔ وکذا بحثه الرحمتی وقال خصوصا فی زماننا و فی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة۔ اہ قوله وبه جزم فی الدرر لکنه قیدہ محشیھا الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترك"۔ اھ (ردالمحتار مع الدر المختار، ص: ۵۵۶، ج: ۱، باب سجود السہو، مصطفی البابی مصر) ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ ان (نماز عید و جمعہ کے علاوہ میں جہاں بھی کثیر اجتماع ہو) اس کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ بعض نے بیان کیا ہے اور اسی طرح رحمتی نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ خصوصًا ہمارے دور میں (سجدہ سہو نہ کرنا چاہیے۔ حاشیہ ابو السعود کے باب جمعہ میں عزمیہ سے ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ سجدہ سہو جائز نہیں بلکہ اس کا ترک اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔ اس پر "درر" میں جزم ہے لیکن اس کے محشی الوافی نے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب وہاں کثیر لوگ جمع ہوں ورنہ نہیں کیوں کہ اس وقت ترک سجدہ کا داعی نہیں ہوگا۔ (س، مصباحی)

جارہا ہے۔

الجواب

(۱) اردو میں خطبہ پڑھنا حرام نہیں اور جو ایسا کہتا ہے وہ مسائل شریعت سے ناواقف ہے ہاں خلاف سنت ضرور کہا جاسکتا ہے لیکن حرام نہیں کہہ سکتے [۱] بہتر یہ کہ عربی خطبہ کو پڑھنے سے پہلے اردو میں تقریر یا نصیحت کے طور پر عوام کو سمجھا دیا جائے بعد میں سنت نبوی ادا کرنے کے لیے عربی میں خطبہ پڑھ لیا جائے لیکن خیال رہے کہ عربی خطبہ کے درمیان اردو میں خطبہ یا تقریر نہ پڑھیں۔

(۲) وہابی دیوبندی امام کے پیچھے ہرگز نماز نہ ہوگی بوجہ ان کے عقائد باطلہ فاسدہ کے۔ [۲]

مسئلہ (۴۱)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص دیوبندی اور تبلیغی اشخاص جیسے

---

[۱] حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ امر (خطبہ غیر عربی میں ہونا) خلاف متوارثۂ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرناً فقرناً اہلِ اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص:۳۰۲، ج:۸، مرکز اہل سنت برکات رضا) اس کی تائید درمختار کی یہ عبارت بھی کرتی ہے: ''**لان المسلمین فوجب اتباعھم**'' (الدر المختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۱۱۷، ج:۱، باب العدین، مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: یہ مسلمانوں کا توارث ہے جس کی پیروی ضروری ہے۔ ہدایہ میں ہے: ''**فان افتتح الصلاۃ بالفارسیۃیصیر مسیئا لمخالفۃ السنۃ المتوار ثۃ و الخطبۃ والتشھدعلی ھذاالاختلاف**'' اھ ملتقطا (الھدایہ، ص:۱۰۱-۱۰۲، ج:۱، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اگر کسی نے نماز میں فارسی زبان میں قراءت کی تو وہ گنہ گار ہوگا سنت متوارثہ کی مخالفت کے سبب اور خطبہ اور تشہد اسی اختلاف پر ہے (یعنی اگر کسی نے خطبہ اور تشہد کو غیر عربی زبان میں پڑھا تو وہ گنہ گار کہلائے گا) (س، مصباحی)

[۲] فتح القدیر میں ہے: ''**روی محمد عن ابی حنیفۃوابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنھما: ان الصلاۃ خلف اھل الھواء لاتجوز**''۔ اھ (فتح القدیر، ص:۳۰۴، ج:۱، باب الامامۃ، مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی: اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ عالم گیری میں ہے: ''**وان کان صاحب ھوی لایکفر بھا صاحبھا تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا**'' (فتاویٰ عالم گیری، ص:۸۴، ج:۱، کتاب الصلوۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اگر صاحب بدعت کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے (یعنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے) ورنہ جائز نہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دور رہنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا: ''**ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم**'' (الصحیح لمسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء، ص:۱۰، ج:۱، نور احمد اصح المطابع کراچی) تم خود کو ان سے بچاؤ اور اپنے کو ان سے دور رکھو تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردے اور فتنہ میں نہ ڈال دے۔ (س، مصباحی)

عقائد رکھتا ہو اور مسلمانوں کو بدعقیدگی کی راہ تلقین کر کے گمراہ بھی کرتا ہو ایسے شخص کے پیچھے فرض نماز اور عیدین کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں اور اس کے متبعین یہ زور لگاتے ہیں کہ یہ زیادہ علم والا ہے اس کے پیچھے نماز ادا کرنی چاہیے، سنّی لوگوں کا اس پر اعتراض ہے۔ لہٰذا آپ اس مسئلہ کو قرآن وحدیث سے بین طور پر مدلل تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔

(۲) یہاں انگریزوں کی مسجد بڑی ہے اور اس محلہ میں دینداری بھی تمام جیسلمیر کے محلوں سے زیادہ ہے عورتیں اور مرد پابند نماز نظر آتے ہیں اور عید کی نماز بھی انھیں کا امام ہمیشہ سے پڑھاتا ہے، اول شہر قاضی اسی مسجد کا امام تھا وہ پڑھاتا تھا اور اس کے بعد متفرق اشخاص اس مسجد کے امام ہوئے اور پڑھا رہے ہیں، اب وہابیت ظاہر ہونے پر اس جماعت کے مقلد اپنے امام کو عیدین کی نماز کے لیے سند یافتہ بتا کر نماز پڑھوانا چاہتے ہیں ایک تو سنیوں کی حق تلفی ہوئی دوسرے بدعقیدہ کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی ہے اور نیز یہاں مستحق امامت کون ہوگا جب کہ امام بدلتے رہتے ہیں۔

الجواب

(۱) جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ امام دیوبندی عقیدہ کا ہے اگر دیوبندی عقیدہ کا ہے تو ایسے امام کے پیچھے ہرگز نماز نہ ہوگی چونکہ ان کے عقائد فاسد ہیں عقائد باطلہ فاسدہ والا امام خواہ کتنا ہی بڑا زبردست عالم کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔[1]

(۲) وہابی امام اگرچہ سند یافتہ ہو یا غیر سند یافتہ اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ ہوگی جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا یہ عجیب منطق ہے کہ امام سند یافتہ ہے، اس لیے امامت کا مستحق ہے، گویا سند نے امامت کا جواز پیدا کر دیا مگر یہ خیال نہ کیا کہ اسلام میں ایمان مقدم ہے نہ کہ سند علم وفضل سند اس وقت معتبر ہے جب کہ عقائد درست ہوں، نیز یہ کہ گزشتہ

---

[1] فتح القدیر میں ہے: "روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ان الصلاۃ خلف اہل الھواء لا تجوز"۔ اھ (فتح القدیر، ص: ۳۰۴، ج: ۱، باب الامامۃ، مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی: اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "وان کان صاحب ھوی لا یکفر بھا صاحبھا تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۸۴، ج: ۱، کتاب الصلوۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اگر صاحب بدعت کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے (یعنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے) ورنہ جائز نہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دور رہنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (الصحیح لمسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء، ص: ۱۰ ج: ۱، نور احمد اصح المطابع کراچی) تم خود کو ان سے بچاؤ اور اپنے کو ان سے دور رکھو تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دے اور فتنہ میں نہ ڈال دے۔ (س، مصباحی)

چند سالوں سے انگریزوں والی مسجد کا امام نماز عیدین وغیرہ پڑھاتا آیا ہے وہی عیدین کی نماز پڑھانے کا مستحق ہے نہ کہ کوئی اور۔

مسئلہ (۴۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسماۃ حمیدہ خاتون کا نکاح عبداللہ کے ساتھ پڑھوایا ایسے ناجائز طریقے سے نکاح پڑھانے والوں پر قاضی صاحب وکیل وگواہ اور مجلس میں شریک ہونے والوں کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے، قاضی صاحب مسجد کے امام بھی ہیں امام نے مقتدیوں کے منع کرنے کے باوجود بغیر تحقیق کے ہی دیدہ ودانستہ بغیر طلاق کے نکاح پڑھائی۔ ایسے غلط نکاح پڑھانے والے کی امامت کہاں تک صحیح ہے اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب

اگر فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال بالا میں درج ہے تو اس صورت میں امام اور تمام شرکا علانیہ توبہ کریں اور مسماۃ مذکورہ اور مسمیٰ مذکور کے درمیان تفریق کرادیں[1] جب بندہ کسی جرم سے توبہ کرلیتا ہے تو وہ پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''التائب من الذنب کمن لا ذنب له'' ترجمہ: جس نے گناہ سے توبہ کرلیا وہ ایسے ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں[2]۔

علانیہ توبہ کے بعد بلا کراہت نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نوٹ: خاص اس مسئلہ میں یہ بھی سنا گیا ہے کہ امام صاحب سے قصداً ایسا نہ ہوا بلکہ سہواً ہوا یعنی ان کی طلاق کا یقین دلایا گیا تھا۔

---

[1] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہورہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۲۶۶، ج: ۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا)

[2] سنن ابن ماجہ، ص: ۳۲۳، ابواب الزہد، باب ذکر التوبہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ ایضا، السنن الکبری ص: ۱۵۴، ج: ۱۰، کتاب الشہادات، باب شہادۃ القاذف، دار صادر بیروت

مسئلہ (۴۳)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ وہ مصلیٰ جن پر حرمین شریفین کے نقشے ہوتے ہیں نماز پڑھ کر اس پر یعنی نقشوں پر بیٹھ کر دعا یا قران خوانی کرنا کیسا ہے۔ خلاف ادب ہے یا کچھ اور۔

الجواب

نماز ہوجائے گی مگر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ نقشہ پر پیر نہ رکھے یہ صرف حد ادب تک ہے ناجائز نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ (۴۴)

کیا فرماتے ہیں علماے دین کہ ظہر یا عصر یا عشا یا کسی دوسری نماز کی جماعت میں ایک رکعت ختم ہونے کے بعد اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ وضو کر کے واپس آئے اس وقت میں چوتھی رکعت ہو یعنی قعدہ اخیرہ میں تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ دوم اگر نماز ختم ہوجائے تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے۔

الجواب

امام کے سلام پھیرنے کے بعد باقی رکعتوں کو پورا کرلے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۴۵)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو حاجی بھی اور اپنے آپ کو با شرع ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو اور اپنے آپ کو سید بھی کہتا ہو۔ وہ اگر کسی ایک مسلمان کی میت کو دفن ہونے سے عملاً روکنے کی کوشش کرے اور دوسرے مسلمانوں (مرد وعورت) کو اس میں شریک ہونے سے روکے اور ان کو خدا و رسول اور ان کے بچوں کی قسمیں دلا کر میت میں شریک ہونے سے وہ اور اس کے سبھی گھر والوں نے روکا۔ دیگر میت کی قبر کھودنے والوں کو بھی روکا اور ان کو ڈرایا دھمکایا دیگر پولیس تھانہ میں جا کر میت کے وارثوں پر جھوٹا الزام لگایا کہ اس کو زہر دے کر مارا گیا ہے یہاں تک کہ ہر ممکن کوشش کی جس سے میت کو روک سکے (اور اس کو روک لیا) جب کہ میت کے وارثوں میں کوئی بھی شرعی کمزوری نہیں ہے۔ علماے دین ایسے (سید الحاج محمد شفیق صاحب) اور ان کے گھر والوں پر کیا حکم عائد کرتے ہیں برائے خدا ورسول کتاب وسنت کی روشنی میں حکم شرع تحریر فرمائیں اور مسلمانوں کو

آگاہ فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ فقط والسلام

الجواب

صورتِ مسئولہ میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر چند حقوق ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ مسلم شخص کے جنازے میں شریک ہونا چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے: "عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: "حق المسلم علی المسلم خمس ردالسلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز و اجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس" [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازے کے پیچھے چلنا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔ (س)۔ لہٰذا جو شخص عالم کے جنازہ میں شریک ہونے سے روکتا ہے وہ فرمان رسالت مآب ﷺ کے خلاف کرتا ہے آئندہ اس قسم کی خلاف سنت حرکت نہ کی جائے اور ماضی کے فعل سے علانیہ توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۶)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ہمارے یہاں مسجد میں جمعہ کے روز امام صاحب بغیر خطبہ کے اذان دیتے اور ممبر پر کھڑے ہو کر تقریر وارد و نظم میں خطبہ پڑھتے ہیں، قریب آدھا گھنٹہ اس کے بعد وہ ممبر پر بیٹھے رہتے ہیں بھنڈاری اذان دیتا ہے واپس پیش امام کھڑے ہو کر عربی خطبہ اول وثانی ادا کرتے ہیں بعد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح سے ممبر پر تقریر وارد و خطبہ نظم میں پڑھنا روا ہے۔ ایسا سنا ہے کہ ممبر پر تقریر وارد و نظم نہیں پڑھنا چاہیے، سرکار کی حدیث پاک ہے۔ مسئلہ کا جواب عنایت کریں۔

(۲) ہمارے یہاں ایک امام صاحب ٹیم بریلی امامت کرتے ہیں، باقی تو میری طرح ان کی عادت اچھی ہے کوئی خرابی نظر نہیں آتی، مگر جب الیکشن کا سال آتا ہے تو وہ تانگے میں بیٹھ کر ہر ایک پارٹی کی طرف سے گاؤں میں اعلان کرتے ہیں، تھوڑے بہت وہ شعر وشاعری بھی جانتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں ایسی حالت میں ہماری نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

---

[1] صحیح البخاری، ص:۱۶۶، ج:۱، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

(۳) ۲۷ / روز امام صاحب اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے اور رمضان کی ستائیسویں شب میں سال بھر کا نذرانہ مقتدی امام صاحب کو دیتے ہیں۔ اعتکاف کی حالت میں امام صاحب کو ہاتھ بار بار بڑھا کر نذرانہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ تراویح ختم ہونے کے بعد قرآن شریف ختم اور امام صاحب کو مصافحہ، شیرینی و نذرانہ میں قریب دو گھنٹے کا وقت لگتا ہے۔ اس وقفہ میں شاید امام صاحب کوئی دوسری گفتگو میں لگ جائیں تو ان کے اعتکاف ٹوٹنے کا کوئی ڈر تو نہیں، یا کوئی ان پر عذاب ہوتا ہے۔ یا امام مسجد کو اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ان کا بیٹھنا ٹھیک ہے تو نذرانہ وغیرہ جو وہ ہاتھ بڑھا کر لیں گے کہاں تک جائز ہے صحیح جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب

(۱) خطبہ سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اردو عربی میں وعظ و نصیحت اور تقریر کرنا جائز ہے، یا خطبۂ جمعہ اور خطبۂ عیدین وغیرہ میں عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں یا عربی کے ساتھ دوسری زبانوں کو ملانا خلاف سنت ہے۔

(۲) صورتِ مسئولہ میں جب کہ امام صاحب میں کوئی خلاف شرع بات نظر نہیں آئی تو ان کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) اعتکاف کرنے والے امام صاحب ہو یا کوئی بلا ضرورت دنیاوی کام کرنا منع ہے، مسجد کے اندر ہو یا باہر لیکن اگر بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مگر مسجد کے اندر رہ کر دنیاوی بات کرنے یا نذرانہ وغیرہ لینے سے اعتکاف ٹوٹے گا نہیں۔ اگر چہ بلا ضرورت مسجد کے اندر دنیاوی باتیں کرنا منع ہے امام کا اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ چلتی گاڑی میں فرض نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس میں سنت و نفل نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عبداللہ

الجواب

چلتی گاڑی میں فرض نماز نہیں ہوتی البتہ سنتیں و نفل پڑھ سکتے ہیں بلکہ پڑھنی ہی چاہیے۔ ہاں اگر وقت جاتا

رہا ہوتو فرض بھی پڑھ لیں اور بعد میں لوٹالیں جہاز میں سب نمازیں پڑھنے کا حکم ہے یعنی چلتے جہاز میں فرض نماز بھی پڑھی جائے گی ریل و جہاز میں فرق ہے۔ریل ٹھہرتی ہوئی جاتی ہے جب کہ جہاز برابر چلتا ہے اور پھر جہاز کے آس پاس زمین نہیں۔

کتب فقہ کے مطالعہ سے یہ اظہر من الشّمس و ابین من الامس ہے کہ فرض و واجب اور ملحق بالواجب سنت فجر کے لیے دو شرطیں ہیں۔(۱)استقرار علی الارض یعنی زمین پر ٹکا ہونا۔(۲)دوسری شرط اتحاد مکان یعنی تمام ارکان ایک ہی جگہ ادا کیے جائیں۔اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہوگئی تو نماز صحیح نہ ہوگی مثلاً استقرار علی الارض نہیں تو اگر چہ مکان متحد ہو نماز نہ ہوگی۔استقرار علی الارض ہے مگر مکان بدلتا رہتا ہے تو بھی نماز نہ ہوگی یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو۔مثلاً درندے یا دشمن کا خوف یا یہ کہ اگر سواری سے اترے تو بھی زمین نہ ملے اور اگر موقع ایسا ہے کہ اترے اور آسانی سے زمین پر نماز پڑھ سکتا ہے تب بھی عذر نہیں مثلاً کوئی ایسی گاڑی پر سوار ہے اس کے چار پہیے ہیں دو آگے دو پیچھے یا تین ہے دو آگے ایک پیچھے بالعکس۔اب اگر یہ گاڑی چل نہیں رہی ہے تو اس پر نماز صحیح ہے اس لیے کہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں،استقرار علی الارض بھی اتحاد مکان بھی اور اگر چل رہی ہے تو صحیح نہیں اس لیے کہ گاڑی مستقر علی الارض نہیں یا گاڑی ایسی ہے کہ اگر اس کا جوا جانور کی گردن سے اتار دیا جائے تو گاڑی ٹکی نہ رہے تو ایسی گاڑی پر نماز درست نہیں خواہ وہ کھڑی ہو یا چل رہی ہو کھڑی ہونے کی صورت میں اس لیے کہ بالکلیہ استقرار علی الارض نہیں اس کا جوا جانور کی گردن پر ہے جانور زمین کے تابع نہیں دوسری صورت میں اس لیے کہ استقرار علی الارض قطعاً نہیں۔کوئی شخص کشتی پر سوار ہے یا بحری جہاز پر تو اس کی دو صورتیں ہیں کشتی چل نہیں رہی ہے اور زمین پر ٹکی ہے تو اس پر نماز بلاشبہ درست استقرار علی الارض بھی ہے اور اتحاد مکان بھی کشتی چل رہی اگر چہ زمین پر ٹکی ہے گھسٹتی ہوئی چلتی ہے کشتی سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا آسان ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا کشتی زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کھڑی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان بھی ہے تو بھی کشتی پر نماز صحیح نہیں اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں کشتی زمین سے ٹکی نہیں ہے اور چل رہی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان ہے یعنی کشتی اگر روک دی جائے تو بآسانی زمین پر اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بھی نماز درست نہیں اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں کشتی بیچ دریا میں ہے کہ اگر روکی جائے تو بھی اترنے کے بعد زمین نہ ملے گی پانی ہی پانی ہے اور پانی ڈوباؤ ہے اور یہ تیرنا نہیں جانتا تو کشتی پر نماز پڑھ لے اگر چہ کشتی زمین پر ٹکی نہ ہو اگر چہ چل رہی ہو۔فتح القدیر اور شرح منیہ میں ہے:"فی الایضاح فان کانت موقوفة فی الشط وهی علی قرار الارض فصلی قائما

یجوز لانها اذا استقرت على الارض فحكمها حكم الارض فان كانت مربوطة ويمكنه الخروج لم يجز الصلوة فيهما لانها اذا لم يستقر فهى كالدابة انتهى بخلاف ما اذا استقرت فانها حينئذ كالسرير زاد فى الغنية وعلى هذه ينبغى الّا تجوز الصلوة فيها اذا كانت سائرة مع امكان الخروج الى البر وهذه المسئلة الناس عنها غافلون۔"[1]

ردالمحتار میں ہے:

"وظاهرما فى الهداية وغيرها الجواز قائما مطلقا اى استقرت على الارض أولا وصرح فى الايضاح بمنعه فى الثانى حيث امكنه الخروج الحاقا لها بالدابة۔نهرواختاره فى المحيط والبدائع۔بحر۔وعزاه فى الامداد ايضاً الى مجمع الروايات عن المصفى، و جزم به فى نور الايضاح،وعلى هذا ينبغى ان لا تجوز الصلوة فيها سائرة مع امكان الخروج الى البر، وهذه المسئلة الناس عنها غافلون" [2]

تنویر الابصار و درمختار میں ہے: "ولو صلى على دابة فى شق محمل وهو يقدر على النزول بنفسه لا تجوز الصلوٰة عليها اذا كانت واقفة الا ان تكون عيدان المحمل على الارض بأن ركز تحته خشبة واما الصلوٰة على العجلة ان كان طرف العجلة على الدابة فتجوز فى حالة العذر لا فى غيرها ومن العذر المطر وطين يغيب فيه الوجه وذهاب الرفقاء وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز لو واقفة لتعليهم بأنها كالسرير هذا كله فى الفرض والواجب بأنواعه وسنة الفجر بشرط ايقافها للقبلة ان امكنه والا فبقدر الامكان لئلا يختلف بسير المكان واما فى النفل فتجوز على المحمل والعجلة مطلقا۔" [3]

ردالمحتار میں ہے: "والحاصل ان كلاً من اتحاد المكان واستقبال القبلة شرط فى صلوة غير النافلة عند الامكان لا يسقط الا بعذر،فلو أمكنه ايقافها مستقبلاً فعل" [4]

---

[1] فتح القدیر،ص:۱۲۸،ج:۱،قبیل سجدۃ التلاوۃ،مطبوعہ منشی نول کشور/شرح منیہ،ص:۲۷۵،قبیل والثالثۃ من الفرائض

[2] ردالمحتار ودرمختار،ص:۵۷۳،ج:۲،کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ المریض،دارالکتب العلمیہ،بیروت

[3] تنویرالابصار والدرالمختار المطبوعان مع ردالمحتار،ص:۴۸۸۔۴۹۱،ج:۲،کتاب الصلوۃ،باب الوتر والنوافل،دارالکتب العلمیہ،بیروت

[4] ردالمحتار مع الدرالمختار،ص:۴۹۱،ج:۲،کتاب الصلوٰۃ،باب الوتر والنوافل،دارالکتب العلمیہ،بیروت

ان تمام ارشادات فقہا سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ سواری پر نماز صحیح ہونے کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں اتحاد مکان اور استقرار علی الارض یعنی جہاں نماز شروع کی ہے وہیں پوری کرے اور سواری پوری کی پوری زمین پر ٹکی ہوا ایسا نہ ہو چل رہی ہوا ایسا نہ ہو کہ کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ زمین کے علاوہ کسی ایسی چیز پر ہو جو زمین کے تابع نہ ہو ہاں اگر یہ سواری ایسی جگہ ہو کہ اگر سواری سے باہر آئے تو بھی زمین نہ ملے یا ایسی زمین ملے کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو جیسے دلدل یا اتنی کیچڑ کہ سجدہ کرنے میں منہ کیچڑ میں دھنس جائے تو ایسی صورت میں سواری پر نماز ہو جائے گی، ساتھ ہی ساتھ ایک اور قاعدہ کلیہ ذہن نشیں کر لیں نماز کی شرائط وارکان کی ادائیگی سے مانع اگر کوئی سماوی سبب ہو تو جس حال میں ہو نماز پڑھ لے اعادہ نہیں جیسے وہ بیمار جسے پانی نقصان کرتا ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے گا نماز ہو جائے گی صحت کے بعد اعادہ نہیں اور اگر یہ مانع بندوں کی طرف سے ہے تو بدرجۂ مجبوری جتنی قدرت ہے اس کے مطابق نماز پڑھے اور عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: ''**ولا یعید ای فی سقوط الشرائط او الارکان لعذر سماوی بخلاف ما لو کان من قبل العبد**''[1]

خلاصہ یہ ہے کہ ریل گاڑی، بس اگر پلیٹ فارم یا کہیں کھڑی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے اور اگر چل رہی ہے تو اس میں نماز درست نہیں اس لیے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضا ہو جائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے اس لیے کہ ٹرین سے اترنا بآسانی ممکن ہے۔ اور اترے گا تو نماز پڑھنے کے لائق زمین ملے گی مگر چلتی ٹرین سے اترنا ناممکن ہے مگر یہ دشواری سماوی نہیں خود بندوں کی طرف سے ہے، اس لیے چلتی ٹرین میں جو نماز پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے اس لیے کہ اگر ہوئی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ہوا میں آئے گا جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو اگر چہ چل رہا ہے تو اس میں نماز درست ہے اس لیے کہ اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] ردالمحتار مع الدر المختار، ص:۵۷۱، ج:۲، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المریض، دار الکتب العلمیہ، بیروت

احکام المسجد

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین ان دو مندرجہ ذیل مسئلوں میں :

(۱) کافر کا دیا ہوا مال مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں ایک کافر نے مسجد میں لگانے کے لیے ایک ستون دیا ہے کیا اس کو مسجد میں لگا دیا جائے؟

(۲) مسجد کے تین ہزار روپۓ ہیں ایک شخص کہتا ہے یہ روپیہ مجھ کو دے دیا جائے میں اس سے تجارت کروں گا اور ساٹھ روپیہ ماہوار اپنے منافع میں سے مسجد کو علاوہ ان روپیوں کے دیتا رہوں گا اگر مجھے منافع نہ بھی ہوگا جب بھی یہ متعینہ ساٹھ روپیہ میں برابر ادا کرتا رہوں گا۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے تو اس کے لیے کوئی ایسا حیلۂ شرعی بیان فرمائیں جس سے آمدنی کا ذریعہ ہو۔

الجواب

کافر کا مال مسجد میں لگانا ٹھیک نہیں ہے۔[1] اگر اس نے ایک ستون دیا ہے تو اس کو بیچ کر ان پیسوں کو پیشاب خانہ وغیرہ میں لگا دینا چاہیے اور بہتر تو یہ کہ جہاں تک ہو سکے اس سے پرہیز کرے۔

(۲) صورتِ مسئولہ میں اگر ایک شخص مسجد سے تین ہزار روپۓ تجارت کے لیے لے رہا ہے اور مسجد کے لیے نفع ماہوار مقرر کر رہا ہے، دونوں صورتوں میں (نفع اور نقصان میں) تو اس صورت میں یعنی نفع مقرر کرنا دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہاں اگر متولی یہ چاہتے ہوں کہ مسجد کو فائدہ پہنچتا رہے اور تجارت بھی ہوتی رہے تو اس کی ایک شکل ہے اور وہ یہ کہ کل روپیہ مستقرض کو بطور قرض دے دیں اور ایک روپیہ بطور شرکت عنان دے یعنی اس کی طرف سے وہ کل روپۓ جو اس نے قرض میں دیئے اور اس کا ایک روپیہ اور شرکت اس طرح کی کہ کام دونوں کریں گے اور

---

[1] قرآن کریم میں ہے: "ماكان للمشركين ان يعمروا مساجدالله شاهدين علىٰ انفسهم بالكفر" (القرآن المجيد، التوبه، آیت: ۱۷) ترجمہ: مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر (کنز الایمان) نیز ارشاد ربانی ہے: "انما يعمر مساجدالله من اٰمن بالله واليوم الاٰخر" (القرآن المجيد، التوبه، آیت: ۱۸) ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ (کنز الایمان)

نفع میں برابر کے شریک رہیں گے اور کام کرنے کے وقت تنہا وہی روپیہ مستقرض کا کام کرتا رہا اس نے کچھ نہیں کیا اس میں حرج نہیں کیوں کہ اگر رب المال کام نہ کرے تو شرکت باطل نہیں ہوتی اب اگر تجارت میں نقصان ہوا تو ظاہر کہ اس کا ایک ہی روپیہ ہے سارا مال تو مستقرض کا ہے۔اس کا خسارہ ہوا رب المال کا کیا خسارہ ہوا کیوں کہ جو کچھ مستقرض کو دیا ہے وصول کرے۔

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد میں وضو کے پانی کی کمی اور مؤذن کے پانی کھینچنے کی محنت ومشقت کو دیکھ کر اور مسجد میں جو بچے پڑھتے ہیں ان کے پینے کے پانی کا احساس کرتے ہوئے مسجد میں تین سو پچاس روپئے خرچ کر کے میٹھے پانی کا آدھ انچ کا پائپ لگوایا، تا کہ بعد میں پانی کی کمی نہ ہو، اور مؤذن کو پانی بھرنے کی دقت نہ ہو اور پڑھنے والے بچوں کو پانی ملے۔لیکن مسجد کے مکان میں جو مسجد سے ملا ہوا ہے اور اس میں مسجد کمیٹی کا ایک کرایہ دار ہے اس نے مسجد کے نل سے جو آدھ انچ کا ہے، اس سے ایک انچ کا پائپ کنکشن کر کے اپنے مکان میں لے گیا جس کی وجہ سے مسجد میں پانی کی بہت کمی ہوگئی یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر واقف نے پانی کا نل مسجد اور طلبہ کی ضرورت کے لیے لگایا ہے تو کرایہ دار کو دینا جائز نہیں ہے، اس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے اس قصبہ میں ایک مسجد ہے جس کی آمدنی کچھ نہیں ہے چندہ ماہواری جمع کر کے پیش امام اور مسجد کے دوسرے خرچ پورے کیے جاتے ہیں اس میں ماہواری چندہ کوئی دیتا ہے کوئی نہیں۔

مسجد پرانی ہے جس کی تعمیر کا کام شروع تو کیا جا رہا ہے اس میں پہلے کوئی دکانیں نہ تھیں صرف ایک منزلہ تھی اب خرچ کی دشواری کو مدنظر رکھتے ہوئے اوپر مسجد اور نیچے دکانیں بنانا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ بستی غریب ہے اور دکانوں کا کرایہ اچھا سے اچھا ملتا ہے جس کے سبب مسجد اور اس کے اخراجات اور پیش امام کے اخراجات اچھی طرح

پورے ہو سکتے ہیں، نیز ناجائز دکانوں کا مسجد کے اگلے حصے میں حق آتا ہے۔تعمیری چندے میں صرف اتنی ہی رقم جمع ہوتی ہے کہ مسجد اور دکانیں بن سکیں، کوئی دوسری چیز خرید کر مسجد کے لیے وقف نہیں کی جاسکتی جس سے آمدنی میں کوئی نفع ہو سکے۔اس صورت میں علماے دین اور فقہاے کرام سے عرض ہے کہ شرع شریف کی رو سے کوئی حل ہے جلد جواب سے مطلع فرمائیں، مسجد کی تعمیر کا کام جواب آتے ہی دوسرے دن شروع کر دیا جائے گا کیوں کہ تعمیر کے لیے سرکار سے اجازت مل چکی ہے۔اس لیے جواب جلد عنایت کریں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر مسجد کے ارد گرد کوئی جگہ ہے جو خارج مسجد ہے وہاں دکانیں بنا سکتے ہیں، بوسیدہ مسجد ڈھا کر اوپر مسجد اور نیچے دکانیں نہیں بنا سکتے۔مسجد جہاں قائم ہوگئی جتنی حد میں وہ مسجد ہے وہاں کرایہ کے مکانات دکانیں بنانا منع ہے۔[1]

مسئلہ (۴)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی مسجد کے ارد گرد زمین خرید لی ہو اس پر کرایہ کے لیے مکانات بنائے جائیں۔یا سرکار کو اسکول چلانے کے لیے کرائے پر دیئے جائیں اور آمدنی کو مسجد کے مصرف میں لائی جائے، یا غیروں سے اس زمین کے مقدمہ کے سلسلے میں روپیہ خرچ کیا جائے۔تو کیا زکوٰۃ کی رقم ایسے کاموں میں لائی جاسکتی ہے اور زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی ہوجائے گی یا نہیں برائے کرم دلائل سے مدلل فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

مسجد کے ارد گرد کی زمین بنیت مسجد خریدی ہو تو یہ مسجد کی جائداد ہے، اس میں مسجد کے فائدہ کے لیے کرایہ کے مکانات بنانا درست ہے لیکن مکانات کی آمدنی صرف مسجد میں ہوگی مقدمہ اگر مسجد سے متعلق ہے تو اس میں اس کی آمدنی خرچ کر سکتے ہیں دوسرے اور کوئی مصرف میں لایا نہیں جا سکتا، زکوٰۃ کے مصارف غریب مسکین وغیرہ ہیں۔مقدمہ یا مسجد یا اور کوئی ایسے کاموں میں صرف کی گئی جو زکوٰۃ کے اہل نہیں تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

[1] درمختار میں ہے:"لا یجوز ان یتخذ شئی منه مستغلاً" (الدر المختار، ص:۳۷۹، ج:۱، کتاب الوقف، مکتبہ مجتبائی دہلی) ترجمہ: مسجد کے کسی حصہ کو کرایہ حاصل کرنے کے لیے مقرر کرنا جائز نہیں۔(س، مصباحی)

کیوں کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اور مسجد کو دینے میں تملیک نہیں پائی جاتی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدینہ مسجد کا زیریں حصہ میں پچاس، ساٹھ لوگ نماز پڑھتے ہیں، مگر اب اس کے تہائی حصہ کے قریب کو مسجد سے علیٰحدہ کر دیا گیا ہے، محض اس لیے کہ اس میں چھوٹی موٹی ضروریات اور زینہ وغیرہ کا سامان مسجد کے کرایہ کا پڑا رہتا ہے کیا یہ جائز ہے اگر اس میں مسجد کا فائدہ ہے یا علیٰحدہ اس سامان کے لیے کوئی بھاڑا کرایہ پر لیا جائے؟ بینوا توجروا

(۲) پہلے مسجد ایک منزلہ تھی اس کے نیچے ستون تھے جب مسجد ہٰذا دو منزلہ بنا دی گئی تو اسکے ستون لگوا کر بالائی حصہ نہ بنا جب تک اس میں نماز جماعت سے ہوتی رہی اس حصے کو گرا کر دکان کے لیے دیدیں تو کیا حرج ہے مسجد میں کرایہ پندرہ روپیہ کے قریب ملتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جس حصہ کو ایک مرتبہ مسجد بنالیا گیا پھر اس میں تغیر وتبدل کا اختیار باقی نہیں رہتا وہ جگہ قیامت تک مسجد ہے اس کے کسی حصے کو جدا نہیں کر سکتے نہ اس کو کرایہ پر دے سکتے ہیں نہ اس میں اپنا کوئی سامان رکھ سکتے ہیں۔[2]

(۲) اگر اس حصہ کو مسجد نہیں اور عارضی طور سے نماز پڑھتے رہے تو اس کا حکم دکان کا ہے اور دکان کرایہ پر دے سکتے ہیں۔ اگر پہلی ایک منزلہ اور تہ خانوں کو ملا کر ایک کر دیا اور اس کے اوپر یعنی پہلی ایک منزلہ جس جگہ تھی اس

---

[1] عالمگیری میں ہے: "لا یجو زان یبنی با لزکوۃ المسجد و کذا لقنا طیر والسقایات وکل مالا تملیك فیه" (فتاویٰ عالم گیری، ص:۱۸۸، ج:۱، کتاب الزکوۃ، الباب السابع فی المصارف، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: زکوۃ کے مال سے مسجد بنانا اور پل بنانا اور سقایہ بنانا اور وہ سب چیزیں جن میں تملیک نہیں ہوتا جائز نہیں ہے۔ نیز اسی میں ہے: "و کذلك من علیه الزکوۃ لو اراد صرفها الی بناء المسجد او القنطرۃ لا یجوز" (الفتاوی الھندیۃ، ص:۴۷۳، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی فی الرباطات و المقابر الخ، دارالکتب العلمیہ، بیروت) اور اسی طرح کسی پر زکوۃ ہے اور اسے مسجد یا پل کی تعمیر میں صرف کرنا چاہتا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ اللہ فرماتا ہے: "انما الصدقات للفقراء والمساکین" (القرآن المجید، سورۃ: التوبۃ، آیت:۶۰) ترجمہ: زکوۃ تو انھیں لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار۔ (کنز الایمان) (س، مصباحی)

[2] ردالمحتار میں ہے: "ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابدا" (ردالمحتار، ج:۲ ص:۳۵۹، مطبوعہ مصر) ترجمہ: مسجد کو ویران کر دیا گیا پھر بھی وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے مسجد ہی ہے۔ (س، مصباحی)

کے اوپر سے بنائی اور پھر مسجد کو دومنزلہ کر دیا تو اس صورت میں تہہ خانوں کو دکان نہیں بنا سکتے کیوں کہ مسجد اول تو اس میں شامل کر دیا گیا۔ فقط والسلام مع الاکرام

مسئلہ (٦)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ مسجد وقبرستان میں موم بتی اور گھاسلیٹ کا چراغ جلانے کا کیا حکم ہے زمین سے دوفٹ اونچائی پر موم بتی یا چراغ جل رہا ہو تو اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد وقبرستان میں گھاسلیٹ جلانا مکروہ ہے موم بتی جلا سکتے ہیں مگر قبر سے دور رکھا جائے نمازی کے آگے چراغ جل رہا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں بلا کراہت جائز ہے۔

اگر ہوا تیز چل رہی ہو یا اندھیری رات ہے ایسے وقت اگر دفن کی نوبت آجائے تو لالٹین لے جا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتاب الجنائز

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

(۱) بعد رفت قبرستان سے چالیس قدم کے فاصلے پر فاتحہ مرحوم کو ایصال ثواب کی اصل کب سے جاری ہے؟

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ معصوم بچہ کی میت کے دفن کے بعد اس پر فاتحہ کی کیا ضرورت ہے؟ چوں کہ وہ تو معصوم ہے نیز جنازہ کے بعد کی دعا کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

الجواب

بعد دفن میت کی قبر پر دعائیہ کلمات کا پڑھنا عند البعض سنت ہے اور عند البعض مستحب۔ حدیث مشکوٰۃ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: حضرت معاذ بن جبل کی قبر انور پر خود سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم دفن کرنے کے بعد تھوڑی دیر وہاں پر جلوہ بار رہے، اور اللہ رب العزت کی ستائش کی۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فداك ابی و امی ما سببه؟ (ترجمہ: یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس کا کیا سبب ہے۔ س) آپ نے فرمایا کہ معاذ کی قبر معاذ پر تنگ ہوگئی تھی میں نے یہ چند کلمات حمیدہ درحمد باری تعالیٰ پڑھے ان کی طفیل سے خالق اکبر نے ان کی قبر کو کشادہ اور وسیع کر دیا۔ (الحدیث)[1]

بعض علماے کرام نے مذکورہ حدیث سے استنباط کیا ہے کہ قبر پر اذان ودعا کرنا سنت نبویہ ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔

---

[1] معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث مجھے نہیں ملی البتہ اسی مفہوم کی ایک روایت جس میں سعد بن معاذ کی موت کا واقعہ ہے ملی وہ یہ ہے: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: "خرجنا مع رسول الله ﷺ الی سعد بن معاذ حین توفی فلما صلی علیه رسول الله ﷺ ووضع فی قبره و سوّی علیه سبح رسول الله ﷺ فسبحنا طویلاً ثم کبّر فکبّرنا فقیل یا رسول الله لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبره حتی فرّجه الله عنه" (مشکوٰۃ المصابیح، ص:۲۶، کتاب الایمان، باب اثبات عذاب القبر، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ)

الغرض قبرستان سے دور جا کر چالیس قدم دعا کرنا (ایصال ثواب) کے لیے مستحب ہے[1] مگر چالیس قدم کی تعیین وتحدید نہیں چاہیے۔

(۲) بعد دفن بچہ کے فاتحہ ضرور پڑھی جائے ہاں استغفار کی حاجت نہیں ہے، دعا کرنا کوئی برا فعل نہیں، دعا کرنے سے بچے کے درجات میں ترقی ہوگی، معصوم صرف انبیا وملائکہ کی ذات ہیں۔

دعا کی ابتدا زمانہ نبوی سے ہوئی ہے۔ حضرت معاذ ابن مالک کے وصال پر بعد از دفن خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی۔ (مشکوٰۃ) اس لیے یہ فعل عند الفقہا محمود واحسن ہے۔

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے آٹھ میل کے فاصلے پر قبرستان ہے جہاں کوئی بستی بھی نہیں جب کوئی میت ہوتی ہے تو اس کو اونٹوں پر لاد کر لے جاتے ہیں، اس مرتبہ ہمارے یہاں میت ہوئی، جس کو ہم نے گاؤں ہی میں دفن کر دیا ایسے ہمارے یہاں چھوٹے بچوں کا قبرستان ہے جہاں زمین دھنس جاتی ہے لہٰذا ہم نے اس میت کو تالاب کے میدان میں جہاں سخت زمیں ہے وہیں دفن کر دیا اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ میت یہاں ڈرتی ہے، میت کو اس کے عزیز واقارب میں ہی دفن کرنا چاہیے اور دفن

---

[1] عالمگیری میں جوہرہ نیرہ کے حوالے سے نقل ہے: ''ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا یتلون القرآن ویدعون للمیت کذا فی الجوھرۃ النیرۃ'' (الفتاوی الھندیۃ، ص:۱۶۶، ج:۱، کتاب الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر، دار الکتب العلمیہ، بیروت ایضاً: الجوھرۃ النیرۃ، ص:۱۴۱، کتاب الصلوۃ، باب الجنائز) ترجمہ: دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے گوشت تقسیم کر دیا جائے، اور اتنی دیر تک قرآن کی تلاوت کریں اور میت کے لیے دعائے استغفار کریں۔

درمختار میں ہے: ''ویستحب جلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ'' (درمختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۱۴۳، ج:۳، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: میت کو دفن کرنے کے بعد دعا اور تلاوت قرآن کے لیے اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کرکے گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے: ''کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ بالتثبیت فانہ الآن یسال'' (سنن ابی داؤد، ص:۴۵۹، ج:۲، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت) ترجمہ: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت کو دفن کرکے فارغ ہوئے تو آپ وہاں تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اللہ سے اس کے لیے ثبات کی دعا کرو کیوں کہ ابھی ان سے سوال ہو رہا ہے۔ (س، مصباحی)

کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں کہ تم نے یہاں دفن کیوں کیا؟

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب ہم میت گاؤں میں دفن کریں یا آٹھ میل کے فاصلے پر لے جا کر دفن کریں، جہاں کوئی مسلمان بستی بھی نہیں، برائے مہربانی صحیح جواب دیکر مشکور وممنون فرمائیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب

صورتِ مسؤلہ میں میت کو گاؤں کے قریب دفن کر سکتے ہیں اور اولیٰ بھی یہی ہے کہ جو قبرستان گاؤں کے قریب ہے اس میں دفن کیا جائے تا کہ دفن میں سہولت اور آسانی ہو اور قبرستان کی حفاظت بھی کی جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

مسئلہ (۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص مر گیا ہے، اس کے عزیز واقارب وورثان لوگ جمع ہو کر کچھ اس کے نام پر خیرات کرتے ہیں مولوی کو بلا کر اس کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جس کو ہبہ کہتے ہیں۔ یہ فعل رواجاً یا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

اس کو اسقاط کہتے ہیں جس کے ذمہ فرائض نماز وروزے رہ گئے ہوں اور اس کا انتقال ہو گیا ہو تو اس کے لیے اس عمل کو کرتے ہیں طریقہ یہ ہے کہ پہلے نمازوں کا حساب لگایا جائے کہ مرنے والے کے ذمہ کس قدر نمازیں ہیں یعنی کتنے وقت کی نماز چھوڑی ہے پھر ہر نماز کے بدلے دو سیر تین چھٹانک آٹھ آنا بھر گیہوں یا اس کا ڈبل باجرہ یا جو ہو۔ مگر ہر شخص میں اتنی طاقت نہیں کہ اتنا ادا کر سکے، تو علمائے کرام نے اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ ایک ماہ یا اس سے کم نمازوں کا غلہ جمع کر لیا جائے، پھر اس کو کسی غریب کو دے دیا جائے، اس کے بعد وہ غریب دینے والے کو واپس کر دے اتنی مرتبہ دورہ کرایا جائے جتنے زمانے کی نمازیں قضا ہوئی ہیں، جس غریب کو دے دیا جائے مالک بنا دیا جائے اور وہ اپنی خوشی سے واپس کرے یا نہ کرے کوئی اس پر زور نہیں دے سکتا، اسی طرح روزوں کے لیے عمل کریں اس کو عرف شرع میں حیلہ بھی کہتے ہیں، اگر مرنے والے کے مال سے ایسا کیا جائے تو تمام وارثین کی رضامندی ضروری ہے، اگر ورثہ میں سے کچھ نابالغ ہیں تو اس کے حصے کو الگ کرنا ہوگا یعنی مندرجہ بالا غلہ نابالغ کے

مال سے نہیں دے سکتے ہے[1] فقط والسلام۔

---

[1] درمختار میں ہے:"و فدیة کل صلوة کصوم یوم علی المذهب" ترجمہ: ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور یہی صحیح ہے۔ اسی کے تحت رد المحتار میں ہے: "کل صلوة فرض کصوم یوم وهو الصحیح" (درمختار ورد المحتار، ص:۴۰۹، ج:۳، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فتح القدیر میں ہے:"من مات وعلیه قضاء رمضان فاوصی به اطعم عنه ولیه لکل یوم مسکینا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر لانه عجز عن الاداء و کذلك اذا اوصی بالاطعام عن الصلوات" (فتح القدیر، ص:۳۶۳، ج:۲، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مرکز اهل سنت برکات رضا) ترجمہ: جو شخص مر جائے اس حال میں کہ اس پر رمضان کی قضا ہے، اس مرنے والے نے وصیت کی تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو دیدے کیوں کہ مرنے والا ادا کرنے سے عاجز ہے اور اسی طرح جب کہ اس نے نمازوں کے بدلے میں کھانا دینے کی وصیت کی ہو۔ مشکوٰۃ میں ہے:"قال من مات و علیه صیام شهر رمضان فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکین" (مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۷۸، کتاب الصوم، باب القضاء، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت کہ اس پر رمضان کے روزے تھے تو اس کی طرف سے روزانہ ایک مسکین کھانا کھلائے۔ نور الایضاح میں ہے:"ولا یصح ان یصوم ولا ان یصلی عنه وان لم یف ما اوصی به عما علیه یدفع ذٰلك المقدار للفقیر فیسقط عن المیت بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه للفقیر فیسقط بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر و هٰکذا حتی یسقط ما کان علی المیت من صیام و صلوة و یجوز اعطاء فدیة صلوات لواحد جملة بخلاف کفارة الیمین" (نور الایضاح، ص:۱۱۲، باب صلاة المریض، فصل فی اسقاط الصلوة والصوم، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور میت کی طرف سے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ مال جس کی وصیت کی ہے اس عبادت کا پورا فدیہ نہ ہو سکے جو اس کے ذمہ ہے تو یہ مقدار کسی فقیر کو دے پس میت سے اس کے بقدر ساقط ہو جائے گا پھر فقیر ولی کو ہبہ کرے وہ قبضہ کر کے پھر فقیر کو دے تو اس قدر مزید ساقط ہو جائے گا، فقیر پھر ولی کو دے وہ اس پر قبضہ کر کے دوبارہ فقیر کو دے اسی طرح کرتے رہیں، حتی کہ جو کچھ نمازیں اور روزے میت کے ذمہ ہیں وہ ساقط ہو جائیں چند نمازوں اور روزوں کا فدیہ کسی ایک فقیر کو بھی دے سکتا ہے جب کہ کفارہ قسم کا حکم اس کے خلاف ہے۔ درمختار میں ہے:"ولو لم یترك مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلا و یدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم" (درمختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۵۳۴، ج:۲، کتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور اگر میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا یا اتنا نہ ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلاً قرض لے اور اس کو فقیر کے حوالے کرے پھر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دے دے اسی طرح سلسلہ چلتا رہے یہاں تک کہ کفارہ پورا ہو جائے۔ رد المحتار میں ہے:"والاقرب ان یحسب ما علی المیت و یستقرض بقدره بأن یقدر عن کل شهر او سنة او بحسب مدة عمره بعد اسقاط اثنی عشر سنة للذکر و تسع سنین للانثی لانها اقل مدة بلوغهما فیجب عن کل شهر نصف غرارة بالمدة الدمشقی مد زماننا و لکل سنة شمسیة ست غرائر فیستقرض قیمتها و یدفعها لفقیر ثم یستوهبها منه و یتسلمها منه لتتم الهبة ثم یدفعها لذلك الفقیر او لفقیر اٰخر و هکذا فیسقط فی کل مرة کفارة سنة بعد ذلك یعید الدور بکفارة الصیام ثم الاضحیة ثم الایمان لکن لا بد فی کفارة الایمان من عشرة مساکین بخلاف فدیة الصلوٰة فانه یجوز اعطاء فدیة صلوات للواحد" (المرجع السابق)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ (۴)

دست بستہ گزارش ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ جنکشن پر ایک جگہ پرانا قبرستان ہے، اب کافی عرصہ سے مسلمانوں کو وہاں دفن نہیں کیا جاتا وہ جگہ قبرستان کے نام سے بھی آئی ہے۔ تو مسلمان اس جگہ کو عیدگاہ بنا کر نماز عیدین ادا کر سکتے ہیں یا نہیں چوں کہ کوئی عیدگاہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو نماز ادا کرنے میں بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ حکم شرع سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب

وہ زمین جو قبرستان کے لیے وقف ہے اور اس میں کسی زمانے میں میت کو دفنایا جاتا تھا، اس میں مکان بنانا یا مسجد بنانا جائز نہیں وہ جگہ اب بھی قبرستان کے حکم میں ہے، چاہے قبروں کے نشانات ختم ہو گئے ہوں یا باقی ہوں، اس جگہ کا ادب رکھنا ضروری ہے اور وقف میں تبدیلی جائز نہیں ہے۔[1]

مسئلہ (۵)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین زید، بکر وعمر کے واسطے یہ جو کہتے ہیں نئے عالم نئے مسئلے،

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ترجمہ: اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے یہ حساب کر لیا جائے کہ میت پر کتنی نمازیں اور روزے ہیں اور اس مقدار میں قرض لے اس طرح سے کہ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال کے اندازے سے لے یا میت کی پوری عمر کا اندازہ کر لے اور پوری عمر میں سے بلوغت کی کم سے کم مدت مرد کے لیے بارہ سال اور عورت کے لیے نو سال مقرر کر دے پھر حساب کر لے تو ہر مہینہ کی نمازوں کا فدیہ نصف غرارہ ہوگا دمشقی مد سے اور ہر شمسی سال کا کفارہ ۶ غرارہ ہوا پس وارث اس کی قیمت قرض لے اور فقیر کو اسقاط کے لیے دے، پھر فقیر اس کو دے دے اور وارث ہبہ قبول کر کے موہوب پر قبضہ کر لے، پھر وہی قیمت اسی فقیر کو یا دوسرے کو فدیہ میں دے دے اسی طرح دورہ کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک سال کا کفارہ ادا ہوگا اور اس کے بعد روزہ اور قربانی کے کفارہ کے لیے دورہ کرے پھر کفارہ یمین کے لیے، لیکن کفارہ قسم میں دس مسکینوں کا ہونا ضروری ہے بخلاف فدیہ نماز کے کہ اس میں چند نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دے سکتا ہے۔ (س، مصباحی)

[1] جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته" فتاویٰ ہندیہ، ج:۲، ص:۴۹۰، کتاب الوقف، الباب العاشر فی المتفرقات، نوری کتب خانہ پشاور) ترجمہ: وقف کی ہیئت بدلنا جائز نہیں۔

ہدایہ میں ہے: "فی غایة القبیح ان یقبر فیه الموتیٰ سنة و یزرع سنة" (الهدایه، ج:۲، ص:۶۱۸، کتاب الوقف، المکتبة العربیه کراچی) ترجمہ: بہت زیادہ برا ہے کہ اس میں ایک سال مردے دفن ہوں اور ایک سال کھیتی ہو۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "وسئل هو ایضاً عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال:لا" (الفتاوی الھندیۃ، ص:۴۷۰، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر والخانات الخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور انھیں (شمس الاسلام اور جندی) سے سوال کیا گیا کہ گاؤں میں قبرستان ہے اور وہ نابود ہو چکا ہے مردوں کے نشانات باقی نہیں ہیں اور نہ ہی ہڈی وغیرہ کے نشانات ہیں تو کیا اس قبرستان میں کھیتی کرنا اور اس سے غلہ طلب کرنا جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔ (س۔ مصباحی)

مثلاً زید میت کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو کہتا تھا لیکن جب یہ کہا گیا کہ نماز جنازہ مسجد میں ناجائز ہے تو کہنے لگا مسلمان مرنے کے بعد کافر ہوگیا۔ اب مسجد میں نماز نہیں ہوسکتی، عمر کہتا ہے بارش میں نماز کہاں پڑھی جائے گی ہاں بھئی مرنے کے بعد اب کسی کام کا نہ رہا، بکر حج بھی کر آیا ہے، وہ کہتا ہے کیا بات ہے عرب میں نماز جنازہ مسجد حرام میں بھی ہوتی ہے، ہندوستان کی مسجد میں نماز جنازہ ناجائز ہے۔ اب آیا کہ زید عمر بکر کہتے ہیں ٹھیک ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو شریعت مطہرہ کی توہین کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ اس کی بھی برائے کرم وضاحت فرمادیں اور علماے احناف کے نزدیک امام کا خطبہ بھی اعوذ باللہ، بسم اللہ بآواز بلند پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

بلاشبہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے: **"ولا یصلی علیٰ میت فی مسجد جماعة لقول النبی ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجر له و لانه بنی لاداء المکتوبات و لانه یحتمل تلویث المسجد"**[1]

ترجمہ: اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے مسجد جماعت میں نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ سے جس شخص نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں اس لیے کہ مسجدیں پنج وقتہ فرائض کی ادائیگی کے لیے بنائی گئی ہیں اور اس لیے کہ مسجد کے متلوث ہونے کا خطرہ ہے۔[2] معترض کا قول خط کشیدہ غالباً سوالیہ ہے اگر سوالیہ نہیں ہے تو توبہ کرنا چاہیے آئندہ احتیاط شرط ہے۔

---

[1] الهدایه، ص: ۱۸۱، ج: ۱، کتاب الصلاة، باب الجنائز مجلس برکات الجامعة الاشرفیه

[2] تنویر الابصار و درمختار میں: "کرهت تحریما وقیل تنزیها فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحده او مع القوم و اختلف فی الخارجة عن المسجد وحده او مع بعض القوم و المختار الکراهة مطلقاً خلاصة۔ اھ (درمختار، باب صلاة الجنازة، ج:۱، ص: ۱۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: مکروہ تحریمی اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، مسجد جماعت میں جس میں تنہا میت ہو یا پڑھنے والوں کے ساتھ ہو اور اس جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے، جو تنہا یا بعض لوگوں کے ساتھ بیرون مسجد ہو اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے خلاصہ۔ ردالمحتار میں ہے: "مطلقاً ای جمیع الصور المتقدمة کما فی الفتح عن الخلاصة و فی مختارات النوازل سواء کان المیت فیه او خارجه هو ظاهر الروایة۔ و فی روایة لا یکره اذا کان المیت خارج المسجد" اھ (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة ج: ۲، ص: ۲۲۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ترجمہ: مطلقاً یعنی گزشتہ تمام صورتوں میں، جیسا کہ فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے، اور مختارات النوازل میں ہے کہ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر یہی ظاہر الروایۃ ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو شخص شریعت کی توہین کرے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی ہے۔ خطبہ میں تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھنا چاہیے-واللہ تعالیٰ اعلم الصواب۔

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں ایک سترہ (۱۷) اٹھارہ (۱۸) سالہ لڑکی کا انتقال ہو گیا قبرستان میں لحد میں رکھنے کے بعد جب کفن کھول کر قبر میں منہ دکھاتے ہیں اس وقت مرحوم کا والد بڑا بھائی خاوند اور قریبی رشتہ دار سبھی موجود تھے مگر مرحومہ کا سسر اندر اترتا ہے اور قبر میں کفن کھول کر منہ دیکھا اور دوسروں کو بھی دکھایا، صحیح جواب عنایت فرمائیں، کہ لحد میں اترنے کا کس کو حق تھا اور اس کے سسر صاحب اندر اترتے ہیں کئی ایک شخص یہ خیال کرتے ہیں کہ مسئلہ سے مرحومہ کے سسر کو نہیں اترنا چاہئے تھا صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

وقت دفن والد اور بھائی موجود تھے تو عورت کو قبر میں اتارنا سسر کے لیے نامناسب ہے عورت کو قبر میں اتارنے کے لیے سب سے پہلے محارم ہیں پھر قریبی رشتہ دار یہ سب نہ ہو تو اجنبی بھی اتار سکتا ہے۔-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(پچھلے صفحے کا بقیہ) الاشباہ والنظائر میں ہے: "منع ادخال ا لمیت فیه و الصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ و ان لم یکن ا لمیت فیه الا لعذر مطر و نحوه"۔ (الاشباہ والنظائر، ص: ۲۳۰، ج: ۲، القول فی احکام المسجد، مطبوعہ ادارۃ القران والعلوم الاسلامیہ کراچی) ترجمہ: مسجد میں میت کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نماز جنازہ کی وجہ سے ہے، اگرچہ میت مسجد کے اندر نہ ہو، مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو رخصت ہے۔

بحر الرائق میں مذہب مختار کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: "و قیل لا یکرہ اذا کان ا لمیت خارج المسجد و ھو مبنی علی ان الکراھة لا حتمال تلویث المسجد و الاول ھو الاوفق لا طلاق الحدیث کذا فی فتح القدیر" اھ۔ (بحر الرائق، ص: ۱۸۷، ج: ۲، فصل السلطان احق بصلاته، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مبسوط میں ہے: "عندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیھا فی المسجد انما الکراھة فی ادخال الجنازۃ فی المسجد" اھ (کتاب المبسوط، ج: ۲، ص: ۶۸، باب غسل ا لمیت، دار المعرفہ بیروت) ترجمہ: جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو ہمارے نزدیک یہ مکروہ نہیں کہ لوگ مسجد کے اندر اس کی نماز پڑھیں کراہت اسے مسجد کے اندر داخل کرنے ہی میں ہے۔ برجندی شرح نقایہ میں ہے: "کرھت صلاۃ الجنازۃ فی المسجد جماعة اتفاقاً اذا وضعت الجنازۃ فیه و لو وضع خارجه اختلف المشائخ فیه و ذالك لان علة الکراھةاما توھم التلوث او کون المسجد مبیناً لاداء المکتوبة" اھ ملخصاً۔ (شرح النقایہ للبرجندی، ج: ۱، ص: ۱۸۱، فصل فی صلاۃ الجنائز، منشی نولکشور لکھنو) (س، مصباحی)

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میت کو نہلاتے وقت اور کفن پہنانے کے بعد قبلہ کی طرف پاؤں رکھ کر لٹانا کیسا ہے اور اس خیال پر کہ میت کا منھ ایسا کرنے سے قبلہ کی طرف ہوگا، اور اس کو افضل سمجھنا کہاں تک درست ہے۔ جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

میت کو نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹالیں جیسے قبر میں لٹاتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کر کے یا جو بھی آسان طریقہ ہو جائز ہے۔

کتاب الزکوٰۃ

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان اتنا مجبور ہو جائے کہ زندگی کاٹنا دوبھر ہو جائے اور کسی سے اپنی ضروریات بیان نہیں کرسکتا،تو ایسی صورت میں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے زکوۃ یا بیت المال سے کچھ اور لے سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب

ایسی صورت میں زکوٰۃ وغیرہ کا پیسہ لینا جائز ہے مولیٰ تعالیٰ سائل کی پریشانی کو دور فرمائے۔

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ جس مدرسہ میں یتیم ونادار بچے نہ پڑھتے ہوں اس میں فطرہ کی رقم یا گیہوں اور زکوۃ کی رقم کس طرح قبول کی جائے اور اس کا مصرف اسے کیسے بنایا جائے،فطرہ اور مدرسے کا چندہ لینے کون جائے یا کون جاسکتا ہے کچھ اصحاب مسجد میں فطرہ کے گیہوں لاکر ڈال دیتے ہیں کیا اس طرح زکوۃ اور فطرہ ادا ہوں گے آج کل کچھ جو خود صاحب نصاب ہیں،فطرہ وزکوۃ لے لیتے ہیں حتی کہ کچھ امام صاحبان بھی جو خود کو سید بھی کہتے ہیں لے لیتے ہیں۔صحیح حکم (جواب) سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب

فطرہ صدقۂ واجبہ میں سے ہے اور زکوۃ فرض میں سے ہے مالک نصاب پر۔اور اس کا پیسہ غریب یتیم نادار مسکین اور مسافر کے صرف میں آئے گا۔ارشاد ربانی ہے:"اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ الخ"

اور زکوۃ کے پیسے سید نہیں لے سکتے ہیں، چاہے جتنے غریب ہوں،ایسا مدرسہ جس میں یتیم غریب طلبہ تعلیم نہیں پڑھتے اس میں صرف نہیں کرسکتے صدقات واجبہ کے لیے شرط ہے کہ جس کو دیا جائے اس کو مالک بنا دیا جائے، مدارس عربیہ میں زکوۃ فطرہ دیا جائے تو اس کے ناظم کو کہہ دیا جائے،تاکہ وہ اس کو غریب طلبہ پر صرف کرے۔

مسئلہ (۳)

کیا ادائیگی فطرہ کا یہ حکم ہے کہ ایک سو پچہتر تولہ، اٹھنی بھر گیہوں یعنی ایک فطرہ کے پورے گیہوں یا اس کی قیمت صرف ایک ہی شخص کو دیا جائے یا متعدد اشخاص کو دیا۔

الجواب

ایک شخص کو بھی دے سکتے ہیں اور متعدد اشخاص کو بھی دونوں درست ہے۔

مسئلہ (۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص امام ہے بوجہ کثیر العیال مقروض ہے لیکن دل میں زیارت حرمین شریفین کی تمنا ہے لیکن تین چار لڑکا لڑکیوں کی جو سن بلوغ کو پہنچے ہوئے ہیں شادی بھی کرنی ہے ایسی صورت میں لڑکیوں کی شادی کے لیے اہل خیر حضرات سے امداد و زکوٰۃ کی رقم حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ کون سا ایسا مسلمان ہے جس کے دل میں حرمین شریفین زادھما شرفاً وتعظیماً کی حاضری کی تمنا نہ ہو، مگر بھیک مانگ کر جانا ٹھیک نہیں، چونکہ ایسے شخص پر فرض ہی نہیں، اپنے بچی کی شادی سادہ طور سے کرے یعنی ضرورت سے زائد خرچ نہ کرے، ادائیگی قرض کے لیے زکوۃ کا پیسہ لے سکتا ہے یونہی امداد بھی لے سکتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**۔

مسئلہ (۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے مدرسے میں امداد اور زکوۃ کے روپئے لیتے ہیں اگر زکوۃ کے روپئے نہ لیں تو مدرسہ کا کام نہیں چل سکتا، اور مدرسے میں غریب بچے بھی پڑھتے ہیں اور غریب طلبہ کی مقدار زیادہ ہے اور مالک نصاب والے بھی پڑھتے ہیں آیا ان روپئے کو کام میں لے یا نہ لے اور اگر کام میں لیں تو کس طرح؟

الجواب

زکوٰۃ کا پیسہ غریب طلبہ پر ہی صرف کرنا جائز ہے۔ مدرسے کی عمارت میں زکوۃ کا پیسہ لگانا جائز نہیں اس

صورت میں جو آپ نے نقل کیا ہے زکوۃ کی رقم کا حیلہ کرنا ضروری ہے، حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غریب آدمی کو جو مدرسے کے لیے جمع ہو رہے ہیں زکوۃ کا پیسہ دے دیا جائے اور دینا اس طرح کہ وہ اس پیسے کا مالک ہو جائے پھر وہ شخص اپنی طرف سے مدرسے کو دیدے۔[1] اب اس پیسے کو مدرسے میں کسی جگہ بھی صرف کر سکتے ہیں، ایسے ہی کسی ایسے شخص سے حیلہ کیا جائے، جو حیلہ کو کما حقہ جانتا ہو، تا کہ ادارے کو نقصان نہ ہو فی زمانہ تمام مدارس عربیہ اسلامیہ میں ۸۰ رفیصد سے زائد زکوۃ کا پیسہ صرف ہوتا ہے، اور اسی طرح صرف کرتے ہیں۔ جو صورت ہے ہم نے ذکر کر دی ہے۔

مسئلہ (۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کے پانچ سو روپئے قرض ہے۔ اور وہ آدمی پانچ سو روپئے قرض مانگتا ہے۔ اس شخص نے پانچ سو روپئے زکوۃ دے دی، اس نے بیس روپیے زکوۃ رکھ لیے اور باقی قرض کے ادا کر دیے۔ یہ زکوۃ ادا ہوئی کہ نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید صاحب نصاب ہے اس کو سال ختم کے موقع پر رقم ملی، اس کی زکوۃ اسے مال گزرنے کے بعد ادا کرنا ہوگی یا اسی سال میں؟

(۲) بکر نے اپنے حاجت مند بھائی کے ضروریات پر رقم خرچ کی تھی، اب بکر اس رقم کو زکوۃ میں شمار کر سکتا ہے کہ نہیں۔

(۳) عمر کی تنخواہ یا مزدوری کے پیسے اس کے دینے والے نے روک رکھے ہیں، جس کو جب وہ چاہے گا دے

---

[1] عالم گیری میں ہے: "فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعون ذلك الی المتولی ثم المتولی یصرف ذلك الی ذلك كذا فی الذخیرة"۔ اھ (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۴۷۳، ج: ۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: تو حیلہ یہ ہے کہ متولی اس کو فقیروں پر صدقہ کر دے، پھر فقیر لوگ اسے متولی کو دے دے پھر متولی اس کو (مسجد وغیرہ) میں صرف کریں۔ (س، مصباحی)

دے گا، تو عمر کو اس کی بھی زکوۃ ادا کرنا ہوگی یا نہیں؟

الجواب

زید کی جو سال ختم ہونے پر جو رقم ملی یا تو گم گئی تھی، یا کسی نے اس کو غصب کر لیا تھا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ تھے یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مقروض نے دین سے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں تھے، پھر یہ رقم مل گئی تو جب تک نہ ملی تھی اس زمانے کی زکوۃ زید پر واجب نہیں، لیکن اگر ان مذکورہ صورتوں میں سے کوئی نہ ہو اور ملی ہوئی رقم بقدر نصاب ہے اور اس پر سال گزر گیا، تو اس رقم کی زکوۃ اس سال ادا کرنا ہوگی۔

(۲) بکر نے اپنے حاجت مند بھائی کی ضروریات پر جو رقم خرچ کی تھی، نیت زکوۃ کی ہے تو اس رقم کو زکوۃ میں شمار کر سکتے ہیں، لیکن اگر خرچ کرتے وقت زکوۃ کی نیت نہیں تھی، تو زکوۃ میں شمار نہیں کر سکتے۔

(۳) عمر کی تنخواہ یا مزدوری کے پیسے جو اس کے دینے والے نے روک رکھے ہیں اگر عمر کے پاس گواہ موجود ہیں اور اس پر سال گزر گیا تو اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ہماری مسجد کی چہار دیواری میں ایک طرف مکتب کے لیے (جو کہ جاری ہے) ایک کمرہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں مکتب میں محلہ کے بچے تعلیم پا رہے ہیں بیرونی کوئی بچہ نہیں ہے اور نہ کوئی طالب زکوۃ کا مستحق ایسی حالت میں آیا، زکوٰۃ کا پیسہ کمرے کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں اور صاحب زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ برائے کرم اس بارے میں جلد از جلد فتوی عنایت کیجیے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں زکوۃ کی رقم سے کمرے کی تعمیر ناجائز اگر کسی نے زکوۃ کے پیسے سے مدرسے کے کمرے کی تعمیر کر دی تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، ہاں اگر یتیم و غریب و نادار طلبہ اس میں تعلیم حاصل کرتے تو پہلے ان کو بنیت زکوۃ روپیہ کا مالک بنا دینا ضروری ہے، پھر وہ اپنی طرف سے مدرسے کو دے دیں تو مدرسے کے کمرے کی تعمیر جائز ہے ورنہ نہیں۔ لیکن چونکہ سوال میں کوئی مستحق زکوۃ طالب علم نہیں لہٰذا کمرے کی تعمیر جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتاب الصوم

مسئلہ:

ہمارے یہاں عید کا چاند تیس تاریخ بروز جمعہ کو ہوا، اور ہمارے پاس والے گاؤں میں جمعرات کے روز چاند ہوا ہمارے گاؤں والوں نے ہمسایہ گاؤں والوں سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے چاند دیکھا، انھوں نے کہا کہ ہم نے بھی ہمسایہ سے سنا ہے کہ چاند ہو گیا تو ہمارے گاؤں والے وہاں گئے اور دریافت کر کے آئے تو پتہ چلا کہ وہاں چاند ہو گیا ہے اور یہ اس وقت دن کے تین بجنے کو تھے یہ اطلاع پا کر ہمہ باشندگان قریہ روزوں کو توڑ دیئے، افطار کر لیے اب عید کی نماز کب پڑھیں، اگر عصر کے وقت شہادت پختہ مل جائے تو روزہ افطار کرے یا نہ کرے جنھوں نے روزے افطار کروائے ہیں وہ ثواب میں شامل ہوں گے یا عصیان؟ میں تحریر فرمائیں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جب کہ دو شخص معتبر اور معتمد علیہ نے آ کر گواہی دی تو اہل قریہ پر لازم ہے کہ وہ روزہ افطار کرلیں، جب آپ کے گاؤں سے دو شخص جا کر رویت ہلال کی شہادت لائے تو سب اہل بستی پر واجب ہو گیا کہ اطلاع کو پاتے ہی اپنے اپنے روزے افطار کریں، چونکہ یہ عید کا دن ہو گیا اور عید کے دن روزہ رکھنا شرعاً مکروہ تحریمی ہے، افطار کرنے والے اور کرانے والے دونوں ثواب میں شامل ہوں گے نہ کہ عصیان میں، لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب دن کو تین بجے رویت ہلال کی اطلاع ملی تو اب روزہ افطار کر سکتے ہیں، مگر نماز نہیں پڑھ سکتے، کیوں کہ نماز پڑھنے کا وقت جاتا رہا اس لیے کہ نماز عید کا وقت صبح طلوع شمس سے لے کر ضحوی کبری تک ہے اس کے بعد نہیں اب شہادت رویت ہلال ملی تو اب نماز عید کا وقت فوت ہو گیا، روزہ افطار کریں اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھیں۔ اگر بقول شما نماز عصر کے وقت رویت ہلال کی اطلاع ملی تو اگر قاضی یا مفتی گواہ دہندگان کی گواہی کو تسلیم و صحیح مان لیں تو اس وقت بھی سب اہل بستی روزہ افطار کریں اگر مفتی یا قاضی نہیں ہیں تو اہل بستی اگر گواہ دہندگان کو معتبر مانتے ہیں کہ یہ شخص راست گو ہے تو سب کے سب اسی وقت روزہ افطار کریں نماز کل پڑھیں روزہ کھلوانے والے ثواب میں شامل ہوں گے نہ کہ عذاب میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

کتاب النکاح

مسئلہ(۱)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں۔ بوا (پھوپھی) اور بھتیجی، اس کی اولاد کے نکاح کے لیے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ اس کا تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ فقط- بینوا توجروا

المستفتی: شیر محمد

الجواب

العیاذ باللہ تعالیٰ۔ بوا (پھوپھی)، بھتیجی کا آپس میں شخص واحد کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔[1] شخص مذکور پر فرض ہے کہ دونوں میں سے ایک عورت کو علیٰحدہ کردے اور توبہ کرے، قوم کے پنچوں پر فرض ہے کہ شخص مذکور پر دباؤ ڈال کر ایک عورت کو علیٰحدہ کرادیں۔ اور نہ ہی اس کی اولاد کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے کیوں کہ یہ سب آپس میں بہن بھائی ہیں- واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] درمختار میں ہے: "وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ایتهما فرضت ذکرا لم تحل للاخریٰ ابدا، لحدیث مسلم "لا تنکح المراة علی عمتها" (الدرالمختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۱۱۶، ج:۴، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، دار الکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: اور محارم کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان دو میں سے جس کو مرد فرض کریں تو وہ دوسرے کے لیے کبھی حلال نہ ہو، صحیح مسلم کی حدیث کے سبب "کہ نکاح نہ کیا جائے عورت کا اس کی پھوپھی پر"

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: "ای ایة واحدة منهما فرضت ذکراً لم یحل للاخریٰ کالجمع بین المراة وعمتها او خالتها"۔ (المرجع السابق) ترجمہ: ان دونوں میں سے جس کو بھی مرد فرض کریں تو وہ دوسرے کے لیے حلال نہ ہو جیسے عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو جمع کرنا۔

عالمگیری میں ہے: "فلایجوز الجمع بین امراة وعمتها نسبا اورضاعا وخالتها کذلك" (فتاوی عالم گیری، ص:۳۴۳، ج:۱، کتاب النکاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع، دارالفکر بیروت، لبنان، الطبعة الاولی:۱۴۲۹-۱۴۳۰ھ) ترجمہ: عورت اور اس کی پھوپھی خواہ وہ نسبی ہو یا رضاعی ہو جمع کرنا جائز نہیں، اور اسی طرح اس کی خالہ ہے (یعنی اس کو بھی جمع کرنا جائز نہیں ہے) حدیث شریف میں ہے: قال رسول اللہ ﷺ "لایجمع بین المراة وعمتها ولا بین المراة وخالتها" (الصحیح لمسلم ص:۴۵۲، ج:۱، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المراة وعمتها الخ مجلس البرکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اور اس کی پھوپھی (بوا) کو جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اس کی خالہ کو۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالغ لڑکیوں کا نکاح اگر خود ان کے والد پڑھائیں تو لڑکی سے کس طرح اجازت لیں اور بوقت ایجاب وقبول کیا کہہ کر لڑکے سے قبول کرائیں۔عقد ثانی میں لڑکیوں سے کس طرح اجازت لیں۔

الجواب

بالغ لڑکیاں اپنے نکاح کی خودمختار ہیں۔ان کے والد بغیر ان کی مرضی کے نکاح نہیں پڑھا سکتے[۱] دو گواہوں کی موجودگی میں اجازت لی جائے ایسے وقت میں باکرہ کا خاموش رہنا ہی اجازت ہے اور ثیبہ کا اقرار لسان ضروری ہے[۲] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[۱] ہدایہ میں ہے:"وینعقد نکاح الحرة العاقلة البا لغة برضا ئها وان لم یعقد علیها ولی بکراکانت اوثیبا"(الھدایہ، ج:۲،ص:۳۱۳،کتاب النکاح،باب فی الاولیاء والاکفاء،مجلس البرکات،الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)ترجمہ:اورعاقلہ بالغہ آزادعورت کا نکاح اس کی خوشی سے منعقد ہو جاتا ہے،اگرچہ اس کا عقد ولی نے نہ کیا ہو،باکرہ ہو یا ثیبہ۔تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:"ولا تجبر البالغة البکرعلی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ"۔(تنویرالابصاروالدرالمختارالمطبوع مع ردالمحتار ص:۱۵۹،ج:۴،کتاب النکاح، باب الولی، دارالکتب العلمیہ،بیروت)ترجمہ:باکرہ بالغہ کونکاح پرمجبورنہیں کیاجاسکتا کیوں کہ اس کے بالغ ہوجانے کے بعداس پرکسی کی ولایت نہ رہی۔

حدیث شریف میں ہے:"الایم احق بنفسها من ولیها"(الصحیح لمسلم،ص:۴۵۵،ج:۱کتاب النکاح،باب استیذان الثیب فی النکاح الخ مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ)ترجمہ:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:بالغ لڑکی اپنے ولی کے مقابلہ میں خود کے متعلق فیصلہ کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ درمختار میں ہے:"فنفذ نکاح حرة مکلفة بلارضا ولی"(تنویرالابصاروالدرالمختارالمطبوع مع ردالمحتار ص:۱۵۵،ج:۴،کتاب النکاح، باب الولی،دارالکتب العلمیہ،بیروت)ترجمہ:عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح بغیر ولی کی رضا کے بھی جائز ہے۔

[۲] جیسا کہ ہدایہ میں ہے:"ولاینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین"۔(الھدایہ ج:۲،ص:۳۰۶،کتاب النکاح،مجلس البرکات، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)ترجمہ:نکاح دومسلمان گواہ کی موجودگی میں منعقد ہوتا ہے۔اسی میں ہے:"فاذااستاذنها الولی فسکتت اوضحکت فهواذ ن ولواستاذن الثیب فلابد من رضاها بالقول"(ہدایہ،ص:۳۱۴-۳۱۵،ج:۲،باب فی الاولیا ء والاکفاء، مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ)ترجمہ:پس جب ولی نے باکرہ بالغہ سے اجازت لی اور وہ چپ رہی یا ہنس پڑی تو یہ اجازت ہے،اور اگر ثیبہ سے اجازت طلب کی تو اس کا زبان سے کہنا رضا مندی ہے۔تبیین الحقائق میں ہے:"لافرق بینهما فی اشتراط الاستئذان والرضا، وان رضا هما قدیکون صریحا وقد یکون دا لة غیران سکوت البکررضا د ا لة لحیا ئها دون الثیب"(تبیین الحقائق،باب الاولیا والاکفاء،ج:۲،ص:۱۱۹،المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ،مصر)ترجمہ:باکرہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے اوران کی رضا کبھی صریحا اور کبھی دلالۃ ہوتی ہے۔ہاں صرف اجازت کے موقع پرسکوت کے بارے میں فرق ہے کہ باکرہ کا سکوت اس کے حیا کی وجہ سے رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کے لیے نہیں۔صحیح مسلم میں ہے۔"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسهاو اذنها صماتها"۔(الصحیح لمسلم،ص:۴۵۵،ج:۱کتاب النکاح،باب استیذان الثیب فی النکاح الخ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ)ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی اجازت ہوگی۔(س،مصباحی)

مسئلہ (۳)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو بغیر نکاح کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس سے دوسرے آدمی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس لڑکی کی سگائی ہوچکی ہے اب وہ آدمی دل میں شک لاتا ہے کہ میں اس سے نکاح کروں یا نہیں۔ اس بات کا ہمیں فتویٰ دیجئے۔

الجواب

نکاح ہوسکتا ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴)

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلۂ ہذا میں کہ مسمیٰ صدیق کا نکاح علاؤالدین کی لڑکی مسماۃ میمونہ سے ہوا، جس کو عرصہ پانچ سال ہورہا ہے اب لڑکا (صدیق) اور اس کی بیوی (میمونہ) دونوں جوان ہوچکے ہیں اس لیے صدیق اپنی بیوی میمونہ کو رخصت کراکے اپنے گھر لانا چاہتا ہے لیکن بار بار درخواست کے باوجود علاؤالدین اپنی لڑکی میمونہ کو صرف اس لیے نہیں رخصت کررہے ہیں کہ صدیق کا چچا عبدالغنی کی لڑکی سے علاؤالدین کے لڑکے کی صرف منگنی ہوئی تھی، اب کسی وجہ سے عبدالغنی قبول نہیں کررہے ہیں۔ اور حالانکہ صدیق کا اپنے چچا عبدالغنی سے تعلقات بھی اچھے نہیں ہیں۔

اور نہ باہم اتفاق ہی ہے یہاں تک کہ آپس میں بات چیت بھی نہیں ہے ایسی صورت میں علاؤالدین کا اپنی لڑکی میمونہ کو اس کے شوہر صدیق کے گھر نہ بھیجنا اور دوسری جگہ نکاح کا ارادہ رکھنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟

حرام ہے یا حلال:؟ اور جو لوگ اس میں معین اور مددگار ہوں ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، اور یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں، جواب دیکر مشکور وممنون فرمائیں - ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

الجواب

صورتِ مسئولہ میں یہ دوسرا نکاح منعقد نہیں ہوسکتا[2] کیوں کہ میمونہ محصنہ ہے۔

---

[1] قال اللہ تعالیٰ: ''واحل لکم ما وراء ذلکم'' (القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۲۴) اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی۔ (س، مصباحی)

[2] عالمگیری میں ہے: "لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذالك المعتدة کذا فی السراج الوھاج" (فتاوی ہندیہ ص: ۲۸۰، ج: ۱، کتاب النکاح القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے جائز نہیں ہے، جیسا کہ سراج وہاج میں ہے۔ (س، مصباحی)

قرآن کریم فرماتا ہے:"وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ الخ"[1]

ترجمہ:اور حرام ہے شوہر والی عورتوں سے نکاح کرنا۔میمونہ کے والد پر ضروری ہے کہ وہ میمونہ کو اس کے شوہر کے گھر بھیج دے۔جو لوگ اس دوسرے فرضی نکاح میں شریک ہوں گے وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے میکے میں آکر بیٹھ گئی اور اس کی ماں نے،اس کو روک لیا اور خاوند سے کہا کہ میں نے اس کو رکھا ہے اس کا تمام خرچہ دو تو میں روانہ کروں،لہٰذا وہ عورت دس سال تک یا زیادہ سال تک اسی طرح سے اپنے میکے میں بیٹھی رہی اور اس کے خاوند نے خطوط دیئے،پر انہوں نے سماعت نہیں کیا اور اس دور میں ایک بار ایسا واقعہ ہوا تھا کہ اس عورت کے پیر(میکے)میں بھائی کے لڑکے کا انتقال ہو گیا،وہ اپنی عورت کو پالی میں لے کر آیا اور آٹھ روز ٹھہر کر کے اپنی بیوی سے چلنے کے واسطے کہا تانگہ منگوا کر کے،لیکن تانگہ میں بیٹھتے وقت انکار کر گئی اور تھانے میں جا کر کہا اور وہاں بلا کر خوب جنگ کیا اور جھگڑا کر کے اس کو روانہ کر دیا اور برا بھلا بھی کہا۔اس کے بعد خط چلنے کا دیتا رہا اور یہ اس کو روکنے کا خرچہ طلب کرتے ہیں اس کی والدہ بھی دو ہی بار آئی مگر یہ گئی نہیں اور دوسرا نکاح پالی میں کر لیا ہے۔جائز ہے یا ناجائز؟جواب دیجئے ثواب عظیم ہوگا۔

الجواب

جتنے زمانے عورت اپنی مرضی سے میکے میں رہی اتنے زمانے کا خرچہ شوہر پر واجب نہیں[2]صورت مسئولہ میں دوسرا نکاح نہیں ہوا[3] کیوں کہ عورت شوہر والی تھی۔

---

[1] القرآن المجید،سورۃ:النساء،آیت:۲۴

[2] درمختار میں ہے:"لا نفقةخارجة من بيته بغير حق وهي ناشزةحتى تعود" (الدرالمختارالمطبوع مع ردالمحتار،ص:۲۸۶،ج:۵،کتاب الطلا ق، باب النفقة، دارالكتب العلميه،بيروت) ترجمہ:اور بغیر حق کے جو عورت شوہر کے گھر سے نکل جائے وہ نافرمان ہے اور اسے نفقہ نہیں ملے گا یہاں تک کہ وہ شوہر کے گھر واپس آجائے۔عالم گیری میں ہے:"وان نشز ت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله والناشزة هى الخارجة عن منزل زوجها،المانعة نفسها منه"۔ (الفتاوی الھندیۃ،ص:۵۹۵،ج:۱ کتاب الطلاق، الباب السابع عشر: فى النفقات، دارالفكر،بيروت) ترجمہ:اور اگر عورت نافرمان ہے تو اس کے لیے کچھ نفقہ نہیں یہاں تک کہ وہ شوہر کے گھر واپس آجائے اور نافرمان وہ عورت ہے جو شوہر کے گھر سے نکل جائے اور اپنے نفس کو شوہر سے روکے۔

[3] عالم گیری میں ہے:"لا يجوز للر جل ان يتزوج زوجة غيره و كذالك المعتدة كذا فى السرا ج الوها ج"(الفتاوی الھندیۃ،ص:۳۴۶،ج:۱،کتاب النكا ح، القسم السادس:المحرمات التى يتعلق بها حق الغير،دارالفكر)(س،مصباحی)

قرآن حکیم فرماتا ہے: "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ" [1]

ترجمہ: اور شوہر والی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶)

بخدمت جناب علمائے دین۔ السلام علیکم۔ میں امن وچین اپنے آبروایمان سے لکھتی ہوں کہ میری شادی بھائی نے اور والدہ نے کی رحمٰن شاہ ولد عثمان شاہ کے ساتھ، شادی کر کے لے گئے نہ مجھ سے ملا اور نہ مجھ سے صحبت کی، پہلی رات سے ہی ایک ماہ تک اس کے بعد نہ تو وہ خود میرے بستر پر آکر کبھی سویا، نہ خود کے بستر پر مجھ کو بلا کر سلایا، نہ کبھی صحبت نہ پیار تک کی نہ مجھ سے کبھی بات چیت کرتا تھا۔ میں نے چلا کر کہا بھلے آدمی بات کیا ہے؟ نہ تو مجھ سے ملتا ہے نہ بات کرتا ہے آخر بات کیا ہے تو کیا مرد ہی نہیں ہے؟ تو نہ سہی پیار ومحبت میں کمی نہ کر ایک شب میں اس کے سامنے بالکل برہنہ ہوکر کھڑی ہوگئی مگر اس بھلے آدمی نے کسی قسم کی مجھ سے حرکت نہ کی ایک ماہ کے بعد میں اپنے میکے آگئی پھر مجھ کو معلوم ہوا کہ اس شخص نے پہلے ایک اور شادی کی تھی وہ بھی نامردی کی وجہ سے آج تک میکے میں بیٹھی ہے یہ شخص شادی کرنے کو کیوں تیار ہوجاتا ہے اس کا چچا سب کام کرتا ہے وہ یہ کیوں کرتا ہے؟ دوسروں کی لڑکی کے بدن کو حرام کی طرف لے جانا چاہتا ہے اس لڑکی کے باپ کے فوت ہونے کے بعد شادی ہوئی لیکن اس کے پیچھے ایک قبیلہ ہے۔ میرے والد اس وقت انتقال کر گئے جب میں نابالغہ تھی۔ اب میں بالغہ ہوں ہر کام کی رائے دینے والا مہتاب شاہ نے میرے بھائی کو روپیوں کا لالچ دیکر مجھ بے واسطہ کو کنواں میں ڈلوادیا اور اب اگر میں ان کے موافق حرام کی طرف جاتی ہوں تو دکھی بنتی ہوں۔ خداوند کریم کی چورنی بنتی ہوں اور اگر دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کرتی ہوں تو مجھ کو شریعت کا حکم معلوم نہیں اس لیے مجھ کو بتلا دیا جائے کہ میں دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟ سوال پوچھنا یہ ہے کہ میں اپنے نامرد شوہر کی وجہ سے میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں تو کیا طلاق لینا ضروری ہے؟ یا بغیر طلاق دوسرے سے شادی کرسکتی ہوں۔ مہربانی کر کے شریعت کے حکم سے آگاہ کریں۔ فقط والسلام

الجواب

پہلے طلاق لینا ضروری ہے بغیر طلاق حاصل کیے ہوئے دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا[2] شوہر کے متعلق جو کچھ

---

[1] القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۲۴

[2] کیوں کہ طلاق دینے کا حق واختیار شوہر کو ہے۔ اللہ فرماتا ہے: "وبیدہ عقدۃ النکاح" +(القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (کنز الایمان)۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے۔

لکھا ہے کہ وہ عورت کے قابل نہیں ہے اس سے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے ایک سال کامل علاج کرایا جائے[1] اگر باوجود پوری کوشش وعلاج اس قابل نہ ہوسکے تو پھر حضرت مفتی اعظم ہند بریلی شریف کی طرف رجوع کیا جائے، حضرت جو کچھ فیصلہ صادر کریں اس پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی اولا دلڑکیوں کی شادی شریعت کے مطابق کرنا چاہتا ہے اوراس کے والدین اپنی برادری کی رسم ورواج سے کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ والدین یہ کہتے ہیں کہ ہم اس شادی میں شریک نہیں ہوں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص اپنے والدین کی مرضی کے خلاف اسلامی اصول کے مطابق شادی کرے یا نہ کرے، جبکہ والدین ناراض ہوں نیز والدین یہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو عذاب کا خوف ہے تو تم اپنی لڑکی مجھ کو دیدو۔ تاکہ اس کی شادی کروں اوراس شکل میں والدین کی بات نہ ماننا اوران کو نہ دینا اور اس کے سبب ان کا ناراض ہوجانا اوراس سے کیا جرم عائد ہوتا ہے۔ اس بارے میں علماے دین جواب سے مطلع کریں۔

نوٹ:۔ برادری کی رسمیں گیت گانا، گالیاں، تیل چڑھانا، گھی پلانا وغیرہ ہے۔

الجواب

ہر مسلمان پرضروری ہے کہ وہ اپنی بچیوں کی شادی شریعت اسلامیہ کے مطابق کرے، اگر صرف اسی وجہ سے رشتہ دار شرکت نہیں کرتے ہیں کہ شادی شریعت کے مطابق ہورہی ہے، تو رشتہ داروں کو چھوڑا جاسکتا ہے، مگر قانون شریعت کو نہیں توڑا جاسکتا ہے۔ "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"[2] گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ سائل پر ضروری ہے کہ اپنے بچیوں کی شادی شریعت کے مطابق کرے اور ماں باپ کو سمجھائے اگر سمجھانے پر بھی اپنی ضد پر قائم رہے، تو ان کی ناراضگی کا خیال نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] ہدایہ میں ہے: واذا کان الزوج عنینا اجله الحاکم سنة فان وصل الیها فبها والا فرق بینهما اذا طلبت المراة ذلك (ہدایہ ص: ۴۲۰، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اوراگر شوہر نامرد ہوتو حاکم اس کو ایک سال کی مہلت دے گا پس اگر وہ عورت کے پاس چلا گیا تو ٹھیک ورنہ حاکم ان دونوں میں تفریق کردے گا جب عورت اسے طلب کرے۔ (س، مصباحی)

[2] مسند امام ابن حنبل ص: ۱۲۱، ج: ۱

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین زادھم اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیما اس مسئلہ میں کہ مسماۃ رحمت بی بنت عثمان غنی کا نکاح اس کے والد کے دوست نے بغیر والد کی اجازت کے کر دیا، اس وقت رحمت بی صرف ۲۰ ر گھنٹے کی نوزائیدہ تھی مسماۃ رحمت بی کے والد کو اس نکاح کا کوئی علم نہ تھا، نہ انہوں نے اپنے دوست کو اس نکاح کی وکالت کی اجازت دی تھی۔ مسماۃ رحمت بی کو جب کچھ شعور پیدا ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کا نکاح فلاں لڑکے سے ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس نے اسی وقت سے اس نکاح سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار شروع کر دیا اور سن بلوغ کو پہنچتے ہی اس نے اس نکاح سے انکار کر دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسماۃ رحمت بی کے والد نے یہ نکاح اپنی ولایت سے کیا تھا نہ انہوں نے کسی کو اس نکاح کی وکالت دی تھی اور نہ ہی نکاح سے قبل ان کو اس نکاح کا کوئی علم تھا ایسی صورت میں کیا مسماۃ رحمت بی کو خیار بلوغ استعمال کرنے، اس نکاح سے انکار کرنے اور اس نکاح کو فسخ کرنے کی شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ جواب از روئے شرع شریف مرحمت فرمائیں۔ **بینوا توجروا**

المستفتیہ: رحمت بی بنت عثمان غنی جمعہ ممبئی

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح نکاح نہیں ہوا کیوں کہ نابالغہ ونابالغ کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے، بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے: "**وهو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر**"[1]

ترجمہ: اور ولی، نکاح صغیر کی صحت کے لیے شرط ہے۔ (س) اسی میں ہے: "**وان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب و ابیه لایصح النکاح**"[2]

ترجمہ: اگر باپ دادا کے علاوہ نابالغ بچہ یا بچی کا نکاح دوسرے نے کیا تو یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ (س)[3]

---

[1] الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۱۵۵، ج:۴، کتاب النکاح، با ب الولی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

[2] المرجع السابق ص:۱۷۳

[3] ہدایہ میں ہے: "ویجوز نکا ح الصغیر والصغیر ۃ اذزوجهما الولی بکرا کانت الصغیرة او ثیبا"۔ (ھدایہ ص:۳۱۶، ج:۲، کتا ب النکاح، باب فی الاولیا والا کفاء، مجلس البرکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: بچہ اور بچی کا نکاح جب ان کے ولی نے کر دیا تو یہ نکاح جائز ہے خواہ صغیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

اسی میں ہے "وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیا ر اذابلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ"۔ (المرجع السابق ص:۳۱۷) ترجمہ: اور اگر ان دونوں کا نکاح باپ اور داد کے علاوہ نے کیا تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ جب بالغ ہوں تو نکاح کو برقرار رکھے یا فسخ کر دے۔ (س، مصباحی)

فقط-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچہ جس کا ابھی تک ختنہ نہیں ہوا ہے اور اس کی عمر بھی ابھی پانچ سال کی ہے اس بچہ کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ یہاں کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس بچہ کا نکاح نہیں ہوگا چونکہ ابھی تک اس نے ختنہ نہیں کروایا ہے۔شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ مطلع فرمائیں-بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح ہوجائے گا اور اس بچہ کا ختنہ کروادیا جائے اور اس بچہ کے یہاں کھانا کھانے میں کچھ حرج نہیں۔برادری روک نہ لگائے-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر مرد اہل سنت وجماعت ہے اور عورت وہابیہ ہے یا مرد وہابی ہو اور عورت اہل سنت وجماعت ہو تو ایسی حالت میں شادی جائز ہوگی یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوگا[۱] کیوں کہ وہابی اپنے عقائد واقوال کفریہ اور اقوال کفریہ کی حمایت و

---

[۱] حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولا تواکلوهم ولاتناکحوهم واذا مرضوا فلا تعودوهم واذا لقیتم فلا تسلمو علیهم ولاتصلو معهم ولا تصلوا علیهم ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"۔ (الصحیح لمسلم، ج:۱،ص:۱۰، کتاب الایمان، مقدمہ۔مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور/ ابوداؤد ابن ماجہ، مشکوۃ، ابن حبان وغیرہ) ایک دوسری حدیث میں ہے: "ولا تؤاکلوهم ولا تشاربوهم ولا تناکحوهم" (الضعفاء الکبیر، ص:۱۲۶، ج:۱، ترجمہ ۱۵۳، احمد بن عمران، دار الکتب العلمیہ، بیروت / کنز العمال ص:۵۲۹، ج:۱۱، حدیث:۳۲۴۶۸، موسسۃ الرسالہ، بیروت) ترجمہ: تم اپنے آپ کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ان کے ساتھ نہ باہم کھانا کھاؤ اور نہ پانی پینے کا معاملہ رکھو اور نہ ان سے باہم نکاح کرو۔اور جب وہ بیمار پڑیں تو اُن کی عیادت کو نہ جاؤ۔ اور جب تم اُن سے ملو تو سلام نہ کرو۔اور نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھو۔تم اُن کو اپنے سے دور رکھو۔تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈالیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولامسلمة ولاکافرة اصلیة وکذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط"۔ (الفتاوی الھندیہ، ص:۳۴۷، ج:۱،+ کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرك، دار الفکر، بیروت، لبنان) ترجمہ: مرتد کے لیے کسی عورت، مسلمان کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، اور یوں ہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں۔جیسا کہ مبسوط میں ہے۔(س، مصباحی)

تائید کی وجہ سے خارج از اسلام ہو چکے ہیں۔علماے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً نے ان کے اقوال وعقائد باطلہ، کفریہ پر مطلع ہوکران پر کفر کا فتوی دیا ہے اور لکھا ہے کہ من شك فی كفرهم فقد كفر۔[1]

ترجمہ:جس نے ان کے کفر کے بارے شک کیا وہ کافر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۱)

درج ذیل مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے فتوی ارسال کرنے کی تکلیف فرمائیں۔ایک شخص نے اپنی ہمشیرہ کی شادی کم سنی میں ایک شخص سے کی اس لڑکی کو سسرال نہیں بھیجا اور بلوغت پر بغیر طلاق حاصل کیے اس کی شادی دوسرے شخص سے کرادی۔اس بنا پر مسلمانوں نے اس سے قطع تعلق کرلیا۔اب وہ معافی مانگتا ہے۔لوگ اسے اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتے ہیں۔اس لیے علماے دین کیا فرماتے ہیں۔وہ کفارہ دینے کے لیے تیار ہے۔کفارہ ہے کہ نہیں؟ جلد فتوی مع پوری تفصیل کے ارسال فرمائیں۔فقط والسلام۔

الجواب

چوں کہ شخص مذکور کی ہمشیرہ شادی شدہ ہے اس لیے دوسرا نکاح نہیں ہوا[2] تاوقتیکہ پہلا شخص طلاق نہ دے اور عدت نہ گذر جائے، اس وقت تک شخص مذکور کی ہمشیرہ نکاح نہیں کرسکتی۔قوم اور برادری پر فرض ہے کہ شخص مذکور کی ہمشیرہ نے جس دوسری جگہ نکاح کیا ہے اس نکاح کو پہلی فرصت میں ختم کرادے۔یعنی عورت اور مرد کو علیحدہ کرا دے۔اور جو شخص اس دوسرے فرضی نکاح میں شریک ہوئے تھے وہ خدا سے توبہ کریں۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] کتاب الشفا، ص:۲۰۸، ج:۲، القسم الرابع، الباب الاول، دار سعادت، بیروت/ درمختار، ص:۳۵۶، ج:۱، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطبع مجتبائی دہلی

[2] فتاویٰ عالم گیری میں ہے:"لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و كذلك المعتدة كذا فی السراج الوهاج۔" اھ (فتاوی عالم گیری، ص:۲۴۶،ج:۱، كتاب النكاح،القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں)

[3] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔(فتاوی رضویہ مترجم، ص:۲۶۶، ج:۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

بالصواب۔

مسئلہ (۱۲)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ مسئلہ کے اندر کہ نکاح کے اندر کتنے گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور کس کی طرف گواہ ہونا چاہیے۔ اور وکیل کا کیا کام ہے اور نیز یہ بھی بتائیں کہ قاضی کا کیا کام ہے اور منفرد اور امام کی نیت میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیسا پوری تفصیل کے ساتھ لکھ کر ارسال فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب

نکاح کے اندر دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "ولاینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین"۔[1]

ترجمہ: نکاح دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں منعقد ہوتا ہے۔ (س)

لہٰذا واضح ہوگیا کہ نکاح میں دو گواہ ہونا شرط ہے۔ اول یہ ہے کہ وہ عورت کے قریبی رشتہ دار ہو۔ لہٰذا بجز شہادتین نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ دو گواہوں کا ہونا شرط ہے[2] لہٰذا "اذا فات الشرط فات المشروط"

ترجمہ: جب شرط ختم تو مشروط بھی ختم۔ اور وکیل کا محض اتنا کام ہے کہ ایجاب وقبول کرائے گا بایں الفاظ فلاں بن فلاں سے تیرا نکاح کیا تو نے قبول کیا[3] وہ عروسہ کہے گی "قبلت"، ہاں اور یہ الفاظ تین بار کہے گا اور اگر قاضی بجز وکیل کے ہے، تو اس کا محض اتنا کام ہے یعنی خطبہ پڑھنا اور کچھ نہیں۔ نیت امام اور منفرد میں بھی فرق ہے۔ جیسا کہ منیۃ المصلی میں ہے۔ نیت امام: انا امام ھذا القوم اور نیت منفرد: انی وجھت وجھی الی القبلۃ اور نیت مقتدی اقتدیت بھذ الامام۔[4] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] ہدایہ ص:۳۰۶، ج:۲، کتاب النکاح، مجلس البرکات، جامعہ اشرفیہ

[2] عالم گیری میں ہے: "ویشترط العدد فلاینعقد النکاح بشاھد واحد ھکذ ا فی البدائع"۔ (الفتاوی الھندیۃ، ص:۳۳۲، ج:۱، کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیر ہ شرعا الخ، دار الفکر، بیروت، لبنان) ترجمہ: اور شہادت کے اندر تعداد کی شرط ہے لہٰذا ایک گواہ کے ذریعہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ بدائع میں اسی طرح ہے۔

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے: "ان الوکیل فی النکاح سفیر و معبر"۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ص:۲۹، ج:۲، کتاب النکاح، باب الولی، دار المعرفۃ، بیروت) ترجمہ: نکاح کا وکیل سفیر اور معبر (زوجین کے الفاظ کا ادا کرنے والا) ہوتا ہے۔ (س، مصباحی)

[4] منیۃ المصلی، ص:۳۸، والشرط السادس النیۃ

مسئلہ (۱۳)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ ایک نوجوان نابالغ لڑکی کا نکاح ایام حیض میں ہوا مع دو گواہوں کے معرفت، وکیل کے باپ کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا۔ بعد میں بہت سے لوگ معترض ہوئے کہ ایام حیض میں نکاح جائز نہیں، دوبارہ نکاح پڑھانا چاہیے اس بنا پر سخت تنازع ہوگیا چار شبانہ روز گزر گئے لڑکی صحبت وقربت سے ابھی تک محفوظ ہے کوئی واسطہ نہیں حالت موجودہ میں کیا کرنا چاہیے؟ کیا دوبارہ نکاح پڑھوائیں؟ بحوالہ حدیث صحیح جواب سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب

حالتِ حیض میں نکاح ہوسکتا ہے۔ البتہ شوہر ایسی حالت میں قربت نہیں کرسکتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح ہوگیا۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جب تک لڑکی حیض سے پاک نہ ہو اس کے شوہر کے پاس نہ بھیجے اور جب حیض سے پاک ہوجائے تو اس کے شوہر کے پاس بھیج دیں۔ چوں کہ نکاح ہو چکا ہے۔ لہٰذا حیض سے فارغ ہوجانے کے بعد جدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ حالت حیض میں ناف سے گھٹنوں تک شوہر اپنی بیوی کے بدن کو مس نہیں کرسکتا۔[1]

واللہ تعالیٰ بالصواب

مسئلہ (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عالم جوانی میں مسمی محمد عثمان نے غیر مسلمہ

---

[1] حدیث میں ہے: "عن عائشة قالت كانت احدانا اذا كانت حائضا امرها رسول الله ﷺ فتا تزر بازارثم يباشرها"۔ (الصحیح لمسلم، ص:۱۴۱، ج:۱، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض فوق الازار، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں سے کسی کو حیض آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے پاس لٹاتے۔ المنہاج شرح صحیح مسلم میں ہے: "فاعلم ان مباشرة الحائض اقسام احدها ان يباشرها بالجماع فى الفرج فهذا حرام باجماع المسلمين بنص القرآن العزيز والسنة الصحيحة۔ القسم الثانى المباشرة فيما فوق السرة و تحت الركبة بالذكر او بالقبلة والمعانقة او اللمس او غير ذلك وهو حلال باتفاق العلماء"۔ (المنہاج، شرح الصحیح لمسلم، ص:۱۴۱، ج:۱ المرجع السابق) ترجمہ: جان لیجیے کہ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک فرج کے اندر جماع کے ساتھ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی جائے، تو یہ اجماع مسلمین نص قرآنی اور سنت صحیحہ سے حرام ہے۔ دوسری قسم ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے یا اس کو مس کرے وغیرہ یہ تمام علما کے نزدیک حلال ہے۔ (س، مصباحی)

عورت سے اس کو قبول اسلام کرانے کے بعد نکاح کیا اور عورت مذکورہ کے بطن سے ایک لڑکی اور دولڑ کے تولد ہوئے لڑکا جوان العمر ہے اور محمد عثمان مذکور اپنے لڑکے کا عقد اپنی برادری میں کرنا چاہتا ہے۔ برادری کے افراد یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ محمد عثمان نے بعد قبول اسلام عورت سے نکاح کیا تھا، مگر برادری کے قانون کے اعتبار سے جو کہ عرصہ قدیم سے چلا آرہا ہے اس عورت کو آج بھی غیر مسلم سمجھتے ہوئے اس کی اولاد کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور کسی قسم کا ازدواجی رشتہ کسی کے ساتھ منسلک نہیں ہونے دیتے ان کا یہ فعل شرع کی نظر میں کیسا ہے؟ اور محمد عثمان اپنی قوم میں اپنے بچوں کی شادی کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم جواب سے سرفراز فرمائیں۔

المستفتی: اصغر علی

الجواب

جبکہ محمد عثمان نے عورت مذکورہ سے بعد قبول اسلام نکاح کیا اور اس کے گواہ بھی ہیں تو اس صورت میں اس عورت کے بطن سے جتنی بھی اولاد ہوگی وہ سب کے سب مسلمان ہی ہوگی اور ان کا نکاح کرنا از روئے شرع بالکل درست ہے۔ اب رہی بات برادری کی تو شرع کے اندر اور قانون شریعت میں تو برادری کو دخل گیری کا کوئی حق نہیں ہے۔ برادری کے کہنے سے شرع کا قانون بدل نہیں سکتا وہ اپنی جگہ پر اٹل رہے گا۔ لہٰذا نکاح کرنے میں کوئی جرم نہیں اور مسلمان ہونے کے بعد کسی کو غیر مسلم سمجھنا گناہ ہے اور ایسا سمجھنے والے پر توبہ لازم ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] حدیث شریف میں ہے: "قال رسول اللہ ﷺ "ایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احد هما ان کان کما قال والا رجعت علیه"۔ (الصحیح لمسلم، ص:۵۷، ج:۱، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر، مجلس البرکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کسی نے اپنے بھائی سے کہا یا کافر تو وہ ان میں سے ایک کی طرف لوٹے گا اگر وہ اسی طرح ہے جس طرح کہا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

جامع الفصولین میں ہے: "قال لغیره یا کافر قال الفقیه الاعمش البلخی کفر القائل وقال غیره من مشائخ بلخ لایکفر فاتفقت هذه المسئلة ببخاری اذاجاب بعض ائمة بخاری انه کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیه الاعمش رجع الی قوله وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمة بخاری والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان قائل هذ المقالات لواراد الشتم ولا یعتقد کافرا ولایکفر ولواعتقد کافراً کفر"۔ (جامع الفصولین، ص:۲۱۱، ج:۲، فی مسائل کلمات الکفر، اسلامی کتب خانہ، کراچی) ترجمہ: کسی نے غیر کو کہا اے کافر تو امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہو گیا اور ان کے علاوہ دوسرے مشائخ نے فرمایا وہ کافر نہ ہوگا یہی مسئلہ بخاری میں پیش آیا تو بخاری کے بعض ائمہ نے فرمایا وہ کافر ہو گیا۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا انہوں نے رجوع کر کے اعمش کے قول سے اتفاق کر لیا اور ابولیث اور بخاری کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے۔ جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتویٰ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا اور اگر اس نے کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۱۵)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عالم جوانی میں مسمی محمد عثمان نے ایک غیر مسلم عورت سے بعد قبول اسلام نکاح کیا اور عورت مذکورہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی بعد بلوغت لڑکی مذکورہ سے مسمی عبدالشکور نے شادی کی، بعض لوگ اس بات پر معترض ہیں کہ محمد عثمان نے اپنی منکوحہ کو قبل از نکاح قبول اسلام نہیں کرایا اس لیے عبدالشکور کا نکاح درست نہیں کہا جاسکتا، جب کہ محمد عثمان اور ان کی منکوحہ کا بیان ہے کہ باقاعدہ قبول اسلام کے بعد ہی نکاح کیا گیا تھا ایسی حالت میں عبدالشکور کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو معترضین کا شرعی مقام کیا ہے از راہ کرم جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

عورت مذکورہ کے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ مسلمہ ہی مانی جائے گی۔ جب کہ اس کے ماں باپ اقرار کرتے ہیں کہ قبول اسلام کے بعد نکاح ہوا ہے اور اس کے گواہ بھی موجود ہیں لہٰذا اگر اس کی لڑکی سے عبدالشکور نے نکاح کیا تو وہ یہ نکاح بالکل درست ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ (۱۶)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ کردی گئی اور رخصتی بھی ہوگئی مگر آمنہ خاتون جو کہ زید کی حقیقی ممانی ہے اور ہندہ کی حقیقی خالہ ہے آمنہ خاتون کہتی ہے کہ میں نے زید اور ہندہ دونوں کو دودھ پلایا ہے اور ہندہ کی والدہ بھی کہتی ہے کہ میری لڑکی کو دودھ پلایا ہے اور زید کی والدہ اس بات کا اقرار کرتی ہیں کہ میرے لڑکے زید کو بھی آمنہ خاتون نے دودھ پلایا ہے، تو کیا ایسی صورت میں زید و ہندہ کا نکاح ہوا کہ نہیں۔ برائے کرم از روئے شرع مسئلہ کی نوعیت سے آگاہ کریں تاکہ ہم لوگوں کی پریشانی دور ہو۔ اور گناہ سے محفوظ رہیں۔ عین نوازش ہوگی اور مفتی صاحب اپنا نام مع مہر تحریر فرمائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: سید ریاست حسین اشرفی بستی یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں ان دونوں کا رشتہ رضاعی دودھ شریک بھائی بہن کا ہے اور رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا[۱] اور اگر نکاح کرادیا ہے، تو اس نکاح کو ختم کردے اور آپس میں تفریق ضروری ہے۔ یہ حرمت

---

[۱] قال اللہ تعالیٰ "وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ" (القرآن المجید، سورۃ النساء، آیت:۲۳) (س، مصباحی)

دائمی ہے۔سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب"[1]

ترجمہ: جونسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔لہٰذاان دونوں میں تفریق واجب وضروری ہے۔لہٰذا زید پرفرض ہے کہ ہندہ کوعلیحٰدہ کردے اوراگرزید ہندہ کوعلیحدہ نہ کرے توقوم کے سربراہ پرضروری ہے کہ ان کوعلیحٰدہ کردے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بات اظہرمن الشمس تھی کہ زیداورہندہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں مگر اس کوجانتے ہوئے کسی شخص کے غلط بتانے پرنکاح کردیا گیا۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔فی الحقیقۃ یہ نکاح نہیں ہوا۔مسئلہ ہٰذا معلوم ہونے پر زید علی الاعلان کہہ دے کہ میں نے ہندہ کواس سے ترک کردیا تاکہ غلط فہمی دور ہوجائے۔**واللہ تعالیٰ اعلم باالصواب**

مسئلہ (۱۷)

بخدمت جناب صاحب قبلہ مولانا اشفاق حسین۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔بعدسلام واضح ہوکہ ایک مسئلہ حل کرنا ہے وہ مسئلہ یہ ہے چچازاد بھتیجی کے ساتھ نکاح جائز ہے یانہیں؟ یعنی دو چچازاد بھائی ہیں جس میں ایک شادی شدہ ہے جس کی لڑکی ہے وہ لڑکی اس چچازاد بھائی کونکاح میں دینا چاہتا ہے سواس کے ساتھ نکاح جائز ہے یانہیں؟ سوبرائے مہربانی سوال پڑھتے ہی جواب لکھ دیجئے گا عین نوازش ہوگی۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے یقیناً چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے صاف ظاہر ہے۔سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۸)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم کہ میری والدہ جس نے مجھے اورمیری ہمشیرہ کودودھ پلایا ہے، میری لڑکی کو یعنی میری والدہ نے دودھ پلایا ہے، تو میری لڑکی میں اور میری ہمشیرہ میں رضاعت ہوگی یانہیں کیا میری لڑکی کے ساتھ میری بہن کے لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب بالتفصیل مرحمت فرمائیں۔**بینو**

[1] الصحیح لمسلم،ص:۴۶۷،ج:۱،کتاب الرضاعۃ،قدیمی کتب خانہ کراچی

اتوجروا۔ فقط والسلام

الجواب

صورت مسئولہ میں بلاشک آپ کی ہمشیرہ اور آپ کی بچی میں رضاعت کا رشتہ بھی ہو گیا لہٰذا ایسی صورت میں آپ کی بچی کا نکاح آپ کے بھانجے یعنی اس ہمشیرہ کے لڑکے سے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ رضاعت کا رشتہ یہ دونو آپس میں خالہ بھانجے ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۹)

حضرت قبلہ مفتی صاحب زید الطافکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ بنت بکر سے شادی کی ہندہ سے کچھ ایام بعد اولادیں پیدا ہوئیں، کچھ عرصہ کے بعد زید نے پھر اپنا دوسرا نکاح خالدہ بنت عمرو سے کیا، خالدہ آتی جاتی رہی کچھ عرصہ کے بعد آپسی تنازعات وغیرہ سے زید نے خالدہ بنت عمرو کو طلاق دے دیا اب زید کی اپنی پہلی بیوی ہندہ سے جو اولادیں پیدا ہوئیں ان میں سے ایک بچی کا نکاح عمرو کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے، جو کہ زید کی دوسری بیوی مطلقہ خالدہ بنت عمرو کا بھائی ہے، زید کی پہلی والی عورت سے جو بچی پیدا ہوئی وہ عمرو کے لڑکے کو ماموکہتی تھی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ نکاح درست ہے یا نہیں مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب

صورت مسئولہ میں عمرو کا لڑکا زید کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے چونکہ یہ کوئی حقیقی ماموں وبنت الاخت کا نکاح نہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا بایں صورت خالدہ کے بھائی۔ ہندہ کی لڑکی کا نکاح باہم کرنا ہیچ مضائقہ نیست (کوئی حرج نہیں ہے) اسی پر علماے حنفیہ کا فتویٰ ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ الخ[1]

لہٰذا آیت کی تفسیر سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حقیقی ماموں پر بنت الاخت حرام ہے نہ کہ غیر حقیقی ماموں پر یہاں پر عمرو کا لڑکا وہندہ کی لڑکی کوئی ماموو بنت الاخت نہیں ہے، لہٰذا نکاح باہم جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۰)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شادی شدہ لڑکی بعض خانگی

---

[1] القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۲۳

جھگڑوں کی وجہ سے اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے اور مسلسل کوشش کے باوجود اس کو اس کے خاوند کے پاس نہیں بھیجا گیا اور بالآخر اسے بغیر کسی طلاق کے طلاق ہونے کی جھوٹی تشہیر کر کے دوسری جگہ نکاح پڑھا دی، اس نکاح کے پڑھانے والے اور شریک ہونے والوں پر کیا اثر ہوگا اور کیا یہ نکاح جائز ہے۔ فقط والسلام

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح درست نہیں جان بوجھ کر دوسرا نکاح پڑھانے والے اور اس میں شریک ہونے والے گنہ گار ہوئے ان پر علانیہ توبہ فرض ولازم ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۱)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور ہندہ دونوں بھائی بہن ہیں اور بکر خالدہ یہ دونوں بھائی بہن ہیں۔ ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی اور خالدہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی عرصہ کافی سال میاں بیوی محبت سے رہے، کسی قسم کی ناخوشگواری پیدا نہیں ہوئی دونوں سے اولاد بھی ہو گئے مگر مصلحت خداوندی کہ عرصہ سال بھر سے بکر پر اتفاقیہ طور پر دیوانگی طاری ہوتی ہے اور اسی دیوانگی کے عالم میں تین چار روز تک رہتا ہے، اس تین چار روز میں بیوی تو بیوی ہر شخص کو زد وکوب بھی کرتا ہے اب ایسی صورت حال پر ہندہ کے والدین نے ہندہ کی اس سے دور کر لیا ہے یعنی سسرال جانے نہیں دیتے لڑکی اور لڑکی والے چاہتے ہیں کی طلاق دے دے، مگر بکر حالت صحت میں بھی طلاق نہ دینے پر بضد ہے ہر طرح اسے مجبور کیا گیا مگر طلاق نہیں دیتا، ایسی صورت میں ہندہ کیا کرے، دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے احادیث وکلام مبارکہ کے رو سے مدلل جواب دیں۔

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلك المعتدۃ کذا فی السراج الوهاج۔" اھ (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۳۴۶، ج: ۱، کتاب النکاح القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں)

(۲) حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، مترجم، ص: ۲۶۶، ج: ۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

الجواب

صورتِ مسئولہ میں بکر جب تک حالت صحت میں طلاق نہیں دے گا ہندہ بکر کے نکاح سے خارج نہیں ہوسکتی اور دوسری شادی نہیں کرسکتی ۔اللہ فرماتا ہے:" بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ "[1]

ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (کنزالایمان)،صورت مذکورہ میں اگر نبھاؤ کی صورت نہ نکلے تو ہندہ بکر کو مال دے کر طلاق حاصل کرے ورنہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ۔[2]

اللہ فرماتا ہے: " فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ "[3]

مسئلہ (۲۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مختار احمد نے اپنی لڑکی مسماۃ نذیرہ نابالغہ کا نکاح جس کی عمر دس سال تھی نکاح کے وقت ایک شخص محمد یعقوب سے اس کا نکاح کردیا محمد یعقوب کی عمر اس وقت تیس سال کی تھی محمد یعقوب کی ایک بہن مسماۃ خورشیدہ جو کہ بالغہ تھی اور وہ مسماۃ نذیرہ کے بدلے میں مختار احمد کے سالے کے ساتھ نکاح کردیا کیونکہ ان کی قوم میں ادلے بدلے کا رواج ہے، مختار احمد نے اپنے سالے کی شادی کرانے کی وجہ سے اپنی

---

[1] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

[2] حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ، ص:۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق شوہر کا حق ہے۔فتاوی عالم گیری میں ہے: "اذا تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه یخلعها به فاذا فعلا ذلك وقعت تطلیقة بائنة و لزمها المال" (فتاویٰ عالم گیری، ص:۴۸۸، ج:۱، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور جب شوہر بیوی باہم جھگڑا کریں اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اس کو اپنی جان کا فدیہ دیدے ایسے مال کے ساتھ جس کے ذریعہ شوہر اس کو خلع دیدے پس جب شوہر اور بیوی نے ایسا کرلیا تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا۔ ہدایہ میں اس طرح ہے: "وان تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطلیقة بائنة و لزمها المال" (ہدایہ، ص:۴۰۴، ج:۲، کتاب الطلاق، باب الخلع مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور جب شوہر بیوی باہم جھگڑا کریں اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اس کو اپنی جان کا فدیہ دیدے، ایسے مال کے ساتھ جس کے ذریعہ شوہر اس کو خلع دیدے۔ پس جب شوہر اور بیوی نے ایسا کرلیا تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا۔ (س، مصباحی)

[3] القرآن المجید، سورۃ: البقرۃ، آیت: ۲۲۹

لڑکی نذیرہ کی کوئی خیر خواہی بھی نہیں کی، محمد یعقوب کی عمر بھی زیادہ تھی اور وہ غنڈہ اور چور تھا کئی مرتبہ چوری کے معاملے میں پکڑا بھی گیا، یہ بات بھی مختار احمد کو معلوم تھی باوجود اس کے اپنے سالے کی شادی کرانے کے واسطے اپنی لڑکی ایک غنڈہ اور چور کو دے دی اور لڑکی کی کوئی خیر خواہی نہیں کی جب سے نذیرہ کی شادی ہوئی اپنے والد کے پاس ہی ہے شوہر کے وہاں نہیں گئی بالغہ ہوتے ہی اس نے نکاح کو منظور نہیں کیا اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کر دیا کچھ دنوں کے بعد عدالت میں فسخ نکاح کا مقدمہ کیا تین سال کے بعد عدالت سے نکاح فسخ ہو گیا۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ از روئے شرع شریف اب دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں مہربانی فرما کر جلد جواب دیں عین نوازش ہوگی اور محمد یعقوب نے دوسرے عدالت میں بھی اپیل کی اس نے بھی لڑکی کے حق میں فیصلہ دیا حاکم بھی مسلمان ہے۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جب کہ مختار احمد نے اپنی لڑکی مسماہ نذیرہ کا نکاح محمد یعقوب سے نابالغیت کی حالت میں کر دیا تو اب مسماۃ نذیرہ کو کوئی اختیار فسخ نکاح نہیں رہا چونکہ باپ ولی اقرب ہے اور جب ولی اقرب نے اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کر دیا تو بالغ ہونے کے بعد اولاد کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی ولی کا کیا ہوا نکاح فسخ کر دیں نابالغ لڑکا اور نابالغ لڑکی کے نکاح پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے یعنی اگر نابالغہ اولاد نہ چاہے تو ولی نے جب نکاح کر دیا تو وہ ہو گیا ان کو بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کے فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں[1] لہٰذا جب تک مسماہ نذیرہ کو اس کا شوہر طلاق نہ دے دے، اس وقت تک وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ تنویر الابصار میں ہے: "لزم النكاح ولو بغبن فاحش او بغير كفؤان كان الولى ابا او جداً الخ"[2]

ترجمہ: اگر باپ یا دادا نکاح کرنے والا ہو تو غیر کفو اور مہر کی فحش کمی کے باوجود نکاح لازم و نافذ ہوگا۔

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "فان زوجهما الاب والجد فلا خيارلهما بعد بلوغهما" (فتاوی عالم گیری، ص: ۳۸۵، ج:۱، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الاولیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: پس اگر باپ اور دادا نے دونوں (نابالغ لڑکا اور لڑکی) کی شادی کر دی تو انہیں بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔ اسی طرح ہدایہ اولین میں ہے: "ويجوز نكاح الصغير وا لصغيرة اذا زوجهما الولى بكرا كانت الصغيرة او ثيبا فان زوجهما الاب اوالجد يعنى الصغير والصغيرةفلا خيار لهما بعد بلوغهما" (ہدایہ، ص: ۳۱۶۔۳۱۷، ج:۲، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: جب کہ نابالغ بچہ بچی کا نکاح اس کے ولی نے کر دیا تو جائز ہے اگر ان کا نکاح باپ یا دادا نے کیا تو پھر ان کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔ (س، مصباحی)

[2] درمختار شرح تنویر الابصار، ص: ۱۹۲، ج:۱، باب الولی، مطبع مجتبائی دہلی

مسئلہ (۲۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے خالدہ سے شادی کی خالدہ کے ساتھ ایک بچہ اور بھی تھا جو کہ دوسرے شوہر سے تھا زید کے نطفے سے خالدہ کو کئی بچے ہوئے مگر سب کے سب فوت ہو گئے، کچھ عرصہ کے بعد خالدہ بھی فوت ہوگئی اب زید نے پھر دوسری شادی ناظرہ سے کی ناظرہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اب زید یہ چاہتا ہے کہ جو بچی ناظرہ سے پیدا ہوئی ہے اس کی شادی خالدہ کے ساتھ پہلے والے شوہر سے آئے ہوئے بچے سے کرادی جائے کیا صورت مسئولہ میں خالدہ کے بچے کی شادی ناظرہ کی بچی سے ہوسکتی ہے یا نہیں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔ ویسے خالدہ کے ساتھ جو بچہ آیا تھا اسی سوتیلی بہن ناظرہ کی بچی ہوگی۔ بینوا تو جروا۔
فقط والسلام

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ زید نے خالدہ سے شادی کی اور خالدہ اپنے ساتھ ایک لڑکا لائی جو پہلے شوہر سے ہے، اس کے بعد خالدہ کے گھر زید کے نطفے سے بچے ہوئے مگر وہ فوت ہوگئے اوران کے بعد خالدہ بھی فوت ہوگئی خالدہ کے بعد زید نے ناظرہ سے شادی کی اور ناظرہ کے بطن سے زید کی ایک بچی پیدا ہوئی اب زید یہ چاہتا ہے کہ خالدہ کے لڑکے (جو بچہ پہلے شوہر سے ہے) کا نکاح اس کی لڑکی جو ناظرہ کے بطن سے ہے کردیا جائے تو ان دونوں کا نکاح کرسکتا ہے چونکہ ان دونوں میں بھائی بہن کا رشتہ نہ تو عینی ہے (یعنی دونوں کے ماں باپ ایک نہیں ہیں) اور نہ ان دونوں میں بھائی بہن کا رشتہ علاتی ہے یعنی (باپ ایک اور دو ماں) اور نہ ان دونوں میں بھائی بہن کا رشتہ اخیافی ہے یعنی (دو باپ اور ایک ماں ہو) لہٰذا ان دونوں میں بھائی بہن کا رشتہ ثابت نہیں یہ دونوں آپس میں نکاح کرسکتے ہیں۔[1]

مسئلہ (۲۴)

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ بیوی کی چچی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں جواب مرحمت فرمائیں۔

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "لا بأس بأن يتزوح الرجل امرأةويتزوج ابنه ابنتها او أمها كذا فى محيط السرخسی" (فتاویٰ ہندیہ، ص، ۲۷، ۲۲۷، ج،۱، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم الثانی، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کا بیٹا اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرے جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ (س، مصباحی)

الجواب

صورت مسئولہ میں بیوی کی چچی سے نکاح جائز ہے،اس کے بارے میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ حرام ہو مرد چاہے تو نکاح کرسکتا ہے،جن عورتوں کو حرام کیا گیا ہے،قرآن پاک میں ان میں سے چچی نہیں ہے،اللہ فرماتا ہے:
"وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّاوَرَاءَ ذٰلِكُمۡ"[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۵)

(۱) دولہا دلہن کو پانچ کلمے اور دعاے قنوت اگر نہ پڑھائے تو کیا نکاح منعقد نہیں ہوگا؟

(۲) قاضی صاحب دو گواہوں اور ایک وکیل کو مکان میں عورتوں کے پاس بیٹھ کر دلہن سے ایجاب وقبول کراتے ہیں،فلاں کا لڑکا تیرے نکاح میں دیا کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) نکاح ہونے کے بعد قاضی خود دلہا اور دلہن سے شرک اور بدعت کا کام کراتے ہیں،کیا حرام کاری سے وہ نکاح سے خارج نہیں ہوگی اس میں علماے کرام کی کیا رائے ہیں آپ برائے کرم مہربانی فرما کر مہر کے ساتھ فتویٰ دے کر جلد سے جلد ارسال کر کے آگاہ فرمائیں۔

الجواب

(۱) دولہا کو نکاح سے پہلے جو کلمات پڑھاتے ہیں وہ صرف مستحب ہیں[2] نکاح کے لیے شرط نہیں ہے ان کے نہ پڑھانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہدایہ میں ہے، النکاح ینعقد بالایجاب والقبول۔[3]

---

[1] القرآن المجید،سورۃ:النساء،آیت:۲۴

[2] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں کلمہ ہی کے تعلق سے جواباً ارشاد فرماتے ہیں:"بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکر خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر محض،خصوصاً تجدید ایمان کہ ویسے بھی حدیث میں اس کا حکم ہے" (فتاویٰ رضویہ،مترجم،ص:۲۰۸، ج:۱۱،مرکز اہلسنت برکات رضا) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب الخلق فاسئلوا اللہ تعالیٰ ان یجدد الایمان فی قلوبکم" (مستدرک للحاکم،ص:۴،ج:۱، کتاب الایمان،الامر بسؤال تجدید الایمان، دارالفکر، بیروت) ترجمہ: بے شک تم میں سے کسی کے اندر ایمان پرانا ہوجاتا ہے جیسے کپڑا پرانا ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے۔ نیز فرماتا ہے:"جددوا ایمانکم اکثروا من قول لا الہ الا اللہ" (مسند احمد بن حنبل،ص:۳۵۹،ج:۲،روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،دارالفکر،بیروت) ترجمہ: بکثرت لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کرو۔(س،مصباحی)

[3] ہدایہ،ص:۳۰۵،ج:۲،کتاب النکاح،مجلس البرکات جامعہ اشرفیہ

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے۔(س)

(۲) وکیل اور گواہ کا لڑکی سے اجازت لے لینا شرط ہے یہ ضروری نہیں کہ عورتوں کے پاس بیٹھ کر نکاح پڑھائے۔

(۳) اگر قاضی صاحب جان بوجھ کر غلط رسم ورواج کے پیروکار ہیں تو گناہ گار ہیں اس سے بچنا ضروری ہے، شرک اور بدعت کے کیا کام کراتے ہیں تفصیل درکار ہے جو خلاف شرع ہوانجام دے گا گنہگار ہوگا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۲۶)

حامی دین وملت جناب مفتی صاحب دام فیوضکم وبرکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں عابدہ اپنے ننیہال رہتی ہے، عابدہ کے والد چار بھائی ہیں کسی دیگر جھگڑا فساد میں دو بھائی گرفتار کر لیے گئے اور دو بھائی مارے ڈر کے گاؤں سے فرار ہوگئے عابدہ اپنے نانا کے یہاں رہتی تھی، عابدہ کے نانا کی غیر موجودگی میں حامد کے والد نے اس کا نکاح پڑھا دیا عابدہ اور حامد دونوں نابالغ ہیں کسی وقت میں عابدہ اور حامد کی رسماً منگنی ہوچکی تھی، لیکن عابدہ کے والدین کی غیر موجودگی میں اور اس کے نانا کے غیر موجودگی میں گاؤں کے چندلوگوں نے مل کر عابدہ کا نکاح پڑھا دیا۔کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ نابالغہ لڑکی کا نکاح غیروں نے کردیا تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر ولی اجازت دے دے تو نکاح ہوجائے گا ورنہ نہیں کیوں کہ اپنی نابالغ اولاد پر ولایت اجبار حاصل ہے۔درمختار میں ہے:"**وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً**"۔اھ[1]

ترجمہ: ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ صغیر اور صغیرہ کا نکاح زبردستی کردے۔(س) اور اگر ان دونوں کا نکاح نابالغیت کی حالت میں غیر ولی نے یعنی باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے نے کردیا تو ان دونوں کو بالغ ہونے پر اختیار ہے، اگر چاہے تو نکاح قائم رکھیں اور اگر فسخ کرنا چاہیں تو فسخ کردیں۔ہدایہ میں ہے:"**وان زوجھا ای الصغیر**

[1] الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۱۷۰، ج، ۴، کتاب النکاح باب الولی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

والصغيرة غير الاب وجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ"۔ اھ[1]

ترجمہ: اور اگر ان دونوں کا نکاح باپ اور دادا کے علاوہ نے کیا تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ جب بالغ ہوں تو نکاح کو برقرار رکھے یا فسخ کردے۔ (س)

اور ولی یہ ہیں: بیٹا، پوتا، باپ، دادا، بھائی، بھانجہ، چچا، چچا کا لڑکا، پھر باپ کا چچا اور باپ کے چچا کا لڑکا۔

مسئلہ (۲۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی حلیمہ اور حلیمہ کی حقیقی بہن آمنہ اور آمنہ کی لڑکی خاتون اور خاتون کی لڑکی بانو ہے، اب بانو بنت خاتون بنت آمنہ کا نکاح زید سے جائز ہے یا نہیں جبکہ حلیمہ زید کے نکاح میں ہے اور باحیات ہے ایسا کرنے والے پر اور نکاح پڑھانے والے پر شرعاً کیا حکم ہے۔ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ بیوی حیات ہے اور وہ اس کی موجودگی میں اپنی سالی کی نواسی سے یعنی اپنی خود کی نواسی سے شادی کرنا چاہے تو یہ اس پر حرام ہے چونکہ خالہ بھانجی یا بھانجی کی لڑکی کو ایک نکاح میں جمع نہیں کر سکتے شریعت میں چاہے عورت کی بھانجی یا عورت کی بھانجی کی لڑکی ہو سب اس پر حرام ہیں، چاہے اس سے نیچے تک ہو لہٰذا زید کا بانو سے نکاح نہیں ہوسکتا، اگر کرے گا تو گنہگار ہوگا اس پر توبہ واجب ہے اور جس نے ایسا کیا اس پر بھی توبہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ بھانجے نے صرف ایک بوند دودھ پیا بھانجے کی ماں کی چھاتی میں دودھ نہیں تھا اور طبیعت خراب تھی، یہ صورت دودھ پلانے کی ہے اب ماموں یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی بچی کی شادی بھانجے کے ساتھ کردوں تو عرض یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں جائز ہے یا ناجائز؟ جواب تشفی بخش عنایت فرمائیں۔ فقط

---

[1] الھدایہ، ص: ۳۱۷، ج: ۲، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

الجواب

صورت مسئولہ میں بھانجے نے ممانی کا دودھ ڈھائی سال کی عمر کے اندر پیا ہے تو ماموں کی بچی سے اس کی شادی حرام ہے۔ چونکہ اس کی رضاعی بہن ہوگئی حضور ﷺ کا فرمان ہے:"یحرم من الرضاعه مایحرم من النسب"[1]

ترجمہ: جونسب کی وجہ سے حرام ہے وہ رضاعت کی وجہ سے حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی شخص کی شادی ہوئی اور اس سنی کا نکاح ایک دیوبندی شخص نے دھوکے سے پڑھایا، تو اب اس سنی کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب

صورت مسئولہ میں سنی کا نکاح ہوجائے گا مگر جہاں تک ہوسکے احتیاط رکھنی چاہیے اور احتیاط کی صورت یہ ہے کہ کسی جگہ ایسا موقع آجائے جہاں دیوبندی نکاح پڑھائے تو دولہا کو چاہیے کہ جب وکیل وگواہ لڑکی سے اجازت لے کر آئیں اور وہ قاضی کو نکاح پڑھانے کو کہیں، اس وقت فوراً لڑکے کو قبول کر لینا چاہیے یعنی جلدی سے کہہ دے کے میں نے قبول کیا میں نے قبول کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ احمد کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی انتقال کر چکی ہے، اس سے ایک لڑکا ہے، دوسری بیوی کی چھوٹی بہن سے اس لڑکے کا نکاح از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب

صورت مسئولہ میں جیسا کہ ذکر کیا گیا احمد کی دو بیویاں تھیں ایک کا انتقال ہو چکا، اس سے ایک لڑکا ہے اور زید اس لڑکے کا اپنی موجودہ عورت کی چھوٹی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے، لہٰذا یہ نکاح درست ہے چونکہ یہ لڑکی احمد

---

[1] الصحیح لمسلم، ص: ۴۶۷، ج:۱، کتاب الرضاع، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

کے لڑکے کی سوتیلی خالہ ہوئی اور سوتیلی خالہ سے نکاح درست ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد خاں وشادر دونوں حقیقی بھائی تھے، محمد خاں کا لڑکا بنام عبدالغفار اور شادر خان کا لڑکا عبداللہ ہے، عبدالغفار اور عبدللہ دونوں چچا تایا بھائی ہیں، عبداللہ کی لڑکی کا نکاح عبدالغفار سے ہوسکتا ہے یانہیں؟ کیوں کہ ان کے تایا چچا زاد بھائی ہیں اس لیے اس مسئلہ کا خلاصہ فرمادیں۔

الجواب

صورت مسئولہ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے عبدالغفار کا نکاح عبداللہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے[2] ان کے درمیان حرمت کی کوئی وجہ نہیں چونکہ چچا کی اولاد سے نکاح درست ہے۔آیت کریمہ یہ ہے: "حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ أُمَّهَاتُكُمۡ وَبَنَاتُكُمۡ وَاَخَوَاتُكُمۡ وَعَمَّاتُكُمۡ وَخَالَاتُكُمۡ وَبَنَاتُ الۡاَخِ وَبَنَاتُ الۡاُخۡتِ وَ أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ"[3]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹی بھانجی بھتیجی وغیرہ۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۲)

ایک بیوہ عورت یعنی اس کا شوہر مر چکا تھا، اس عورت نے دوبارہ نکاح سے انکار کیا اور گاؤں والوں نے زبردستی پڑھایا، اس وقت عورت کو حمل تھا اور اس شخص سے نکاح کرنا نہیں چاہتی تھی، بالکل انکار ہوگئی تھی، اس عورت نے کلمہ بھی نہیں پڑھا اور منھ سے ہاں کے بجائے انکار کیا، مار پیٹ کر زبردستی اس کو ایک رات رکھا جب اس کو موقع ملا، نکل کر ایک دوسرے مرد کے مکان پر رہنے لگی، اس دوسرے مرد سے وہ نکاح کرنا چاہتی ہے، جواب طلب یہ ہے کہ

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علما تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، مترجم، ص:۳۱۲، ج:۱۱، باب المحرمات، مرکز اہلسنت برکات رضا) (س، مصباحی)

[2] اللہ فرماتا ہے: "واحل لکم ماوراء ذٰلکم" (القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۲۴) (س، مصباحی)

[3] القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۲۳

پہلے والا نکاح درست ہے یا نہیں جلدی اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ بڑی نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

یار احمد اور ملاجی کو نکاح سے انکار کرنے پر گاؤں والوں نے ملاجی کو جواب دیا اور زبردستی ملاجی کو مجبور کر کے نکاح پڑھایا گیا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں عورت کا نکاح نہیں ہوا۔ ہدایہ کتاب النکاح میں ہے: "وان كان الحمل ثابت النسب فالنكاح باطل بالاجماع" [1]

لہٰذا حالت حمل میں نکاح نہ ہوا نیز جبکہ لوگوں نے زبردستی عورت کا نکاح پڑھایا اور عورت نکاح سے انکار کرتی رہی تو نکاح نہ ہوا کیونکہ نکاح کے لیے ایجاب وقبول دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں: "النكاح ينعقد بالايجاب والقبول" [2]

ترجمہ: یعنی نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں ہندہ کے انکار کرنے کی وجہ سے نہ ایجاب ہوا نہ قبول تو نکاح اول نہ ہوا، لہٰذا وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے ہندہ کا نکاح زبردستی کروایا وہ سخت گنہگار رہے۔ ان پر توبہ کرنا واجب ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۳۳)

جناب محترم جملہ مسلمان بھائیوں اور مولانا صاحب مدرسہ اسحاقیہ۔ میرا لڑکا عبدالستار تین سال چھ مہینہ سے بالکل لاپتہ رہا، وہ فرار لڑکا شادی شدہ تھا، وہ لڑکی تقریباً تین سال پانچ مہینہ اسی طرح رہی۔ اس کے والد یٰسین جی نے اپنی لڑکی کا جبراً دوسرا نکاح کروا دیا اور اب مولانا صاحب کو عرض ہے کہ آپ شریعت کے موافق فوراً فتوی دلوا دیں، کیونکہ ہمارے گاؤں میں برادری بتاریخ بارہ کو شامل ہو رہی ہے۔ فقط والسلام۔ اور نکاح کے ایک مہینہ کے بعد لڑکا آ گیا تھا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں دوسرا نکاح نہیں ہوا، عورت مذکورہ بدستور عبدالستار مذکور کی بیوی ہے۔ پنچوں پر ضروری

---

[1] الھدایہ، ص:۳۱۲، ج:۲، کتاب النکاح، مجلس برکات، مبارک پور

[2] الھدایۃ، ص:۳۰۵، ج:۲، کتاب النکاح، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

ہے کہ عورت مذکورہ کا جس دوسری جگہ نکاح کیا گیا ہے، اس کو فسخ کر دیں اور پہلی فرصت میں تفریق کرا دیں پھر اگر دوسرے شوہر نے دخول کر لیا ہے تو عورت مذکورہ عدت گزارے اور بعد عدت شوہر اول پر لوٹا دی جائے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها البيان"۔[1]

ترجمہ: مفقود کی عورت اس کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو (س)

مسئلہ (۳۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رحیم بخش نے اپنی لڑکی صغری کا نکاح فرضی طلاق نامہ حاصل کر کے غفور کے ساتھ کیا، اس کے بارے میں آپ کے دار العلوم سے فتوی بھی منگوایا گیا آپ نے قرآن وحدیث سے حرام ثابت کیا اور لڑکا لڑکی کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا لہٰذا معتبر آدمیوں نے رحیم بخش کو سنایا اور زور دے کر کہا کہ ان دونوں کو فوراً الگ کرا دیا جائے اس وقت معتبر آدمیوں کے سامنے رحیم بخش نے اقرار کیا، مگر ابھی تک اس نے اس فتوی پر کوئی عمل نہیں کیا، لہٰذا لڑکا لڑکی ابھی تک ساتھ ہیں اور کہتے ہیں ہمارا کام یوں ہی چلتا رہے گا اور کئی لوگ اس معاملے کو جانتے ہوئے بھی اس کام میں ان کی مدد بھی کرتے ہیں۔ رحیم بخش اور عبد الغفور نے گیارہویں شریف اور قربانی بھی کی ان کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں اور ان کی جنازہ کی نماز درست ہے کہ نہیں؟ شرعاً تحریر فرمائیں اور جو لوگ حرام کو حرام سمجھتے ہوئے بھی ان کی مدد کرتے ہیں، ان کے یہاں بھی کھانا پینا جائز ہے کہ نہیں؟ شرعاً تحریر فرمائیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں بغیر نکاح صحیح لڑکا اور لڑکی کا ساتھ میں رہنا ازدواجی تعلقات قائم رکھنا حرام ہے اور شرعی حکم ملنے کے بعد اپنے فعل حرام سے باز نہ آئے اور اس پر اصرار وہٹ دھرمی کرنا اور بھی حرام ہے اس معاملے کو جان بوجھ کر اور حرام کو حرام سمجھ کر ساتھ دینے والے بھی گنہگار ہوئے۔ لہٰذا اگر مسلمان بالاتفاق بطور تادیب بھی اس فعل حرام سے باز رکھنے کے لیے لین دین کے معاملات کھانا پینا بند کر دیں، تو شرعاً جائز ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

---

[1] سنن الدارقطنی، باب المہر، حدیث ۲۵۵، ج: ۳، ص: ۳۱۲، نشر السنہ ملتان

مسئلہ (۳۵)

کیا فرماتے ہیں ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں ایک عورت قریب چھ ماہ سے رہتی ہے، اس کو شیوگنج سے ایک شخص بھگا کر پنڈواڑہ لے آیا، اس نے حکومت سے پنڈواڑہ میں رپورٹ دے کر طلاق حکومت سے لے لی، اس کے پہلے والے خاوند نے طلاق نہیں دی اور ہماری پوری بستی جانتی ہے کہ یہ عورت بھاگ کر آئی ہے، اس اثنا میں اس لڑکی کے ماں باپ دونوں آئے اور آ کر کہا کہ ہماری لڑکی کو حکومت سے طلاق مل گئی ہے۔ اس لیے کوئی بھی نکاح پڑھ سکتا ہے ایسی حالت میں ہماری مسجد کے امام عطا محمد پٹھان نے جو پہلے امام تھے دو گواہ وکیل کی موجودگی میں اس عورت کا نکاح پڑھوا دیا اس حالت میں نکاح درست ہوا کی نہیں جواب عنایت فرمائیں۔ قرآن وحدیث سے عنایت فرمائیں کہ نکاح کرانے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔ فقط والسلام۔ المستفتی: نبی بخش پنڈوارہ

الجواب

صورتِ مسئولہ میں یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا چونکہ بغیر خاوند کے طلاق کے نکاح نہیں ہوسکتا شریعت اسلامیہ نے طلاق کا حق صرف شوہر کو دیا ہے[1] شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا طلاق نہیں دے سکتا۔ قرآن مجید "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ" [2]

یعنی منکوحہ (شادی شدہ) عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ کلام اس کا اٹل فیصلہ ہے قرآن مجید کے خلاف ورزی کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ لہٰذا یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا اگر امام سابق نے نافہمی سے یہ نکاح کرادیا تو انہیں فوراً علانیہ توبہ کرنا چاہیے، پہلی فرصت میں ان تمام حاضرین کے سامنے جو بوقت نکاح ثانی موجود تھے توبہ ثابت ہونا چاہیے ورنہ عنداللہ مجرم و گنہگار رہوں گے اور اس فرضی نکاح کے مرد و زن کے مابین فوراً علیحدگی کرادینی چاہیے[3] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] اللہ فرماتا ہے: "وبیدہ عقدۃ النکاح" (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (کنزالایمان) حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق شوہر کا حق ہے۔

[2] القرآن المجید، سورۃ النساء، آیت: ۲۴

[3] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاوی رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا، بہرحال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۲۶۶، ج: ۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

مسئلہ (۳۶)

جناب قبلہ مفتی اعظم حضرت مفتی اشفاق حسین صاحب۔السلام علیکم۔عرض یہ ہے کہ میرے لڑکے کی عورت زبیدہ ہے، والد صاحب کا نام انار خان ہے،قوم مہاوت رہنے والے مہاتوں کی مسجد کے پاس جودھپور۔انار خان کی لڑکی زبیدہ میرے لڑکے اسم خان ولد چاند خان،قوم مہاوت رہنے والے مہاوتوں کی مسجد کے پاس۔میرے لڑکے کی عورت مختار خان ولد ایوب خان کے ساتھ بھاک کر کورٹ میں پالی جاکر شادی کر لی ہے۔میرے لڑکے نے نہ تو طلاق دی اور نہ لڑکی والوں سے مانگی اور نہ ہی عورت نکالی گئی ہے اور لڑکی حاملہ ہے اور یہ واقعہ ۱۶/۷/۲ ۱۹۷ء کو معلوم ہوا اور لڑکی گھر سے ۱۲/۷/۲ ۱۹۷ء کو بھاگی تھی برائے کرم آپ لڑکی اور مختار کے خلاف شرعی فتویٰ دیں کہ شرع میں ایسے لوگوں کے لیے کیا سزا ہے آپ یہ فتویٰ نکال کر دیں تو آپ کا بڑا احسان ہوگا، میں آپ سے پوری امید کرتا ہوں کہ آپ ضرور فتویٰ دیں گے۔فقط والسلام۔

الجواب

خاوند کی طلاق کے بغیر لڑکی کا بھاگنا یا فرار ہونا دونوں صورتوں میں انتہائی گھناؤنا فعل ہے اور کورٹ میں خاوند کے طلاق کے بغیر لڑکی کا نکاح کر لینا حرام ہے قرآن میں ہے "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ"[1] شادی شدہ عورت سے نکاح حرام ہے،لہٰذا فوراً دونو صورتوں میں دونوں کو علیٰحدہ کر دینا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۳۷)

شیخ امام خاں کی لڑکی کا واقعہ یہ ہوا کہ دو چار آدمی مل کر کام کروایا وہ بارات دوسری لڑکی کے لیے آئی تھی سو وہ لڑکی دوسری جگہ دے دی، وہ باراتی اور دو چار آدمی مل کر، امام خاں کی لڑکی کی شادی کروادی، وہ لے کر گئے پھر لڑکی کو کہنے لگے کہ تو کس کی لڑکی ہے، اس نے بتایا کہ پہلے پوچھنا تھا، آپ کو معلوم تھا کہ میں فقیر کی لڑکی ہوں مجھے پوچھتے ہو پہلے وچار کرنا تھا انھونے یہ بات ان سے کہی، اس لڑکے نے اس کو زیور اور کپڑے لے کر لونی جنکشن پر چھوڑ گئے وہ لڑکی ایک ہندو کو ساتھ لے کر گھر آئی، اب اس لڑکے کا کہنا ہے کہ لڑکی میرے کام کی نہیں ہے۔

المستفتی: سکندر خاں پوسٹ نانڑا

---

[1] القرآن المجید، سورۃ النساء، آیت: ۲۴

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ بارات کسی دوسری لڑکی سے شادی کرنے کے لیے آئی تھی اور اس لڑکی سے نکاح نہ ہوا بلکہ بجائے اس کے امام خاں کی لڑکی سے شادی دلوادی گئی، تو اگر وقت نکاح امام خان موصوف کی لڑکی نے آئی ہوئی بارات سے ایجاب کیا اور اس لڑکے سے امام خاں کی لڑکی ہی کے متعلق نام مع ولدیت قبول کروایا گیا اور لڑکے نے امام خاں کی لڑکی سمجھ کر قبول کیا تو نکاح ہو گیا، اب لڑکے کا اس لڑکی کو چھوڑ نا اور یہ کہنا کہ میرے کام کی نہیں ہے، اس سے لڑکے کی مراد طلاق ہے تو طلاق بائن ہو جائے گی[1] اور اگر لڑکے کی بارات جس لڑکی کے لیے آئی تھی اور اس لڑکی کا نام لے کر لڑکے سے قبول کروایا گیا اور لڑکے نے پہلی لڑکی ہی سمجھ کر قبول کیا لیکن امام خاں کی لڑکی لڑکے کے ساتھ کردی گئی تو ظاہر ہے کہ نکاح نہ ہوا، لڑکی دوسرے سے شادی کرسکتی ہے۔ **هوالله تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۳۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد ابراہیم کے لڑکے محمد انعام کی منگنی ۱۰ر سال سے کی ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی دونوں کی بڑی محبت تھی دونوں راضی تھے اور جب شادی کا وقت قریب آیا، تو لڑکی کے والد نے کہا ہم اس منگنی کو چھوڑتے ہیں مگر جب لڑکی سے کہا کہ یہ منگنی چھوڑ دو تو لڑکی اپنے والد والدہ کے خلاف گئی اور بولی کہ میری منگنی جہاں ہوئی ہے وہیں شادی کروں گی اور لڑکی اپنے نانا اور ماموں کے ساتھ جا کر شہر قاضی سے نکاح پڑھوالی اور اس کے نانا ماموں بھی اس نکاح سے راضی تھے، اب دوسری جگہ پھر اس کے والد نے نکاح کروادیا لہٰذا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ اس دوسرے نکاح میں شامل تھے ان پر کیا کفارہ لازم ہے؟ جب کہ اس کی طلاق ہی نہیں ہوئی اور جو حقیقت تھی وہ بیان کردی۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس کا صحیح جواب عنایت فرمائیں کہ اس میں کون کون گناہ گار ہیں۔ جواب بذریعہ ڈاک روانہ کریں اور برائے کرم فتویٰ جلد بھیج دیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جس وقت نانا ماموں نے لڑکی کا نکاح پڑھوایا اگر لڑکی بالغ تھی اور لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہوا تو یہ نکاح جائز ہے اور دوسرا نکاح جو والد نے پڑھوایا، وہ ناجائز ہے۔ ہدایہ میں ہے: "**وینعقد نکاح**

---

[1] اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہاں اگر پہلے لفظ سے بھی کہ "تم میرے کام کی نہ رہیں" اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاق ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم۔ ص:۳۶۹، ج:۱۲، مرکز اہلسنت برکات رضا) (س، مصباحی)

الحرةالعاقلة البالغةبرضائها وان لم يعقد عليهاولیٌ بکراکانت او ثیبا[1]

ترجمہ: آزاد عاقل بالغ لڑکی نے اگر اپنی رضامندی سے پڑھ لیا تو نکاح ہوجائے گا اگر چہ اس کے ولی نے نکاح نہ پڑھایا ہو لڑکی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔(س) اور جو لوگ نکاح ثانی میں شامل تھے ان پر واجب ہے کہ سب لوگ علانیہ توبہ کریں۔ اور اگر بوقت نکاح لڑکی نابالغ تھی تو اس صورت میں نانا یا ماموں کا نکاح پڑھانا درست نہ ہوگا، جبکہ لڑکی کا باپ موجود ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "قوله عليه السلام النكاح الى العصبات من غير فصل والترتيب فی العصبات فی ولاية النكاح كالترتيب فی الارث والابعد محجوب بالاقرب"[2]

ترجمہ: نکاح کی ولایت عصبات کی طرف ہوتی ہے حدیث میں تفصیل نہیں اور عصبات میں باب نکاح کے اندر وہی ترتیب ملحوظ ہوگی جو ترتیب وراثت میں ہے اور ولی ابعد ولی اقرب کی وجہ سے محجوب ہوجاتا ہے۔(س) تو ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح پڑھانا درست نہیں لہٰذا جو نکاح باپ نے پڑھایا ہے وہ درست ہے اور پہلا باطل ہے۔

مسئلہ (۳۹)

خدمت عالی جناب مولانا ومرشدنا مولوی صاحب دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بحالت نابالغی عمر ۲۔۳/ سالہ ناسمجھی کے عالم میں ہوا اس کے باپ نے بحق ولی ایجاب وقبول کیا، ہندہ ہنوز سسرال نہیں گئی اور نہ چھوڑی گئی اور نہ باپ کو اختیارات نفس دیئے اسی دوران زید نے دوسری بیوی کر لی، جب ہندہ بلوغ کو پہنچی تو وہاں پر زید کے یہاں جانے سے انکار کر کے نامنظور کر دیا، اس کے بعد ہندہ نے فسخ نکاح کا دعوی کر دیا، عدالت باہم فریقین بہت کچھ تحقیقات کر کے بحوالہ ہائی کورٹ ممبئی الہ آباد کلکتہ جموں کشمیر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا۔ کیا اس صورت میں ہندہ کو طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ اور اس کو کیا کرنا چاہیے۔ جلد از جلد جواب عطا فرمائیں تا کہ دین اسلام کو راحت ہو۔

الجواب

چونکہ ہندہ کا نکاح اس کے باپ نے پڑھایا ہے، لہٰذا ہندہ بلوغت پر پہنچ کر اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی جب

---

[1] ہدایہ، ص: ۳۱۳، ج: ۲، کتاب النکاح باب فی الاولیاء والاکفاء مجلس برکات

[2] ہدایہ، ص: ۳۱۶، ج: ۲، کتاب النکاح باب فی الاولیاء والاکفاء، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

تک کہ زید طلاق نہ دے یا خلع نہ کرے زید ہی کے نکاح میں رہے گی، بغیر طلاق کے نکاح سے علیحدہ نہیں ہو سکتی اور طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ جو بھی فیصلہ شریعت کے خلاف ہوا ہے اس خلاف پر عمل نہیں کیا جائے گا، بلکہ شریعت کے فیصلے پر عمل کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۰)

(۱) میں حلفاً بیان کرتی ہوں کہ میں ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہوں اور ہمارے یہاں پردے کا سسٹم ہے۔

(۲) میں حلفاً بیان کرتی ہوں کہ عرصہ قریب دو سال کا ہوا کہ فیض محمد ولد روشن دین ساکن کیکر والی تحصیل ہنومان گڑھ کے پارٹی کے آدمیوں نے میرے ماتا پیتا کو وشواش دلا کر میری شادی، مقام بیکانیر فیض محمد کے ساتھ بعوض ۱۰۰۰/روپئے مہر کے کرادی۔ اور اس شادی پر میرے ماتا پیتا اور میرے بھائیوں نے دستور رواج کے مطابق چاندی وسونے کے زیورات جو میرے لیے تھے۔ سسرال والوں کی طرف چڑھائے گئے۔ اور کپڑوں کے جوڑے، گھر، بکری، پلنگ، بستر وغیرہ قیمتی سامان ۴۰۰/سو روپئے میرے دہیز میں دیے گئے اور شادی ہو جانے کے بعد مجھے مع زیورات وجہیز کے برقعہ اوڑھا کر فیض محمد اپنے گاؤں کیکر والی لے گئے۔ گاؤں لے جانے کے بعد کچھ ہی دنوں کے بعد تمام زیورات اور جو پہنے ہوئے تھے جبراً اتار کر مجھ سے چھین لیے اور جو کچھ جہیز میں دیا گیا تھا وہ سب اپنے قبضے میں کر کے الگ رکھ لیے اور کہا کہ یہ سارے سامان کپڑے وزیورات قرض لے کر خریدے گئے ہیں اور میرا برقعہ اُتار کر صندوق میں بند کر دیا اور مجھے بے پردہ کر دیا اور کہا کہ گاؤں کے کنواں سے پانی بھر کر لاؤ اور روٹیاں مانگ کر لاؤ۔ میں نے اپنے میکے میں ایسا کبھی کوئی کام نہیں کیا تھا۔ اور شادی سے پہلے فیض محمد مذکور نے میرے میکے والوں کو یہ اطمینان دلایا تھا کہ میں کیکر والی میں ۱۰۰/ماہوار کا ملازم ہوں، تمہاری لڑکی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ایسا دھوکا دیکر مجھ سے شادی کر لی کیکر والی جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ فیض محمد گداگری کا کام کرتا ہے۔ اس لیے اس نے مجھ کو مانگنے پر مجبور کیا میں نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو فیض محمد مجھ کو مارنے، پیٹنے کے لیے تیار ہو گیا اور پیٹا بھی، جس کے سبب میں بیمار ہو گئی اور گاؤں کے معزز آدمیوں کو معلوم ہونے پر ان لوگوں نے مجھے اپنے گاؤں سے بیکانیر اپنے پیر (میکے) میں چھوڑ گئے۔ جب سے اب تک فیض محمد نے میری کوئی خبر گیری نہیں لی ہے۔ جس کو قریب دو سال کا عرصہ ہو گیا اور نہ اس عرصہ میں میرے لیے کوئی نان ونفقہ کا انتظام کیا اور نہ ان کی طرف سے امید ہے کہ وہ میرے ساتھ آئندہ اچھا برتاؤ کرے گا۔ مجھ کو اس کی طرف سے جان کا

بھی خطرہ ہے اس لیے میں فیض محمد مذکور کے پاس کسی حالت میں رہنا نہیں چاہتی اور چونکہ میں نوجوان اور بالغہ ہوں۔اور میری زندگی کے ایام آئندہ بسر ہونا بہت مشکل ہے۔اس لیے میں اپنے اختیارات سے کسی اچھے اور عزت آدمی کے ساتھ نکاح ثانی کر کے زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ یہ حلف نامہ میرے حد تک ہی محدود رہے گا۔ اور نکاح ثانی کرنے والے کے مقابلے میں فیض محمد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

(۳) یہ کہ اس حلف نامہ کے واقعات میں نے اپنی ذاتی علم سے تحریر کرائے ہیں کوئی بات میں نے جھوٹ بیان نہیں کی ہے۔لہٰذا یہ حلف نامہ ہوش وحواس کے ساتھ تحریر کر دیا کہ سند رہے۔اور وقت ضرورت کام آسکے۔

نوٹس از طرف مسماۃ سلمیٰ دختر محکم دین بھائی مسلمان محلہ کھٹیکان کی باری باہر بیکانیر بنام فیض محمد اور روشن دین بھائی ساکن حال روڈ،ڈان والی تحصیل،ہنومان گڈھ

بذریعہ ہذا تم کو سوچنا (اطلاع) دی جاتی ہے کہ تم نے میرے وارثان سے غلط بیانی کر کے عرصۂ قریب دو سال ہوا کہ مجھ سے شادی کر لی اور نکاح کے وقت ایک ہزار روپیہ کی مہر مقرر کی۔اور سارے زیورات،کپڑے و دیگر سامان وغیرہ کے ساتھ تم نے میرا برقعہ بھی اتروا دیا۔اور میرے ساتھ بدسلوکی کی۔اس پر گاؤں والے معزز آدمی مجھے گاؤں سے بیکانیر میکے پر چھوڑ گئے۔جب سے اب تک تم نے میری آج تک کوئی خبر گیری نہیں لی۔اور میرا کل دھن اور جہیز کا سامان بھی رکھ کر کے خرد برد کر دیا۔اس لیے میں نے مجبوراً عدالت منصف مجسٹریٹ صاحب بیکانیر میں تاریخ ۳؍ستمبر ۱۹۶۵ء کو اپنا حلفیہ بیان تصدیق کروالیا ہے کہ میں کسی صورت سے فیض محمد کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہوں کیوں کہ بیکانیر سے کیکر والی تمہارے ساتھ جانے پر تم نے مجھ کو مارا پیٹا بھی۔

اس لیے تم کو اس تحریر کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہارے اور میرے درمیان اب کوئی حق زوجیت باقی نہیں رہا ہے اور میں اپنا نکاح ثانی تاریخ ۳؍۹؍۱۹۶۵ء سے عرصہ ایک ماہ میں کر کے آئندہ اپنی زندگی بسر کروں گی۔نکاح ثانی کرنے میں تم کو کسی قسم کی کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا،کیوں کہ میں اپنا حلفیہ بیان حسب دفعہ ۱۶۴؍ضابطہ فوجداری عدالت مذکورہ بالا دے چکی ہوں۔اس لیے یہ تحریر میری طرف سے طلاق نامہ سمجھی جائے جس کے تم پابند رہو گے۔اگر تم نے میرے خلاف کوئی بھی کارروائی اس بارے میں کی تو خرچ وہرج کے خود ذمہ دار ہو گے اس کی نقل میرے پاس موجود ہے۔

الجواب

الاول: گداگری کا پیشہ حرام ہے[1] اس لیے سلمیٰ اپنے والد کے گھر آ گئی فیض محمد اس کو نفقہ دینے سے عاجز ہے۔ احناف کے نزدیک بجز طلاق کے اور کوئی صورت نہیں جس سے سلمیٰ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے۔ البتہ امام مالک کے مذہب پر اختیار ہے کہ حکومت میں درخواست دے تا کہ کوئی مسلمان حاکم اس کے نکاح کو فسخ کرادے اور مسلمان حاکم نہ میسر ہو تو پنچایت ہی فسخ کرادینے کا اختیار رکھتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے تمام ممبر عادل ہوں اور بالاتفاق فسخ کردے بعد فسخ سلمیٰ عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ فقط۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہ: محمد مظہر اللہ عفی عنہ
جامع مسجد فتح پور دہلی

حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی نے مذکورہ بالا سطور میں جو کچھ حکم فیض محمد کی بیوی مسماۃ سلمیٰ سے متعلق دیا ہے اس کی تائید کرتا ہوں مسماۃ سلمیٰ صورت مذکورہ کے ساتھ بعد فتح عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یہ مسلک امام شافعی کا ہے۔ مجبوراً اس پر عمل کی اجازت دی جاتی ہے۔

الثانی: صورت مسئولہ یعنی فیض محمد نے مسماۃ سلمیٰ کے ولی کو دھوکا دیا وہ ایک سو روپیہ ماہوار کا ملازم ہے اور سلمیٰ کو کوئی تکلیف وغیرہ نہ ہوگی۔ لیکن گداگر ہے جو مانگنے کا کام کرتا ہے اور سلمیٰ کو بھی اس نے گداگری کے لیے مجبور کیا اس دھوکا دہی سے سلمیٰ اور اس کے ولی کو اختیار ہے کہ مسلم حاکم سے نکاح فسخ کرالے اور اگر سلمیٰ نے اس کا حال معلوم ہونے کے بعد صراحتاً یا ارادۃً اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا سلمیٰ کو فسخ نکاح کرالینے کا حق نہ رہا۔ لیکن اس کے ولی کو اختیار باقی ہے اور اگر وہاں کی عدالت کا حاکم مسلمان نہ ہو تو چند معزز آدمیوں کی ایک پنچایت بنائی جائے جس میں کم از کم ایک عالم معاملہ فہم کو بھی شریک کردے مذکورہ کمیٹی میں سلمیٰ کا ولی دعوی کرکے واقعہ بیان کرے کمیٹی تحقیق کے بعد اگر فسخ نکاح کردے گی تو شرعاً سلمیٰ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے گی اور عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ مذکورہ نوٹس وحلفیہ بیان سے جو کہ عدالت میں دیا گیا نکاح فسخ نہیں ہوا بلکہ فسخ کے لیے حکم ہے کہ سلمیٰ حاکم یا پنچایت مسلم کا حکم ضروری ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ "مایزال الرجل یسال الناس حتی یاتی یوم القیامۃ ولیس فی وجھہ مزعۃ لحم" (الصحیح لمسلم، ص: ۳۳۳، ج: ۱، کتاب الزکوۃ، باب النھی عن المسئلۃ، مجلس البرکات) ترجمہ: انسان سوال کرتا رہے گا حتی کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔ قال رسول اللہ ﷺ: "لا تلحفوا فی المسئلۃ"۔ (المرجع السابق) ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گڑگڑا کر سوال مت کیا کرو۔ (س، مصباحی)

کتاب الطلاق

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے خسر سے لوگوں کی موجودگی میں چند مرتبہ اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کیے: میرا زیور واپس کر دو میں تمہاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا، تو کیا زید کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں۔۔۔؟ حالانکہ زیور نہیں دیا گیا ہے۔ مفصل جواب تحریر فرمائیں عنایت ہوگی۔

المستفتی: محمد اسماعیل اجمیری میڑتا سیٹی ناگور۔

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق نہیں ہوئی [۱] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین مرتبہ طلاق دی، طلاق واقع ہوئی یا نہیں یہ طلاق عقد کی حالت میں دی تھی، اگر طلاق ہوگئی ہے تو قرآن وحدیث سے اس کا جواب دیا جائے۔ اور اب اس عورت کو واپس نکاح میں لانا چاہتا ہے تو زید کے لیے کیا شرائط ہیں؟ وہ عورت بھی واپس نکاح میں آنا چاہتی ہے، لہٰذا اس کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شفیع

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی، اب اگر زید اپنی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو جب تک یہ عورت

---

[۱] کیوں کہ یہ ایک وعدہ ہے اور صرف وعدہ اور ارادہ سے کوئی بھی کام پورا نہیں ہوتا کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فعل کی ضرورت ہوتی ہے۔ حموی شرح اشباہ میں ہے: "والفعل لایتم بمجرد النیة"۔ (الاشباہ والنظائر، ص:۱۰۱، ج:۱، القاعدة الاولی: لا ثواب الا بالنیة، دار الکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: محض نیت سے فعل تام نہیں ہوتا ہے۔ جواہر الاخلاطی میں ہے: "طلاق میکنم طلاق بخلاف قوله کنم لانه یتمحض الاستقبال"، ترجمہ: "طلاق میکنم"، (حال ہونے کی وجہ سے) طلاق ہے، اس کے برخلاف "طلاق کنم"، کہا تو طلاق نہ ہوگی کیوں کہ یہ محض استقبال ہے۔ (جواہر الاخلاطی، ص:۶۹، فصل فی طلاق الصریح، قلمی نسخہ) (س، مصباحی)

عدت طلاق نہ پوری کرلے کسی سے بھی نکاح نہیں کرسکتی ہے، جب عدت پوری ہوگئی اور زید کے نکاح میں دوبارہ آنا چاہتی ہے تو اس کے لیے حلالہ شرط ہے، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ یہ عورت زید کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، ہمبستری ضروری ہے، پھر اس سے طلاق حاصل کرے جب آدمی طلاق دے دے تو پھر مذکورہ عورت عدت پوری کرے اور جب عدت پوری ہوجائے تو اب زید اس عورت سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے: "وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا و ید خل بها"۔ [1]

ترجمہ: اگر کسی نے آزاد عورت کو تین طلاق دی تو اس کے لیے یہ عورت حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس عورت سے دخول بھی کرے۔ (س)۔ اور ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی عورت کو تین طلاق دی، پھر اس عورت نے عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے شوہر نے بغیر مجامعت کے طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت زوج اوّل کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرا شوہر اس سے مجامعت نہ کرے [2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[1] ہدایہ، ص: ۳۹۹، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

[2] پوری حدیث اس طرح ہے: "عن عائشة قالت طلق رجل امراته فتزوجت زوجا غیره فطلقها و کانت معه مثل الهدبة فلم تصل منه الی شئی تریده فلم یلبث ان طلقها فاتت النبی ﷺ فقالت یا رسول الله ان زوجی طلقنی وانی تزوجت زوجا غیره فدخل بی و لم یکن معه الا مثل الهدبة فلم یقربنی الا هنة واحدة ولم یصل منی الی شئی افاحل لزوجی الاول فقال رسول الله ﷺ: لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الآخر عسیلتك و تذوقی عسیلته"۔ (صحیح البخاری، ص: ۷۹۲، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب من قال لامراته انت علی حرام، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس نے اس کے علاوہ سے نکاح کرلیا پھر اس نے بھی طلاق دے دی اور اس کے ساتھ کپڑے کے چھور کی طرح تھا (نامرد تھا) وہ مراد (یعنی لذت جماع) کو نہ پا سکی وہ تھوڑی دیر نہ ٹھہری ہوگی کہ اس کو طلاق دے دی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میں نے اس کے علاوہ سے نکاح کیا وہ میرے پاس آیا جبکہ اس کے ساتھ کپڑے کے چھور کی طرح تھا اس نے میرے ساتھ صرف ایک مرتبہ وطی کی اور مجھ سے کچھ نہ پا سکا ہے کیا میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے لطف اندوز ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا"۔ (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰) ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ (کنزالایمان) (س)

مسئلہ (۳)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خط لکھا، جس میں تین طلاق لکھا جیسے طلاق کا پورا مضمون لکھا جاتا ہے اور شریعت کے مطابق عورت کو تین طلاق واقع ہوگئی، لیکن عورت کو یہ خط نہیں سنایا اور نہ عورت کو یہ معلوم ہوسکا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق لکھ دیا ہے، حالاں کہ وہ اپنے ہی شوہر کے گھر رہتی ہے مگر اس کا شوہر اس سے علیٰحدہ رہتا ہے کیوں کہ اس کو پتہ ہے کہ میں نے اس کو طلاق دے دیا ہے، اس وجہ سے علیٰحدہ رہتا ہے، اس طرح قریب چار مہینے ہوگئے ہیں، اب یہ شخص کہتا ہے کہ میرے لیے وہ عورت کیسے حلال ہوگی، میں اس عورت کو واپس نکاح میں لانا چاہتا ہوں، آپ مہربانی فرما کر مکمل جواب دیں، اللہ آپ کو جزاے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں طلاق ہوگئی عورت کا نہ جاننا مانع طلاق نہیں ہے[1] اب اگر شخص مذکور اسی عورت کو دوبارہ نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بعد عدت وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس سے کم از کم ایک مرتبہ صحبت وہم بستری کرے۔ پھر وہ شخص اس کو طلاق دے اور عدت گزر جائے عدت گزر جانے کے بعد پہلے شخص کے نکاح میں آسکتی ہے اس کو حلالہ کہتے ہیں[2]۔ عدت کی مدت تین حیض ہے اگر

---

[1] جیسا کہ درمختار میں ہے: "ومبدأ العدة بعد الطلاق وان جهلت المراةُبها"۔ (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۲۰۲، ج:۵، كتاب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلميه، بيروت) ترجمہ: عدت کی ابتدا طلاق کے بعد سے ہے، اگرچہ عورت طلاق سے بے خبر رہی۔

[2] ہدایہ میں ہے: "وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها" (ہدایہ، ص:۳۹۹، ج:۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ترجمہ: اگر کسی نے آزاد عورت کو تین طلاق دی تو اس کے لیے یہ عورت حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس عورت سے دخول بھی کرے۔

حدیث شریف میں ہے: "عن عائشةقالت طلق رجل امراته فتزوجت زوجا غيره فطلقها وكانت معه مثل الهدبة فلم تصل منه الى شئى تريده فلم يلبث ان طلقها فاتت النبى ﷺفقالت يا رسول الله ان زوجى طلقنى وانى تزوجت زوجا غيره فدخل بى و لم يكن معه الا مثل الهدبةفلم يقربنى الا هنة واحدةولم يصل منى الى شئ افاحل لزوجى الاول فقال رسول الله ﷺ: لا تحلين لزوجك الاول حتى يذوق الآخر عسيلتك و تذوقى عسيلته" (صحیح البخاری، ص:۷۹۲، ج:۲، كتاب الطلاق، باب من قال لامراته انت على حرام، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس نے اس کے علاوہ سے نکاح کرلیا پھر اس نے بھی طلاق دے دی اور اس کے ساتھ کپڑے کے جھور کی طرح تھا (نامرد تھا) وہ اپنی مراد (لذت جماع) کو نہ پاسکی وہ تھوڑی دیر نہ ٹھہری ہوگی کہ اس کو طلاق دے دی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حاملہ نہ ہو اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہو جائے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اب حلالہ کے لیے کسی دوسرے کو دینے سے ڈر رہا ہے کہ اگر وہ طلاق واپس نہ دے، لہٰذا ہمیں اس مسئلہ کا بروے شرع فتوی عطا فرمائیں۔

المستفتی: عبدالغفار بھیلواڑہ

الجواب

اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے، تو ایسی صورت میں ان دونوں کا نکاح آپس میں نہیں ہوسکتا جب تک یہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور وہ دوسرا مرد اس سے کم از کم ایک مرتبہ صحبت و ہم بستری نہ کرے اور پھر دوسرا شخص طلاق دیوے پھر بعد عدت شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے[2]

(گذشتہ صفحے کا بقیہ) یارسول اللہ ﷺ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میں نے اس کے علاوہ سے نکاح کیا وہ میرے پاس آیا جبکہ اس کے ساتھ کپڑے کے جھور کی طرح تھا اس نے میرے ساتھ صرف ایک بار وطی کی اور مجھ سے کچھ نہ پاسکا ہے کیا میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تو اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے لطف اندوز ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا"۔ (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰) ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ (کنز الایمان)

---

[1] فتاوی عالم گیری میں ہے: "اذا طلق امراته طلاقا بائنا او رجعيا او ثلاثا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء والعدة لمن لم تحض ثلثة اشهر وعدة الحامل ان تضع حملها ملتقطا" (فتاوی عالم گیری، ص: ۵۳۶، ج: ۱ کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن یا رجعی یا تین طلاق (مغلظہ) دی یا بغیر طلاق کے دونوں کے درمیان جدائیگی ہوگئی اور وہ عورت آزاد، حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے اور جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت تین مہینہ ہے اور حاملہ کی عدت بچہ جننے تک ہے۔ (س، مصباحی)

[2] ہدایہ میں ہے: "وان كان الطلاق ثلاثا في الحرة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها" (ہدایہ، ص: ۳۹۹، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ترجمہ: اگر کسی نے آزاد عورت کو تین طلاق دی تو اس کے لیے یہ عورت حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس عورت سے دخول بھی کرے۔

اوراگرایک یادوطلاق ہےتو نکاح ہوسکتا ہےحلالہ کی کوئی ضرورت نہیں۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رحیم بخش کی لڑکی رضیہ بانو جس کا خاوند محمد حنیف تقریبا چارسال ہوئے کہ اپنی بیوی رضیہ بانو کو چھوڑ کر چلا گیا ہے اور لا پتہ ہے نہ تو اس کی خبر اور نہ کوئی خط و کتابت ہے، لا پتہ ہونے کی وجہ، جھگڑا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جب اس کے یہاں اسپتال میں بچہ پیدا ہوا اور لڑکی کو اسپتال سے چھٹی ملی تو اس کی رضامندی سے لڑکی گھر چلی گئی اب اس کے خاوند نے کہا کہ تو گھر کیوں چلی گئی۔ صرف یہ وجہ تھی، اب لڑکی قریب چارسال سے گھر بیٹھی ہوئی ہے۔ لہٰذا علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں اور کیا یہ لڑکی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں شوہر اپنی بیوی کو مارتا بھی تھا اور شراب وغیرہ بھی پیتا تھا لیکن اس نے طلاق وغیرہ نہیں دی ہے۔

الجواب

اگر اس عرصہ میں تلاش وجستجو حتی الامکان کرنے پر بھی رضیہ کے شوہر کا پتہ نہ چلا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور وہ مضطر ہے حالت ملجئہ میں ہے، تو وہ حاکم اسلام کے یہاں درخواست پیش کرے، حاکم اس کے بعد تحقیق وتلاش کے لیے چارسال کی مدت مقرر کرے گا ان چارسالوں میں بھی تلاش وجستجو کے باوجود شوہر کی حیات ووفات کی خبر نہ ملے تو رضیہ پھر حاکم کے یہاں رجوع کرے حاکم بعد تحقیق شوہر کی وفات کی خبر دے گا رضیہ عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ جہاں حاکم اسلام نہ ہو جیسے آج کل ہندوستان میں تو وہاں اس شہر کا جو اعلم علما بلد سنی صحیح العقیدہ مرجع فتوی ہو وہ حاکم اسلام کے حکم میں ہے، اس مدت تک رضیہ صبر کرے اور ذریعہ معاش نہ ہو تو محنت ومزدوری کر کے گزارہ کرے، خدا سے ڈرے، نفس پر قابو نہ ہو تو روزہ رکھے اور مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس ارشاد عالی پر نظر رکھے "هی امراة ابتليت فلتصبر حتى ياتيها البيان"۔[2]

---

[1] جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے: "اذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعيةاو تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها" (الفتاویٰ الہندیہ، ص:۴۷۰، ج:۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة الخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) جب مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دی تو عدت کے اندر عورت سے رجعت کرسکتا ہے۔ ارشانی ربانی ہے: "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان" (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۲۹) ترجمہ: یہ طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (کنزالایمان) (س، مصباحی)

[2] ہدایہ، ص:۶۲۲، ج:۲، کتاب المفقود، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

ترجمہ: یہ ایسی عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ عزوجل نے آزمائش میں ڈالا ہے تو چاہیے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کی خبر آجائے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح ،فقیر مصطفی خاں رضا غفرلہ

مسئلہ (۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان بنام امام شاہ ولد سلطان شاہ کے پاس ایک عورت بغیر نکاح کیے ہوئے کئی برس سے ہے، اس عورت سے ایک بچہ بھی ہے، اب دونوں نکاح کرنے پر راضی ہیں تو عدت وغیرہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

المستفتی: حاجی سید کرم علی شاہ

الجواب

اگر عورت مذکورہ کنواری یا غیر شوہر والی تھی تو اس میں عدت کی ضرورت نہیں نکاح ہوجائے گا بلکہ پہلی فرصت میں نکاح کر کے اس فعل حرام سے بچیں اور توبہ کریں[2]۔ اور اگر شوہر والی تھی اور اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے سے

---

[1] اس بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ ہے: عورت ستر سال کی مدت تک انتظار کرے اس مدت کے گزر جانے پر قاضی اس کی موت کا حکم دے، بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت گزارے اس کے بعد وہ جس سے چاہے نکاح کرے۔ فتح القدیر میں ہے:
"عندی الاحسن سبعون لقوله علیه الصلوٰة و السلام اعمار امتی مابین الستین الی السبعین فکانت المنتهی غالبا" (فتح القدیر، ص:۲۷۴، ج:۵، کتاب المفقود، نوریہ رضویہ سکھر) ترجمہ: میرے نزدیک ستّر بہتر ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عمر ساٹھ اور ستّر کے درمیان ہے تو آخری حد غالبا معتبر ہے۔ جواہر الاخلاطی میں ہے: "انه احوط و اقیس وعلیه الفتوی" (جواہر الاخلاطی، ص:۱۲۲، کتاب المفقود، قلمی نسخہ) ترجمہ: یہی احتیاط اور قیاس کے زیادہ موافق ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کا حکم دیا جائے تو عورتوں کو لمبی عمر تک انتظار کرنا پڑے گا اس لیے آج کے زمانے کی حالت اور عورت کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے ہمارے علمانے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق فتوی دیا ہے جو یہ ہے "واذا مضی له اربع سنین یفرق القاضی بینه و بین امراته وتعتد عدة الوفاة ثم تتزوجت من شاء ت"۔
(ہدایہ ص:۶۲۲، ج:۲، کتاب المفقود، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور جب شوہر کے چار سال گزر جائیں تو قاضی اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کردے گا پھر وفات کی عدت گزارنے کے بعد عورت جس سے چاہے شادی کرسکتی ہے۔
اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک فتوے میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حنفی وقت تحقق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کرسکتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۳۲۰، سنی دار الاشاعت، مبارک پور) (س، مصباحی)

[2] ہدایہ میں ہے: "وان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح" (ہدایہ، ص:۳۱۲، ج:۲، کتاب النکاح، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور اگر نکاح ایسی عورت سے کیا جو زنا سے حاملہ ہوئی ہو تو نکاح صحیح ہے۔ (س، مصباحی)

ناجائز تعلقات قائم کر لیے تو اس صورت میں تاوقتیکہ طلاق نہ ہو جائے نکاح نہیں ہو سکتا[1] اور طلاق کے بعد عدت گزارنا واجب ہے بعد ختم عدت نکاح ہو سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی احمد کی زوجہ قمر جہاں اپنے میکے میں تھی، ۲ رشوال کو احمد اپنی بیوی کو لینے سسرال گیا تو اس کی بیوی (قمر جہاں) کی والدہ اور ماموں نے بھیجنے سے انکار کر دیا اور اسی وجہ سے ان کا آپس میں جھگڑا شروع ہوا، قمر جہاں کی والدہ نے کہاں کہ تم میری بیٹی کو مار پیٹ کرتے ہو اور آپس میں بنتی نہیں ہے اس لیے تم میری لڑکی کو طلاق دے دو، اس پر احمد نے غصہ میں کہا کہ تم میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا، اس کے بعد احمد کے والدین آ گئے اور جھگڑا طول پکڑ لیا، محلہ کے لوگ شور شرابا سن کر اس کے گھر آ گئے اور اس کے بعد یہ طے ہوا کہ اس کے متعلق فتوی منگوایا جائے تو دار العلوم شاہ عالم صاحب احمد آباد سے فتویٰ منگوایا گیا تو وہاں سے جواب آیا کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی چونکہ کوئی ایسا نوع نہیں ہے جس سے کہ طلاق واقع ہو جائے لہٰذا سوال کے مطابق طلاق نہیں ہوئی، لیکن لڑکی والوں نے اس فتوی کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ یہ سوال غلط ہے، اسی قسم کے فتاوے اور بھی منگائے گئے لیکن ان کو ان سے بھی تسلی نہیں ہوئی۔ ماہ محرم یعنی چار مہینے کے بعد چند افراد جمع ہوئے اور رات کو ایک بجے کے قریب احمد کو نیند سے جگا کر بلایا گیا اور پوچھا کہ تم نے ۲ رشوال کو کیا کہا تھا احمد نے اس وقت یہ کہا کہ میں نے یہ کہا تھا: ''میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا'' لڑکی والوں نے جو زیور ہے اب تک واپس نہیں کیا اور شروع میں دو شوال کے گواہ جب کہ جھگڑا ہوا تھا اور اس وقت کے موجودہ گواہ بھی یہی کہتے ہیں کہ احمد نے یہی الفاظ کہے تھے کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا۔ دو شوال کو جھگڑا ہوا اور چھ شوال کو حکیم ملا محمد صاحب کے دواخانہ میں پنچایت ہوئی، اس وقت لڑکی کے والد اور ماموں موجود تھے اور محلہ والے بھی جو اس وقت یعنی جھگڑے کے وقت موجود تھے لڑکی کے والد اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے علاوہ اس کے شہر کے اور حضرات بھی موجود تھے اور احمد کے والد وغیرہ بھی موجود تھے، اس وقت تمام موجودہ لوگوں کے سامنے گواہوں نے وہی الفاظ پھر دہرائے یعنی احمد نے کہا کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا۔ اسی قسم کے جھگڑے اور کش

---

[1] فتاوی عالم گیری میں: ''لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذلك المعتدة کذا فی السراج الوھاج''۔ (فتاویٰ ہندیہ، ص:۳۴۶، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں) (س، مصباحی)

مکش میں اتنا عرصہ گزر گیا اور اب تک کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مہربانی فرما کر قرآن و حدیث شریف و سنت کے اصول پر جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔فقط والسلام۔

المستفتی: مستری محمد اسماعیل میڑتا سیٹی

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

صورت مذکورہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی[1]۔اور جب کہ طلاق واقع نہیں ہوئی تو اس جھگڑے کو ختم کر دیا جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی احمد نے اپنی زوجہ قمر جہاں کو بتاریخ ۵ رفروری ۱۹۶۵ء کو چند مرتبہ کہا کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دیتا ہوں یہ الفاظ احمد نے عید الفطر کی دوسری تاریخ ۱۳۸۴ھ کو کہے،ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ وہ زیور ابھی تک نہیں دیا گیا ہے اس کے بعد تاریخ ۹ فروری ۱۹۶۵ء کو کچھ مسلمانوں نے پنچایت کر کے طرفین کو فرمائش کی اور ایک ماہ کی مدت میں فتوی شریف کا طلاق نہ ہو جانے کے بابت منگانا طے ہوا،ایک فتویٰ میں لکھنے والے طلاق کے بجائے طاق لکھ دیا اور ایک فتویٰ میں اس طرح کی بات واقع کے خلاف طلاق دے دوں گا لفظ لکھا گیا تھا،مگر صحیح لفظ یہ ہیں کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دیتا ہوں۔ یہ چیز تاریخ ۱۶ رمئی ۱۹۶۵ء کو طے ہوئی جب لڑکے سے صحیح الفاظ معلوم کیا گیا ایسی صورت میں تین ماہ سے اوپر فتوی کے منگانے میں پورے ہو گئے،اب طرفین میں رضامندی ہوگئی ہے کچھ محبان لوگ آپس میں راضی نامہ کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور احمد اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے اور قابل اطمینان ضمانت و ہر طرح کی وفاداری کرنے کو تیار ہے،

---

[1] چونکہ یہ ایک وعدہ ہے اور صرف وعدہ سے کوئی بھی کام پورا نہیں ہوتا کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فعل کی ضرورت ہوتی ہے۔ حموی شرح اشباہ میں ہے: "والفعل لایتم بمجرد النیة"۔ (الاشباہ والنظائر،ص:۱۰۱،ج:۱،القاعدۃ الاولی:لاثواب الا بالنیۃ،دار الکتب العلمیہ،بیروت) ترجمہ:فعل محض نیت اور ارادہ سے پورا نہیں ہوتا۔

جواہر الاخلاطی میں ہے:"طلاق میکنم طلاق بخلاف قولہ کنم لانہ یتمحض الاستقبال" ترجمہ:''طلاق میکنم'' (حال ہونے کے سبب) طلاق ہے،اس کے برخلاف ''طلاق کنم'' کہا تو طلاق نہ ہوگی کیوں کہ یہ محض استقبال ہے۔(جواہر الاخلاطی، ص:۶۹،فصل فی طلاق الصریح،قلمی نسخہ) (س،مصباحی)

بچی کا باپ بھی لڑکی کو بھیجنے میں معترض نہیں ہے۔فقط شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: حبیب نور

الجواب

اس سے پہلے بھی شخص مذکور کے متعلق دو مرتبہ استفتے اورآ چکے ہیں، پہلی مرتبہ جو کہ ۱۵رفروری ۱۹۵۶ء کا تحریر کردہ ہے اس میں یہ الفاظ تھے ''کہ میرا زیور واپس کردو میں تمہاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا'' دوسری مرتبہ سوال میں یہ درج تھا ''کہ قمر جہاں کی والدہ نے کہا کہ میری لڑکی کو مار پیٹ کرتے ہو آپس میں بنتی نہیں ہے تم میری لڑکی کو طلاق دے دو اس پر احمد نے غصہ میں آکر کہا کہ تم میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا''۔ ۱۳رصفر المظفر ۱۳۸۵ھ کو ان دونوں استفتوں کا حکم دیا جا چکا ہے جو کہ آپ کے یہاں موجود ہے ملاحظہ کیجیے۔اب تیسری مرتبہ کے سوال میں یہ درج ہے کہ مسمی احمد نے اپنی زوجہ مسماۃ قمر جہاں کو بتاریخ ۵رفروری ۱۹۶۵ء کو چند مرتبہ کہا کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دیتا ہوں، پہلے دو مرتبہ کے استفتوں میں ''دے دوں گا'' ہے اور اس سوال میں ''دیتا ہوں ہے'' حقیقت امر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب تک بھی پوشیدہ ہے۔

دو پنچایت: ان واقعات کے متعلق دو پنچایت ہوئیں پہلی پنچایت ۹رفروری ۱۹۶۵ء کو ہوئی (واقعہ کے صرف چار روز بعد) اور اس میں یہ طے کیا گیا کہ ایک ماہ کی مدت میں فتوی شرع شریف کا طلاق نہ ہوجانے کے بابت منگانا طے کیا گیا، نہ ہوجانے کے نیچے قلم زد ایک لفظ ہوجانے بھی ہے، اگر غلطی سے قلم زد کردیا گیا ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ اس پنچایت نے یہ طے کیا کہ طلاق ہونے یا نہ ہونے سے متعلق فتوی منگایا جائے، اور یہ ظاہری امر ہے کہ اسی مجلس میں لڑکے سے اور شاہدین سے دریافت کیا ہوگا۔اس کے بعد سوال قائم کیا ہوگا، پھر دوسری مجلس میں لڑکے سے دریافت کیا گیا تو کیا لڑکے نے یہ بھی کہا ہے کہ میرا پہلا بیان غلط ہے اور صحیح بیان یہ ہے اور اس پر گواہوں نے شہادت دی اس کی تفصیل درکار ہے۔

یہ پنچایت اسی موضوع پر تھی تو یقیناً لڑکے اور شاہدین سے دریافت کیا ہوگا کہ تم نے کیا کہا اور کیا سنا جبھی تو اتنے یقین کے ساتھ لکھا کہ فتوی شرع شریف کا طلاق نہ ہوجانے بابت منگانا طے کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ تمام پنچوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ صورت ہذا میں طلاق نہ ہوگی یہ یا تو لڑکے یا شاہدین کے بیان سے طے کیا ہوگا یا کسی واقف کار سے معلوم کرکے اس کے بعد فتوی اپنے اسی طے شدہ امر کی تصدیق کے لیے منگائے۔

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

دوسری پنچایت ۱۶؍مئی ۱۹۶۵ء یعنی واقعہ سے تین ماہ گیارہ روز بعد ہوئی، اس پنچایت کا ماحصل یہ ہے کہ لڑکے نے یہ بیان دیا کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دیتا ہو یعنی پہلے بیان کے خلاف جس دوسری مجلس مین بھی مسمی احمد سے معلوم کیا گیا تو اس وقت ان صاحبان سے بھی معلوم کرتے جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ان کے بیانات قلم بند کر کے روانہ کیے جاتے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ پہلی پنچایت میں جو لوگ موجود تھے کیا وہ اس میں بھی موجود تھے اور اگر موجود تھے تو انھوں نے اپنے سابقہ فیصلہ سے متعلق کیا کہا اور جو چیز انھوں نے طے کر لی تھی اس کے بارے میں کیا کہا یا وہ اس کا اقرار کریں کہ ہم نے غلط طے کیا تھا اس کا جواب ضروری ہر دو پنچایتوں پر استفتوں سے اشتباہ پیدا ہو رہا ہے بایں وجہ کہ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں، پہلی پنچایت اور بیان واقعہ سے صرف چار روز اور دس روز بعد کا ہے اور یہ تیسری پنچایت ۳؍ماہ گیارہ روز بعد کی ہے، اب نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں پنچایتوں میں کون حق پر تھا بظاہر اجتماع ضدین ہے، کیا یہ آپ لوگوں نے بنا لیا ہے کہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ ان تمام واقعات کی روشنی میں آپ کا یہ سوال تشنہ رہ گیا اور بعض پہلو اجاگر نہ ہو سکے اس لیے ہم نے بھی۔ مندرجہ ذیل سطور میں مشروط حکم دیا ہے۔

اب حکم سنیے اگر واقعہ یہی ہے جیسا کہ صورت مذکورہ میں ہے کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا۔ تو اس صورت میں وعدۂ طلاق ہے، تو جب تک نہیں دے گا اُس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں صراحت موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

مسئلہ (۹)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ غیاث الدین بن نصیر الدین قوم سید چوڑی گر، ساکن جودھپور کا نکاح حسینہ بنت مددعلی قوم سید چوڑیگر ساکن جودھپور سے ۱۰؍مارچ ۱۹۵۶ء کو ہوا تھا، ابھی حسینہ مذکورہ کی رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی کہ فریقین میں اختلاف ہو گیا، اسی اختلاف کے دوران غلط فہمی کی بنا پر حسینہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا، بعد نکاح یہ بھی معلوم ہوا کہ غیاث الدین نے طلاق نہیں دی تھی، لیکن جب اس بات کی تحقیق دیگر اشخاص نے کی تو غیاث الدین نے یہ کہا کہ پہلے تو میں نے طلاق نہیں دی تھی لیکن نکاح کے بعد دیدی ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتیان: انصار، مددعلی، عباس علی، منظور احمد، جودھپور

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

الجواب

صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی مگر چونکہ طلاق بعد نکاح دی ہے، اس لیے نکاح دوبارہ ہوگا[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۰)

سکندر خان ولد کالو خان سوجت والا لکھ دیتا ہوں کہ میری زوجہ سائدہ بنت بہادر خاں پالی والے فی الحال جودھپور رہنے والے کی لڑکی سائدہ جو میرے نکاح میں تھی، جس کو میں آج سنت کے موافق طلاق دیتا ہوں یعنی طلاق دے دی ہے اس میں میری زوجیت کا کوئی حق نہیں میں اپنی خوشی سے طلاق دیتا ہوں یعنی طلاق دے دی ہے اس میں کسی کا دباؤ نہیں ہے میں نکاح کرنے کے بعد نہ تو اپنی زوجہ کو گھر لے گیا ہوں نہ میں خوش تھانہ میں نے خلوت کی ہے اس لیے شریعت کی رو سے مجھ پر عدت ہے یا نہیں؟ موافق شرع مجھے حکم دیا جائے۔

الجواب

مندرجہ بالا صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی اگر فی الواقع خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے تو عدت واجب نہیں[2]۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۱)

میں حلف سے بیان کرتا ہوں کہ بروز بقرعید ۸ / تاریخ کو میرے سسر میری عورت کو لینے کے لیے آئے اور میری والدہ سے کہا کہ میں عبد الرشید سے مل کر آیا ہوں اور اس نے چائے پانی پلائی ہے اور میری لڑکی کو بھیج دو، ان کے کہنے پر میری والدہ نے میری عورت کو بھیج دیا، جب میں ساڑھے دس بجے اپنی دکان سے کھانا کھانے کے لیے

---

[1] فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذالك المعتدة کذافی السراج الوهاج"۔ اھ (الفتاوی الهندیہ، ص:۳۴۶، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی تتعلق بها حق الغیر، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں) (س، مصباحی)

[2] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها"۔ (القرآن المجید، سورۃ الاحزاب، آیت:۴۹) ترجمہ: جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو۔ (کنز الایمان) (س، مصباحی)

آیا، تو میں نے اپنی عورت کے بارے میں اپنی بھابھی سے دریافت کیا، تو اس نے کہا کہ تمہارے سسر لے گئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کس کے کہنے سے بھیجی، تو میری بھابھی نے کہا کہ وہ تمہارا نام لیتے تھے کہ تم نے کہا ہے، اس پر مجھے غصہ آیا تو میں سائیکل لیکر کمہاری اور باسنی کے درمیان ان کو پکڑ لیا اور ان سے تاکید کی کہ اس کو واپس میرے ساتھ روانہ کردو اس پر میرے سسر نے انکار کردیا پھر میں نے اپنی عورت سے کہا تو وہ کھڑی ہوگئی مگر میرے سسر نے ہاتھ پکڑ کر ساتھ کرلیا اس پر میں نے کہا کہ اگر تم میرا زیور دے دو تو میں طلاق دے دونگا اس پر میرے سسر نے دیکھا کہ بات بگڑ رہی ہے تو انھونے کہا کہ چلو گاؤں میں اس کو واپس بھیجتا ہوں اس پر میں ان کے ساتھ گاؤں گیا، اور میرے سسر نے میرے کا کا سسر کو بلایا انھونے غصہ میں مجھ کو مار پیٹ کی جب مجھے زیادہ مارا تو میں نے کہا کہ لاؤ کاغذ پنسل میں لکھ دیتا ہوں اس پر میرے سسر نے کہا کہ آپ ۱۱ر تاریخ کو آنا میں بھیج دوں گا اس پر میں ۱۱ر تاریخ کو گیا تو انھونے میری دعوت کی اور پھر کہا کہ آپ اپنی بھابھی کو اور بھائی کو بھیج دینا میں بھیج دونگا اس پر میری بھابھی اور بھائی گئے تو انھونے کہا کہ دو چار روز میں بھیج دیں گے اس کے بعد میرے دادا محرم کی تین تاریخ کو گئے تب بھی میرے سسر نے کہا کہ دو چار روز میں بھیج دوں گا مندرجہ بالا بیان سے میرا سوال علمائے کرام سے ہے کہ کیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں زیور مانگا مگر زیور نہیں دیا۔

المستفتی: رشید احمد

الجواب

اگر شخص مذکور نے صرف یہی کہا ہے کہ تم میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا تو اس جملے سے طلاق نہیں ہوئی، الحاصل اگر صرف یہی کہا ہے کہ میرا زیور دے دو میں طلاق دے دوں گا، اس سے طلاق نہیں ہوئی[1]۔ واللہ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] کیوں یہ وعدہ ہوا اور کوئی بھی کام صرف اس کا ارادہ اور وعدہ کر لینے سے پورا نہیں ہوتا مستقل فعل کی ضرورت ہے۔ حموی شرح اشباہ میں ہے: "والفعل لایتم بمجرد النیة"۔ (الاشباہ والنظائر، ص:۱۰۱، ج:۱، القاعدۃ الاولی: لا ثواب الا بالنیة، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: فعل محض نیت وارادہ سے پورا نہیں ہوتا۔

جواہر الاخلاطی میں ہے: "طلاق میکنم طلاق بخلاف قوله کنم لانه یتمحض الاستقبال" ترجمہ: "طلاق میکنم" حال ہونے کی وجہ سے طلاق ہے، اس کے برخلاف "طلاق کنم" کہا تو طلاق نہ ہوگی کیوں کہ یہ محض استقبال ہے۔ (جواہر الاخلاطی، ص:۶۹، فصل فی طلاق الصریح، قلمی نسخہ) (س، مصباحی)

مسئلہ (۱۲)

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام مسائل ذیل میں کہ میاں بیوی میں کوئی نفاق نہیں ہے خوش وخرم رہتے ہیں۔لڑکے کے تایا اورلڑکی کے والد کے مابین باہم لین دین کے معاملے میں ایک سال سے نفاق چلا آرہا ہے۔لڑکے کے تایا نے لڑکے کی طرف سے طلاق نامہ لکھ کر اورلڑکے کے دستخط کرا کر بذریعہ رجسٹری ڈاک سے لڑکی کے نام سے روانہ کی جو لڑکی کے والد نے وصول کیا لڑکی نے طلاق نامہ نہیں لیا نہ لڑکے نے دیا لڑکی لڑکا دونوں نابالغ ہیں،لڑکے اورلڑکی کے والد کو اس کا علم نہ تھا کہ لڑکے کی طرف سے طلاق نامہ دیا گیا یہ کاروائی سب تایا کی طرف سے کی گئی ہیں کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟اورلڑکے نے نہ طلاق نامہ دیا اور نہ لڑکی نے لیا،دونوں بالغ ہیں۔

کیا لڑکے کے والدین چچا یا تایا کو بالغ لڑکے کی اجازت کے بغیر طلاق دینے کا شریعت میں کوئی حق دیا گیا ہے۔

الجواب

طلاق دینے کا اختیار صرف شوہر کو ہے اورشوہر کا عاقل،بالغ ہونا بھی شرط ہے[۱] لڑکے کا ولی خواہ باپ دادا ہو یا تایا، چچا طلاق نہیں دے سکتا اور نہ ان کے طلاق دینے سے طلاق ہوگی،اگر واقعہ یہی ہے کہ لڑکے کے تایا نے بغیر لڑکے کے علم میں لائے ہوئے دستخط کرا لیے لڑکے کو قطعاً علم نہیں تو ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوئی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۳)

میں نسیمن بنت کچرو خان قوم شیخ سنی المذہب بالغ عمر سترہ سال ساکن جودھپور حلف سے بیان کرتی ہوں کہ میری شادی جب ارواج قومی سے شریعت محمدی کے موافق مسمی عبدالمجید ولد رسول بخش جی جوریگڑ ساکن پالی کے ساتھ تین سال پہلے ہوئی تھی جب سے میں اپنے ماں باپ کے یہاں بیٹھی ہوں صرف دو دفع ہی اتنے عرصہ میں پالی گئی دو دن رہ کر دونوں دفعہ لڑ جھگڑ کر واپس پہنچا دیئے وہ مجھے رکھنا نہیں چاہتے تھے چھ ماہ ہوئے اس نے مجھے تین طلاق بائن دے کر مجھے اپنی زوجیت سے آزاد کر دیا اب میں اپنے نفس کی مختار کل ہوں۔

المستفتیہ: نسیمن کچرو خان جی۔جودھپور

---

[۱] اللہ فرماتا ہے:"وبیدہ عقدۃ النکاح" (القرآن المجید،سورۃ البقرۃ،آیت:۲۳۷) ترجمہ:جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔(کنزالایمان) حدیث شریف میں ہے:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ،ص:۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ:یقیناً طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے۔(س،مصباحی)

الجواب

صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئی اور عورت مذکورہ بعد ختم عدت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ عبد الجبار نامی ایک شخص نے اپنی زوجہ سلمیٰ کے گھر یعنی اپنے سسرال گیا اور جانے کے بعد اپنی بیوی سلمیٰ سے یہ کہتا ہے، تمہیں چلنا ہو تو فورا میرے ساتھ چلو ورنہ تمہیں تین طلاق اور وہ اسی قسم کے الفاظ بارہا اپنے سسرال جا کر بیوی سے کہتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ برائے کرم از روئے شرع فتوی صادر فرما کر مشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی، اور جہاں تک ہوسکے جلد از جلد جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ المستفتی: عبداللہ جودھپور

---

[1] طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شوہر اول کی طرف رجوع کرنا چاہتی ہے تو دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستری بھی کرے بعدہ شوہر اول سے نکاح کرے جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و ید خل بھا" (ہدایہ، ص:۳۹۹، ج:۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ترجمہ: اگر کسی نے آزاد عورت کو تین طلاق دی تو اس کے لیے یہ عورت حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس عورت سے دخول بھی کرے۔

حدیث شریف میں ہے: "عن عائشة قالت طلق رجل امراته فتزوجت زوجا غیرہ فطلقھا و کانت معه مثل الھدبة فلم تصل منه الی شئی تریدہ فلم یلبث ان طلقھا فاتت النبی ﷺ فقالت یا رسول اللہ ان زوجی طلقنی وانی تزوجت زوجا غیرہ فدخل بی و لم یکن معه الا مثل الھدبة فلم یقربنی الا ھنة واحدۃ ولم یصل منی الی شئی افاحل لزوجی الاول فقال رسول اللہ ﷺ: لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الآخر عسیلتك وتذوقی عسیلته" (صحیح البخاری، ص:۷۹۲، ج:۲، کتاب الطلاق، باب من قال لامراته انت علی حرام، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس نے اس کے علاوہ سے نکاح کرلیا پھر اس نے بھی طلاق دے دی اور اس کے ساتھ کپڑے کے چھور کی طرح تھا (نامرد تھا) اس سے کچھ نہ پاسکی جو اس کا ارادہ تھا وہ تھوڑی دیر نہ ٹھہری ہوگی کہ اس کو طلاق دے دی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میں نے اس کے علاوہ سے نکاح کیا وہ میرے پاس آیا جبکہ اس کے ساتھ کپڑے کے چھور کی طرح تھا اس نے میرے ساتھ صرف ایک دفع وطی کی اور مجھ سے کچھ نہ پاسکا ہے کیا میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے لطف اندوز ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فان طلقھا فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا" (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰) ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ (کنز الایمان) (س، مصباحی)

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر سلمیٰ مذکورہ شخص کے کہنے پر مکان نہیں گئی تو اس کو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔[1] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا، جب ہندہ زید کے گھر گئی تب معلوم ہوا کہ زید عنین ہے یعنی جماع پر بالکل قدرت نہیں رکھتا، نامرد ہے، ہندہ کے گھر والوں نے زید کو اس سلسلہ میں بعد علاج کچھ مہلت بھی دی بالآخر مجبور ہوکر ہندہ کو خلع حاصل کرنی پڑی اور زید نے بخوشی طلاق دے دی اب ہندہ کا اس کے اعزا واقربا عقد ثانی کرنا چاہتے ہیں، اس صورت میں جب کہ ہندہ کو طلاق قبل از دخول یعنی جماع کے بغیر ہوئی ہے، تو عدت پوری کرنی ہے یا نہیں؟ اور اگر عدت ہے تو کتنی؟ ذرا تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں تاکہ آئندہ کا عقد ثانی کیا جاسکے اور کوئی پہلو مسئلہ کا تشنہ نہ رہے۔ فقط

المستفتی: محمد ہارون

الجواب

صورتِ مسئولہ میں عدت گزارے گی اور عدت کی مدت تین حیض ہے عدت گزارنے کی وجہ یہ ہے کہ خلوت صحیحہ ہوچکی ہے۔[2] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

نوٹ: طلاق دینے کے بعد تین مرتبہ حیض آجائے یہی عدت ہے۔

مسئلہ (۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنی بیوی مسماۃ جمیلہ کو تین سال پہلے تین طلاق دے دی

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقا" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۴۲۰، ج: ۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ، کتاب الطلاق، دارا لکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: اور جب طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا تو شرط کے بعد اتفاقاً طلاق واقع ہوجائے گی۔ (س، مصباحی)

[2] اللہ فرماتا ہے: "والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء" (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸) ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔ (کنز الایمان) (س، مصباحی)

ہے، اور اس کے بعد میں نے اپنا نکاح دوسری جگہ بھی کرلیا ہے، میرے اس کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں برائے کرم اس کا شرعی جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی: الطاف

الجواب

صورت مسئولہ میں تین طلاقیں ہوگئیں، اب تمہارا اس عورت سے تعلق نہیں رہا قرآن پاک و احادیث و کتب فقہ میں ہے مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے[1] اور جب مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو یقینا طلاق ہوگئی اب اگر مرد یعنی سائل چاہے تب بھی اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، البتہ شرعی حلالہ کے بعد اُس عورت سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۷)

السلام علیکم۔۔۔مندرجہ ذیل سوال کا جواب بر مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں، جواب بحوالہ کتب شرعیہ معتبرہ ہوں تاکہ تسلی و تشفی ہو، مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی اور حسب مراسم برادری زید یعنی شوہر کے ساتھ سسرال بھجوائی گئی لیکن وقت نکاح کے کچھ عرصہ بعد میں زید جنون کے مرض میں مبتلا ہوگیا اور کھانا کھانا و حقوق زن و شوہر سے بعید ہوکر اس مرض میں مبتلا ہوگیا، جس کو عرصہ چار سال پورے ہوگئے، اب تک اس کے وارثان نے بہتری کی کوشش کی مگر اسے کوئی صحت حاصل نہ ہوئی، اب تک بھی مرض دن بدن طغیانی پر ہے، صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں وہ اس کے وارثوں کی دیکھ ریکھ میں ہی ہے اور ہندہ بالغہ نوجوان ہے وہ اس کے باپ کے گھر اوقات بسر کررہی ہے ایسی حالت میں ہندہ کو کیا کرنا چاہیے کیا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا کوئی دیگر صورت ہو کہ ہندہ اس مصیبت سے نجات پاسکے، بروئے شرع شریف فتویٰ عطا فرمائیں جواب کے لیے جوابی خط ارسال ہے جواب مہربانی فرما کر ڈاک کے ذریعہ حتی الامکان روانہ فرمائیں تاکہ عمل کیا جاسکے۔
المستفتی: خدا بخش ضلع چتوڑ گڑھ

---

[1] اللہ فرماتا ہے: "وبیدہ عقدۃ النکاح" (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (کنز الایمان) حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق کا حق شوہر کو ہے۔ (س، مصباحی)

[2] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰

الجواب

صورتِ مسئولہ میں سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں، عورت مذکورہ صبر کرے، خدا مسبب الاسباب ہے، "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ"۔ [1]

ترجمہ: بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے (کنز الایمان)۔

کیوں کہ اگر مجنون طلاق بھی دے تو اس کی طلاق نہیں ہوسکتی اور نہ فسخ کرا سکتے ہیں۔ البتہ موجودہ حالات کے تحت بعض مفتیانِ کرام نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے [2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۸)

بخدمت جناب مولوی مفتی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد سلام عرض ہے کہ قرآن وحدیث کے مطابق مندرجہ ذیل مضمون کے بارے میں فتوی دے کر ممنون ومشکور فرمائیں کرم ہوگا۔

زید نے ایک عورت سے شادی کو عرصہ غالباً ۱۷ سال ہوگئے اس وقت دونوں نابالغ تھے، بعد میں صرف ایک ہی دفع سسرال گئی، چند روز رہ کر واپس آگئی جواب تک گیارہ بارہ سال سے اپنے ماں کے یہاں بیٹھی ہے، زید خبط الحواس ہے مجنون ہے، طرز معاش نہیں کرسکتا، لہٰذا اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ وہ لڑکی کب تک اپنی عمر عزیز کو برباد کرے کیا اس کو اجازت ہے کہ وہ نکاح ثانی کرے۔

المستفتی: عبدالغفار خان بالوترا

---

[1] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۳

[2] جیسا کہ درمختار میں ہے: "لا یقع طلاق المجنون" (تنویر الابصار و درمختار المطبوع مع رد المحتار، ص: ۴۴۹۔۴۵۰، ج: ۴، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (س) فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۳۵۳، ج: ۱، کتاب الطلاق، فصل فیما یقع الطلاق) ترجمہ: اور بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگرچہ وہ عقل مند ہو اور نہ ہی مجنون کی طلاق (واقع ہوتی ہے) حدیث شریف میں ہے: "ان رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قال: رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق۔" (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۴۷، ابواب الطلاق، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم) ترجمہ: قلم تین لوگوں سے اٹھا لیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے۔ نابالغ شخص سے یہاں تک کہ وہ بڑا ہوجائے۔ اور پاگل سے یہاں تک کہ عقل آجائے یا افاقہ ہوجائے۔ قال رسول اللہ ﷺ: "رفع القلم عن ثلثةعن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل" (مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۸۴، باب المطلقہ ثلثا، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) (س، مصباحی)

الجواب

صورت مسئولہ میں عورت صبر کرے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اگر دیوانہ طلاق بھی دے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور جب طلاق نہیں ہوگی، تو پھر دوسری جگہ نکاح بھی نہیں کرسکتی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۹)

محترم معظم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی شادی شدہ عورت مسماۃ ہندہ بنت بکر کو طلاق دے کر اپنے گاؤں کے پنچوں کو شامل کر کے طلاق لکھ دیا اور مہر کے ایک سو پچیس روپئے ہے وہ بھی اسی وقت پنچوں کے سامنے ادا کر دیئے یہ طلاق تاریخ ۲۹ر نومبر ۱۹۶۰ء کو ہوئی طلاق نامہ خاوند کی طرف سے عورت کو لکھ دیا گیا اور عورت کی طرف سے بھی مہر ادا ہو جانا اور طلاق ہو جانا خاوند کو لکھ دیا گیا یہ دونوں پرچہ وہاں کے قاضی صاحب کے پاس تھے کہ تین روز کے بعد ہی لڑکے کے والدین ولڑکی کے والدین اور دیگر گاؤں کے اور باہر کے لوگوں نے جمع ہو کر لڑکے کو ہر طرح سے مجبور کر کے تیسرے دن اسی لڑکی سے واپس نکاح پڑھا کر ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کر کے اسٹامپ پر مہر نامہ لکھ دیا گیا جو لڑکی کے والدین کے پاس ہے وقت طلاق دینے زید کی نیت اس عورت کو واپس اپنے پاس رکھنے کی قطعی نہیں تھی مگر میری مرضی کے خلاف لوگوں نے دوبارہ نکاح پڑھایا ہے میں نے کئی مرتبہ زبان سے طلاق دے دی تھی، بعد میں گاؤں والوں نے یہ بات اٹھائی کہ قاضی صاحب نے غلط نکاح پڑھایا ہے اس لیے قاضی صاحب کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوگی، اس لیے قاضی صاحب نے اپنا خود نکاح دوبارہ پڑھا سو مجھ کو جب دوبارہ نکاح موافق شرع کے پڑھایا تھا تو قاضی صاحب کو خود کا نکاح دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ اب قاضی صاحب نے نقل طلاق نامہ مع ایک خط کے پاس کے قصبہ کے دوسرے قاضی صاحب

---

[1] جیسا کہ تنویر الابصار ودرمختار المطبوع مع ردالمحتار میں ہے: "لا یقع طلاق المجنون" (تنویر الابصار ودرمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۴۴۹۔۴۵۰، ج:۴، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ فتاوی عالم گیری میں ہے: "ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون" (فتاویٰ عالم گیری، ص:۳۵۳، ج:۱، کتاب الطلاق، فصل فیما یقع الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: بچے کی طلاق اگرچہ وہ عقل مند ہوں اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قال: رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق۔" (سنن ابن ماجہ، ص:۱۴۷، ابواب الطلاق، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم) ترجمہ: قلم تین لوگوں سے اٹھالیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ نابالغ شخص سے یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے۔ اور پاگل سے یہاں تک کہ عقل آجائے یا افاقہ ہو جائے۔ (س، مصباحی)

کے پاس روانہ کردیا اور قصبہ کے قاضی نے خط کے جواب میں واپس خط لکھ کر بھیجا اس لیے نقل النقل طلاق نامہ و قاضی صاحب کا خط بنام قصبہ کے قاضی صاحب وقصبہ کے قاضی صاحب کا جواب میں خط بنام قاضی صاحب کے جس کے ہمراہ طلاق کے مسائل کی نقل بھی ہے، جملہ چاروں پرچے کی نقلیں ارسال خدمت ہیں جن کو دیکھنے سے تمام حالات روشن ہوں گے۔

دوبارہ نکاح ہونے کے بعد لڑکے ولڑکی اپنے والدین کے پاس نہ رہ کر کپاسن میں رہنے لگے اسی اثنا میں لڑکی حاملہ ہوئی اور بچی پیدا ہوئی اور کچھ دن بعد پیدا شدہ لڑکی کا انتقال بھی ہوگیا اور صرف دونوں میاں بیوی رہ گئے یہ حالات قصبہ کے لوگوں کو معلوم ہونے پر قصبہ والوں نے زید سے کہا کہ تیرا نکاح یہ دوسرا درست نہیں ہے کیوں کہ تم نے تو پوری طلاق دے کر مہر بھی دے دیا اس لیے تم حرام کاری میں مبتلا ہو شروع میں تم نے طلاق پورے حقوق سے دے کر مہر بھی ادا کردیا تو پھر یہی عورت پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ وغیرہ

یہ حالات معلوم ہونے پر لڑکے نے عورت کو اپنے سے علیٰحدہ کردیا جو اپنے ماں باپ کے پاس ہی ہے، اب رہی بات یہ کہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے عورت کو پوری طلاق دی، واپسی کا کوئی حق باقی نہیں رہتا، اصل طلاق نامہ (طلاق نامہ لڑکے کی طرف سے لڑکی کو اور لڑکی کی طرف سے لڑکے کو) دونوں قاضی صاحب نے اپنے مقصد کے تحت پھاڑ دیئے، کہتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ میں نے نقل رکھی ہے نقل میں ایک طلاق دینا درج ہے، لڑکا کہتا ہے کہ ہم ایک دو نہیں سمجھتے اور نہ میں نے ایک لکھا، میں نے تو میرے دل سے خوب جان بوجھ کر کل گاؤں والوں کے اور تین گواہوں کے سامنے چھوڑ کر طلاق دے دی اور لکھ دیا مہر دے دی اور دو گواہ بھی کہتے ہیں کہ ایک طلاق کی بات نہیں تھی پوری طلاق دے کر مہر اسی وقت دے دیا گیا لڑکا اب بھی کہتا ہے میں نے اول پوری طلاق دے کر چھوڑ دیا اور مہر دے دیا، میں پڑھا لکھا نہیں ہوں قاضی صاحب نے میرا نکاح دوبارہ کیوں پڑھایا اور ہدیہ نکاح رواج سے زائد یعنی پچیس روپئے کیوں وصول کی جو کہ غیر مقرر شدہ ہے اگر میرے ساتھ دوبارہ نکاح جائز تھا تو خود قاضی صاحب نے اپنا نکاح دوبارہ کیوں دہرایا اور اصل طلاق نامہ لڑکی اور لڑکے کی طرف لکھا ہوا کیوں پھاڑ دیا گیا اصل پر لڑکے کے گواہوں کے دستخط موجود تھے اور یہ نقل غلط ہے اور لڑکا یہ بھی کہتا ہے کہ میں لڑکی کو نہیں رکھنا چاہتا ہوں جب کہ لوگ حرام بتلاتے ہیں اب تک جو میرے پاس رہی اس کے قائل قاضی صاحب ہیں میں تو بے گناہ ہوں اور یہی کہتا ہوں کہ میں لڑکی کو طلاق دینے کے وقت سے ہی نہیں رکھنا چاہتا تھا اور اب بھی نہیں رکھنا چاہتا ہوں میں تو اپنے طلاق نامہ پر پابند ہوں لہٰذا مندرجہ سوالات کا جواب مع حوالہ جات کتب معتبرہ باہرہ اسی منسلکہ کاغذ پر مطلع فرمائیں۔ المستفتی: نیاز محمد کپاسن میواڑ راجستھان

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

الجواب

وعلیکم السلام۔قاضی صاحب کا اصل تحریر کو چاک کر دینا اور خود اپنا نکاح دوبارہ پڑھنا مزید براں زید کا اس نکاح پر خوش نہ ہونا یہ امور تین طلاق کی شہادت دیتے ہیں۔

قطع نظر اس کے کہ طلاق ناموں میں کتنے طلاقوں کا ذکر تھا خود زید کا اقراری بیان موجود ہے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہے''میں نے کئی مرتبہ زبان سے طلاق دے دی تھی''زید کا یہ اقرار کافی ہے۔لہٰذا اگر یہ جملہ زید کا ہی ہے اور زید کا رویہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ تحریر سے ثابت ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں تین طلاق کا وجوب ثابت ہو رہا ہے، بر بنائے احتیاط زید سے یہ اور معلوم کیا جائے کہ کم ازکم کتنی مرتبہ زبان سے طلاق دی تھی، زید اصل واقعہ بیان کرے۔طلاق تحریری ہو یا زبانی اس میں کوئی فرق نہیں اور تین طلاق کے بعد ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، آپس میں جدائیگی کرانا ضروری ہے۔

ضروری ہدایت: تا وقتیکہ اصل تحریر نہ ہو نقل بے کار ہے، نقل کا اصل کے مطابق ہونا ضروری ہے، اصل تحریر پر پہلے شرعی حکم حاصل کرے اس کے بعد شرعی حکم کے مطابق عمل کرائے۔

نوٹ: تحریر کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کہ طلاق کا منکر ہو جائے صورت مسئولہ میں تو اب بھی زید طلاق کا مقر ہے اور اسی پر پابند ہے ایسی صورت میں اس شخص کا مذکورہ عورت سے نکاح پڑھانا کیا معنی رکھتا ہے، زبردستی ایجاب وقبول نہیں ہوسکتا۔لڑکی کے وارثین اور قاضی صاحب اس پر ضد نہ کریں اور اس طلاق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں کو آزاد تصور کریں اور خدا کا خوف رکھیں۔

عالیجناب شہر قاضی عبد الحمید صاحب کا تین روز کی قید لگانا غلط ہے بلکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ جو شخص تین طلاق کا ارادہ کرے وہ تین طہر میں تین طلاقیں دیدے، لیکن اگر تین طلاق ایک ساتھ یا دو دن میں یا دس سال میں یا بیس سال میں بھی دے گا تین طلاقیں ہو جائیں گی مثلاً زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق یا دو طلاق اب دی اور پھر واپس رجعت کر لی اور پھر ایک ماہ بعد یا دس بیس سال بعد اسی عورت کو دوبارہ ایک طلاق اور دے دی تو اب اس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں گی کیوں کہ ایک شخص تین طلاق کا مالک اور حقدار ہے اور یہ اپنا حق ایک ساتھ استعمال کریں یا چند سال میں جب بھی استعمال کرے گا پورا ہو جائے گا۔اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

oooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

مسئلہ(۲۰)

جناب مفتی محمد اشفاق حسین صاحب۔کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ صغری بنت غلام محمد کی شادی نابالغی کی حالت میں اس کے ماموں نے مسمی جمعہ ولد نظام ساکن ناگور کے ساتھ کردی تھی جب صغری بالغ ہوئی تو اس نے اپنے شوہر جمعہ سے اپنے نکاح کی ناراضگی کا اظہار کردیا تھا۔جیسا کہ صغری کے حلفیہ بیان سے ظاہر ہے۔نکاح کی ناراضگی ونامنظوری کے بعد صغری کبھی اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں صغری کا نکاح فسخ ہوا کہ نہیں اور دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

مسلمان قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دیندار تین شخصوں نے ایک کمیٹی قائم کرکے اس لڑکی کے پاس گئے اور حلفیہ بیان اس لڑکی کی زبانی سنا جس میں یہ ظاہر ہے کہ میں جمعہ ولد نظام ساکن ناگور کے یہاں نہیں جانا چاہتی۔اس کا جواب دیں۔ المستفتی: عبدالغفور ساکن بالوترا ضلع باڑمیڑ

الجواب

صورت مسئولہ میں خیار بلوغ کے لیے یہ شرط ہے کہ اگر عورت بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت اس کو حیض شروع ہوا اُسی وقت تمام کام چھوڑ کر یہ کہہ دے کہ میں اپنا نکاح فسخ کرتی ہوں اور اس پر گواہ بھی بنالے جب تو نکاح فسخ ہوجائے گا ورنہ نہیں اور اگر بالغہ ہونے کے بعد کام کرتی ہے پھر کام سے فارغ ہوکر نکاح کے فسخ کا اعلان کرتی ہے،تو اب نکاح فسخ نہیں ہوا اور اس کا خیار بلوغ ختم ہوگیا اگر باپ دادا نے نکاح کیا تو نکاح فسخ نہیں کرسکتی۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ "اذا بلغت ا لصغیرۃوقد علمت بالنکاح فسکتت فھو رضا"۔[1]

ترجمہ:اگر بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو نکاح کی خبر پہنچی اور وہ چپ رہی (اور نکاح کے فسخ کا اعلان نہیں کیا) تو وہ اس کی رضامندی ہے۔بعد میں وہ نکاح فسخ نہیں کرسکتی ہے(س) ایسا ہی صاحب بہار شریعت ارشاد فرماتے ہیں۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۲۱)

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

[1] ہدایہ،ص:۳۱۷،ج:۲،کتاب النکاح،باب فی الاولیاء والاکفاء،مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ مبارک پور

[2] بہار شریعت،حصہ:۸،ولی کا بیان

بعد سلام و رحمت گزارش یہ ہے کہ کیا کوئی عورت اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کی حقیقت کیا ہے یہاں پر ایک عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دے دی ہے، جملہ مسلمانوں کا یہ کہنا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی ہے۔ لہٰذا اس کی صحیح حقیقت سے مطلع فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر محمد رنگریز اجمیر راجستھان

الجواب

مسئلہ مذکورہ میں عورت کو طلاق دینے کا کوئی حق نہیں ہے طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے: "واھلہ زوج عاقل بالغ"[1]

ترجمہ: طلاق دینے کا اہل شوہر ہے جو عاقل بالغ ہو (س) (نیز اسی میں ہے: "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل"[2] ترجمہ: اور واقع ہوجائے گی ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق (س)۔ مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو طلاق دینے کا کوئی حق نہیں ہے[3] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہمیشہ زید کی نافرمان رہی، زید نے ہر چند اسے اپنے شریک رکھنے کی کوشش کی زید کے نطفے سے تین بچیاں بھی اسی بیوی سے ہیں، مگر یہ کچھ اپنے میکے والوں کے کہنے میں آکر زید سے الگ رہ کر اس سے نان و نفقہ و مہر لینا چاہتی ہے، زید چاہتا ہے کہ وہ اس کے شریک حال رہے اور زید اپنی حیثیت کے مطابق اس کے تمامی حقوق ادا کرنے کو تیار ہے، مگر وہ شریک رہنا پسند نہیں کرتی، زید کی یہ بیوی جو نجمہ ہے ہمیشہ اس کا عمل رہا کہ یہ زید کی بغیر اجازت پچاسوں بار سینیما میں جاتی رہی، جب چاہا بغیر اجازت کے میکے چلی گئی اور کبھی زید سے اجازت طلب نہیں کی، خلوت میں بھی زید کے پاس رہنا اور آنا پسند نہیں کیا کرتی، بلکہ کہتی ہے کہ مجھے زید کی پرواہ نہیں ہے زید کے والد، والدہ نجمہ کے خالو و خالہ ہوتے ہیں لہٰذا وہ نجمہ کو

---

[1] درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۴۳۱، ج:۴، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[2] تنویرالابصار مع الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۴۳۸، ج:۴ کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[3] اللہ فرماتا ہے: "وبیدہ عقدۃ النکاح" (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (کنزالایمان) حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ، ص:۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے۔ (س، مصباحی)

اپنے پاس رکھ کر اسے بہکاتے ہیں اور اسی بنا پر نجمہ زید کی پرواہ نہیں کرتی ہے، یہاں تک کہ نجمہ نے دوسرے لوگوں کے کہنے میں آکر زید کی اجازت کے بغیر عدالت میں جا کر کھلے کورٹ میں زید کے خلاف دعوی دائر کر دیا کہ زید مجھے نہیں رکھتا اور مجھے خرچہ دلا یا جائے جب کہ نجمہ پردہ نشیں ہے اور زید ایک بہترین عالم دین ہے اور امام بھی ہے اب ایسی شکل میں زید نجمہ کو رکھنا پسند نہیں کرتا تو کیا نجمہ کا مہر جو معجّل نہیں ہے مؤجل ہے زید پر لازم آئے گا یا نہیں؟ نان و نفقہ کا بار زید پر آئے گا یا نہیں؟ اور زید ذمہ دار ہے یا نہیں شرعی حکم سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: مولانا خلیل الرحمن صاحب رضوی راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ عورت خود ہی نہیں رہنا چاہتی اور شوہر طلاق دینے کا ارادہ اس کی نااہلی کی وجہ سے رکھتا ہے، تو ایسی صورت میں عورت کو نان ونفقہ نہیں ملے گا۔ ہدایہ میں ہے: "**واذا نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله لان فوت الاحتباس منها**"[1]

ترجمہ: اور اگر عورت نے نافرمانی کی تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کی طرف واپس لوٹے اس لیے کہ احتباس کا فوت ہونا عورت کی جانب سے ہوا۔ (س) صورت مسئولہ میں چونکہ احتباس عورت کی جانب سے پایا جاتا ہے اس لیے نفقہ نہیں ملے گا، لیکن شوہر کو مہر ادا کرنا پڑے گا۔ اسی کتاب میں ہے:

"**واذا خلا الرجل بامراته وليس هناك مانع من الوطی ثم طلقها فلها كمال المهر**"[2]

ترجمہ: اور جب کہ خلوت کر لیا مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ درانحالیکہ وہاں کوئی روکنے والی چیز نہیں ہے وطی سے اور پھر طلاق دیا شوہر نے تو اس کو پورا مہر ادا کرنا پڑے گا۔ (س)

مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلا کہ ایسی صورت میں مہر واجب ہے ہاں اگر عورت مہر کے ترک پر رضا مند ہو جائے یا خلع کرے تو اس صورت میں مہر ادا نہیں کیا جائے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۲۴)

بخدمت شریف جناب مفتی صاحب۔ دار العلوم اسحاقیہ جودھپور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جواب سے مشکور فرمائیں۔ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ اسی سال

---

[1] ھدایہ، ص:۴۳۸، ج:۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] ہدایہ، ص:۳۲۵، ج:۲، باب المهر، کتاب النکاح، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

میں ہوئی بعوض روپیہ پانچ سومہر موجل کے پہلی شب میں خلوت صحیحہ میں ہندہ کو معلوم ہو گیا کہ زید نامرد ہے، اس لیے اس بات کو تمام میں ظاہر کر دیا کہ زید نامرد ہے زید ہندہ کو طلاق دینا نہیں چاہتا، بلکہ اس کو دوسروں کے ساتھ زنا کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور مار کاٹ کرتا ہے، ہندہ نے کورٹ میں یہ کہا کہ زید نامرد ہے کہ عورت کے قابل نہیں اور مجھ کو زنا کی ترغیب دیتا ہے تکمیل نکاح نہیں ہوئی، ایسی صورت میں کیا زید طلاق دینے کا مستحق ہے اور ہندہ مہر کی۔

المستفتی: سمیع اللہ خان جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ زید کا نامرد ہونا معلوم ہے، اس صورت میں اس کو ایک سال کی مہلت قاضی دے گا تا کہ وہ اپنا علاج وغیرہ کرا سکے اگر ایک سال کے بعد بھی اس کی قوت مردی لوٹ کر نہیں آئی تو اس صورت میں اس کا نکاح قاضی فسخ کر دے گا، بشرطیکہ عورت نکاح کے ختم کرنے کا مطالبہ کرے[1] اور چونکہ صورت مسئولہ میں خلوت صحیحہ ہو چکی ہے، اس لیے شوہر کو پورا مہر ادا کرنا لازم ہے اور نکاح کو فسخ کرنے کے بعد عورت طلاق کی عدت گزارے گی۔ عدت گزارنے کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: "فاذا مضت المدة ولم يصل اليها تبين ان العجز بآفة اصلية ففات الامساك بالمعروف ووجب عليه التسريح بالاحسان فاذا امتنع ناب القاضى منابه ففرق بينهماولا بد من طلبها لان التفريق حقهاوتلك الفرقة تطليقة بائنة ولها كمال المهر ان كان خلا بها ويجب العدة"[2]

ترجمہ: اور جب کہ گزر گئی ایک سال کی مدت اور وہ جماع پر قادر نہیں ہوا تو ظاہر ہو گیا یہ بیماری آفت اصلیہ کی وجہ سے ہے پس اللہ تعالیٰ کا فرمان "کہ عورتوں کو اچھائی سے رکھو" ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا دوسرا حکم یہ ہے کہ عورتوں کو اچھائی کے ساتھ طلاق دے دو، اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی خود ہی اس کا نائب بن کر نکاح کو توڑ دے گا، بشرطیکہ عورت اس کا مطالبہ کرے اس لیے کہ یہ عورت کا حق ہے اور اس جدائی سے طلاق بائن

---

[1] ہدایہ میں ہے: "واذا كان الزوج عنينا اجله الحاكم سنة فان وصل اليها فبها والا فرق بينهما اذا طلبت المراة ذلك" (ہدایہ، ص:۴۲۰، ج:۲، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور اگر شوہر نامرد ہے تو حاکم اسلام اسے ایک سال مہلت دے گا، اگر وہ جماع کے قابل ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ عورت کے مطالبہ پر دونوں کے درمیان حاکم اسلام تفریق کر دے گا۔ (س، مصباحی)

[2] ہدایہ، ص:۴۲۱، ج:۲، کتاب الطلاق، باب العنین، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

پڑ جائے گی اور عورت پورے مہر کی حقدار ہوگی اگر شوہر نے اس کے ساتھ خلوت صحیحہ کرلیا اور عورت طلاق کی عدت گزارے گی۔ (س) مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک سال کی مہلت قاضی دے گا، اگر کامیابی نہیں ہوگی تو نکاح توڑ دیا جائے گا، زید پر پورا مہر ادا کرنا واجب ہوگا، عورت پر عدت طلاق واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۵)

ہم لوگ خدا کو حاضر و ناظر جان کے تحریر لکھتے ہیں کہ لڑکی مریم جس نے محمد خان سے شادی کی تھی محمد خان نے اس لڑکی کو مندرجہ ذیل اشخاص کے سامنے طلاق دی تھی:

(۱) محمد صدیق ولد حاجی محمد ادیمندر بڑی مسجد کے پاس جودھپور۔

(۲) امین خان ولد پیرو خان ادیمندر بڑی مسجد کے پاس جودھپور۔

(۳) بابو خان ولد علی محمد خان ناگوری گیٹ جودھپور۔

(۴) کالو خان ولد عبدالرحمن ادیمندر بڑی مسجد کے پاس جودھپور۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ سطور بالا میں تحریر ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ بعد ختم عدت نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرد نے بیوی کو کچھ روپئے دیئے رکھنے کے لیے اور کچھ دنوں بعد اس نے طلب کیے، بیوی نے اس رقم میں سے کچھ خرچ کر دیئے، مرد نے غصہ میں آکر اسی حالت میں کہا: جا تجھے طلاق ہے، جا تجھے طلاق ہے، جا تجھے طلاق ہے، گواہ موجود ہیں مگر اس وقت نہ تھے اب وہ دوسروں کے سامنے اقرار کرتا ہے۔ کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ مطلع فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد اشفاق

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی۔ جب مرد نے اپنی بیوی کو ان الفاظ سے مخاطب کیا کہ جا تجھے طلاق

ہے،طلاق،طلاق،طلاق،تو اس صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اب بغیر حلالہ کے اور کوئی چارہ نہیں حلالہ کے بعد واپس ہوسکتی ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۷)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو اپنی بہن اور بھاوج کی موجودگی میں ان الفاظ کے ساتھ طلاق دیا ’’جا تجھے طلاق،طلاق،طلاق،تین طلاق ہے‘‘ اور پھر فوراً ہی اسے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا

---

[1] ہدایہ میں ہے:"وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و ید خل بھا" (ہدایہ،ص:۳۹۹،ج:۲،کتاب الطلاق،باب الرجعة،مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ترجمہ:اگر کسی نے آزاد عورت کو تین طلاق دی تو اس کے لیے یہ عورت حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس عورت سے دخول بھی کرے۔فتاویٰ عالم گیری میں ہے:"وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة و ثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و ید خل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا"۔ اھ(فتاویٰ عالم گیری ص:۴۷۳،ج:۱،کتاب الطلاق،فصل:فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، دارالکتب العلمیہ ،بیروت) ترجمہ:اور اگر کسی نے آزاد عورت کو تین اور باندی کو دو طلاق دی تو یہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ دوسرا مرد اس کے ساتھ دخول بھی کرے پھر اس کو طلاق دے یا اس کو چھوڑ کر مر جائے (اب وہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے) حدیث شریف میں ہے:"عن عائشة قالت طلق رجل امراته فتزوجت زوجا غیرہ فطلقھا و کانت معه مثل الھدبة فلم تصل منه الی شئی تریدہ فلم یلبث ان طلقھا فاتت النبی ﷺ فقالت یا رسول اللہ ان زوجی طلقنی وانی تزوجت زوجا غیرہ فدخل بی و لم یکن معه الا مثل الھدبة فلم یقربنی الا ھنة واحدة ولم یصل منی الی شئ افاحل لزوجی الاول فقال رسول اللہ ﷺ:لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الآخر عسیلتك وتذوقی عسیلته" (صحیح البخاری،ص:۷۹۲،ج:۲،کتاب الطلاق،باب من قال لامراته انت علی حرام، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ)

(گذشتہ صفحے کا بقیہ) ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا:ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس نے اس کے علاوہ سے نکاح کر لیا پھر اس نے بھی طلاق دے دی اور اس کے ساتھ کپڑے کے چھور کی طرح تھا (نامرد تھا) وہ اپنی مراد (لذت جماع) کو نہ پا سکی وہ تھوڑی دیر نہ ٹھہری ہوگی کہ اس کو طلاق دے دی۔وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میں نے اس کے علاوہ سے نکاح کیا وہ میرے پاس آیا جبکہ اس کے ساتھ کپڑے کے چھور کی طرح تھا اس نے میرے ساتھ صرف ایک بار وطی کی اور مجھ سے کچھ نہ پا سکا ہے کیا میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے لطف اندوز ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"فان طلقھا فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا" (القرآن المجید،سورة البقرة،آیت:۲۳۰) ترجمہ:پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔(کنزالایمان)

اپنی عورت کو اس وقت رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا، جب بات اس قدر بڑھی تو زید کی پھوپھی کو بلایا گیا، اس نے آ کر کہا کہ رات میں تو اس کو گھر میں رکھو پھر صبح کو زید کے چچا آئے انہوں نے زید کے والد اور زید کی بیوی کی موجودگی میں زید کی بہن اور بھاوج سے پوچھ گچھ کی تو ان دونوں نے وہی الفاظ دہرائے جو زید نے ادا کیے تھے۔ اور انہوں نے یہ سب کچھ سچ ہونا بیان کیا، اس کے بعد زید کے چچا پھر تین روز بعد جا کر زید کے والد سے کہا کہ زید نے طلاق دے دی ہے اس کی عورت کو بھیج دو۔ دوسری دفع بھی پھر زید کی بہن اور بھاوج سے پوچھا گیا تو وہی الفاظ پہلے روز والے دہرائے زید کی عورت کو اپنے گھر میں بھیج دیا گیا اس درمیان میں زید نے کہا تھا کہ یا تو اب یہ مکان میں رہے گی یا میں۔ اور اس نے اپنا گھر چھوڑ کر دکان میں رہنا شروع کر دیا دکان مین زید کے باپ نے سختی سے کہا تو اس نے اپنے باپ کو بھی غصہ دکھاتے ہوئے کہا کہ ہاں میں نے دی، دی، دی یہ الفاظ پڑوس کے دکان میں رہنے والوں نے بھی سنے زید کی بیوی کو اپنے والد کے مکان پر پہنچا دیا گیا، اب اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں، اور ہوئی تو کون سی ہوئی براے کرم شریعت کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد عمر ولد چاند محمد جی، پپاڑ سیٹی

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ یعنی تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو ایک طلاق تحریری طور پر دی ویسے زید نے ہندہ کو جسمانی و روحانی تکلیفیں پہنچانے میں کسی قسم کی کمی نہیں رکھی۔ مثلا مار پیٹ، نذر آتش کرنے کی تیاری وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہندہ کے والد برداشت کرتے رہے۔ اب جب کہ اس نے ایک طلاق دے دی اور اس بات کی ۲۰ / ماہ تک اس نے خبر تک نہ لی ادھر ہندہ کو اس لیے جان کا بھی خطرہ ہے اس صورت میں یہ طلاق شمار کی جائے گی یا نہیں۔

الجواب

تحریری طلاق کے ثبوت میں یہ ضروری ہے کہ زید اقرار کرے کہ میں نے لکھی یا میں نے لکھوائی یا ہندہ اس پر گواہ پیش کرے کہ یہ تحریر زید ہی کی ہے صرف شوہر کی تحریر کے مشابہ ہونے یا اس کے جیسا دستخط ہونا کافی نہیں،

شوہر (زید) اگر انکار کرے کہ یہ تحریر میری نہیں تو بغیر شہادت طلاق کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔[1]

اب اگر صورت مسئولہ میں زید نے ہندہ کو تحریری ایک طلاق دی ہے اور زید کی تحریر پر شرعی ثبوت مذکورہ بالا ہے، تو تین حیض گزارنے پر ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲۹)

جناب مولانا صاحب السلام علیکم۔ گزارش ہے کہ اس مسئلہ کا خلاصہ فرمائیں: میاں بیوی کا آپس میں تکرار ہوئی جس میں یہاں تک ہوئی کہ خاوند نے اس عورت کو نو بار طلاق دے دی سو تین چار آدمی اور تین چار عورتوں کے سامنے کہا، اب عورت یہ کہتی ہے کہ حمل میرے پیٹ میں ہے اور ہر مہینہ ہر وقت تکلیف تھوڑی بہت ہوتی رہتی ہے اور ابھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور اس میں خلاصہ کیا ہے فرمائیں تاکہ اس پر عمل کریں اور اس بات کو سات مہینہ ہوا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں عورت کو طلاق مغلظہ ہوگئی۔ عورت شوہر کے نکاح سے نکل گئی۔ میاں بیوی کے درمیان میاں بیوی کے تعلقات بالکل حرام ہوگئے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے متعلق یہ الفاظ کہے یا

---

[1] بہار شریعت، ص:۱۱۵، ج:۲، طلاق کا بیان، حصہ:۸، مجلس المدینۃ العلمیہ/ الفتاوی الخانیہ، ص:۳۷۶، ج:۴۔ کتاب الحظر والاباحہ، باب ما یکرہ من الثیاب)

[2] تین طلاق ہی سے وہ نکاح سے نکل گئی باقی طلاقیں اس کی بے کار ہوئیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: "انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فما ذا تری علی فقال له بن عباس طلقت منك لثلاث و سبع و تسعون اتخذت بها آیات الله هزوا" (الموطا للامام مالک، ص:۵۵۰، ج:۲، باب ما جاء فی البتتة، دار احیاء التراث العربی، مصر) ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا میں اپنی عورت کو سو طلاقیں دیں آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ وہ تین طلاق سے تیرے نکاح سے نکل گئی اور ستانوے طلاق کے ساتھ تو نے اللہ کی آیتوں سے ٹھٹا کیا۔ بیہقی میں ہے: "جاء رجل الی عبد الله فقال انی طلقت امرأتی مائة قال بانت منك بثلاث و سائرهن معصية" (السنن للبیہقی، ص:۳۳۲، ج:۷۔ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ) ترجمہ: ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں انہوں نے فرمایا: تین طلاقوں سے تیری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور باقی گناہ ہے۔ (س، مصباحی)

تو پٹہ لوٹا دے میرے کو اس جگہ، نہیں تو فلاں کی بھانجی فلانہ جو ۱۹۵۹ء سے میری عورت ہے اس کو طلاق دی۔ اگر یہ پٹہ دیتے ہیں تو شادی منظور نہیں تو طلاق دی اور زید نے جو شرط رکھی تھی وہ پوری نہ کی گئی۔

نوٹ: اور زید نے یہ طلاق بذریعہ خط بھیجوائی تھی اور اس پر اس کے دستخط نہیں تھے، زید کے یہاں آنے پر دو با شرع آدمیوں نے اس سے معلوم کیا کہ یہ خط طلاق کے متعلق تم نے لکھا ہے اس نے اقرار کیا کہ ہا ں میں نے لکھا ہے۔ شریعت مطہرہ کا اس معاملہ میں کیا حکم ہے، طلاق ہوئی یا نہیں؟ براے کرم کتب معتبرہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالسلیم

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق جس شرط پر معلق کی تھی وہ پالی گئی، اس لیے طلاق واقع ہوگئی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۱)

کیا فرماتے ہیں علماے دین حسب ذیل مسئلہ میں کہ میری شادی احمد ولد مبارک جی گاؤں بیڑ اوالوں کے ساتھ ہوئی، میری شادی ہوئے قریب ساڑھے چار سال کا عرصہ ہوگیا، میں جب سسرال گئی تب سے مجھے سسرال میں خاوند کی طرف سے کوئی آرام نہیں ملا، کیوں کہ گھر والوں کے آپس میں سیکھاوے کی وجہ سے مجھے ناجائز طریقے سے مار پیٹ کرتا ہے اور کئی مرتبہ ایسی مار پیٹ کی کہ میرے ناک، کان سے خون آنے لگ جاتا ہے، اس کے علاوہ مجھے جتنی مرتبہ مار پیٹ کرتا اتنی ہی مرتبہ مجھے بار بار یہی کہتا ہے کہ میری طرف سے تجھے طلاق ہے تو کہیں بھی جا سکتی ہے، یہ الفاظ مجھے کئی مرتبہ کہہ دیئے، یہاں تک کہ میرے ناک کان کاٹنے کی بھی دھمکی دی پھر بھی میں برداشت کرتی رہی آخر میں ایک دن جب مجھے بلا وجہ ہی بے حد مار پیٹ کی یہاں تک کہ میرے ناک اور منھ سے خون نکلنے لگا جب گاؤں والوں نے میری یہ حالت دیکھی تو انہوں نے میرے بھائی کو پالی سے بلوایا اور کہا کہ تمہاری بہن کے سسرال والے بے حد مار پیٹ کرتے ہیں اس کو اپنے گھر لے جاؤ اس پر میرے بھائی نے مجھے نصیحت کی اور گاؤں والوں کو بھی یہی کہا کہ آخر اس کی زندگی یہیں پر ہے آپ ان لوگوں کو سمجھاؤ آخر گاؤں والوں کے سمجھانے پر بھی نہیں مانے پھر گاؤں کے معزز

---

[1] فتاوی عالم گیری میں ہے: "واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۴۲۰، ج: ۱، الفصل الثالث في تعليق الطلاق الخ، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا تو شرط کے بعد اتفاقا طلاق واقع ہو جائے گی۔ (س، مصباحی)

آدمیوں کے کہنے کے مطابق مجھے میرے بھائی کے ساتھ میرے میکے بھیج دیا، میکے بیٹھے ہوئے قریب مجھے ڈھائی سال ہو گئے ہیں میرے سسرال سے میرے لیے نہ تو کھانے پینے کا خرچہ آتا ہے اور نہ ہی کوئی سماچار اس کے علاوہ میرا خاوند غیر مذہبی لوگوں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے اسی طرح کئی مرتبہ ایسی حرکتوں سے اس کی پٹائی بھی ہوئی اس طرح غیر چلن ہونے کی وجہ سے نکاح شدہ عورت کو نہیں چاہتا اس لیے عرض ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اس لیے عرض ہے کہ جو حکم شرع کا ہو تو تحریر کریں تا کہ اس عورت کا نکاح دوسری جگہ کر دیں۔ المستفتی: عبدالشکور

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر احمد نے واقعی مار پیٹ کی اور درمیان میں یہ کہا کہ میری طرف سے تجھے طلاق ہے اور کئی بار سے مراد ایک دو بار ہے، تو اسی وقت عورت کو طلاق رجعی واقع ہو گئی یعنی شوہر کو عدت کے اندر لوٹانے کا حق ہے اور اگر تین یا تین سے زیادہ بار ہے تو طلاق مغلظہ ہوئی یعنی شوہر کو لوٹانے کا حق نہیں۔ بیوی حرام ہو گئی محض مار پیٹ بدچلنی اور سختی وغیرہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۳۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیب النساء کی شادی زید کے ساتھ ہوئی زیب النساء تین سال تک اپنے شوہر کے مکان پر رہی تین سال کے بعد لڑکی نے ظاہر کیا کہ میرا شوہر نامرد ہے، میں اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی عرصہ چار سال کے بعد زیب النساء کے گھر والوں نے اس کی شادی دوسری جگہ کر دی پھر اس کے خاوند نے بھی دوسری شادی کر لی دوسری عورت آئی اور اس نے بھی یہی کہا کہ زید نامرد ہے عورتوں کے حقوق ادا نہیں کر سکتا اب عرض یہ ہے کہ زیب النساء نے جو دوسرا نکاح کیا بغیر طلاق کے وہ شریعت کی رو سے صحیح ہے یا غلط اگر لڑکا نامرد ہو تو لڑکی بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اس بارے میں شریعت کا جو بھی حکم ہو جلد آگاہ فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد داؤد خان بھیلواڑہ

الجواب

مرد اگر واقعی نامرد ہے تو اس پر عورت کو طلاق دینا شرعاً واجب ہے[1] زیب النساء نے اگر بغیر طلاق کے

---

[1] درمختار میں ہے: "ویجب لوفات الامساك بالمعروف" (الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ص:۴۲۸-۴۲۹، ج:۴، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اگر دستور کے مطابق رکھنا فوت ہو جائے تو طلاق واجب ہے۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "کما لو کان خصیا أو مجبوبا أو عنینا" (المرجع السابق) ترجمہ: جیسا کہ اگر شوہر خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو (ان صورتوں میں طلاق واجب ہے)

نکاح ثانی کیا تو درست نہیں نا مرد اگر طلاق نہ دے تو وہ مجرم ہے مگر زیب النساء بغیر طلاق کے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔لہٰذا وہ پہلے شوہر سے طلاق لینے کے بعد نکاح کرے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۳)اورآپ کی خاطر میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں مجھے تو صرف کمل ہی کی ضرورت ہے مجھے گھر بار وغیرہ کچھ اچھا نہیں لگتا ہے،آپ کے سوا کچھ اچھا نہیں لگتا قبلہ مفتی صاحب عبارت بالا کے لحاظ سے چاندوخان کی بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں جواب سے نوازیں۔

المستفتی:احمد خان

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق ہوگئی یعنی اگر حقیقت میں یہ تحریر چاندوخان کی ہے تو اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۴) قبلہ ہاشم صاحب نمک والے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آداب وتسلیمات کے من جانب عبدالحفیظ ابن عبدالغفار کے معلوم ہوا کہ آپ کی لڑکی شریفن سے جب میں نے نکاح پڑھا تھا اس وقت مجھے یہ یقین دیا تھا کہ اس کی ایک آنکھ کی روشنی اگر زائل ہوچکی ہے تو دوسری آنکھ کی روشنی اور بصارت ہے اور ٹھیک ہے مگر یہاں آنے پر رفتہ رفتہ انکشاف ہوا کہ دوسری آنکھ کی روشنی بھی تقریباً قریب الختم ہے۔دوسری چیز شریفن کا مزاج بھی اس قدر سخت خراب ہے کہ خدا کی پناہ! بدمزاجی میں تو وہ اپنے پرائے نہیں دیکھتی اور گھریلو کام دھندے میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں کرتی۔اس چیز کو دیکھتے ہوئے میں نے یہی مناسب اور بہتر سمجھا کہ اس کو طلاق دینے میں ہی بہتری ہے۔

پس میں مندرجہ ذیل اشخاص کے روبرو کامل طریقہ سے سوچ سمجھ کر شریفن کو طلاق دیتا ہوں،رہا عدت کا خرچہ تو وہ کچھ زیور لے کر گئی ہے اس سے کام چلالیں یا کئی دنوں کے لیے آپ مجھ کو تحریر فرمادیں میں آپ کی خدمت

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے:"لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلك المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج۔"اھ (فتاویٰ عالم گیری،ص:۳۴۶،ج:۱،کتاب النکاح،القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر،دارالفکر)
ترجمہ:کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں) (س،مصباحی)

میں روانہ کردوں گا۔ المستفتی: عبدالحفیظ جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق ہوگئی ہے اگر حقیقتاً یہ تحریر شوہر کی جانب سے ہے۔اب اگر شریفن جس کو طلاق دی گئی حاملہ ہے تو اس کو وضع حمل تک نان ونفقہ دیا جائے گا اور اگر حاملہ نہیں ہے تو جب تک تین حیض شریفن کو نہ آجائے تب تک نفقہ دیا جائے گا، رہا نفقہ کا سوال تو اس کی تین قسمیں ہیں، اگر زوجین دونوں مالدار ہیں تو مالداروں جیسا نفقہ دیا جائے گا اور اگر دونوں غریب ہیں تو غریبوں جیسا نفقہ دیا جائے گا اور اگر ایک مالدار اور ایک غریب تو (درمیان) متوسط دیا جائے گا، کھانے، پینے کے تمام برتن اور سامان حسب حیثیت اثاث البیت مثلا چار پائی، دری، لحاف توشک، تکیہ چٹائی ودیگر جوضروری ہو شوہر کو دینا ہوگا، رہنے کے لیے مکان دے گا اگر وہ تنہا رہنا چاہتی ہے اور شوہر بھی تنگ دست نہیں ہے ورنہ ایک کمرہ دے گا اور آپ نے جو زیور دیا اس کی قیمت اتنی ہوجاتی ہے کہ جب تک وہ عدت گزارے کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ شوہر کو اور دینا ہوگا۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۳۵)

بعد سلام کے مفتی صاحب سے دریافت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خط لکھا اور خط میں اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق لکھ دی اور وہ خط اس نے اپنے پاس ہی رکھا اپنی بیوی کو نہیں بھیجا تو اس کے پاس سے اس کے دوست نے لے کر پڑھ لیا، تو دوست نے کہا کہ تو نے کیا کیا آپ سے عرض ہے کہ عورت کو اب طلاق واقع ہوئی کہ نہیں۔
المستفتی: محمد علی شاہ

الجواب

تحریری طلاق کے ثبوت میں یہ ضروری ہے کہ شوہر اقرار کرے کہ میں نے لکھی یا لکھوائی ہے یا عورت اس پر گواہ پیش کرے، محض شوہر کے خط سے مشابہ ہونا یا اس کے سے دستخط ہوں یا اس کی سی مہر ہونا کافی نہیں شوہر اگر انکار کرے تو بغیر شہادت کے طلاق کا ثبوت نہیں ہوگا صورت مسئولہ میں اگر شرعی گواہ موجود ہیں یا شوہر اقرار کرتا ہے، تو طلاق واقع ہوگئی

اور جس وقت شوہر نے تحریر لکھی اسی وقت سے عورت عدت گزارے گی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۶)

جودھپوری رئیسہ بیگم کا نکاح قوم چوبدار محمد عمر ولد محمد اسماعیل قوم چوبدار سے تاریخ ۱۶/ ۷/ ۶۶ء کو ہوا اس کے بعد لڑکی مکان پر نہیں بھیجی گئی، ہم نے بلانے کے لیے بہت کوشش کی مگر لڑکی ایک دفعہ بھی نہیں بھیجی اور ٹال مٹول کرتے رہے آخر ہم نے بہت زور دے کر کہا کہ آپ لڑکی کو روانہ کرو مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور آج تک لڑکی کو نہیں بھیجا اور جھوٹا دعوی کر کے ہم پر جھوٹا الزام لگا کر لڑکی سے اسماعیل کورٹ میں نکاح فسخ کروانے کے بیان کروائے اور بیان کی تاریخ ۱۶/ ۷/ سنہ ۷۰ء کو تھی ایسی صورت میں کیا شریعت لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیتی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب عنایت کریں اور لڑکا لڑکی کو رکھنا چاہتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر خان جودھپور

الجواب

طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو ہے[2] اگر لڑکی نے خود جدائیگی اختیار کر لی یا یہ کہا کہ میں نکاح فسخ کرتی ہوں یا بغیر شوہر کے اس کو طلاق کا اختیار دیتے ہوئے لڑکی نے اپنے کو خود طلاق لے لی تو نہ نکاح فسخ ہوگا اور نہ طلاق ہوگی لہٰذا اب صورت مسئولہ میں کسی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان نبھاؤ نہ ہو سکے اور اس کی کوئی صورت نہ ہو تو شوہر سے طلاق لے لے اور اگر شوہر طلاق دینے پر رضامند نہ ہو، تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ عورت کچھ مال دے کر شوہر کو

---

[1] ہندیہ میں ہے: ''وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی او لم ینو ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق و تلزمها العدة من وقت الکتابة''۔ (فتاوی عالم گیری،ص: ۳۷۸، ج:۱، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور اگر مستبینہ مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہوگی خواہ نیت ہو یا نہ ہو پھر مرسومہ کی صورت میں یا تو اس نے طلاق کو ارسال کیا کہ بایں طور لکھا کہ امابعد: تو طالقہ ہے تو جیسے ہی لکھا ہے ویسے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اسی تحریر کے وقت سے عورت پر عدت واجب ہوگی ردالمحتار میں ہے: ''ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب: اما بعد فانت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة'' (ردالمحتار مع الدر المختار،ص: ۴۵۶، ج: ۴، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، دار الکتب العلمیہ، بیروت) پھر مرسومہ کی صورت میں یا تو اس نے طلاق کو ارسال کیا کہ بایں طور لکھا کہ امابعد: تو طالقہ ہے تو جیسے ہی لکھا ہے ویسے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اسی تحریر کے وقت سے عورت پر عدت واجب ہوگی۔ (س، مصباحی)

[2] اللہ فرماتا ہے: ''وبیدہ عقدة النکاح'' (القرآن المجید، سورة البقرة، آیت: ۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (کنز الایمان) حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''انما الطلاق لمن اخذ بالساق'' (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے۔

طلاق دینے پر رضامند کرے اور شوہر سے طلاق لے لے اور ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی شوہر نے طلاق نہ دی تو عورت اس کی بیوی ہے دوسری شادی نہیں کر سکتی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد صدیق بن نبی بخش قوم گھوسی سکنہ میر گی گیٹ جودھپور کی شادی مسماۃ میمونہ بنت اللہ دین قوم گھوسی سکنہ مہاؤتو کی مسجد پھپال سنگھ کے ساتھ ۱۹۶۱ء میں ہوئی جب کہ محمد صدیق کی عمر چودہ برس اور میمونہ کی عمر آٹھ سال تھی بعد نکاح محمد صدیق اور میمونہ میں مباشرت بھی ہوئی جب کہ دونوں بالغ ہو گئے مباشرت ہونے کے بعد میمونہ کے والد اللہ دین نے محمد صدیق کو پولیس کے ذریعہ گرفتار کروادیا اور یہ الزام لگایا کہ وہ اللہ دین کی لڑکی کو فرار کر کے لے گیا عدالت میں مقدمہ چلا آرہا ہے اللہ دین نے اپنی حمایت میں یہ پیش کیا ہے کہ چونکہ میمونہ کا نکاح آٹھ سال کی عمر میں ہو چکا تھا اس لیے اس کو فسخ نکاح کا حق ہے اس لیے جواب طلب ہے کہ جب کہ دونوں میں مباشرت ہو چکی ہے اس کے والد کا یہ مطالبہ کہاں تک درست ہے۔ ازروئے شرع مطلع کریں۔

المستفتی: محمد عمران ابن نبی بخش جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ اللہ دین نے اپنی لڑکی میمونہ کا نکاح محمد صدیق ابن نبی بخش کے ساتھ نابالغیت کی حالت میں کروایا تو اب فسخ نکاح کا حق کسی کو نہ رہا۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "فان زوجھما الاب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما"۔[2]

ترجمہ: پس اگر باپ اور دادا نے دونوں (نابالغ لڑکا اور لڑکی) کی شادی کر دی تو انہیں بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔ (س) اسی طرح ہدایہ اولین میں ہے: "و یجوز نکاح الصغیر وا لصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا فان زوجھما الاب اوالجد یعنی الصغیر والصغیرۃ

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلك المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج۔ اھ (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۳۴۶، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، دار الفکر)
ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں) (س، مصباحی)

[2] فتاویٰ عالم گیری، ص: ۳۸۵، ج:۱، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الاولیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت

فلا خيار لهما بعد بلوغهما[1]

ترجمہ: جب کہ نابالغ بچہ بچی کا نکاح اس کے ولی نے کر دیا تو جائز ہے اگر ان کا نکاح باپ یا دادا نے کیا تو پھر ان کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔ (س) مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہو گیا کہ اب میمونہ بنت اللہ دین کو فسخ نکاح کا کوئی اختیار نہیں رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ میں اپنی عورت کو لے کر روانہ ہونے لگا جبھی میری ساس اور اس کے بھائی کے بیچ تکرار ہو گئی میں ان سے کہا کہ میں اپنی عورت کو لے کر جاؤں گا تب میرے ماموں سسر نے کہا میں نہیں بھیجوں گا میں نے بہت کہا کہ آپ بھیج دو تب بھی وہ نہیں مانے اس پر مجھے بھی غصہ آ گیا اور بے قابو ہو کر میرے منھ سے طلاق کے الفاظ نکلے اور یہ مجھے معلوم نہیں کہ کتنی بار طلاق کہا مجھے بالکل ہوش نہیں تھا اور میری عورت حمل سے ہے۔

المستفتی: عبدالرحمن

الجواب

صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع ہو گئی سائل کا یہ کہنا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کتنی بار طلاق دی ایسی صورت میں اگر گواہ ہوں تو ان سے معلوم کیا جائے، لہٰذا اگر ایک یا دو طلاق دی ہے جب تو اس صورت میں اس عورت سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر تین طلاق دے دی تو بغیر حلالہ کے اس عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا رجوع کی شکل یہ ہے کہ اگر ایک طلاق رجعی دی ہے تو زمانہ عدت میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے رجعت کی اور اس پر گواہ کر لے اور عورت کو اس کی اطلاع کر دے[2] اور اگر دو طلاق بائنہ دی ہے تو زمانہ عدت میں یا بعد عدت دوبارہ نکاح ہوگا (۲) طلاق رجعی

---

[1] ہدایہ، ص: ۳۱۶۔۳۱۷، ج: ۲، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] ہدایہ میں ہے: "واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت اولم ترض والرجعة ان يقول: راجعتك او راجعت امرأتي و يستحب ان يشهد على الرجعة شاهدين فان لم يشهد صحت الرجعة" (ہدایہ، ص: ۳۹۴۔۳۹۵، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور جب مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دیں تو مرد کے لیے جائز ہے کہ عدت میں عورت سے مراجعت کر لے اس پر عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ اور رجعت یہ ہے کہ عورت کو خطاب کر کے یوں کہے کہ میں نے تم سے رجعت کر لی ہے۔ مستحب ہے کہ رجعت پر دو گواہ بنا لے پس اگر گواہ نہ بنایا تو بھی رجعت صحیح ہے (۲) ہدایہ میں ہے: "واذا كان الطلاق بائنا دون الثلث فله ان يتزوجها في العدة و بعد انقضائها۔" (ہدایہ، ص: ۳۹۹، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور اگر طلاق بائن ہے تین طلاق نہیں ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ عدت کے اندر یا عدت کے بعد نکاح کر لے۔ (س، مصباحی)

میں بھی بعد عدت نکاح کی ضرورت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۳۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بعد سلام اس مسئلہ میں کہ ہم نے پہلے یہاں سے آپ کے پاس ایک تحریر لکھ کر بھیجی تھی، جس کا آپ نے شریعت کے مطابق جواب دیا کہ یہ شخص واپس اس عورت کو نکاح میں لینا چاہتا ہے تو حلالہ کرے یہ ٹھیک ہے۔اب عرض یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کریں،تو اس کو اس کا شوہر یا دوسرے لوگ کہہ سکتے ہیں؟ کہ آپ کے ساتھ تو اس عورت کا نکاح حلالہ کے ساتھ کیا جاتا ہے پھر وہ نکاح کرنے کے بعد اس کی مرضی ہو طلاق دے یا نہ دے۔لیکن پہلے اس کے سامنے اظہار کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ علمائے دین مکمل جواب دیں اگر کوئی دوسرا طریقہ ہو تو ویسا جواب دیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

الجواب

دوسرے نکاح میں ایجاب وقبول کے اندر حلالہ کی شرط لگانے سے یہ دوسرا نکاح مکروہ تحریمی ہوجاتا ہے[1] اس کے متعلق حدیث شریف میں لعنت فرمائی گئی ہے[2] پہلا دوسرا شوہر اور عورت تینوں گنہ گار ہوں گے لیکن عورت اس دوسرے نکاح سے حلالہ کی شرط کے باوجود پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجائے گی اور اگر دوسرے نکاح میں حلالہ کی شرط نہ لگائی اور نیت حلالہ کی ہے تو کوئی حرج نہیں بلکہ خیر خواہی کی نیت ہے تو ثواب ملے گا،اب اگر عورت یا پہلے شوہر

---

[1] جیسا کہ درمختار میں ہے:"(کرہ) التزوج للثانی (تحریما) للحدیث لعن اللہ المحلل و المحلل لہ (بشرط التحلیل) کتزوجتك علی ان احللك (اما اذا اضمرا ذلك لا)یکرہ(و کان)الرجل (ماجورا)لقصد الاصلاح"۔اھ مختصرا (درمختار المطبوع مع ردالمحتار،ص:۴۷۔۴۸،ج:۵،باب الرجعۃ، کتاب الطلاق،دارالکتب العلمیہ،بیروت) حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کردوں گا،دوسرے شخص سے نکاح مکروہِ تحریمی ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں،اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہوگا۔

[2] عن عبد اللہ قال لعن رسول اللہ ﷺ الواشمۃ والمؤتشمۃ والواصلۃ والموصلۃ واٰکل الربوا ومؤکلہ و المحلل والمحلل لہ۔ (سنن النسائی،ص:۸۴،ج:۲،کتاب الطلاق،باب احلال المطلقۃ ثلثا ومافیہ من التغلیظ) ترجمہ:حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بالوں کو گودنے والی اور گودوانے والی اور جوڑنے والی،جڑوانے والی،سود کھانے والے اور کھلانے والے اور حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو اس پر لعنت فرمائی ہے۔ (س،مصباحی)

کوخطرہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرا شخص نکاح کر کے طلاق نہ دے تو دشواری ہوگی تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے پہلے کہلوالیا جائے کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کر کے ہمبستر ہوا یا ایک رات سے زیادہ رکھا تو عورت کو طلاق ہو جائے گی یا یہ صورت اختیار کرے کہ عورت دوسرے شخص کو کہے کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے اپنے نفس پر اختیار ہے جب چاہوں اپنے کو طلاق دے لوں اس نے کہا میں نے قبول کیا اب عورت کو طلاق دینے کا خود اختیار ہے جب چاہے اپنے کو طلاق دے کر عدت پوری کر کے شوہر اول سے نکاح کر لے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۴۰)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہندہ کے گھر بچہ پیدا ہوا چار مہینہ کا عرصہ ہوا تھا اس کے بعد زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دی از روے شرع ہندہ کی عدت کیا ہوگی ہندہ تین حیض کا اقرار بھی کر رہی ہے۔اب جب کہ ہندہ کو طلاق دیئے ہوئے چار مہینہ اور دس دن کا عرصہ گزر چکا ہے اور ہندہ دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ بحکم شرع دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی مین جواب عنایت فرمائیں۔عین نوازش ہوگی۔

المستفتی:محمد یوسف قصاب

الجواب

ایام رضاعت کے ابتدائی مہینوں میں عورتوں کو عموماً حیض نہیں آتا ہے۔لیکن اگر مذکورہ عورت بقسم کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق کے بعد اب تک تین حیض آ گئے ہیں تو اس کا قول مان لیا جائے گا[1] صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں کہ عورت کہتی ہے کہ میری عدت پوری ہوگئی اگر اتنا زمانہ گزرا ہے جس میں عدت پوری ہوسکتی ہے۔تو قسم کے ساتھ اس کا

---

[1] ہدایہ میں ہے:"واذا قالت المعتدۃ انقضت عدتی و کذبھا الزوج کان القول قولھا مع الیمین لانھا امینۃ فی ذلك"۔ (ہدایہ،ص:۴۲۶،ج:۲،کتاب الطلاق،باب العدۃ،مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ:عدت والی عورت نے کہا کہ میری عدت ختم ہوگئی ہے حالانکہ شوہر اس بات کو جھوٹ کہہ رہا ہے تو قسم کے ساتھ عورت کی بات مان لی جائے گی،کیوں وہ اس معاملہ میں امینہ ہے درمختار میں ہے:"قالت مضت عدتی وانکر الزوج فالقول لھا عند الامام لانھا امینۃ۔" (درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۳۰،ج:۵،کتاب الطلاق،باب الرجعۃ،دارالکتب العلمیہ،بیروت) ترجمہ:عورت کہتی ہے کہ میری عدت ختم ہوگئی ہے اور شوہر اس کا انکار کرتا ہے تو بات عورت کی مانی جائے گی کیوں کہ وہ امینہ ہے۔ (س،مصباحی)

قول معتبر ہے۔[1]

اور وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے بالغہ غیر حاملہ کی طلاق کی عدت تین حیض ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

"وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ"[2]

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔ (کنزالایمان) **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

نوٹ: اگر مذکورہ عورت کو طلاق کے بعد حیض نہیں آیا تو جب تک حیض نہ آجائے رکی رہے گی اور دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔

مسئلہ (۴۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام گزارش یہ ہے کہ میں خاتون میرا نکاح رحیم بخش سے ہوا۔ آج دس سال ہوگئے اور میں سسرال صرف ڈیڑھ سال رہی ایک لڑکی پیدا ہوئی میرا خاوند کماتا نہیں ہے، شرابی اور میں بھوکی مرتی ہوں آج تک نہ اس نے میرے ماں باپ کے یہاں پر کوئی خرچہ، مہر بھیجا اور نہ لڑکی بھیجی۔ میں اپنی ماں باپ کے یہاں بیٹھی ہوں ایک مرتبہ برادری کے لوگ اکٹھا ہوئے مجھے بلایا میں نے صاف کہہ دیا کہ یہ میرے بھائی کے برابر ہیں۔ یہ علمائے کرام کیا فرماتے ہیں یہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ شریعت سے جواب دیں، مہر لگا کر کیا۔ میں اب دوسرا نکاح کرسکتی ہوں جواب دیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جیسا کہ ذکر کیا گیا یعنی اس عورت کا یہ کہنا کہ یہ میرے بھائی کے برابر ہے۔ اس جملہ سے طلاق نہیں ہوگی جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے دے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی[3] رہا سوال نفقہ، خرچہ کا تو یہ شوہر

---

[1] بہار شریعت، حصہ: ۸، ص: ۲۳۹، ج: ۲، عدت کا بیان، مجلس المدینۃ العلمیہ

[2] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸

[3] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلك المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج۔" اھ (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۲۸۰، ج: ۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں)

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "تجب علی الرجل نفقۃ امرأتہ المسلمۃ" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۵۴۴، ج: ۱، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ، دار الکتب العلمیہ) ترجمہ: شوہر پر اس کی مسلمان بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ (س، مصباحی)

پرواجب ہے ولازم ہے،اگرشوہراس کی ہرضرورت نان ونفقہ پوری نہیں کرے گاتوعنداللہ مواخذہ ہوگا باز پرس کی جائے گی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۴۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں مسماۃ ہندہ کا خاوند بکرقوت مردمی سے عاری (عاجز) ہےعورت کے قطعاً قابل نہیں۔ہندہ جوانی کے سترہ سال میں داخل ہوچکی ہے،اس لیے مسئلہ کی نوعیت کی روسے کیا ہندہ بکر سے فسخ نکاح کی مجاز ہے۔بالتفصیل جواب دیں۔

المستفتی:عبدالشکورابن عبدالغفور گردی کورٹ جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں جیسا کہ ذکرکیا گیا ہے ہندہ کے لیے یہ ہے کہ اگر مذکورہ عورت بکر سے طلاق حاصل کرنا چاہتی ہےتواس کے لیے ایک راستہ ہےاوروہ یہ ہے کہ ہندہ بکرکوخلع کےطور پہ کچھ رقم دیکرراضی کرلےاورطلاق حاصل کرائے۔خلع میں میاں بیوی کا راضی ہونا ضروری ہے۔

صورت مسئولہ میں اس بات کا تذکرہ بھی ہے کہ بکرقوت مردمی سے عاری (عاجز) ہےاس بارے میں فقہائے کرام کا متفقہ قول ہے کہ عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔اگر مذکورہ شخص ایک سال کے اندراندرعورت کے قابل ہوجائےتوٹھیک ہے ورنہ قاضی وقت اس بات کا مجاز ہے کہ عورت کے مطالبۂ تفریق پران دونوں کے درمیان جدائی کرادے۔اس بارے میں حدیث شریف ہے:"عن عمر یؤجل العنین سنۃ فان دخل بھا و الا فرق بینھا"[1]

ترجمہ:عنین کوایک سال کی مہلت دی جائے،اگرعورت کوپہنچ جائے یعنی قابل ہوجائےتوٹھیک ہے ورنہ پھر ان دونوں کے درمیان جدائی کردی جائے۔(س)لہٰذااب ضروری ہے کہ بکرکی ڈاکٹری جانچ کرائی جائے،اوراس بات کا پورا پتہ لگایا جائے کہ آیا حقیقتاً بکرعنین (نامرد) ہے یانہیں فقہائے کرام نے جوایک سال کی مہلت دی ہے اس کا فلسفہ صرف یہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نامردگی کسی کمزوری کی وجہ سے ہےجس کی بنیاد پراس کے قابل نہ رہا اگر یہ

---

[1] المصنف للامام ابن عبدالرزاق،ص:۲۹۹،ج:۵،حدیث:۱۱۴۶۵،کتاب النکاح،دار التاصیل مرکز البحوث وتقنیۃ المعلومات /فتح القدیر،ص:۲۶۷،ج:۴،کتاب الطلاق،باب العنین وغیرہ،مرکزاہل سنت برکات رضا

بیماری عارض ہے تو ایک سال میں دور کی جاسکتی ہے،اسی لیے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: "یحتمل ان یکون الامتناع لعلۃ معترضۃ"[1]

ترجمہ:احتمال یہ ہے کہ(شوہر کا عورت کے حق کو ادا کرنے سے)رکنا کسی عارض ہونے والی بیماری کی وجہ سے ہو۔(س)جب ایک سال کی مدت گزر گئی پھر بھی وہ اس قابل نہیں ہوا تو معلوم ہو جائے گا کہ بکر کو یہ بیماری عارضہ نہیں ہے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں "فاذا مضت المدۃ ولم یصل الیہا تبین ان العجز بآفۃ اصلیۃ"[2]

ترجمہ: پس جب مدت گزر گئی اور اس عورت کے پاس نہیں پہنچا تو ظاہر ہو گیا کہ عجز آفت اصلیہ کی وجہ سے ہے۔(س)اب حاکم کو اس بات کا اختیار ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرقت کرادے اور یہ فرقت فرقتِ بائنہ ہو جائے گی،تو عورت کے اوپر عدت واجب ہو جائے گی-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۴۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں محمد حسین ولد رحیم بخش چھیپا شہر جودھپور سے عرض یہ ہے کہ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے از روئے ایمان خدا کو سمیع وبصیر جان کر لکھوایا ہے اور کہا ہے: میری مرضی طلاق دینے کی نہیں تھی اس پر مجھے مسجد سے سوتے ہوئے کو اٹھا کر بلایا گیا،آتے ہی میرے والد نے کہا کہ طلاق دیتا ہے کہ نہیں میں نے انکار کیا اس بات کو سنتے ہی میرے چھوٹے بھائی محمد شفیع نے میرے سر میں کسی چیز سے ماری اس چوٹ کی وجہ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور بھائی نے پیٹ وغیرہ میں لات ماری اور دو چار گھوسے بھی مارے۔ اس پر میں نے ان سے یہ کہا کہ میں طلاق نہیں دوں گا جب انھوں نے کہا کہ طلاق دے ورنہ تجھے جان سے مار دوں گا۔ اس دھمکی کی وجہ سے میں نے طلاق دی مگر سچے دل سے نہیں دی۔اب برائے مہربانی اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: جمیل احمد

الجواب

صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی ہوگئی یعنی عدت کے اندر اپنی عورت کو لوٹا سکتا ہے۔[3] واللہ تعالیٰ

---

[1] ہدایہ،ص:۴۲۰۔۴۲۱،ج:۲،باب العنین وغیرہ،کتاب الطلاق۔مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ

[2] المرجع السابق

[3] ہدایہ میں ہے:"طلاق المکرہ واقع" (ہدایہ،ص:۳۵۸،ج:۲،کتاب الطلاق،باب طلاق السنۃ،مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ)
ترجمہ: مجبور شخص کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(س،مصباحی)

اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۴)

مریم بیگم کا خاوند محمد شاہ عرصہ چار سال سے پاکستان چلا گیا اور بعدہ مریم قریب چار سال گھر بیٹھی رہی نصیر شاہ نے جان بوجھ کر نکاح کر لیا۔ اب بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ مریم کا نکاح چار سال بعد ٹوٹ گیا اس سے ہم کو مطلع فرمائیں کیوں کہ میں نے مریم سے نکاح کر لیا ہے اور نکاح کیے ہوئے آج قریب پندرہ سال ہوئے ہیں۔ لہٰذا شرعی مسئلہ کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مریم کا خاوند طلاق دے چکا ہے، کیا شرعی سطح پر قابل قبول ہو سکتی ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں مفقود الخبر کی تعریف صادق نہیں آتی، لہٰذا دوسرا نکاح جائز نہیں، ہاں اگر شرعی ثبوت اس بات پر ہے کہ شوہر اول نے طلاق دے دی ہے تو بعد عدت نکاح ثانی درست ہے ورنہ نہیں صورت ثانیہ میں چونکہ نکاح ثانی درست نہیں ہوا لہٰذا مریم بیگم اور نصیر شاہ فوراً علیٰحدگی اختیار کر لیں ورنہ زنا کے مرتکب ہوں گے۔[1]

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی منکوحہ کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کر رہا تھا، اس کے دشمنوں نے پرانی سازش کے تحت وہ نہیں چاہتے تھے کہ دو محبت بھرے دل خوشگوار تعلقات کے ساتھ زندگی بسر کریں، اس کی خوش دامن (ساس) کو بھڑکایا اور بالآخر ایک دن زید کو ہوٹل میں لے جا کر کچھ منشیات نشے کی خورد ونوش کرا کے حالت نیم بے ہوشی میں ایک کاغذ پر طلاق نامہ وکیل سے لکھوا کر تیار کر رکھا تھا، جس کا شخص مذکور کو عین وقت پر قطعی علم نہ تھا، اس کے دستخط کرائے تحریر میں تین جگہ دستخط کرائے اور اس میں پہلے سے لکھ دیا تھا طلاق۔ شخص مذکور دوسرے دن جب ہوش میں آیا اور دوسرے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا تو بہت افسوس ہوا اب یہ

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذلك المعتدة کذا فی السراج الوهاج۔" اھ (فتاویٰ عالم گیری، ص:۲۸۰، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، دارالفکر)
ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں) (س، مصباحی)

حالت ہے کہ ادھر اس لڑکی کے لیے تڑپ رہا ہے۔ ادھر وہ لڑکی اپنے خاوند کے لیے تڑپ رہی ہے۔ جس نے بھی اس واقعہ کو سنا افسوس کرنے لگا کہ ان ظالموں نے کتنا بڑا ظلم کیا اور کس طرح ایک بھرے گھر کو اجاڑا اور کس طرح دو محبت بھرے دلوں کو برباد کیا۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا ایسی حرکت سے طلاق واقع ہو سکتی ہے؟ اگر ہو بھی گئی تو کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ بعد عدت کے دن گزرنے کے واپس نکاح پڑھ کر عورت اپنے خاوند کے پاس آجائے اور پھر یہ دونوں محبت بھرے دل یکجا ہو جائیں۔ اگر اس صورت میں کوئی کفارہ دے کر حالت درست ہو سکتی ہے تو بھی ارشاد فرمائیں اور تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر عند اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں اور ممنون و مشکور فرمائیں۔ شخص مذکور اور اس کی اہلیہ کی حالت خراب ہے اب اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو بگڑے ہوئے حالات کو مسئلہ کے تحت درست فرما دیجئے۔

المستفتی: حبیب احمد خان، چھوٹا تالاب روڈ سکر (راج)

الجواب

صورت مذکورہ میں جیسا کہ بیان کیا گیا اگر واقعی کسی نے اس شخص کو مجبور کر کے نشہ پلا دیا اور اس نشہ میں اس نے طلاق دے دی تو صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور اگر اس شخص نے نشہ بخوشی پیا ہے تو طلاق ہو جائے گی، ہاں ردالمحتار میں اس کی صراحت ہے کہ کسی نے بخوشی شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اور اس نے لکھ دیا، مگر دل میں نہ ارادہ ہے اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہیں ہوگی[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ: مجبوراً سے مراد شرعی مجبوری ہے اور وہ یہ ہے کہ جان کے تلف ہونے کا خوف ہو۔

---

[1] درمختار میں ہے: "اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا۔" ترجمہ: جس نے جبر کی حالت میں یا اضطراری حالت میں نشہ والی چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ اسی مسئلہ کے تحت ردالمحتار میں ہے: "فصحح فی التحفۃ و غیرھا عدم الوقوع و فی النھر عن تصحیح القدوری انہ التحقیق"۔ اھ ملتقطا (درمختار و ردالمحتار، ص: ۴۴۷، ج: ۴، کتاب الطلاق، مطلب: فی الحشیشۃ و الافیون والبنج، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اور نہر میں قدوری کی صحت کو بیان کرتے ہوئے لکھا کہ یہی تحقیق ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "ان المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا" (ردالمحتار، کتاب الطلاق، ص: ۴۲۱، ج: ۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت) ترجمہ: جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی کیوں کہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام محض حاجت کی بنا پر کیا گیا ہے اور یہاں شوہر کو حاجت نہیں۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۴۶)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے تحریری طور پر صریح لفظوں میں طلاق لکھ کر اپنی عورت کو بھیج دیا کچھ عرصہ کے بعد برادری کے لوگوں نے اس شخص سے کہا تم اپنی عورت کو لے جاؤ اس پر اس نے پوری صفائی کے ساتھ جواب دیا کہ میں نے عورت کو طلاق دے دی ہے لہٰذا اب میں اس کو نہیں لے جاؤں گا، اس کے بعد برادری ہی کے لوگوں نے اس سے کہا کہ عورت کی مہر اور عدت کا خرچہ دے دے، خاوند نے مہر اور عدت کے روپۓ دے دیئے، اس کے بعد عورت اپنے والدین کے گھر مستقل رہنے لگی عرصہ دو سال کے بعد عورت کو فرار کر کے خاوند کے پاس پہنچا دیا اور پھر دونوں ایک ساتھ رہنے لگے اور اس وقت سے عورت خاوند کے پاس رہی اور خاوند کی طرف سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ ہم نے جو مہر اور عدت کے روپۓ دیئے تھے اس کو واپس کر دو، تو اب ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق سے انکار کرنے لگا کہ ہم نے طلاق دی ہی نہیں، تو اس اقرار اور تحریر کے بعد اس کی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

(۲) طلاق کے بعد عورت اپنے والدین کے گھر دو برس رہی اور تمام اخراجات والدین نے برداشت کیے، تو کیا پھر عورت یا خاوند مہر اور عدت کی رقم کے واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

(۳) صریح طلاق کے بعد عورت اسی خاوند کے پاس ہے تو کیا یہ شریعت کے حکم سے کسی طرح جائز ہے؟

(۴) برادری کے لوگ ایسے شخص کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات باقی رکھ سکتے ہیں یا نہیں ان تمام باتوں کا بالتفصیل جواب جلد سے جلد عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں جب کہ خاوند سے اقراراً وتحریراً طلاق ثابت ہوگئی عرصہ دو سال بعد شوہر کا طلاق سے انکار کر دینے کو اس کا تحریری طلاق نامہ تردید کر دے گا۔ جیسا کہ ''اشباہ'' میں ہے: الکتاب کا لخطاب[۱]

ترجمہ: تحریر بھی خطاب کی طرح ہوتی ہے۔ (س)

(۲) دوسری صورت میں جب کہ خاوند زوجہ کو مہر ونفقہ دے چکا ہے اور اس مہر ونفقہ کی رقم کو عورت نے اپنے والدین کے گھر بیٹھ کر دو سال کے عرصہ میں صرف کر دیا تو اب واپسی کا مطالبہ کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

(۳) تیسری صورت میں خاوند کا بیوی کو فرار کرنا از روۓ شرع شریف حرام ہے۔ ان کو فوراً علیٰحدہ کر دینا

---

[۱] الاشباہ والنظائر، ص: ۱۹۶ و ۵۹۷، ج: ۲، الفن الثالث احکام الکتابۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

چاہیے۔

(۴) چوتھی صورت میں برادری کے لوگوں کو چاہیے کہ خاوند کو سمجھائیں اگر سمجھانے سے مان لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے قطع تعلقات کر لینا چاہئے۔ چونکہ یہ کھلم کھلا زنا ہے جس طرح بھی ہو سکے ان کو علیٰحدہ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۷)

بخدمت مفتی مولانا اشفاق صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دو سال میکے میں رہ چکی ہو اور اس کو حق زوجیت سے محروم رکھا ہو یعنی لڑکا عورت کے قابل نہ ہو، لڑکی نے صاف بیان دیدیا کہ خاوند عورت کے قابل نہیں ہے، ایسی صورت میں عورت خود طلاق دے سکتی ہے یا نہیں، برائے کرم اس مسئلہ کو تحریر فرما کر مشکور فرمائیں، اصلاح کمیٹی کے پاس لڑکی کی جانب سے درخواست پیش ہو چکی ہے مگر اب تک کوئی فیصلہ کمیٹی نے نہیں دیا۔

المستفتی: محمد نتھو لوہار پورہ ناگور شریف

الجواب

صورت مسئولہ میں جب تک لڑکا خود اس بات کا اقرار نہ کرلے کہ وہ اس (جماع) کے قابل نہیں ہے، جب تک عنین کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگر لڑکا اقرار کرلے تو شرع اس کو ایک سال کی مہلت دیتی ہے[1] ایک سال کے اندر یا تو وہ عورت کے قابل ہو جائے یا پھر اس کے عنین ہونے کا ثبوت ڈاکٹر یا حکیم سے لے لیا جائے اور وہ ثبوت سال ہو جانے کے بعد مفتی شرع کی خدمت میں پیش کیا جائے پھر وہ جو فیصلہ بحکم شرع دیں اس پر عمل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴۸)

بخدمت جناب مولانا مفتی اشفاق حسین صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

---

[1] ہدایہ میں ہے: "واذا کان الزوج عنینا اجله الحاکم سنة فان وصل الیها فبها والا فرق بینهما اذا طلبت المراة ذلك" (ہدایہ، ص: ۴۲۰، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور اگر شوہر نامرد ہو تو حاکم اس کو ایک سال کی مہلت دے گا پس اگر وہ عورت کے پاس چلا گیا تو ٹھیک ورنہ حاکم ان دونوں میں تفریق کر دے گا۔ (س، مصباحی)

بعد سلام کے واضح ہو کہ کیا حکم فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی بیوی کو میرا حکم نہ ماننے پر آپس کی لڑائی جھگڑا کے بنا پر طلاق دے دی۔ طلاق نامہ جب میری بیوی کو مل گیا تب میری ساس نے ناگور اصلاح کمیٹی کو خط (درخواست) بھیجی کہ میری لڑکی کو عابد حسین نے طلاق دے دی ہے۔ سو، مناسب فیصلہ دیا جائے۔ اصلاح کمیٹی نے حسب ذیل فیصلہ دیا ہے۔

مضمون فیصلہ:

(۱) عدت ومہر کے مبلغ دوسو اکیس روپیہ ۲۲۱=۱۸۰ (عدت)+۵۱ (مہر)

(۲) جب تک لڑکی کی شادی نہ ہو تب تک برادری کا کوئی بھائی عابد حسین کو لڑکی نہ دے۔ تا فیصلہ برادری کے باہر رہے گا۔

لڑکی کی ماں کے بیان پر ایک طرفہ یہ فیصلہ اصلاح کمیٹی لوہار پورہ کے ممبروں نے دیا، جب سے میں برادری کے باہر ہوں۔

(نوٹ) میں مہر، عدت کی رقم دینے کو تیار ہوں جناب کی خدمت میں التماس ہے کہ شرعی حکم تحریر فرما کر مشکور فرمائیں، ممبران کہتے ہیں کہ مہر عدت کی رقم دوسو اکیس روپیہ ہمیں دے دو میرا کہنا ہے کہ مجھے میری طلاق شدہ بیوی مجھے دے دو۔ دوسو اکیس روپیہ کی رسید بنا کر دے دے اور میرا سامان مجھے دیدے اور اپنا سامان میرے پاس سے لے سکتی ہے۔ برائے کرم اس مسئلہ پر شرعی حکم تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عابد حسین بیکانیری لوہار پورہ ناگور

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں عورت کو مہر ۵۱/روپیہ دیدیئے جائیں گے بشرطیکہ مہر اتنا ہی ہو اور اگر کم یا زیادہ ہے تو جتنا ہو اتنا ہی دیا جائے گا اور نفقہ میں ۱۸۰ روپیہ کی قید نہیں بلکہ اگر مرد عورت دونوں خوشحال ہیں تو نفقہ بھی انہیں کی حالت کے مطابق ہوگا۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک غریب اور دوسرا مالدار ہو تو نفقہ درمیانی ہوگا رہا سوال قوم کا برادری سے علیٰحدگی کا تو اگر یہ کمیٹی اصلاح کمیٹی کے لیے ہے اور کسی قسم کا بغض وعناد نہیں ہے تو قوم کا یہ فیصلہ درست ہے بشرطیکہ کمیٹی کا یہ فیصلہ صرف اصلاح کے لیے ہے اور اگر عابد نے اپنی شرعی مجبوری کے پیش نظر طلاق دی ہے تو قوم کا یہ فیصلہ صحیح نہیں، ممبران کمیٹی پر فرض ہے کہ فریقین کی تحقیق کریں، پھر کوئی فیصلہ دیں اور میاں نے جو اپنی بیوی کو جو مال دیا ہے جیسے زیور اور جو عورت کا مال ہے وہ آپس میں لین دین کر سکتے ہیں۔ جیسے جہیز اور زیور۔

(۲) عابد حسین کے نکاح پر جو یہ پابندی لگائی ہے اس کو واپس لے کیوں کہ شرعا ایسا کرنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ: نفقہ میں جو سامان ضروریات زندگی میں شامل ہے دیا جائے گا مثلا کھانے پکانے کے تمام برتن اوڑھنے بچھانے کا سامان نہانے دھونے کا سامان وغیرہ۔

مسئلہ (۴۹)

مکرمی جناب حضرت مولانا مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مندرجہ ذیل مسائل کے جواب عنایت فرمادیں:

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق شرعی دے دی ایک ساتھ تین طلاق دے کر وہ فارغ البال ہو گئے، اب لڑکی اپنے میکے رہنے لگی اور اس کے بھائی، باپ نے ایک مہینہ، دو تین دن بعد مدت عدت میں ہی نکاح ثانی کر دیا ایسے نکاح کے لیے از روے شرع کیا حکم ہے۔ نکاح پڑھانے والے گواہ وکیل وغیرہ کے لیے کیا حکم ہے۔ اب ان کے لیے کس طرح درست ہوسکتا ہے آیا وہ کفارہ دیں یا روزہ رکھیں یا جیسا بھی حکم ہو صادر فرمادیں کرم ہوگا۔

المستفتی: امام رفیق احمد، مسجد جوائی باندھ اسٹیشن روڈ

الجواب

صورت مسئولہ میں یعنی عدت میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا فوراً لڑکی و لڑکے کے مابین تفریق کرادی جائے۔

قرآن میں ہے: "وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ"۔[1]

ہدایہ میں ہے: "ولا ينبغي ان تخطب المعتدة"[2]

ترجمہ: اور معتدہ کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے۔

اور طلاق والی عورت عدت میں تین حیض گزارے گی جیسا کہ کتاب اللہ میں وارد ہے: "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ"[3]

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک (کنز الایمان)۔

[1] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۵

[2] ہدایہ، ص: ۴۲۸، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

[3] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸

یعنی طلاق والیاں تین حیض انتظار کریں گی اور جب تک تین حیض پورے نہیں ہوجاتے عدت پوری نہیں ہوگی، اس کے بعد ہی نکاح ثانی کرسکتی ہے۔[1]

نکاح ثانی پڑھانے والے یعنی وکیل و شاہدین وغیرہ سب کو فوراً علی الاعلان توبہ کرنی چاہیے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ: حاملہ مطلقہ کی مدت وضع حمل ہے اور نابالغہ بچی کی عدت تین مہینے ہیں وہ بوڑھی عورت کہ بسبب کبرسنی کے حیض کا آنا بند ہوگیا ہو وہ بھی تین مہینہ گزارے گی۔[3]

مسئلہ (۵۰)

علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایک لڑکی جس کا نام بیوی ملکہ ہے اس کی شادی اپنے رشتہ داروں میں تقریباً سات یا آٹھ سال پہلے ہم نے کی تھی اس وقت نابالغہ تھی جب قرب بلوغت پر پہنچی تو میں نے اس کو سسرال بھیجا کچھ دنوں تک وہاں ہی رہی تو سسرال والوں نے بہت تکلیف دی، جب ہم واپس لینے گئے تو مار پیٹ کر ہمارے سپرد کردی، کہا کہ تمہاری لڑکی کو مجھے نہیں رکھنا ہے۔ اس کے بعد ہی اپنی بچی کو لے آئے اس لڑکے نے چھ ماہ یا سال بھر کے بعد دوسری شادی کرلی چار سال تک بالکلیہ طور پر نہیں لے گیا نہ اس نے خط لکھا اور نہ نان ونفقہ کا خیال رکھا اس صورت میں لڑکی نے خرچے کا نوٹس دیا تو وہ اس کے جواب میں لڑکی لے

---

[1] ہدایہ میں ہے: "واذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء" (ہدایہ، ص: ۴۲۲، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور جب مرد نے اپنی بیوی کو طلاق بائن یا طلاق رجعی دے دی یا دونوں میں فرقت بغیر طلاق کے واقع ہوئی حالانکہ یہ آزاد عورت ان عورتوں میں سے ہے جن کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

[2] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۲۶۶، ج: ۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا)

[3] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "اذا طلق امراته طلاقا بائنا او رجعيا او ثلاثا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء والعدة لمن لم تحض ثلثة اشهر وعدة الحامل ان تضع حملها ملتقطا" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۵۳۶، ج: ۱، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن یا رجعی یا تین طلاق (مغلظہ) دی یا بغیر طلاق کے دونوں کے درمیان جدائی ہوگئی اور وہ عورت آزاد، حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے اور جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت تین مہینہ ہے اور حاملہ کی عدت بچہ جننے تک ہے۔ (س، مصباحی)

جانے کی درخواست کی مگر اب لڑکی کا کہنا یہ ہے کہ جب تم دوسری شادی کر لی تو میرے جانے کی ضرورت نہیں لہٰذا مجھ کو طلاق دے دو اور چار سال کا نان ونفقہ ادا کر و اور لڑکا طلاق دینا نہیں چاہتا ہے اور لڑکی کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ وقت کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ جوان لڑکی کو گھر میں رکھا جائے لہٰذا علمائے کرام ومفتیان دین سے التماس ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کوئی راستہ ہو تو بالتفصیل بحوالہ قرآن وحدیث سے جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد چاند خان بھیلواڑا راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں جب تک لڑکا طلاق نہ دے کچھ نہیں ہو سکتا[1] عورت صبر سے کام لے مولی تعالیٰ اس کے لیے سہولت پیدا فرمائے گا لڑکی کا یہ عذر کہ چونکہ لڑکا یعنی اس کا شوہر دوسری عورت لے آیا اس لیے اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ عندالشرع قابل قبول نہیں۔

چھٹکارے کی ایک سہل (آسان) شکل یہ ہے بشرطیکہ میاں بیوی دونوں رضا مند ہو تو خلع کر لیں۔ اور خلع کی شکل یہ ہے کہ مثلاً عورت اپنے شوہر سے کہے کہ میں تجھ سے اتنے مال کے بدلے میں خلع کرتی ہوں اور جو کچھ میرا مطالبہ ہے اس کو ختم کر دوں گی مجھ سے خلع کر لو شوہر کہے کہ میں نے منظور کیا یا میں نے خلع کیا تو ایسی صورت میں خلع ہو جائے گا اور خلع کا حکم یہ ہے کہ اس میں طلاق بائن ہو جائے گی مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔[2] واللہ اعلم بالصواب

---

[1] (ا) اللہ فرماتا ہے: ''وبیدہ عقدۃ النکاح'' (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (کنز الایمان) حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انما الطلاق لمن اخذ بالساق'' (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے۔

[2] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "اذا تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلك وقعت تطلیقة بائنة و لزمها المال" (فتاوی عالم گیری، ص: ۴۸۸، ج: ۱، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه، دار الکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: اور جب شوہر بیوی باہم جھگڑا کریں اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اس کو اپنی جان کا فدیہ دیدے ایسے مال کے ساتھ جس کے ذریعہ شوہر اس کو خلع دیدے پس جب شوہر اور بیوی نے ایسا کر لیا تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا۔ ہدایہ میں اس طرح ہے: "وان تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطلیقة بائنة و لزمها المال" (ہدایہ، ص: ۴۰۴، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب الخلع، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور جب شوہر بیوی باہم جھگڑا کریں اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اس کو اپنی جان کا فدیہ دیدے ایسے مال کے ساتھ جس کے ذریعہ شوہر اس کو خلع دیدے پس جب شوہر اور بیوی نے ایسا کر لیا تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۵۱)

(۱) کیا فرماتے علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ خالد کا ایک لڑکا شادی شدہ ہے، اس کی شادی ہوئے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔ اس کی بیوی کو اپنے شوہر کے گھر آتے جاتے چار پانچ سال ہو گئے ہیں مگر دو تین سال سے خالد کے سسرال والے خالد کے ساتھ نااتفاقی کرتے ہیں، اس کی بیوی کو بھیجنے پر بھی رضامند نہیں ہیں خالد چار پانچ دفعہ بیوی کو لانے کے لیے سسرال جاتا ہے مگر بیوی کے نہ بھیجنے پر اور بیوی کے سسرال میں ایک لڑکی ہونے پر طلاق دیدیتا ہے، طلاق دینے کے بعد سترہویں دن ہی رقیہ کا نکاح ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ آیا نکاح پڑھانے والے اور اس مجمع میں شریک ہونے والے حضرات دائرہ اسلام سے خارج ہوئے کہ نہیں؟ اور نکاح پڑھانے اور دیگر حضرات کا نکاح ثابت رہا یا نہیں؟ اب نئے شوہر کے بنا صحبت کے بعد طلاق ہونے پر رقیہ بعد عدت پوری کر کے اپنے پہلے شوہر خالد کے نکاح میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) زید کا لڑکا جو سات سال سے گم ہے قریب سات سال کے بعد ایک ضعیف المرد زید کو یہ خبر لا کر دیتا ہے کہ میں نے یعقوب کو فلاں جگہ دیکھا ہے اور میں نے اچھی طرح ملاقات کی ہے۔ میں نے یعقوب سے اپنی بیوی لانے کے لیے کہا، مگر یعقوب اپنی بیوی گھر لانے سے انکار کرتا ہے اور نہ اپنی بیوی کو نان ونفقہ دیتا ہے جب کہ اس کی بیوی ایک بچی کی ماں بھی ہے۔ اب علماے دین کا اس لڑکی اور اس کی ماں کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ کیا یعقوب کی بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں اور شادی کرے تو کس طرح؟

(۳) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی حیات مبارکہ میں کتنی کتابیں تصنیف کیں ان کتابوں کے نام لکھنے کی مہربانی کریں۔

المستفتی: نیاز مند محمد اسماعیل ولد اسحاق

الجواب

(۱) عدت کے اندر نکاح نہیں ہوسکتا بعد عدت نکاح کیا جائے اگر جان بوجھ کر عدت کے اندر نکاح پڑھایا ہے تو تمام شرکا کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے[۱] رقیہ اپنے پہلے شوہر خالد کے ساتھ اسی وقت نکاح کر سکتی ہے، جب رقیہ نے عدت گزارنے کے بعد نکاح کیا ہو اور قربت حاصل ہو چکی ہو اس کے بعد اگر دوسرا شوہر طلاق دے گا تو شوہر اول

---

[۱] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ ''فتاوی رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۲۶۶، ج: ۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا)

یعنی خالد کے لیے بعد ختم عدت حلال ہے طلاق کی عدت تین حیض ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔[1]

(۲) جب تک یعقوب نہیں دے گا نہیں ہوسکتا نان ونفقہ کا دعوی کرسکتی ہے۔

(۳) فقۂ اکبر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیف کردہ کتاب ہے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "اذا طلق امراته طلاقا بائنا او رجعیا او ثلاثا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلثة اقراء والعدة لمن لم تحض ثلثة اشهر وعدة الحامل ان تضع حملها ملتقطا" (فتاویٰ عالم گیری، ص:۶۳۵، ج:۱ کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، دار الکتب العلمیه، بیروت) ترجمہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن یا رجعی یا تین طلاق (مغلظہ) دی یا بغیر طلاق کے دونوں کے درمیان جدائیگی ہوگئی اور وہ عورت آزاد، حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے اور جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت تین مہینہ ہے اور حاملہ کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

[2] کافی تلاش وجستجو کے بعد اور کتب کی فراہمی نہ ہونے کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی چند ہی تصنیفات پر میں مطلع ہوسکا جو یہ ہیں: فقہ اکبر، رسالہ الی البستی، العالم والمتعلم، کتاب الرد علی القدریہ (الفہرست لابن الندیم، ج:۱، ص:۲۵۶، الفن الثانی من المقالة السادسة فی اخبار ابی حنیفه واصحابه العراقیین اصحاب الرای، الجزء السادس) البتہ فقہ اکبر کے بارے میں حد درجہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے یا نہیں سو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی کی تصنیف لطیف ہے۔ اس سلسلے میں کچھ شواہد ودلائل پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں:

(۱) قال الامام عبد القاهر البغدادی: "اول متکلمیهم من الفقهاء و ارباب المذاهب ابو حنیفة والشافعی فان ابا حنیفة الف کتابا فی الرد علی القدریة سماه الفقه الاکبر" (اصول الدین، ص:۳۰۸، المسئلة العاشرة فی ترتیب ائمة الدین فی علم الکلام)

(۲) وقال الامام ابو المظفر الاسفرائینی: "وکتاب الفقه الأکبر الذی اخبرنا به الثقة بطریق معتمد و اسناد صحیح عن نصر بن یحیی عن ابی حنیفة" (التبصیر فی الدین، ص:۱۱۳، الباب الخامس عشر فی بیان اعتقاد اهل السنة والجماعة الخ)

(۳) وقال الزبیدی: "ففی التبصرة البغدادیة: اول متکلمی اهل السنة من الفقهاء ابو حنیفة الف فیه الفقه الاکبر" (اتحاف السادة المتقین، ص:۱۸، ج:۲، مقدمة لشرح کتاب قواعد العقائد، الفصل الرابع)

(۴) وقال صاحب کتاب "مفتاح السعادة و مصباح السیادة": ما قیل فی الفقه الاکبر من انه لیس للامام ابی حنیفة، فمن اختراعات المعتزلة، زعما منهم ان ابا حنیفة علی مذهبهم، والحقیقة ان "الفقه الاکبر" هو للامام ابی حنیفة، لهذا نری ترجیح نسبة هذا الکتاب لابی حنیفة" (مفتاح السعادة ومصباح السیادة، ص:۱۴۱، ج:۲، الشعبة الخامسة: علم اصول الدین الخ)

ان کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں جن کے اندر ناقلین نے اعتماد ووثوق کے ساتھ کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں: ان کتابوں کے نام یہ ہیں: (۱) شرح العقیدة الطحاویة، ص:۴۹، مقدمة الشارح۔ (۲) منحة الخالق علی البحر الرائق، ص:۶۱۳، ج:۱، کتاب الصلاة، باب الامامة (۳) کشف الظنون، ص:۱۲۸۷، ج:۲ (۴) اصول البزدوی، ص:۳، ج:۱۔ (۵) التقریر والتحبیر، ص:۴۲۴، ج:۳، الباب الخامس فی القیاس، فصل فی بیان الاعتراض الخ (۶) غمز عیون البصائر فی شرح الاشباه والنظائر، ص:۲۷، ج:۱، مقدمة الکتاب۔ (۷) فتاوی الرملی، ص:۲۶۴، ج:۴، کتاب العتق، باب فی مسائل شتی۔ (۸) بریقة محمودیہ، ص:۱۹۱، ج:۱، الباب الثانی فی الامور المهمة، الفصل الاول فی تصحیح الاعتقاد۔ (۹) احسن الوعاء لآداب الدعاء، ص:۲۰۱۔ (۱۰) الفتاوی الرضویہ، ص:۴۹۷، ج:۴۔ (س، مصباحی)

مسئلہ (۵۲)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ بدرالدین ایک شخص کے پاس گیا اور کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں تم چلو میرے والد صاحب تم کو بلاتے ہیں پھر بدرالدین دوسرے شخص کے پاس گیا اور اس سے بھی یہی الفاظ کہا پھر تیسرے شخص کے پاس پہنچا اور اس سے بھی بعینہ یہی الفاظ کہا پھر تینوں شخص کو لے کر اپنے والد کے پاس پہنچا اور وہاں جا کر طلاق نامہ لکھا گیا مگر پھر بعد میں یہ طلاق نامہ پھاڑ دیا گیا اب جواب طلب امر یہ ہے کہ بدرالدین متعدد شخصوں سے یہی کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں اور طلاق نامہ بعد میں لکھا گیا پھر پھاڑا گیا اس طرح طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اور اگر ہوئی تو رجعی یا مغلظہ؟ برائے کرم جواب سے جلد مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: مراد بخش انصاری پالی مارواڑ

الجواب

مذکورہ شخص بدرالدین نے تینوں اشخاص کو لے کر اپنے والد کے پاس طلاق نامہ لکھا پھر پھاڑ بھی ڈالا طلاق نامہ کو لکھ کر پھاڑ ڈالنے کا طلاق پر کوئی اثر انداز نہیں ہوگا طلاق واقع ہوگئی اب امر ضروری یہ ہے کہ بدرالدین نے کون سے الفاظ استعمال کیے ہیں تحریر کر کے روانہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵۳)

بخدمت جناب قبلہ مولانا مفتی اعظم محمد اشفاق صاحب دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور

میں آمنہ بنت عبدالشکور محلہ کھانڈا پھلسہ عرض خدمت ہے کہ میری شادی قریب ایک سال پیشتر عبدالجلیل ولد عبدالغفور (ناگور والے) سے ہوئی بہت تکلیف سے کچھ مہینے ان کے ساتھ گزارے میرا جہیز پورا پورا میرے سسرال والوں نے ختم کر دیا بعدہ مجھے ناجائز فعل کرنے کی ترغیب دی مگر میں مسلمان ہونے کے ناطے اور اپنی غیرت کے تحت اس فعل قبیح سے انکار کر دیا، تو اس پر میرے خاوند عبدالجلیل نے غصہ میں آ کر طلاق طلاق طلاق کہنا شروع کر دیا عوام کے سمجھانے پر بھی مجھے تین طلاق دے دی بعدہ ایک صبح مجھے گھر سے نکال کر جودھپور روانہ کر دیا ایک دن اپنے دوست محمد یوسف ناگور والے سے کہا کہ میں نے آمنہ کو طلاق دے دی ہے۔ وہ اب جودھپور چلی گئی ہے کچھ دنوں بعد اس کا دوست محمد خالد ولد پیر محمد آیا تو ان سے وہی بات کہی کہ میں نے آمنہ کو طلاق دے دی ہے، پھر عبدالشکور آیا تو اس

سے بھی یہی کہلا بھیجا کہ میں نے اپنی بیوی آمنہ کو طلاق دے دی ہے لہٰذا اس طرح خود طلاق دے کر گھر سے باہر نکال دیا بعدہ پیغامات کے ذریعہ بھی طلاق بھیجے تو اس طرح طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوئی تو کون سی؟

المستفتی: عبداللہ کھانڈا محلہ

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی پھر عبدالجلیل کا اپنے دوستوں سے بار بار یہ کہنا کہ میں نے آمنہ کو طلاق دے دی ہے تو اس طرح طلاق دے دی ہے تکرار کرنے سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔

درمختار میں ہے: "کرر لفظ الطلاق وقع الکل" [1]

ترجمہ: لفظ طلاق کو بار بار دہرانے سے کل طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ (س) لہٰذا بالا مرقوم الفاظ کا تکرار کرنے سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ نیز جہیز آمنہ کا حق ہے وہ اپنے خاوند سے واپس لے سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ بغیر شوہر کی مرضی کے اپنے میکے آکر بیٹھ گئی، زید نے ہر چند لے جانے کی کوشش کی مگر وہ بجز طلاق مانگنے کے جانے کے لیے کسی صورت میں رضامند نہ ہوئی، زید تھک ہار کر بیٹھ رہا۔ اس کے بعد ہندہ نے کورٹ میں دعوی کر کے طلاق حاصل کرنے کی درخواست پیش کی، مگر شوہر کو چونکہ طلاق دینا منظور نہیں تھا، اس لیے کورٹ میں بھی کسی پیشی پر حاضر نہیں ہوئے، اس پر کورٹ نے ایک طرفہ ہندہ کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ تم مرضی کے مطابق کہیں بھی جا سکتی ہو، لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ طلاق درست ہے یا نہیں اور اس طلاق کے پیش نظر عورت کا دوسرے آدمی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ بہت جلد جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائیں۔

المستفتی: بابوجان

الجواب

صورت مسئولہ میں چونکہ شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، اس لیے عورت کو نہ طلاق ہوئی اور نہ وہ از روئے شرع کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے، اگر دوسرے سے نکاح کرے گی ناجائز ہوگا اور دوسرے کے ساتھ اس کا رہنا

---

[1] درمختار المطبوع مع ردالمحتار ص: ۵۲۱، ج: ۴، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بھا، دارالکتب العلمیہ، بیروت

حرام ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی منور علی نے اپنی منکوحہ زیب النساء کو منسلک نوٹس کے ذریعہ طلاق بائن مورخہ ۲۶/۶/۱۹۶۹ء کو دی تھی اس کے بعد من جانب مسماۃ زیب النساء سے اس کے وکیل کا جونوٹس موصول ہوا ہے اس کی نقل بھی منسلک ہے۔اس کے بعد انسپکٹر اوف سکول نے منور علی کو جوسرکاری اسکول میں ماسٹری کرتے ہیں جونوٹس دیا اس کی نقل بھی ساتھ ارسال کر کے تحریر ہے کہ مسماۃ زیب النساء کو طلاق بائن جب دی جاچکی ہے تو شرعا اور قانونا طلاق نہ ماننے کا کون سا جواز باقی رہتا ہے۔برائے کرم شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

نقل نوٹس طلاق رجعی پہلی: من جانب سید منور علی ولد سید مشتاق علی قوم سید ساکن ڈیڈوانہ ماسٹر گورنمنٹ بانگڑ بائی،اسکول ڈیڈوانہ بنام مسماۃ زیب النساء بنت عنایت علی ساکن سیکر محلہ حسنین گنج۔

آپ کو ذریعہ ہذا لکھا جاتا ہے کہ آپ کی شادی میرے ساتھ آج سے قریب چار سال پہلے حسب شرع محمدی سیکر میں ہوئی تھی۔جس کے بعد آپ میرے ساتھ کل تین چار ماہ رہی اور حق زوجیت ادا کیا،اس کے بعد آپ راضی خوشی میرے مکان سے اپنی والدہ و ماموں کے میکے گئی تھی،مگر وہاں جا کر بیٹھ گئی ہزار کوشش کرنے پر بھی آپ آنے کو تیار نہیں ہوئی،تمہیں لانے کے واسطے میرے گھر و قبیلے کے معزز اشخاص بھیجے جس میں میرا پھوپھی زاد بھائی خان محمد میرے بڑے ماموں جناب عبدالمجید صاحب ان سے چھوٹے ماموں جناب عبدالحکیم اور خود میرے والد تین مرتبہ اور میرے عزیز و اقارب جناب محی الدین جناب نظام الدین جناب نسیم صاحب آپ کے خالو اور میرے چچا صاحب منشی محبوب علی وغیرہ کو ساتھ لے کر بھی گئے،مگر آپ نے آنے سے صاف انکار کر دیا،اور یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ تو صرف طلاق چاہتی ہے میں نے اس کے بعد کچھ دن خاموشی سے بیٹھے رہنا مناسب سمجھا،تاکہ آپ ٹھنڈے دل سے اپنے مستقبل کے بارے میں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔ایک سال چھ مہینے کے بعد پھر میں نے آپ کو ایک محبت بھرا پیغام بھیجا جس میں کچھ مذہبی باتوں کا حوالہ دے کر تمہیں سمجھایا آپ کی اور میری بھلائی اسی میں ہے کہ آپ یہاں آکر میرے ساتھ رہیں اور حق زوجیت حاصل کریں میں نے آپ کے جواب کا انتظار کیا کہ آپ کا جواب ہاں میں آنے پر میں خود آپ کو لینے آؤں گا مگر افسوس کہ آج تک آپ نے میرے اس محبت بھرے خط کا کوئی جواب

نہیں دیا۔تب تنگ آکر میں نے آپ کو ایک نوٹس دیا مگر اس کی بھی آپ نے کوئی بھی پرواہ نہ کی،اس کے بعد بھی میں آپ کو خط لکھتا رہا،مگر آپ نے کسی ایک بھی خط کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا،آپ اپنی ضد پر قائم ہو کر یہ کہتی رہی کہ میں طلاق چاہتی ہوں اس لیے اب یہ آپ کو آخری مرتبہ لکھا جاتا ہے کہ آپ اس نوٹس کے پہنچنے کے ایک مہینے کے اندر اندر چلے آؤ ورنہ میری طرف سے آپ کو ایک طلاق رجعی دی جاتی ہے مہینہ ختم ہونے پر آپ نہیں آئیں تو یہ ایک طلاق رجعی آپ کو ہو جائے گی۔اور اس کے بعد بھی اگر نہیں آئی تو پھر میں آپ کو ایک ماہ کا نوٹس دوں گا جس کے ذریعہ سے آپ کو دوسری طلاق رجعی دے دی جائیگی اور اس کے بعد بھی اگر نہیں آئی تو پھر آپ کو تیسرے نوٹس کے ذریعہ آپ کو تیسری طلاق بائن دے دی جائے گی جس کے ذریعہ آپ کا میرے ساتھ خاوند بیوی کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا چونکہ اس طریقے سے مجھے مجبور کر کے طلاق آپ خود لینا چاہتی ہو آپ کو شرع محمدی ﷺ مجھ سے مہر طلب کرنے کی مستحق نہیں کرتی عدت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔کیوں کہ ایک عرصہ سے آپ مجھ سے دور رہی ہو چنانچہ اس کا خرچہ بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا لہٰذا اب آپ خوب سوچ سمجھ کر جو فیصلہ چاہتی ہو وہ کریں اگر طلاق ہی لینا آپ کا مقصد ہے تو ٹھیک ہے خیر ایک طلاق تو میں نے آپ کو بذریعہ نوٹس دے ہی دی ہے وہ بھی جیسا میں نے لکھا ہے دے دی جائے گی سو مطلع رہو فقط۔　　از: سید منور علی

نقل نوٹس طلاق رجعی دوسری: یہ ہے کہ آپ کو لکھا جاتا ہے کہ آپ کو باوجود ایک طلاق رجعی کا نوٹس ملنے کے ایک مہینے میں نہیں آئی اور طلاق ہی لینا چاہتی ہو تو مجبور ہو کر بذریعہ نوٹس ہذا آپ کو دوسری طلاق رجعی دی جاتی ہے۔آپ اب بھی ایک مہینہ کے اندر اندر آسکتی ہو اب بھی وقت ہے سمجھ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ مجبوراً پھر مجھے تیسری طلاق دینی پڑے گی سو مطلع رہو۔　　فقط از: منور علی

نقل نوٹس طلاق بائن تیسری: چونکہ آپ باوجود دو طلاق رجعی دینے پر بھی میرے پاس آنے کو تیار نہیں ہو اور طلاق لینا چاہتی ہو اس لیے میں اب مجبوراً رنج و غم کے ساتھ تیسری طلاق بائن دیتا ہوں۔اب آپ کا میرے ساتھ خاوند بیوی کا کوئی رشتہ باقی نہیں رہا ہے سو مطلع رہو۔فقط　　از: سید منور علی

نقل نوٹس وکیل: نوٹس از طرف وکیل سید نعمان احمد ایڈوکیٹ سیکر راجستھان بنام سید منور علی ولد سید مشتاق علی اسٹیٹ ماسٹر گورنمنٹ بانگڑ ہائی اسکول ڈیڈوانہ ضلع ناگور، جناب پیر ہدایت موکل زیب النساء دختر جناب عنایت علی قاضی بزوا داد سکر آپ کو مندرجہ ذیل نوٹس دیا جاتا ہے۔

(۱) یہ ہے کہ موکلہ زیب النساء آپ کی شادی شدہ بیوی ہے،ابھی تک آپ کی اس سے طلاق نہیں ہوئی ہے،وہ

آپ کا ساتھ دے کر تعلقات شرعی پورے کرنے کو تیار ہے لیکن آپ اس کو نہیں لے جانا چاہتے ہیں اور آپ ہر بہانہ سے دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔

(۲) مجھ کو آپ نے اور آپ کے والد نے برادری کو پنچوں کے سامنے اس بات کا اقرار نہیں کیا اور تاریخ ۶۶/۶/۵ء کو اس بات کا اقرار نامہ لکھ دیا کہ آپ موکلہ زیب النساء کی حیات میں دوسری شادی نہیں کریں گے۔

(۳) یہ کہ اب موکلہ کو معلوم ہوا کہ آپ بغیر موکلہ کی رضامندی کے مسماۃ صاحبہ دختر قاضی نذیر علی ورڈنمبر دار سے شادی کر دیتے ہیں، جو قطعی خلاف قانون ہے، ذریعہ نوٹس ہذا آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ دوسری شادی کرنے سے باز رہیں بصورت دیگر آپ کے خلاف عدالت ہائے فوجداری دیوانی میں کاروائی کی جائے گی جس کے خرچ کا آپ ذمہ دار ہوں گے، آگاہ رہیں، اس نوٹس کی کوئی بھی عبارت کٹی پٹی یا مشکوک نہیں، اس کی ایک نقل میرے دفتر میں محفوظ ہے۔ آپ بھی سنبھال کر رکھیں تا کہ سند دینے اور وقت ضرورت کام آئے۔ از: سید نعمان احمد سیکر راجستھان ایڈوکیٹ

از دفتر انسپکٹر آف اسکول ناگور (نقل): ہیڈ ماسٹر بانگر ہائی اسکول ڈیڈوانہ ضلع ناگور راجستھان آپ نے منور علی اسٹیٹ ماسٹر کی معرفت تین نوٹس بھجوائے جو انھوں نے اپنی عورت کو نوٹس مسمی زیب النساء کو وقت وقت پر بھیجے جس کی نقلیں مل گئی ہیں مہربانی کر کے یہ بتائیں کہ ان نوٹسوں کی معرفت مسمی زیب النساء نے طلاق تحریرا منظور کر لی اگر ایسا ہے تو اس کی نقل بھیجیں اگر نہیں کی ہو تو جناب منور علی اسٹیٹ ماسٹر کو آگاہ کر دیں کہ وہ قانونا دوسری شادی نہیں کر سکیں گے انہیں نہیں چاہیے کہ اگر ان کی عورت ان کے پاس نہیں آتی تو عدالت کی معرفت طلب کریں اور عدالت میں وہ طلاق قبول کر لیں اور مجسٹریٹ یہ تصدیق کر لیں تو دوسری شادی کرنے کے مستحق ہو سکتے ہیں بصورت دیگر قانونا خلاف ہے۔

از: بابو سنگھ انسپکٹر آف ناگور

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ سید منور علی نے اپنی منکوحہ زیب النساء کو یکے بعد دیگرے تین تحریروں کے ذریعہ طلاقیں دے دی ہے۔ تو زیب النساء کو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی یعنی وہ اپنے شوہر کے نکاح سے بالکل نکل گئی، خواہ زیب النساء طلاق کو مانے یا نہ مانے۔ چونکہ از روے شرع طلاق دینے کا حق شوہر کو ہے، بیوی کے ماننے اور نہ ماننے کا طلاق ہونے اور نہ ہونے میں کچھ بھی اثر نہیں ہوگا قرآن پاک میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ [1]

---

[1] القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹۔ ۲۳۰

ترجمہ: پھر دو طلاق کے بعد اگر تیسری طلاق دی تو اب اس کے بعد عورت شوہر کے لیے حلال نہیں جب تک کہ دوسرے آدمی سے نکاح کر کے ہمبستر نہ ہو لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵۶)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ محمد رمضان بن اللہ رکھا جی بیوپاری ساکن ساون کی جانب سے جمیلہ جو کہ محمد رمضان کی بیوی ہے اس کے میکے والوں کے پاس طلاق نامہ آیا بعد میں جب معلوم ہو گیا تو محمد رمضان نے باقاعدہ ایک تحریر دی ہے کہ میں نے اپنی بیوی جمیلہ کو زبانی یا کوئی تحریری طلاق نہیں دیا ہے اور نہ ہی میرا طلاق دینے کا ارادہ ہے۔ اس معاملے میں جو طلاق نامہ برادری میں ظاہر ہوا ہے بالکل فرضی ہے میرا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے پھر جس شخص نے طلاق نامہ لکھا تھا اس سے جب دریافت کیا گیا تو انھوں نے اس بات کی تصدیق کی اور بتایا کہ مجھے تو محمد رمضان کی بہن طلاق نامہ لکھا کر لے گئی کہ میرا بھائی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو آپ طلاق نامہ لکھ دیں تو میں نے لکھ دیا مجھے رمضان نے نہیں کہا میری ان کی ملاقات بھی نہیں ہوئی اور اس طلاق نامہ کی بنا پر جمیلہ نے دوسرا نکاح بھی کر لیا ہے۔ اب جواب طلب یہ ہے کہ اس طرح جمیلہ کو طلاق ہوئی یا نہیں اور جو دوسرا نکاح کیا ہے جائز ہے یا حرام؟ اس سے صحیح مطلع فرمائیں اور طلاق نہیں ہوئی تو فرضی طلاق دلانے والی عورت اور بلا تحقیق لکھنے والے کے لیے شرعی کیا حکم ہے اور جمیلہ نے جو دوسرا نکاح کیا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے براے کرم مفصل جواب جلد دے کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عبدالرزاق پالی مارواڑ

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ محمد رمضان نے اپنی بیوی جمیلہ کو طلاق زبانی یا تحریری نہیں دی ہے اور طلاق نامہ فرضی ہے، جیسا کہ طلاق نامہ لکھنے والے کا خود اقرار ہے کہ محمد رمضان کی بہن نے لکھوایا ہے تو جمیلہ کو طلاق نہیں ہوئی، جمیلہ کا دوسرا نکاح ناجائز ہے فوراً وہ دوسرے شوہر سے الگ ہو جائے اور دوسرا آدمی بھی اسے فوراً الگ کر دے ورنہ دونوں گناہ گار ہوں گے اور جمیلہ اپنے پہلے شوہر محمد رمضان کے پاس رہے چونکہ ابھی وہ اسی کی بیوی ہے اور طلاق نامہ لکھنے اور لکھانے والے دونوں گناہ گار ہوئے۔ لہٰذا دونوں سب کے سامنے توبہ کریں اس فعل ناجائز سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

مسئلہ (۵۷) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں
چھوٹی لڑکی عبدالستار لوہار کی جودھپور میں ہے تمہیں راضی خوشی طلاق دیتا ہوں کیوں کہ میرا دل تم سے نہیں ملتا ہے ویسے تم میں کوئی کسی بھی پرکار کی خامی نہیں ہے۔تمہارے چال چلن پر کسی پرکار کا شک وشبہ نہیں ہے،تمہاری طلاق کا سب سے بڑا معاملہ تمہاری زبان درازی ہے۔اور اس کے علاوہ آپ کے والد صاحب خوب جانتے ہیں۔تمہارے اور میرے درمیان کسی پرکار کا حساب باقی نہیں۔
المستفتی: احمد حسین لوہار

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵۸)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارا بشیرا بنت جناب محمد بخش کا نکاح ۲۰/اپریل ۱۹۶۲ء میں جناب محمد ابراہیم ولد جناب جمعہ جی بھائی کے ہمراہ ہوا تھا (۲) زیب النساء بنت جناب مرحوم ابراہیم کا نکاح ۲۰/اپریل ۱۹۶۲ء میں جناب محمد حسین ولد جناب محمد جمعہ جی کے ہمراہ ہوا تھا۔
حسب بالا نمبر (۱) کا نکاح ولی والد کی مرضی سے ہوا حسب بالا نمبر (۲) کا نکاح ولی نانا کی مرضی سے ہوا جب کہ ہم دونوں نکاح کے وقت نابالغ تھے اب جب کہ بالغ ہو گئے ہم کو ہمارے خاوند لے جانا بھی نہیں چاہتے، نکاح کے بعد سے اب تک اپنے خاوند کے پاس نہیں گئی ہیں۔
نکاح نابالغی میں ہوا اس لیے ہمیں برے بھلے زوج کی کوئی تمیز نہیں تھی اس غرض سے ہم دونوں نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں،جس کے لیے شرع شریف کی طرف سے کیا حکم ہے۔
(۲) نکاح فسخ کرانے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے،جو مہر والد نے نکاح کے وقت بندھائی تھی اس کے لیے کیا حکم ہے،نکاح فسخ ہونے کے بعد عدت کی کیا پابندی عائد ہوتی ہے نکاح فسخ کرانے کی درخواست کس کو دی جائے،کیوں کہ یہاں پر شرعی عدالت نہیں ہے نہ کوئی عالم ومفتی یہاں ہے اور نہ ہی مسلم حاکم ہے ایسی صورت میں کیا حکم شرع شریف دیتا ہے،خلاصہ تحریر فرمائیں۔

الجواب

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ باپ دادا میں سے کوئی بھی نابالغ لڑکی یا لڑکا کا نکاح کردیں تو لڑکی یا لڑکا کو بالغ

ہونے کے بعد اس نکاح کو فسخ کرنے کا حق نہیں ہے[1] صورت مسئولہ نمبر (۱) میں جس کا نکاح باپ نے پڑھایا ہے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا صورت مسئولہ نمبر (۲) میں نانا کے نکاح کرتے وقت باپ دادا نہیں تھے، یا تھے تو مسماۃ کو بالغ ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ کرنے کا حق تھا، لیکن اب چونکہ کافی عرصہ گزر گیا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اب صورت مسئولہ نمبر (۲) والی بھی نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی یہ عذر شریعت کے نزدیک مقبول نہیں کہ بلوغ کے وقت فسخ کا علم نہیں تھا (۲) اب چونکہ دونوں صورت مسئولہ میں کسی کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہے لہٰذا عام صورت مندرجہ بالا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو مہر ولی نے مقرر کیا تھا، وہی مہر اب بھی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میری لڑکی مسماۃ قمر النساء قیصر بیگ گاؤں گانی تحصیل دیلوری ضلع پالی راجستھان کی رہنے والی ہے جو تقریبا چار سال پہلے مسمی امراؤ خان ولد قاسم خاں شیخ گاؤں روپ نگر تحصیل کلیواڑہ ضلع راج نگر کا رہنے والا ہے اس کے ساتھ شادی ہوئی شادی کے بعد میں نے اپنی لڑکی

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "فان زوجھما الاب والجد فلا خیارلھما بعد بلوغھما"، (فتاویٰ عالم گیری، ص:۳۸۵، ج:۱، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الاولیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: پس اگر باپ اور دادا نے دونوں (نابالغ لڑکا اور لڑکی) کی شادی کردی تو انہیں بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔ اسی طرح ہدایہ اولین میں ہے: "و یجوز نکاح الصغیر وا لصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا فان زوجھما الاب اوالجد یعنی الصغیر وا لصغیرۃ فلا خیار لھما بعد بلوغھما"، (ہدایہ، ص:۳۱۶۔۳۱۷، ج:۲، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) یعنی جب کہ نابالغ بچہ بچی کا نکاح اس کے ولی نے کردیا تو جائز ہے اگر ان کا نکاح باپ یا دادا نے کیا تو پھر ان کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔

(۲) ہدایہ میں ہے: "و ان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح و ان شاء فسخ"، (ہدایہ، ص:۳۱۷۔ ج:۲، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور اگر باپ اور دادا کے علاوہ نے نابالغ لڑکا اور لڑکی کا نکاح کردیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اختیار ہے جب بالغ ہوجائے تو نکاح کو باقی رکھے یا ختم کردے۔

اسی میں ہے: "ثم عندھما اذا بلغت الصغیرۃ وقد علمت بالنکاح فسکتت فھو رضا وان لم تعلم بالنکاح فلھا الخیار حتی تعلم فتسکت"، (المرجع السابق) ترجمہ: پھر طرفین کے نزدیک جب لڑکی بالغہ ہوگئی اور حال یہ ہے کہ اسے نکاح کا علم ہے پس خاموش رہی تو یہ رضامندی ہوگی اور اگر نکاح کا علم نہیں تو اسے خیار ہوگا یہاں تک کہ اسے علم ہوجائے پھر خاموش ہوجائے۔ نیز

اسی میں ہے: "ولم یشترط العلم بالخیار لانھا تتفرغ لمعرفۃ احکام الشرع والدار دار العلم فلم تعذر بالجھل"، (المصدر السابق) اور خیار کے علم کی شرط نہیں رکھی گئی اس لیے کہ وہ احکام شرع کی معرفت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرسکتی ہے اور دار الاسلام دار العلم ہے پس خیار کا علم نہ ہونے کی وجہ سے معذور نہیں ہوگی۔ (س، مصباحی)

کو سسرال بھیج دیا وہاں پر امراؤں خان نے میری لڑکی کو بے جا برتاؤ کے ساتھ رکھنا شروع کیا اور کچھ دنوں بعد میں مار پیٹ کر نکال دیا جو گمراہ ہو کر تین چار دن بعد پولیس تھانہ سمیر پور میں لاوارث پکڑی گئی وہاں سے قانونی کاروائی کے بعد ایک سپاہی کے ہمراہ تھانہ دلیوری بھیج دی گئی۔ تھانہ دلیوری سے لکھا پڑھا کر کے پپو خان اور نور خان ساکن دلیوری کی ضمانت نامہ پر سپرد کی گئی جب مجھے پتہ چلا تو میں موقع پر دلیوری پہنچا اور پنچایت کی معرفت واپس لڑکی کو اس کے شوہر کے سپرد کر دیا اس کی پھوپھی اور میرے داماد امراؤ خان نے میری لڑکی قمر النساء کو تو اور بھی زیادہ بے جا برتاؤ کیا اور مار پیٹ کر گجرات رائٹ میں نکال دیا جو پھر گمراہ ہو کر لاپتہ رہی تین سال تک ڈھونڈھتے رہے پھر پتہ چلا، جب میں گاؤ بھاؤنڈ پورہ ضلع بناس کانتھا گجرات میں سے اپنی لڑکی کو لاوارث ڈھونڈ کر گھر لایا، اس معاملے کے پیچھے میں نے اپنے گھر کی بربادی امراؤ خان سے پوچھتا ہوں تو کوئی جواب نہیں دیتا۔ صرف یہی کہتا: میری یہ عورت کام نہیں کرتی میں اس کو اپنے گھر میں نہیں رکھتا نہ ہی خرچ دے سکتا نہ طلاق دے سکتا ہوں اگر آپ کو طلاق لینی ہے تو میری شادی کے پندرہ سو روپے خرچ ہوئے ہیں وہ دے جاؤ اور طلاق لے جاؤ ورنہ میں کسی حالت میں طلاق نہیں دیتا میں نے بہت کوشش کی مگر وہ طلاق بغیر پیسے کے قطعی نہیں دیتا میری لڑکی میرے گھر پر بیٹھی ہوئی ہے میں اس کو طلاق کے بغیر دوسری جگہ نکاح نہیں پڑھا سکتا ہوں اب میرے پاس اتنا پیسہ بھی نہیں کہ پندرہ سو روپے دے دوں میں تکلیف سے مجبور ہوں اور نیز غریب آدمی ہوں میری حالت پر رحم فرما کر اور اوپر والے حالات پر غور فرما کر واجب راستہ دکھائیں۔ امراؤ خان جو میرا داماد بھی ہے بذریعہ ثبوت نامرد بھی پایا گیا۔

المستفتی: مسلم عمراؤ خاں ضلع پالی

الجواب

اگر فی الواقع شخص مذکور نامرد ہے تو ایسی صورت میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ عورت قاضی کے یہاں درخواست پیش کرے قاضی ایک سال کی مہلت دے[1] تا کہ شخص مذکور علاج کروا سکے اگر علاج سے ٹھیک نہ ہو تو آپس میں جدائی کر دی جائے۔ بعد تفریق عورت کہیں بھی نکاح کر سکتی ہے دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اس سے خلع کریں مگر وہ خلع میں پیسے زیادہ مانگتا ہے جو آپ کی طاقت سے باہر ہے تو ایسی صورت میں آپ اس سے نان ونفقہ اور مہر کا مطالبہ کر کے اور ان تمام ایام کے نان ونفقہ کا مطالبہ کریں جب سے اس نے اپنے گھر سے نکالا ہے۔ ایسی صورت

[1] ہدایہ میں ہے: "واذا کان الزوج عنینا اجله الحاکم سنة فان وصل الیها فبها والا فرق بینهما اذا طلبت المرأة ذلك" (ہدایہ، ص: ۴۲۰، ج: ۲، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور اگر شوہر نامرد ہو تو حاکم اس کو ایک سال کی مہلت دے گا پس اگر وہ عورت کے پاس چلا گیا تو ٹھیک ورنہ حاکم ان دونوں میں تفریق کر دے گا۔ (س، مصباحی)

میں وہ خود مجبور ہوکر خلع کرنے پر آمادہ ہوجائے گا-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶۰)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکے گئی ہوئی تھی اور وہاں اتفاقیہ اس کو موت آ گئی اور اس عورت کو نہ تو مہر ادا کیا نہ معاف کرا یا تھا۔اب اس صورت مسئولہ میں زید کی منکوحہ کے مرجانے کے بعد کیا مہر معاف ہوجائے گا یا ساقط یا باقی رہے گا۔اگر باقی رہے گا تو وہ مہر عورت کے کس وارث کو دیا جائے گا کیا اس مہر کے ترکہ میں اس عورت کی اولاد کا بھی حق ہے یا نہیں اور اس کے ترکہ میں اس کا حق کس کو دیا جائے اور کتنا دیا جائے گا-بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید عبد السلام صاحب

الجواب

صورت مسئولہ میں شوہر پر مہر کا ادا کرنا واجب ہے[1] عورت کا مہر اور جو بھی ترکہ مال ہے اس کی اولاد اور جتنے اس کے ورثہ باقی ہیں شرع کے مطابق تقسیم ہوگا نوٹ:صورت مسئولہ میں چونکہ ورثہ کی تفصیل نہیں اس لیے یہ بتانا کہ کس کو کتنا ملے گا مشکل ہے-واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی سامنے نہ کہا، بلکہ پرچہ پر لکھ کر اپنے جیب میں رکھا بیوی نے پرچہ نکالا اور پڑھا اس کے بعد وہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی کئی دن کے بعد جب شوہر لینے آیا تو اس سے اس کے یعنی طلاق کے بارے میں کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا پھر کئی آدمیوں کے سامنے کہا اب تک تو نہیں دی تھی اب دیتا ہوں اور کہا میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی چار پانچ مرتبہ کہا اور اب آپ اس جواب سے آگاہ فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: بشیر محمد قندھار روڑی بانسواڑہ

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں: "ویقع ذلك علی وقت وقوع الفرقة بالموت او بالطلاق" (فتاوی عالم گیری، ص:۳۱۸، ج:۱، کتاب النکاح، باب المهر، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة الخ، دارالکتب العلمیہ) ترجمہ: موت یا طلاق کے ذریعہ جدائیگی کے وقت مہر لازم ہوجاتا ہے۔(س، مصباحی)

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی دونوں کے درمیان جدائی کر دی جائے بغیر حلالہ شوہر اول کے لیے جائز نہیں ہوسکتی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶۲)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو کہا کہ میں اگر تجھے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں تو میری ماں اور بہن ہے تجھ کو لکھ کر دے دوں گا۔کئی بار کہا عام لوگوں کے سامنے کہا اب اس کے حق میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے۔

المستفتی: حافظ حاجی محمد

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ قائل نے اپنی عورت سے کہا تو میری ماں بہن ہے تو اس میں کچھ تفصیل ہے۔

جیسا کہ عالم گیری میں ہے:"ولو قال لھا انت امی لا یکون مظاھر ا و ینبغی ان یکون مکروھاولو قال لھا انت علی مثل امی او کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائنا وان نوی الکرامۃ او الظھار فکمانوی ھکذافی فتح القدیر"[1]

ترجمہ:اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو کہا تو میری ماں ہے تو اس سے مظاہر نہیں ہوا مگر کہنا مکروہ تحریمی ہے (جہاں تک ہو سکے ایسے لغویات سے پرہیز کرے) اور اگر قائل نے کہا تو میری ماں کی طرح ہے اور قائل کی نیت طلاق ہے تو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اگر قائل کی نیت ماں کی طرح شفقت وکرامت ہے تو کوئی حرج نہیں۔اور اگر مراد ظہار تھا تو مظاہر ہو جائے گا۔(ظہار سے مراد ہے کہ قائل اپنی عورت کو محرمات سے یا محرمات کے ان اعضا سے تشبیہ دے جن کا دیکھنا اس کو حرام ہے) مظاہر نے جس عورت سے ظہار کیا اور پھر اس سے رجعت کرنا چاہتا ہے تو وہ کفارہ دینے سے پہلے اس کو چھو تک نہیں سکتا جب تک کفارہ نہ دیدے کفارہ یہ ہے: اللہ فرماتا ہے:"فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِن قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا ۖ فَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَاِطۡعَامُ سِتِّيۡنَ مِسۡكِيۡنًا "[2]

دو ماہ لگا تار روزے رکھنا،اگر دو ماہ برابر روزے نہ رکھنے کی طاقت ہو تو وہ دونوں وقت ایک مسکین کو

[1] فتاوی عالم گیری،ص:۵۰۷،ج:۱،کتاب الطلاق،الباب التاسع فی الظھار،دارالکتب العلمیہ،بیروت

[2] القرآن الحکیم،سورۃ:المجادلۃ،آیت:۴

ساٹھ دن تک یا ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے۔ایک دن بھی دوران روزہ یا دوران طعام عورت سے جماع کرنا چھونا بوسہ لینا جائز نہیں ہے اگر قائل کی نیت طلاق کی تھی تو طلاق واقع ہوگئی[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶۳)

میں مسمی محمد صابر بن محمد انفاق میری زوجہ زرینہ بنت رقیہ میرے والدین کی بغیر اجازت کے پاکستان چلی گئی اس کی والدہ نہیں چاہتی کہ وہ اپنے خاوند کے یہاں رہے وہ ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے اس کی شادی ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہوا میرا لڑکا محمد صابر نے کہا کہ تم اپنی لڑکی کو جہاں چاہو رکھ سکتے ہو یہ الفاظ سوداگر لالہ کی

---

[1] ردالمحتار میں ہے: انت امی بلا تشبیه فانه باطل وان نوی۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار،ص:۵۷۴،ج:۲،باب الظہار،داراحیاء التراث العربی،بیروت) اگر تشبیہ کے بغیر ”تو میری ماں ہے“ کہا تو یہ باطل ہے اگر چہ طلاق کی نیت سے کہے۔زوجہ کو ماں بہن کہنا گناہ ونا جائز ہے: اللہ فرماتا ہے: ”ماهن امتهم ان امهتهم الا الی ولدنهم و انهم لیقولون منکرا من القول و زورا“ (القرآن المجید،سورۃ:المجادلۃ،آیت:۲) درمختار میں ہے: ”و الا ینو شیئا او حذف الکاف لغا و تعین الادنی ای البر یعنی الکرامة و یکره قوله انت امی و یا ابنتی و یا اختی و نحوه“ (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار،ص:۱۳۱،ج:۵،باب الظہار،کتاب الطلاق،دارالکتب العلمیہ،بیروت) اگر کوئی نیت نہ کی یا حرف تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ بات لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے یا میری بیٹی ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ مکروہ ہے۔ردالمحتار میں ہے: ”قوله حذف الکاف بان قال انت امی و من بعض الظن جعله من باب زید اسد در منتقی عن القهستانی قلت و یدل علیه ما نذکره عن الفتح من انه لا بد من التصریح بالاداة“۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار،ص:۱۳۱،ج:۵،باب الظهار، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ،بیروت) ترجمہ: قولہ کاف تشبیہ کو حذف کرنا مثلا یوں کہتا ہے تو میری ماں ہے اور بعض نے گمان کیا کہ زید اسد کی طرح حرف تشبیہ کو محذوف مانا جائے اور تشبیہ بلیغ ہے جیسا کہ درمنتقی میں قہستانی سے منقول ہے قلت: میں کہتا ہوں کہ حرف تشبیہ کے بغیر ہونے پر دلیل وہ ہے جو ہم عنقریب فتح سے نقل کریں گے کہ ظہار کے لیے حرف تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔درمختار میں ہے: ”ان نوی بانت علیّ مثل امی وکامی و کذا لو حذف ”علی“ خانیة برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته ووقع ما نواه لانه کنایة والالغا“۔ (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار،ص:۱۳۱،ج:۵،باب الظهار، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ،بیروت) ترجمہ: اگر تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا ماں کی طرح ہے یا حرف علی (مجھ پر) کو حذف کر کے کہے۔خانیہ۔ان الفاظ سے کرامت زوجہ یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی جو بھی نیت کرے وہی حکم ہوگا،کیوں کہ یہ کنایہ ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ بات لغو ہوگی،ہندیہ میں خانیہ سے ہے: ”ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیه والصحیح انه یکون ظهارا عند الکل“ ترجمہ: اگر اس سے صرف تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔(ہندیہ،ص:۵۰۷،ج:۱،الباب التاسع فی الظہار،کتاب الطلاق،دارالکتب العلمیہ،بیروت) (س،مصباحی)

بیوی کے سامنے کہے جو کہ محلہ سوداگران مین رہتی ہے اس کے بعد رجسٹر جس میں طلاق کا لفظ لکھا ہوا تھا رجسٹر واپس لوٹادی۔اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے اس کا مفصل جواب مرحمت فرمادیں۔فقط

المستفتی: صابر بن محمد انفاق

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ شوہر نے تحریر لکھی اگر واقعی وہ تحریر شوہر کی ہے تو طلاق واقع ہوگئی جس وقت کہ شوہر نے تحریر لکھی اگر ایک طلاق دی تو ایک دو دی تو دو اور تین دی تو مغلظہ واقع ہوگئی۔

مسئلہ (۶۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان وشرع متین اس مسئلہ میں کہ عبدالرشید صاحب کی ایک بیوہ کی لڑکی سے منگنی ہوئی جس کو سگائی بھی کہا جاتا ہے، عبدالرشید صاحب کا فعل یہ ہوا کہ قبل از شادی ہی بجائے اپنی منسوبہ بیوی کے وہ بیوی کی والدہ ماجدہ کو فرار کر کے احمد آباد لے گیا اور وہاں پر جا کر کورٹ میں حاضر ہو کر کورٹ میریج کرلیا ایسی صورت میں اسلام کے نزدیک یہ فعل کس قدر گناہ ہے جس کا وہ مرتکب ہوا ہے۔لہٰذا عرض یہ ہے کہ اس کے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں۔

المستفتی: محمد بیگ صاحب صدر انجمن لوہاران جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ بالا شخص نے بیوہ کی لڑکی سے صرف منگنی ہی کی تھی اور اس کے بعد خود بیوہ کو لے کر فرار ہو گیا اور کورٹ میں جا کر شادی کرلیا کورٹ میریج کے اگر یہ معنی ہے کہ کورٹ میں جج کے سامنے میاں بیوی کا ایجاب وقبول دو مسلمان گواہوں کے سامنے ہوا ہے، تو ایسا جائز ہے اور اگر اس طریقے سے نہیں ہوا ہے تو پھر شرعی رو سے نکاح جائز نہیں ہوا۔ ہدایہ اولین میں:

"ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین عاقلین بالغین مسلین" [۱]

ترجمہ: نکاح کے انعقاد کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور وہ آزاد عاقل بالغ مسلمان ہونا ضروری ہے۔ (س) اس کے بعد بغیر نکاح از روئے شرع جائز نہیں اگر بیوہ سے نکاح ہے تو صحیح ہو گیا، پھر اس نے بیوہ سے

---

[۱] ہدایہ،ص:۳۰۶،ج:۲،کتاب النکاح،مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

مجامعت کی یا بوس وکنار کیا یا شہوت کے ساتھ چھولیا یا شرم گاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھ لیا، اب اس حالت میں بیوی کی لڑکی سے مذکورہ بالا شخص کا نکاح جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

ولا ببنت امرأته التی دخل بھا[1]

ترجمہ: اور جس عورت کے ساتھ دخول کر چکا اس کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں۔ (س)

اور ہدایہ کے حاشیہ میں ہے:

"وفی حکم الدخول المس بشھوۃ بل لو لم تکن فی نکاحھا و مسھا بالشھوۃ حرم علیہ بنتھا"[2]

ترجمہ: اور شہوت کے ساتھ چھونا دخول کے حکم میں ہے بلکہ وہ نکاح میں نہ تھی اور شہوت کے ساتھ مس کر دیا تب بھی اس کی بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی۔ (س) اور اگر کورٹ میرج کی وہ تعریف نہیں ہے جو ذکر کی گئی یعنی کورٹ مین جج کے سامنے میاں بیوی کے علاوہ دو مسلمان گواہ بھی موجود نہ ہوں اس حالت مین مذکورہ بالا شخص سے شرعا بائکاٹ کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ وہ اس فعل سے نہ بچے اور توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھے ایک آدمی مسمی مہتاب خان تیلی ساکن اندوکھا کی ڈھانی تحصیل پالی والا ان کے ساتھ بغرض پڑھانے نکاح ثانی لے کر پالی سے اندوکھا کی ڈھانی بذریعہ تانگہ لے گیا میں نے نکاح پڑھانے سے پہلے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتلایا کہ طلاق دی ہوئی ہے اور کسی قسم کی اڑچن یا دقت یا جھگڑا نہیں ہے لہٰذا میں نے ان کے اس بیان سے مطمئن ہو کر نکاح پڑھا دیا اور واپس لوٹ آیا مندرجہ بالا نکاح پڑھانے جانے کے تیسرے روز پالی میں اندوکھا کی ڈھانی کے پیش امام صاحب نے آکر بتلایا کہ جو نکاح محمد حنیف صاحب پڑھا کر آئے ہیں اس عورت کو طلاق پہلے آدمی نے نہیں دی ہے اور اگر دی ہوئی ہے تو عدت کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں، لہٰذا اس پر پالی سے دو آدمی مختار علی صاحب و گبرو صاحب اندوکھا کی ڈھانی تحقیقات کے لیے گئے اور لڑکی کے باپ سے اور دیگر لوگوں سے پوچھا لڑکی کے باپ نے بتلایا کہ طلاق ہو چکی ہے اور انتالیس دن

---

[1] ہدایہ ص: ۳۰۸، ج: ۲، کتاب النکاح مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

[2] المرجع السابق۔

ہوئے ہیں اور مین نے نکاح کروایا ہے اور یہ بھی کہا کہ لڑکی دو سال سے میرے مکان پر رہ رہی ہے بعد از اں گبرؔ و صاحب اس مقام پر گئے جہاں لڑکی کی پہلی شادی کی ہوئی تھی لڑکا تو موجود نہیں تھا مگر اس کا باپ ملا جس نے بتلایا کہ میرے لڑکے نے تو کوئی طلاق نہیں دی ہے ان حالات میں شریعت پاک کا کیا حکم ہے آیا یہ نکاح ہوا کہ نہیں۔ اور جو جو اس میں شریک تھے ان کے لیے اور نیز جس شخص نے نادانستگی میں پڑھا اس کے لیے بھی۔

المستفتی: محمد حنیف ولد مولانا عبداللہ صاحب ساکن پالی

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت کسی دوسرے کے نکاح میں تھی یا مطلقہ لیکن عدت طلاق پوری نہیں کی تو نکاح ثانی درست نہیں۔ اب اگر نکاح پڑھانے والے نادانستہ طور پر کسی منکوحہ یا عدت طلاق گزارنے والی عورت کا نکاح دوسرے کے دھوکہ دینے سے پڑھا دیا تو نکاح پڑھانے والے اور اس میں شریک ہونے والے گنہ گار نہیں بشرطیکہ پوری تحقیق کر لی ہو اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے منکوحہ یا عدت گزارنے والی عورت کے متعلق کہا کہ طلاق شدہ اور عدت طلاق پوری کیے ہوئے ہے ان لوگوں نے چونکہ حرام فعل دانستہ کرادیا اس لیے ان پر علانیہ توبہ لازم ہے اور اگر دانستہ طور پر پڑھایا تو قاضی پر علانیہ توبہ فرض ہے اور توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس قصبہ میں جا کر کسی کے ذریعہ تحریری طور پر اطلاع کرے کہ فلاں تاریخ کو جو فلاں بنت فلاں کا نکاح پڑھایا ہے وہ غلط ہے لہٰذا پہلی فرصت میں ان دونوں مصنوعی میاں بیوی کو علیٰحدہ کر دیا جائے اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ میرے اس گناہ کو معاف فرمائے اور آپ سب کو گواہ کرتا ہوں اور اسی طرح وہ بھی توبہ کرے جو اس فرضی نکاح میں شریک ہوئے ہیں اور توبہ کا اعلان پالی میں بھی کر دیا جائے بعد توبہ امامت میں کوئی حرج نہیں۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاوی رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا، اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج

---

[1] فتاوی عالم گیری میں ہے: ''لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذلك المعتدۃ کذا فی السراج الوهاج۔'' اھ
(فتاویٰ عالم گیری، ص: ۳۴۶، ج: ۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، دار الفکر)
ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں۔

ہو گیا۔ بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔[1]

مسئلہ (۶۶)

محترمی مکرمی قبلہ وکعبہ مفتی اعظم جناب اشفاق حسین صاحب مدظلہ العالی ساکن جودھپور حال مقیم میڑتا سیٹی، ہم مسمیان حبیب نور صاحب، ٹونکی سنجیدہ بیگم زوجہ حبیب نور صاحب، قمر نور جہاں ولد حبیب نور صاحب اور جناب محمد اسماعیل صاحب مستری، مبارک النساء وزوجہ محمد اسماعیل صاحب مستری، احمد ولد محمد اسماعیل صاحب خداوند کریم کو حاضر وناظر جان کر عرض کرتے ہیں کہ تاریخ ۱۳؍ جون ۱۹۶۵ء کو جو تحریر لکھی گئی تھی اس میں یہ الفاظ میرا زیور دے دو میں طلاق دیتا ہوں لکھنا بھول گئے۔ حالانکہ یہ الفاظ جو استفتاء جودھپور آپ کی خدمت میں پہنچا تھا، اس میں لکھ دیا گیا تھا، کہ ہم تمام مسمیان مذکورہ الفاظ پر رضامند ہیں اس میں کسی طرح کی کوئی مخالفت ایک دوسرے کو نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے آج تاریخ ۱۲؍ اگست ۱۹۶۶ء کو ہم مسمیان آپ کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ پر جو فیصلہ دیں گے وہ ہم کو منظور ہوگا اور اسی پر ہم عمل کریں گے اس فیصلے کو ہم آخری فیصلہ سمجھیں گے اس کے بعد ۱۳؍ جون ۱۹۶۵ء کو جو تحریر لکھی گئی تھی اس کی نقل بھی پیش کر رہے ہیں طلاق ہونے پر قمر جہاں کے جملہ حقوق نان ونفقہ مہر جہیز کپڑے وغیرہ کے تعلق سے جو ۱۳؍ جون ۱۹۶۵ء کی تحریر میں لکھا ہوا ہے وہ تفسیر بیان السبحانی پارہ سیقول رکوع ۱۲ میں ہے۔ اس پر ہم عمل کریں گے ہم مسمیان حسب ذیل گواہوں کے سامنے مذکورہ مضمون منظور کرتے ہیں جو صحیح ہے۔ فقط بتاریخ ۱۲؍ اگست ۱۹۶۶ء

دستخط مسمیان: مستری محمد اسماعیل، احمد، مبارک النساء، نور جہاں سنجیدہ بانو، محمد صدیق

نوٹ: ۱۳؍ جون ۱۹۶۵ء کی تحریر منظور شدہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی مسئلہ اس وقت زیر غور طلاق کا ہے۔ فقط حبیب نور صاحب مذکور مسمیان کو مذکورہ مضمون پڑھ کر سنا دیا گیا ہے مسمیان نے میرے سامنے دستخط کیے ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

بشیر خان ۱۲؍ اگست ۱۹۶۶ء

المستفتی: عزیز الرحمن

---

[1] فتاویٰ رضویہ مترجم، ص: ۲۶۶، ج: ۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا (س، مصباحی)

الجواب

مسمیان حبیب نور ولد نصیر احمد قوم شیخ ساکن میڑتا سیٹی محمد اسماعیل ولد عظیم بخش قوم شیخ ساکن میڑتا سیٹی کے درمیان احمد ولد محمد اسماعیل اور اس کی بیوی قمر جہاں بنت حبیب نور ساکنہ میڑتا سیٹی کی طلاق سے متعلق نزاع تھا اس کے متعلق آج مورخہ ۱۲/اگست ۱۹۶۶ء بروز جمعۃ المبارکۃ یہ فیصلہ ہوا کہ احمد ولد محمد اسماعیل مذکور کا یہ جملہ میرا زیور دے دو میں طلاق دیتا ہوں اس سے طلاق واقع ہوگئی اس جملہ کا اقرار احمد ولد محمد اسماعیل مذکور نے ۱۳/جون ۱۹۶۵ء جلسۂ عام میں کیا تھا، اس کی تصدیق احمد مذکور نے آج ۱۲/اگست ۱۹۶۶ء کو تحریری شکل میں کی ہے لہٰذا عدت اس وقت سے متصور ہوگی۔ بعد طلاق اس سلسلہ میں مہر وجہیز سے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ جہیز وزیور میں جو سامان احمد ولد محمد اسماعیل کے پاس ہے وہ ان کو دیا جاتا ہے اور جو سامان قمر جہاں بنت حبیب نور کے پاس ہے وہ قمر جہاں کو دیا جاتا ہے اور مہر کے مبلغ دوسو پچاس روپئے اور عدت کے مبلغ ایک سو پانچ روپئے ہیں محمد اسماعیل ولد احمد مذکور نے یہ وعدہ کیا ہے کہ یہ رقم میں ایک ماہ میں عزیز الرحمن صاحب ساکن میڑتا سیٹی کی معرفت قمر جہاں کے والد حبیب نور صاحب مذکور کو دے دوں گا، لہٰذا یہ منظور کیا گیا اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے جو کہ اوپر مذکور ہے کہ اس سے پہلی تمام تحریریں ختم کی جاتی ہیں اور ہم فریقین یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ آئندہ کسی قسم کی قانونی کاروائی نہ کریں گے اور جو بھی قانونی کاروائی کرے گا وہ جھوٹا ثابت ہوگا اور مجرم تصور کیا جائے گا یہ باہمی فیصلہ آپس کی رضامندی ہوش وحواس کی درستگی سے برضا ورغبت ہوا تحریر لکھ دی تا کہ سند رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا وایک لڑکی نابالغ عمر میں تقریباً چھ سال کی تھی اس وقت برسم نکاح ان کی عمر کم ہونے اور ناسمجھ ہونے سے بروقت نکاح صرف پانی پڑھ کر پلایا گیا۔ اب وہ دونوں لڑکا ولڑکی بالغ ہو چکے ہیں۔ اس درمیان میں وہ لڑکی ایک مرتبہ سسرال گئی اور چار پانچ دن رہی مگر خاوند نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی، وہ اس وجہ سے کہ لڑکا نیم پاگل ہے، صرف بتایا ہوا کام کرسکتا ہے، نہ برابر کھانے کا ہوش ہے نہ بات چیت کرنے کا۔ اب وہ لڑکی چار پانچ دن سسرال رہ کر واپس اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی۔ اب وہ اپنے سسرال نہیں جانا چاہتی ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا یہ عورت اپنے خاوند کے بغیر طلاق کے دوسرے آدمی سے نکاح کرسکتی ہے، اگر وہ عدالت سے طلاق حاصل کرنا چاہے تو اس کے سسرال والے پیسے والے ہیں اور

لڑکی کے ماں باپ غریب ہیں اس وجہ سے وہ عدالت سے بھی طلاق لینے سے مجبور ہیں۔ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟اگر وہ نکاح کرے تو شرع شریف کا اس پر کیا حکم ہے اور اس کے نکاح پڑھانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے اور دوسرے اشخاص جو اس میں شریک ہونے والے ہیں ان پر کیا حکم ہے۔ برائے کرم موافق شرع بحوالہ کتب مکمل جواب جلد از جلد عطا فرمائیں۔

المستفتی: محمد لیاقت حسین

الجواب

صورت مسئولہ میں بغیر طلاق کے کوئی چارہ نہیں اور تاوقتیکہ لڑکا طلاق نہ دے لڑکی دوسری جگہ شادی نہیں کرسکتی اگر لڑکا طلاق نہ دے تو اس سے خلع کرلیا جائے یعنی مہر معاف کرکے کچھ رقم دے کر طلاق حاصل کر لی جائے اس میں اگر لڑکا یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے خلع کیا اور اس کی بیوی قبول کرلے خلع ہوجائے گا اور بعد ختم عدت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔اس پر گواہ ہونا ضروری ہے تاکہ لڑکا بعد میں انکار نہ کرسکے لیکن اگر لڑکا فی الحقیقت پاگل ہے تو نہ اس کی طلاق ہوسکتی ہے نہ خلع ہوسکتا ہے ایسی صورت میں سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں عدالت کے ذریعہ طلاق نہیں ہوتی ہے اس کا اختیار شوہر کو ہے تاوقتیکہ طلاق یا خلع نہ ہو یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی اور اگر کرلیا تو حرام کی مرتکبہ ہوگی اور جو بھی اس نکاح کے کرنے میں شریک ہوگا سب پر توبہ لازم وفرض ہوگی۔توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس فرضی نکاح کو ختم کرے، پھر سچے دل سے توبہ کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱) فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذلك المعتدة کذا فی السراج الوھاج۔" اھ[1]

ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں) جیسا کہ درمختار میں ہے:

"لا یقع طلاق المجنون"[2]

ترجمہ: مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون۔"[3]

---

[1] فتاویٰ عالم گیری،ص:۲۸۶،ج:۱،کتاب النکاح،القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،دار الفکر
[2] تنویر الابصار ودرمختار المطبوع مع ردالمحتار،ص:۴۴۹۔۴۵۰،ج:۴،کتاب الطلاق،دار الکتب العلمیہ،بیروت
[3] فتاویٰ عالم گیری،ص:۳۵۳،ج:۱،کتاب الطلاق،فصل فیما یقع الطلاق،دار الکتب العلمیہ،بیروت

ترجمہ:اور بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگر چہ وہ عقل مند ہو اور نہ ہی مجنون کی طلاق (واقع ہوتی ہے)

حدیث شریف میں ہے:"ان رسول الله تعالیٰ صلی الله علیه وسلم قال:رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق."[1]

ترجمہ:قلم تین لوگوں سے اٹھالیا گیا ہے،سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے۔نابالغ شخص سے یہاں تک کہ وہ بڑا ہوجائے۔اور پاگل سے یہاں تک کہ عقل آجائے یا افاقہ ہوجائے۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے،جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھا یا اگر حرام جان کر پڑھا یا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے،یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے،جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں،اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر،تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا،اس پر توبہ فرض ہے۔[2]

مسئلہ (۶۸)

مولانا مولوی قبلہ مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ عرض ہے کہ میں یہاں خیریت سے رہ کر حضور کی خیریت وعافیت کی بارگاہ خداوند سے نیک چاہتا ہوں دیگر ضروری تحریر یہ ہے کہ میں نے دو سوالات لکھے ہیں اس کا جواب حضور برائے کرم جلد سے جلد عنایت فرمائیں ان سوالات کے لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ یہاں جہالت بہت زیادہ ہے اور یہ دونوں سوالات سامنے آئے ہیں۔اس لیے برائے کرم ان سوالات کا جواب جلد از جلد عنات فرمائیں۔

سوال (۱) زید نے خاتون سے نکاح کیا۔چار پانچ ماہ تک اس کا گھر بار برابر چلتا رہا،بعد چار پانچ ماہ کے زید اور خاتون کے مابین نا اتفاقی پیدا ہوئی،جس کی وجہ سے زید نے اپنی عورت خاتون کو نکال دیا۔اب خاتون مجبوری سے اپنے ماں باپ کے وہاں چلی گئی اب زید اپنی تکبر کی وجہ سے نہ تو خاتون کے پاس جاتا ہے اور نہ کھانا اور کپڑا دیتا ہے۔یہاں تک کہ اس کو دو سال یا تین سال گزر گئے اور خاتون اپنے ماں باپ کے وہاں بیٹھی ہے۔اب خاتون کی جوانی کا عالم ہے اور ماں باپ کو خوف یہ ہے کہ خاتوں کہیں زانیہ نہ ہوجائے اور زید طلاق بھی نہیں دیتا،جس کی وجہ

---

[1] سنن ابن ماجہ،ص:۱۴۷،ابواب الطلاق،باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم

[2] فتاویٰ رضویہ مترجم،ص:۲۶۶،ج:۱۱،مرکز اہل سنت برکات رضا۔ (س،مصباحی)

سے دوسرا نکاح کرے۔تو اب زید کے نکاح کا حق جو خاتون کو کھانا کپڑا اسے نہیں دیتا، کتنی مدت کے بعد اٹھتا ہے کہ جس کی وجہ سے خاتون دوسرا نکاح کر سکے۔

سوال(۲) ایک مسلمان عورت کافر کے گھر بیٹھی ہے، کافر کے ساتھ اس کے وہاں اولاد ہوئی، اب یہ اولاد اور ان کی ماں کون سا دین پاتی ہے۔اس کو کوئی نہیں جانتا تو اب اگر یہ عورت یا اس کی اولاد اس دنیا سے انتقال کر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ یا یہ عورت اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمان کے وہاں اس کی اولاد کی شادی کرے تو اس کا نکاح پڑھا جائے یا نہیں۔فقط المستفتی: عبدالرشید حاجی محمد

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں خاتون کو جب تک اس کا شوہر طلاق نہ دے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی[1] اگر واقعی خاتون کے زانیہ ہونے کا خطرہ ہے اور میاں بیوی کے درمیان نبھاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو شوہر سے طلاق حاصل کرے یا خلع کرے (یعنی خاتون شوہر کو کچھ مال دے کر طلاق لے لے)۔[2] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

---

[1] اللہ فرماتا ہے: ''وبیدہ عقدۃ النکاح'' (القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷) ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (کنزالایمان) حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انما الطلاق لمن اخذ بالساق'' (سنن ابن ماجہ، ص:۱۵۱، ابواب الطلاق، باب طلاق العبد) ترجمہ: یقیناً طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے۔فتاوی عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلک المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج۔" اھ (فتاوی عالم گیری، ص:۳۴۶، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں)

[2] فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "اذا تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس بان تفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھا بہ فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقۃ بائنۃ و لزمھا المال" (فتاویٰ عالم گیری، ص:۴۸۸، ج:۱، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور جب شوہر بیوی باہم جھگڑا کریں اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اس کو اپنی جان کا فدیہ دیدے ایسے مال کے ساتھ جس کے ذریعہ شوہر اس کو خلع دیدے پس جب شوہر اور بیوی نے ایسا کر لیا تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا۔ہدایہ میں اس طرح ہے: "وان تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھا بہ فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقۃ بائنۃ و لزمھا المال" (ہدایہ، ص:۴۰۴، ج:۲، کتاب الطلاق، باب الخلع، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: اور جب شوہر بیوی باہم جھگڑا کریں اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اس کو اپنی جان کا فدیہ دیدے ایسے مال کے ساتھ جس کے ذریعہ شوہر اس کو خلع دیدے پس جب شوہر اور بیوی نے ایسا کر لیا تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا۔(س، مصباحی)

(۲) صورتِ مسئولہ میں مسلمان عورت کا کسی کافر کے گھر رہنے سے کافرہ نہیں ہوگی۔جب تک اس عورت سے صریح کفر سرزد نہ ہوجائے (معاذ اللہ) اب رہا اس کا یہ فعل انتہائی برا ہے۔اس کو فاسقہ کہا جائے گا مسلمان رہے گی۔جیسا کہ خود سوال سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کی شادی مسلمان کے گھر کرنے کے لیے اسلام ظاہر کرتی ہے۔لہٰذا اس پر احکام اسلام جاری ہوں گے نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کی شادی بیاہ مسلمان کے گھر ہوسکتی ہے اس کی اولاد ولدالزنا حرامی کہلائے گی۔اور اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے اسلام کا حکم لگے گا۔

مسئلہ (۶۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتی اعظم راجستھان اس مسئلہ میں کہ زید اپنی عورت کو بذریعہ رجسٹری طلاق نامہ بھیج دیتا ہے۔اور ساتھ ہی اس کی عدت کے دن کا خرچہ بھی بذریعہ منی آڈر بھیج دیتا ہے۔لیکن اس کی عورت نہ تو طلاق نامہ کا لفافہ لیتی ہے اور نہ عدت کے دن کا خرچہ لیتی ہے۔ایسی صورت میں اس عورت کا طلاق نامہ بھیجنے کے بعد خاوند پر کیا حق ہے؟ اور طلاق بھیجنے والا دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور دو آدمی کے سامنے طلاق نامہ مع شہادت کے بھیج دیا گیا تو ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور وہ دوسری شادی کرسکتا ہے کہ نہیں۔مسلمان چار شادی کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر کرسکتا ہے تو قرآن پاک کی آیت اور حدیث سے ثبوت عنایت فرمائیں۔

المستفتی: رنگریز شکور علی رمضان ولد رمضان علی جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں زید نے جس وقت اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھا اسی وقت سے طلاق واقع ہوگئی۔عورت طلاق نامہ اور عدت کا خرچ وصول کرے یا نہ کرے،طلاق دینے کا حق مرد کو ہے عورت کی مرضی پر موقوف نہیں[۱] مرد دوسری شادی کرسکتا ہے۔مسلمانوں کے لیے بیک وقت چار شادیاں کرنا جائز ہے۔شرط یہ ہے کہ چاروں کے ساتھ عدل و مساوات سے موافق شرع کام لے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً "[۲]

---

[۱] اللہ فرماتا ہے: "وبیدہ عقدۃ النکاح" (القرآن المجید،سورۃ البقرۃ،آیت:۲۳۷) ترجمہ:جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (کنزالایمان) حدیث شریف میں ہے:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (سنن ابن ماجہ،ص:۱۵۱، ابواب الطلاق،باب طلاق العبد) ترجمہ:یقیناً طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہے۔ (س،مصباحی)

[۲] القرآن المجید،سورۃ:النساء،آیت:۳

ترجمہ دودو تین تین چار چار عورتوں سے اپنی پسند سے شادی کرو اور اگر یہ خوف ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہ برت سکو گے تو ایک سے نکاح کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۷۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دوران فساد احمد آباد کے ایک مظلوم بنام عبد المجید احمد صاحب مع ان کی اہلیہ صاحبہ کے۔ جناب زید صاحب نے اپنے مکان پر از راہ کرم لے جا کر پناہ دی کہ آپ یہاں پر رہیے، عبد المجید صاحب نے ان کے مکان پر پناہ لی اور عرصہ دراز تک تقریبا آٹھ نو مہینہ رہے مظلوم عبد المجید صاحب تو دن میں اپنی محنت ومزدوری کرنے جاتے رہے۔ مگر زید صاحب نے ان کی عدم موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے کیوں کہ زید صاحب متمول حضرات سے ہیں متمول ہونے کے زعم میں انہوں نے مظلوم کی بیوی پر ڈورے ڈالنا شروع کر کے مظلوم کی بیوی کو ایسا متاثر کر دیا کہ ایک وقت مظلوم کی بیوی نے اپنے جائز خاوند سے یہ کہہ دیا کہ تم میرے شوہر نہیں اور میں تمہاری بیوی نہیں میں تو زید سے نکاح کروں گی۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پناہ دینے اور ہمدردیاں کرنے کے پردے میں زید صاحب مظلوم کی بیوی کو غصب کرنا چاہتے تھے لہٰذا اس دوران میں قوم برادری والوں کو خبر لگی تو بمشکل تمام اس کے گھر سے نکال کر لائے اور بیوی مظلوم کو اس کے چچازاد بھائیوں کے یہاں دھولی بھیج دیا گیا مگر زید صاحب اب تک ان کا پیچھا پکڑے ہوئے ہیں، باوجود کئی مرتبہ ناکامی کے بعد بھی ایسی حالت میں اسلام کے نزدیک یہ فعل کس قدر گناہ ہے جس کا وہ مرتکب ہے لہٰذا عرض ہے کہ ان امور میں فتویٰ صادر فرمائیں۔

المستفتی: محمد بیگ صاحب، صدر انجمن لوہاران، جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اگر حقیقتا زید اس کار بد کا مرتکب ہے تو زید کا یہ فعل شرعا ناجائز اور حرام ہے۔ اور اگر مذکورہ بالا عورت نے زید کے بہکانے اور پھسلانے سے ایسا کہہ دیا کہ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔ اس عورت کا یہ فعل کچھ معنی نہیں رکھتا اور عبد المجید کے نکاح سے نہیں نکل سکتی از روئے شرع زید جیسے بدکار شخصوں سے قطع تعلق کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ وہ اس کار بد سے تائب نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۷۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد حسین بن رحیم بخش نے اپنا نکاح صغری

بنت اللہ بخش سے کیا۔ بعد آں محمد حسین اپنے گھر والوں سے پوشیدہ کہیں چلا گیا پھر گھر والوں کو اس کی کوئی خبر موصول نہ ہوسکی اتنا ضرور تھا کہ اپنے ملنے والوں کے یہاں خط و کتابت کیا کرتا تھا اس دوران میں محمد حسین کے والدین نے صغری کے والدین سے چند مرتبہ صغری کی رخصتی کے لیے اصرار کیا لیکن ان لوگوں نے رخصت نہیں کیا، ایسے ہی آٹھ برس کا زمانہ گزر گیا صغری کے والدین نے بغیر محمد حسین کے طلاق دیئے ہوئے صغری کا نکاح عبد الغفور بن جیون جی محلہ ناڈی پالی مارواڑ راجستھان کے ساتھ کر دیا۔ اور عبد الغفور سے یہ امر مخفی نہ تھا بلکہ دیدہ و دانستہ اس نے نکاح کیا اور اب عبد الغفور کا یہ دعوی ہے کہ محمد حسین کا انتقال ہو گیا تھا حالاں کہ معتبر شہادتیں اس کے متعلق ہے کہ عبد الغفور کی شادی کرنے کے بعد محمد حسین اپنے مکان آیا اور تقریبا دو برس مکان پر رہا بعد آں اس کا انتقال ہوا اور ابھی محمد حسین کی والدہ زندہ ہے اور وہ اس بات کی خود شاہدہ ہے اور دیگر چند اشخاص موجود ہیں۔ مذکور عبد الغفور اپنے اس خام خیالی کی وجہ سے تمام لوگوں کو منافق کہتا ہے باوجود اس کے کہ اس عبد الغفور کی شادی کرنے کے بعد محمد حسین کا دو برس تک زندہ رہنا ثابت ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص سے وعظ کرانا درست ہے کہ نہیں؟ دیدہ و دانستہ جو شخص اس کو اپنا امام بنائیں اس کے متعلق کیا حکم ہے ایسے شخص سے میل و محبت رکھنا اور اس کو راہ راست پر سمجھنا کیسا ہے؟ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مصلیان چھوٹی مسجد نادی محلہ پالی مارواڑ راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں صغریٰ کا نکاح عبد الغفور سے حرام ہے۔ دونوں کے درمیان پہلے علیحدگی ضروری ہے، بعدہٗ اس فعل حرام سے توبہ واجب ہے۔[1] صغریٰ کے والدین بھی گنہ گار ہوئے، ان پر بھی علانیہ توبہ ضروری ہے قبل

---

[1] فتاوی عالم گیری میں ہے: "لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره و كذلك المعتدة كذا فى السراج الوهاج." اھ (فتاویٰ عالم گیری، ص:۳۴۶، ج:۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، دار الفکر) ترجمہ: کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی بیوی سے نکاح کرے اسی طرح معتدہ سے (یعنی جو عورت عدت میں ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں)

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتاوی رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں، اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر، تو سخت گنہ گار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اس پر توبہ فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ص:۲۶۶، ج:۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

توبہ عبدالغفور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے جولوگ اس کوامام بنائیں گے گنہ گار ہوں گے جتنی نمازیں پڑھی لوٹانا واجب ہے عبدالغفور کا مسلمانوں کومنافق کہنا اس سے مرادمنافق فی الاعتقاد ہےتو کفر ہے۔اوراگرمنافق فی الفعل مراد ہےتو شدید گناہ اس سے علانیہ توبہ کرے اوراگروہ مسلمانوں کومنافق کہنے پر اصرار کررہا ہےاورصغری سے علیٰحدگی کر کے علانیہ توبہ نہیں کرتا،تو اس سے قطعاً تعلق منقطع کرلیا جائے،اس سے مسائل پوچھنا،وعظ کرانا امام بنانا ناجائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتاب الوقف

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ نصیبن بائی نے اپنی جائداد غیر منقولہ بشرط دین برائے مدرسہ اسلامیہ سیرت کمیٹی ڈونگر پور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اراکین مدرسہ ھذا کو میری جائداد غیر منقولہ پر پورا پورا قبضہ مالکان ہوگا، اور انھیں تعمیر ومرمت کرنے یا رہن وبیع کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا، نیز رہن وبیع سے جو رقم ملے گی اس سے دوسری جائداد خریدنے یا بنوانے کا بھی پورا پورا اختیار ہوگا۔ یہ وصیت تحریری ہے اور دوسری وصیت زبانی طور پر چند معزز اشخاص کے سامنے کی کہ میری جائداد کا مالک خاص طور سے دو لوگ نہ ہونگے ایک شخص ماسٹر زور آور خان اور دوسرا ماسٹر کشن لال، اور نہ ہی یہ دونوں اس کا بیع ورہن کریں گے، اور اگر کریں گے تو قیامت کے دن دامن گیر ہوں گے چونکہ یہ جائداد کافی پرانی اور شکستہ ہوچکی ہے اور قوی اندیشہ ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں منہدم ہوجائے گی۔ لہٰذا ایک شخص بنام عبداللہ خاں صاحب ساکن احمد آباد کو بیع کردی جائے ماسٹر زور آور خان نے اور ان ہم محلہ اور ہم قوم حضرات نے اراکین مدرسہ پر کافی دباؤ ڈالا کہ یہ جائداد عبداللہ خان صاحب سے لیکر ماسٹر زور آور خاں صاحب ہی کو بیع کردی جائے ورنہ ہم سب مدرسہ اسلامیہ سے قطع تعلق کرلیں گے، جس سے مدرسہ کو مالی نقصان ہوگا۔

اراکین نے ایک مقامی مولوی سے صورت حال بیان کرکے فتوی پوچھا تو مولوی موصوف صاحب نے کہا کہ اراکین مدرسہ تو ماسٹر زور آور خان صاحب کو جائداد خلاف وصیت مرحومہ نصیبن بائی نہیں بیع کرسکتے ہیں، البتہ عبداللہ خان صاحب یا پھر کوئی دوسرا شخص اس جائداد کو خرید کر ماسٹر زور آور خان کو دے سکتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ مدرسہ کو مالی نقصان پہنچے یا مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا ہو تو کیا ایسا کرسکتے ہیں کہ دوسرا شخص جائداد خریدے پھر کسی کو دے دے یا ماسٹر زور آور خاں صاحب کو ہی بیع کردے مستند حوالہ جات سے جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) کیا جائداد غیر منقولہ، موقوفہ کو رہن وبیع کرسکتے ہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں نصیبن بائی اپنی جائداد غیر منقولہ بشرط دین مدرسہ اسلامیہ ڈونگر پور کو وصیت کی کہ میرے

مرنے کے بعد اراکین مدرسہ ھذا کو من جانب مدرسہ پورا پورا مالکانہ قبضہ ہوگا اور ان کی تعمیر و مرمت کرنے یا رہن و بیع کا بھی حق حاصل ہوگا (جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے) اور یہ وصیت تحریر کی ہے کہ اس وصیت کی رو سے اراکین مدرسہ مذکور کو حق حاصل ہے کہ جس صورت میں مدرسہ کا مفاد ظاہر ہو اس پر عمل کریں اور اراکین مدرسہ ادارے کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے جس شخص کو چاہے فروخت کردیں۔ اب رہا نصیبن بائی کا اس کے بعد زبانی چند معزز و معتبر اشخاص کے سامنے یہ کہہ دینا کہ فلاں فلاں شخص کو بیع نہ کریں تو یہ کہنا دینی مفاد میں سے ہے یا پھر دنیوی خلش کی بنا پر، کیا ماسٹر صاحب مذکور کے اندر کوئی دینی نقص پیدا ہوگیا جو پہلے نہ تھا یا دنیوی رنجش ہے جس کی وضاحت ضروری تھی، اور پھر ایسی صورت میں جب کہ پہلی وصیت تحریری ہے اور دوسری صرف زبانی، ہوسکتا ہے کہ کسی نے غلط طور پر نصیبن بائی کو ماسٹر صاحب سے بدظن کرنے کے لیے کروائی ہو، اس کو تقویت اس سے اور بھی ملتی ہے کہ اگر نصیبن بائی پہلے سے بدظن ہوتی تو تحریری وصیت نامہ میں یہ شرط لگا دیتی مگر ایسا نہیں کیا، چونکہ تحریری وصیت نامہ سے مدرسہ کے مفاد کو اولیت حاصل ہے اور دوسری زبانی تحریر سے مدرسہ کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور خطرہ ہے، جیسا کہ سائل نے تحریر کیا ہے کہ آپس میں نااتفاقی پیدا ہوجائے، لہٰذا جب دو مشکلات سامنے ہوں تو ان میں سے اس پر عمل کیا جائے جس میں دینی فائدہ ہو، لہٰذا اس صورت میں دینی فائدہ اسی میں ہے کہ اراکین مدرسہ ادارے کے مفاد کو حال و مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے اس جائداد کا فیصلہ کریں، اگر ماسٹر زور آور خان صاحب وغیرہ کے علاوہ جائداد دوسرے شخص کو بیچنے میں ادارے کو مالی نقصان اور آپس میں نااتفاقی کا خطرہ شدید ہے تو ماسٹر زور آور کو بیع کرسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) جائداد موقوفہ کو نہ بیع کرسکتے ہیں اور نہ رہن رکھ سکتے ہیں[1] مگر جب واقف یا واقفہ نے اس کی اجازت دے دی ہو تو اب کرسکتے ہیں۔ (نوٹ ضروری) یہ جائداد نصیبا بائی نے مدرسہ کے نام وقف کی یا وصیت کی شکل میں ہے سوال میں اس کا خلاصہ کرنا ضروری تھا، آئندہ اگر مزید معلومات کی ضرورت ہو تو اس صورت کو سامنے رکھ کر سوال کرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] جیسا کہ درمختار میں ہے: "فاذا تم ولزم لایملك ولا یملك ولا یعار ولا یرهن" (درمختار، ص:۳۷۹، ج:۱، کتاب الوقف، مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: جب وقف تام اور لازم ہوجائے تو اب اس کا نہ کوئی مالک ہوسکتا ہے اور نہ کسی کو مالک بناسکتا ہے نہ عاریۃً دیا جائے اور نہ رہن رکھا جائے۔ فتاوی قاضی خان میں ہے: "ولا یجوز بیعه" (فتاویٰ قاضی خان، ص:۲۹۳، ج:۴، کتاب الوقف، مکتبہ حقانیہ، پشاور پاکستان) ترجمہ: وقف شدہ چیز کی بیع جائز نہیں ہے۔ (س، مصباحی)

کتاب الربا

مسئلہ(۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ غیر مذہب یعنی کافروں سے سود لینا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ اور حکومت سے سود لینا کیسا ہے یعنی گورنمنٹ سے رقم کا سود لینا جائز ہے یا نہیں- **بینوا توجروا**

المستفتی: دوست علی اڑیسہ

الجواب

سود لینا حرام ہے، اس پر قرآن مجید شاہد ہے[۱] کافر سے بھی سود نہیں لے سکتے اور نہ ان کو دے سکتے ہیں۔ فقہائے کرام نے صرف کافر حربی کے لیے کہا ہے اور وہ بھی بہ نیت سود نہیں ہدایہ میں ہے: "لا ربوا بین المسلم والحربی"[۲] کافر حربی اور مسلمان کے درمیان سود نہیں، کافر حربی جو کچھ اصل مال سے زائد دے تو اس کا لینا جائز ہے اور اس کو سود نہیں کہہ سکتے، اور نہ سود سمجھنا چاہیے، گورنمنٹ کے محکمے جو کچھ اصل رقم سے زائد روپے دیں ان کو لے لیا جائے[۳]

---

[۱] اللہ فرماتا ہے: "احل اللہ البیع وحرم الربوا" (القرآن المجید، سورۃ: البقرۃ، آیت:۲۷۵)

[۲] ہدایہ، ص:۸۶، ج:۳، باب الربوا، کتاب البیوع، مجلس برکات جامعہ شرفیہ

[۳] فتاویٰ رضویہ میں ہے: "لاطلاقہ قولہ تعالی و حرم الربوا ما یوخذ من الحربی فی دار الحرب فمال مباح لیس بربا" اس ارشاد باری تعالیٰ کے اطلاق کی وجہ سے کہ ''اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا'' لیکن جو کچھ دار الحرب میں حربی سے لیا جائے تو وہ مباح مال ہے سود نہیں۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص:۳۰۸، ج:۱۷، باب الربا، رضا فاؤنڈیشن) شامی میں ہے: "ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم" (رد المحتار، ص:۴۲۳، ج:۷، کتاب البیوع، باب الربا، دار الکتب العلمیہ بیروت) ہدایہ میں ہے: "لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا بعقد الامان"۔ اھ ملخصا۔ (ہدایہ، ص:۸۷، ج:۳، کتاب البیوع، باب الربا، مطبع یوسفی لکھنو) ترجمہ: مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں کوئی سود نہیں بخلاف حربی مستامن کے کیوں کہ عقد امان کی وجہ سے اس کا مال ممنوع ہو گیا۔ فتح القدیر میں مبسوط کے حوالے سے ہے: "اطلاق النصوص فی المال المحظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق اخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستامن منھم عندنا لان مالہ صار محظورا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروعۃ یکون غدرا" (فتح القدیر، ص:۱۷۸، ج:۶، باب الربا، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) نصوص کا اطلاق ممنوع مال میں ہے حربی کا مال مسلمان پر صرف اس صورت میں حرام ہوتا ہے جب وہ دھوکے سے لے، چنانچہ جب اس نے دھوکہ کے بغیر لیا چاہے جس طریقے سے لیا ہو تو اس کے لیے حلال ہے بشرطیکہ اس حربی کی رضا مندی سے لیا ہو برخلاف حربی مستامن کے دار الاسلام میں کیوں کہ اس کا مال امان کی وجہ سے ممنوع ہو گیا، لہٰذا اس کو اگر جائز طریقے کے علاوہ لیا ہو تو دھوکہ ہو گا۔

مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے صرف میں نہ لائے بلکہ غربا پر تقسیم کر دے [1] اور کتاب ''تحفۃ الاسلام'' میں یہ لکھا ہے کہ کافر سے سود لینا جائز ہے تو وہ غلط ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں مسلمانوں کی ایک انجمن قائم ہے جس کا نام ہے ''چھوٹی بچت یوجنا'' جسے مندرجہ ذیل مقاصد کی بنا پر قائم کی گئی ہے۔

(۱) سب سے اول تو یہ کہ پیسوں کی بچت ہو یعنی آہستہ آہستہ پیسے جمع ہوں ہر ماہ میں کوئی پندرہ روپئے یا بیس روپئے جمع کراتا ہے۔الحاصل ایسے پچیس سے زائد اس کمیٹی کے ممبران ہیں ان کے اس بچت کے تقریباً ۲۵ / ہزار روپئے جمع ہو گئے ہیں۔اب یہ کمیٹی والے اپنے اس جمع شدہ پیسوں کو مسلم تاجروں یا ضرورت مندوں کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ تم ایک ہزار روپئے لے جاؤ جس میں تمہیں ہمیں پچاس روپئے دینے پڑیں گے مطلب یہ ہے کہ ساڑھے نو سو روپئے دے کر ایک ہزار وصول کریں گے یا ہزار روپئے کا چیک دے کر پچاس روپئے پہلے ہی وصول کر لیں گے،یعنی ایک ہزار روپئے پر پچاس روپئے منافع لیں گے۔اب منافع وصول کرنے کی صورت یہ ہے کہ کبھی تو پہلے ہی منافع وصول کر لیتے ہیں اور کبھی بعد میں،اب کمیٹی والے یہ کہتے ہیں کہ ہم اوپر کے مطابق جو زائد پیسے لیتے ہیں اس پیسے سے ہم مسلم طلبا کی ضرورتوں پر خرچ کریں گے،مثلاً اسکول کے لیے کرسیاں،ٹیبل اور کاپیاں،مدارس میں بیٹھنے کے لیے دریاں وغیرہ میں اس منافع کی رقم سے خرچ کریں گے،تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طریقے سے مسلم تاجروں سے مسلم کمیٹی والوں کو زائد پیسہ لینا درست ہے یا نہیں؟ کیا یہ زائد لیئے ہوئے پیسے مسلم طلبہ کی ضرورتوں میں خرچ کر سکتے ہیں؟

کیا مندرجہ بالا صورت میں زائد پیسہ لینا منافع ہے یا سود؟ اگر منافع ہے تو کیا وجہ ہے،اگر نہیں ہے تو کیا وجہ ہے؟ کمیٹی والوں کا بیان ہے کہ ہم نے اپنی اصل رقموں سے جو زائد پیسے لیئے ہیں ان پیسوں سے ہم ایک حبہ بھی

---

[1] کیوں کہ ایسی صورت میں مسکینوں پر احسان کرنا اور مستحقین تک ان کا حق پہنچانا ہوگا اور اللہ فرماتا ہے:''وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ'' اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''انما الاعمال بالنیات،وانما لکل امری ما نوی'' (صحیح البخاری،ص:۲،ج:۱،باب کیف کان بدء الوحی، قدیمی کتب خانہ کراچی) ترجمہ:بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کے لیے وہی ہے جو وہ نیت کرتا ہے۔اور فرمایا:''من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه'' (الصحیح لمسلم،ص:۳۲۴،ج:۲،کتاب السلام،باب استحباب الرقیه من العین، قدیمی کتب خانہ کراچی) ترجمہ:تم میں سے جو قدرت رکھتا ہے کہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے تو وہ ضرور اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔(س،مصباحی)

استعمال میں نہیں لاتے۔ ہاں ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے پیسے جمع ہوں اور اس جمع شدہ رقم سے مندرجہ بالا صورت کاروبار کریں تو جو بھی منافع ہوگا وہ طلبہ کی ضرورتوں میں استعمال ہوگا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس صورت میں ان کا کاروبار کس حد تک درست ہے؟ اگر یہ سودی کاروبار ہے تو اس کاروبار کے اپنانے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے اور شارع علیہ السلام کا کیا فرمان ہے، بعض پڑھے لکھے لوگ حضرات اس کمیٹی کی زوردار حمایت کرتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کی اسکیم و مقاصد بڑے بہترین وعمدہ ہیں تو پورے شہر والوں کو اس کمیٹی میں شریک ہوکر ساتھ دینا چاہیے، کیوں کہ اس میں مسلم طلبہ کی امداد ہوتی ہے، تو یہ بڑا عمدہ اور کار خیر ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان صاحبان کی یہ حمایتی تقریر اس انجمن کے کاروبار کے حق میں کس حد تک درست ہے کیا ان کا کہنا بجا ہے کہ اس کمیٹی کا ساتھ دینا چاہیے؟ اور یہ تو کار خیر ہے، اگر یہ ان کا کہنا درست ہے تب تو درست ہے۔ ورنہ ان صاحبان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا فرمان ہے؟

سوال (۲) اور یہ کہتے ہیں کہ جب مسلمان بنیے، بقال اور بینک سے پیسے سود کے طور پر لاتے ہیں اور وہ وہاں پر سود بھرتے ہیں تو یہاں کون سا گناہ ہے؟ یعنی ہماری تنظیم سے لے جانے میں کون سا گناہ ہے؟ کیا ایسا کہنا درست ہے؟ قرآن شریف حدیث شریف اور فقہ کی معتبر کتابوں سے جواب عنایت فرمائیں اور شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: قمرالدین میاں کارٹھوی

الجواب

عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف ایک ہی جنس کا مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری طرف کچھ نہ ہو سود ہے۔[1]

حدیث شریف میں ہے: "الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یداً بید" ترجمہ: سونا بدلے میں سونے کے اور چاندی بدلے میں چاندی کے اور گیہوں بدلے میں گیہوں کے اور جو بدلے میں جو کے اور کھجور بدلے میں کھجور کے

---

[1] بہار شریعت، حصہ:۱۱، ص:۷۶۹، ج:۲، مکتبۃ المدینہ

سود کی تعریف قدوری کے حاشیہ میں اس طرح ہے: "والربا فی الشرع عبارة عن فضل مال لا یقابله عوض فی معاوضة مال بمال كذا فی الكفایه"۔ (حاشیہ مختصر القدوری، ص:۶۹، باب الربا، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ)

اور نمک بدلے میں نمک کے برابر برابر اور دست بدست بیع کرو۔ (س)[1]

سود حرام قطعی ہے، قرآن وحدیث میں اس پر وعید ولعنت آئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اُحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"۔[2]

ترجمہ: اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود (کنز الایمان)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ"۔[3]

ترجمہ: اے ایمان والوں سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے (کنز الایمان)

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود لینے اور دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور یہ فرمایا کہ وہ سب کے سب برابر ہیں۔[4]

ایک اور حدیث شریف میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود کا گناہ ستر حصہ ہے ان میں سے ادنی درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔[5] (معاذ اللہ)

---

[1] الصحیح لمسلم، ص:۲۵، ج:۲، کتاب المساقات، باب الربا، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

[2] القرآن المجید، سورۃ: البقرۃ، آیت: ۲۷۵

[3] القرآن المجید، سورۃ: آل عمران، آیت: ۱۳۱

[4] "لعن اللہ ﷺ اکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء"۔ (الصحیح للمسلم، ص:۲۷، ج:۲، کتاب المساقات، باب الربا، قدیمی کتب خانہ کراچی) اللہ کی لعنت سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر اور کہا یہ سب برابر ہیں)۔

[5] "الربا سبعون حوبا ایسرها کالذی ینکح امه"۔ (سنن ابن ماجہ، ص:۱۶۵، باب التغلیظ فی الربا، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ترجمہ: سود کا گناہ ستر حصہ ہے ان میں سے ادنی درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور ایک روایت میں: سبعون بابا ادناها کالذی یقع علی امه ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: ۵۵۲۰، ص: ۳۹۴، ج: ۴، دار الکتب العلمیہ بیروت) ترجمہ: سود کا گناہ ستر حصہ ہے، ان میں سے ادنی درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من اکل درهما من ربو فهو مثل ثلث و ثلثین زنیة، ومن نبت لحمه من السحت فالنار اولی به"۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ص: ۴۵۱، ج: ۳، حدیث: ۲۹۶۸، مکتبۃ المعارف ریاض) ترجمہ: ایک درہم سود کا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو جہنم کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: "درهم ربا یا کله الرجل وهو یعلم اشد عند اللہ من ستة و ثلثین زنیة"۔ (مسند احمد بن حنبل، ص: ۲۲۵، ج: ۵، حدیث عبد اللہ بن حنظلہ، دار الفکر، بیروت) کعب احبار فرماتے ہیں: "لان ازنی ثلثیا و ثلثین زنیة احب الی من اکل درهما ربا یعلم اللہ انی اکلته حین اکلته ربا"۔ (المصدر السابق) ترجمہ: بیشک مجھے اپنا تینتیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درہم کھاؤں جسے اللہ تعالیٰ جانے کہ میں نے سود کھایا ہے۔ (س، مصباحی)

اب صورت مسئولہ میں ایک ہزار کے بدلے ساڑھے دس سو روپے لینا یقیناً سود ہوا اور بموجب قرآن و حدیث لینے دینے والے دونوں حرام قطعی کے مرتکب ہوئے اور اس کی حمایت کرنے والے بھی گنہ گار ہوئے، سب پر علانیہ توبہ لازم ہے۔ سود کا لین دین بنیا، بقال یا آپس میں مسلمانوں سے ہو بہر صورت حرام ہے۔ یہ کاروبار محض اس لیے کہ اس کے منافع مدارس، اسکول یا کسی نیک کام میں خرچ کیے جاتے ہیں کسی صورت میں درست نہیں کہ کسی نیک کام کو انجام دینے کے لیے حرام قطعی کا ارتکاب کیا جائے اس سے دین میں خلل پیدا ہو جائے گا اور بہت سارے حرام کاموں کے لیے دروازے کھل جائیں گے مثلاً زنا کو رواج دینا اور شراب کی خرید وفروخت اس لیے کی جائے کہ اس کے پیسے سے مسلمانوں کے مصالح یا کسی نیک کام میں خرچ کیے جائیں۔ کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ ہاں صورت مسئولہ میں سود سے بچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ کمیٹی والے ایک ہزار روپئے کا سامان ساڑھے دس سو روپئے میں تاجروں کو دیں اور تاجر اس سامان کو ایک ہزار روپئے میں بیچ کر اپنا کاروبار کریں یا تاجروں کو ایک ہزار دے اور تاجروں سے ساڑھے دس سو روپے کا کوئی سامان کمیٹی والے لیں تو چونکہ جنس بدل جائے گی اور دونوں سود کی لعنت سے بھی بچ جائیں گے اور مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔ اس کو بیع عینہ کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ص:۷۷۹، ج:۲، سود کا بیان، حصہ:۱۱، مکتبۃ المدینہ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں باڑمیر میں ایک مزار شریف بنام ''دھیر بابا'' کے ہے جو چاروں طرف سے غیر مسلموں میں گھرا ہوا ہے، اس کے اردگرد والی زمین خریدنا چاہتے ہیں مگر مالی مشکلات کی وجہ سے وہ زمین ہم حاصل نہیں کر پا رہے ہیں تو پھر ہم نے انجمن ترقی پسند کمیٹی قائم کی انھوں نے اس میں چندہ وغیرہ کے ذریعہ کچھ رقم جمع کر لی ہے، اس رقم میں سے ہم، عمر یا زید کو ویپار کے لیے سو روپئے دیتے ہیں تو وہ رقم کا بیسواں حصہ بطور امداد کے ہماری درگاہ کو ہر ماہ دیتا ہے۔ ہم لوگ اس کے نفع ونقصان میں شریک نہیں ہیں۔ اس بارے میں علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں کیا اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ المستفتی: محکمہ شریعت جودھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں آپ لوگوں کو یہ بنام امداد روپئے لینا ناجائز ہے۔ چونکہ یہ امداد نہیں بلکہ از روئے شرع

مطہرہ سود (بیاج) ہے۔لہٰذا اس کا لینا سخت ممنوع ہے ہاں اگر دوسرے لوگ امداد دیں تو ان سے بطیب خاطر لے سکتے ہیں۔لیکن ان لوگوں سے جن کو آپ رقم دیتے ہیں امداد لینا ہی منع ہے چونکہ یہ امداد نہیں بلکہ سود بشکل امداد ہے۔ امداد وہ ہے جو بےلوث و بےطمع لوجہ اللہ آپ کو دے وہ امداد ہے۔ یہ امداد نہیں بلکہ آپ کی دی ہوئی رقم پر قدرے اضافہ کرکے دیا ہے۔اس کو شریعت مطہرہ نے سود تسلیم کیا ہے، نہ کہ امداد لہٰذا اس کا لینا حرام ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴)

کیا فرماتے علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید مرتے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کرتا ہے کہ میرے ذمہ ایک سو ستر روپئے فلاں بنیے کا قرض ہے، اسے سود نہیں دیا ہے۔اس کی اصل رقم دینی ہے۔ان میں سے ایک لڑکا اپنے باپ سے عہد کرتا ہے کہ اپنے ذمہ آپ کا قرض لیتا ہوں، میں ادا کردوں گا، باپ مرجاتا ہے لڑکا

---

[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: "احل اللہ البیع وحرم الربوا" (القرآن المجید،سورۃ:البقرۃ،آیت:۲۷۵) اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔(کنزالایمان) اور فرمان باری تعالیٰ ہے: "یا ایھا الذین آمنوالا تاکلوالربوا اضعافامضعفۃواتقوا اللہ لعلکم تفلحون واتقوا النار التی اعدت للکافرین" (القرآن المجید،سورۃ: آل عمران،آیت:۱۳۱) ترجمہ:اے ایمان والو سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے۔(کنزالایمان) حدیث شریف کے اندر سودی معاملات کرنے والوں کے حق میں بےشمار وعیدیں اور لعنتیں آئیں ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لعن اللہ اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء" (الصحیح للمسلم،ص:۲۷،ج:۲، کتاب المساقات،باب الربا،قدیمی کتب خانہ کراچی) اللہ کی لعنت سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر اور کہا یہ سب برابر ہیں) اور فرمایا: "الربا سبعون حوباایسرھاکالذی ینکح امہ" (سنن ابن ماجہ،ص:۱۶۵،باب التغلیظ فی الربا،ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ترجمہ:سود کا گناہ ستر حصہ ہے ان میں سے ادنی درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔اور ایک روایت میں: "سبعون بابا ادناھا کالذی یقع علی امہ" ہے۔(شعب الایمان،حدیث:۵۵۲۰،ص:۳۹۴،ج:۴،دارالکتب العلمیہ بیروت) سود کا گناہ ستر حصہ ہے ان میں سے ادنی درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔نیز اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من اکل درھما من ربو فھو مثل ثلث و ثلثین زنیۃ،ومن نبت لحمہ من السحت فالنار اولی بہ" (المعجم الاوسط للطبرانی،ص:۴۵۱،ج:۳، حدیث:۲۹۶۸،مکتبۃ المعارف ریاض) ترجمہ:ایک درہم سود کا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو جہنم کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: "درھم ربا یا کلہ الرجل وھو یعلم اشد عنداللہ من ستۃ و ثلثین زنیۃ" (مسند احمد بن حنبل،ص:۲۲۵،ج:۵،حدیث عبداللہ بن حنظلہ،دارالفکر،بیروت) کعب احبار فرماتے ہیں: "لان ازنی ثلثا و ثلثین زنیۃ احب الی من اٰکل درھما ربا یعلم اللہ انی اکلتہ حین اکلتہ ربا" (المصدرالسابق) ترجمہ: بےشک مجھے اپنا تینتیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درہم کھاؤں جسے اللہ تعالیٰ جانے کہ میں نے سود کھایا ہے۔(س،مصباحی)

بنیے کے پاس رقم لے کر جاتا ہے تو وہ بغیر سود کے نہیں لیتا اس رقم کو کس طرح خرچ کیا جائے۔

الجواب

اگر وہ راضی ہو جائے تو اصل رقم ادا کر دی جائے اگر بغیر سود کے نہیں لیتا ہے، تو اپنے پاس رکھ لے اور اپنے مصرف میں استعمال کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ برادر خود مختلف اقسام کے اخبار کی ایجنسی کا کام کرتا ہے اس کے لیے اس کو اخبار والوں کے یہاں رقم ڈپوزٹ (جمع) کروانی پڑتی ہے، اس پر اس کو سالانہ سود ملتا ہے اور وہ رقم ایک خطیر ہے جس کو چھوڑنا بھی بے سود ہے لہٰذا اس کو حاصل کر کے اپنے کام میں لیا جا سکتا ہے یا اس کو فقراء پر تصدق کیا جائے جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: سید یعقوب چتوڑ گڑھ

الجواب

ضرور حاصل کر لیا جائے اکابر اہل سنت کا یہی فتوی ہے اور اس رقم کو بحالت موجودہ اپنے صرف میں بھی لا سکتے ہیں اور فقرا کو بھی دے سکتے ہیں۔ مگر وہاں نہ چھوڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آج کل سرکاری بیمہ زندگی کے علاوہ پرائیوٹ کمپنیاں زندگی کا بیمہ کرتی ہیں۔ اور ایک حد تک ہم کو زندہ رہنے کا اعتماد دیتی ہے کیا اس قسم کا بیمہ کروانا چاہیے اور اس سے جو سود وغیرہ ملتا وہ لینا چاہیے؟ اس کا جواز احکام شریعت میں ہے مگر وہ سمجھ میں پورا نہ آیا۔ لہٰذا خلاصہ تحریر فرمائیں تا کہ بیمہ کرایا جائے یا نہ کرایا جائے۔ اس میں کوئی صورت جواز کی ہے یا نہیں؟

المستفتی: سید یعقوب چتوڑ گڑھ

الجواب

اگر سرکاری کمپنی ہے تو انشورنس (بیمہ) کر سکتے ہیں کیوں کہ اس رقم کی ذمہ داری گورنمنٹ پر ہوتی ہے بیمہ

کرانے میں کوئی حرج نہیں جب کہ فرائض خداوندی کی ادائیگی میں کوئی حرج واقع نہ ہو، جیسا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تحریر فرمایا ہے۔ بحالت موجودہ سرکاری ملازمین کے لیے یہ چیز لازم کردی گئی ہے لہٰذا اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر اس قسم کا عمرو سے معاہدہ کرتے ہیں کہ کچھ رقم عمرو سے لے کر (اول) اس کے بڑھاپے کے واسطے کچھ رقم مقررہ کسی میعاد مقررہ کے بعد اس کو ادا کردیں گے، میعاد سے قبل فوت ہوجانے کی صورت میں وہی رقم اس کے پسماندگان کو مل جائے گی (دوم) اگر عمرو اپنی حین حیات میں لینا نہ چاہے اور صرف پسماندگان کو ہی دلانا چاہے اور (سوم) اگر زید اپنے بچوں کی تعلیم کے واسطے ماہوار خرچ لینا چاہے تو بھی اس کی عمر کے لحاظ سے اور اس لڑکے کی عمر کے لحاظ سے کچھ رقم لے لی جائے گی اور تعلیم کا پورا ذمہ لیا جائے گا زید وبکر بیمہ کنندگان کہلائیں گے عمرو شخص بیمہ شدہ یا پالیسی ہولڈر، کیوں کہ معاہدہ کا نام پالیسی ہوتا ہے، چندہ سالانہ پریمیم کہلاتا ہے اور رقم بیمہ زر بیمہ کہلاتی ہے پریمیم عمر کے لحاظ سے کم وبیش ہوتا ہے مذکورہ بالا تینوں صورتوں کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

عمر بیمہ شدہ	پریمیم	میعاد معاہدہ	زر بیمہ
اول ۴۰ سال	پیسے ۶۔۶۱ روپیہ	۱۵ سال	ایک ہزار روپیہ
دوم ۴۰ سال	پیسے ۶۔۴۱ روپیہ	تازیست	ایک ہزار روپیہ
سوم عمر بچہ ۵ سال	پیسے ۶۱۔۱۴۰ روپیہ	بارہ سال	کل صرفہ تعلیم کالج

چونکہ بچہ ۵ رسال کا ہے اس واسطے سترہویں سال تک یعنی بارہ سال پالیسی ہولڈر پریمیم ادا کرے گا اور سترہویں سال کے شروع میں بحساب ۲۵ روپیہ ماہوار صرفہ تعلیم کالج دینا شروع کیا جائے گا جو برابر چھ سال تک

---

[1] حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں: جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور ان میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص:۲۰۱، ج:۲۳، مرکز اہل سنت برکات رضا)

احکام شریعت میں ہے: سوال: زندگی کا بیمہ شرعاً جائز یا حرام؟ جواب: جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہو اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے۔ (احکام شریعت، ص:۱۹۹، شبیر برادرز، لاہور) (س، مصباحی)

جاری رہے گا۔

نوٹ: خواہ عمرو اپنے لڑکے کی تعلیم کی بابت صرف ایک ہی پریمیم ادا کر کے فوت ہو جائے۔ مجھ کو اطلاع بخشی جائے کہ آیا اس قسم کے معاہدات شرعاً جائز ہیں یا ناجائز۔

المستفتی: محمد صمصام الحق عرشی

الجواب

بیمہ کرانا جائز ہے بشرطیکہ بیمہ کمپنی گورنمنٹ کی منظور شدہ اور اس کی نگرانی میں ہو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں حائل نہ ہو مثلاً جب اتنا پیسہ جمع ہو گیا جس سے کہ صاحب نصاب ہوتا ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے اور سال بہ سال جو کچھ جمع ہوتا ہے اس کی زکوۃ ادا کریں[1] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

---

[1] احکام شریعت میں ہے: سوال: زندگی کا بیمہ شرعاً جائز یا حرام؟ جواب: جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہو اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے۔ (احکام شریعت، ص:۱۹۹، شبیر برادرز، لاہور)

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں: جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور ان میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ص:۶۰۱، ج:۲۳، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

کتاب الذبائح

مسئلہ(۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ کون اشیاء بکرے میں حرام ہیں نیز سری کے اوپر کے بال کھانا کیسا ہے؟ معتبر کتب کے حوالہ جات سے نوازیں۔

الجواب

حلال جانور میں (بز وغیرہ) سات اشیاء کا کھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ جیسا کہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے حدیث شریف میں ہے: "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما کا ن رسول اللہ ﷺ یکرہ من الشاۃ سبعا المرارۃ والمثانة والحیاء والذکر والانثیین والغدۃ والدم وکان احب الشاۃ الیه مقدمها"[1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذبیحہ جانور کے سات اجزاء کو مکروہ جانتے تھے، وہ سات یہ ہیں مرارہ (پتہ) مثانہ، حیا، (شرمگاہ) ذکر، خصیے، غدود اور خون اور آپ کو بکری کا مقدم (اگلا) حصہ پسند تھا۔ (س)

کرہ سے مراد حرام ہے کیوں کہ دوسری جگہ حدیث پاک میں مرقوم ہے: کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الضب الخ۔ یہاں بھی امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کرہ سے مراد حرام ہی ہے۔[2] ائمہ ثلاثہ کا اتفاق

---

[1] المعجم الاوسط، حدیث: ۹۴۸۶، ج:۱، ص: ۲۱۷، مکتبۃ المعارف، ریاض

[2] قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه "اما الدم فحرام بالنص واکرہ الباقیة لانها مما تستخبثه الانفس قال اللہ تعالیٰ ویحرم علیهم الخبٰئث" (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ج: ۴ ص: ۳۶۰، مسائل شتی، دار المعرفۃ، بیروت) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لیکن خون تو وہ حرام ہے نص قرآن سے ثابت ہے اور باقی کو میں مکروہ سمجھتا ہوں، کیوں کہ ان سے نفوس نفرت کرتے ہیں اور جب کہ اللہ نے فرمایا ویحرم علیهم الخبائث۔ مذکورہ عبارت میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے: "وقیل تنزیها والاول اوجه" (درمختار شرح تنویر الابصار، مسائل شتی، ج: ۲، ص: ۳۴۹، مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: بعض نے کہا مکروہ تنزیہی ہے جب کہ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔ رد المحتار میں ہے: "وهو ظاهر اطلاق المتون الکراهة" (رد المحتار، مسائل شتی، ص: ۴۷۷، ج: ۵، دار احیاء التراث العربی بیروت) ترجمہ: یہی ظاہر ہے کہ متون نے کراہت کو مطلق ذکر کیا۔ (س، مصباحی)

ہے کہ گوہ حرام ہے قس علیہ

ہندیہ میں ہے: "مایحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعةالدم المسفوح والذکر والانثیان، والقبل، والغدة والمثانة،والمرارة کذا فی البدائع"۔ حلال جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں(۱) بہتا ہوا خون (۲) آلہ تناسل(۳) دونوں خصیے یعنی کپورے(۴) شرمگاہ(۵) غدود(۶) مثانہ (۷) اور پتہ ایسا ہی بدائع میں ہے۔(س)

ملاحظہ: البتہ بعض کتب میں ان اشیا کو مکروہ تحریمی سے تعبیر کیا ہے تاہم مکروہ تحریمی سے حرامِ ظنی مراد لیں گے، کیوں کہ درمختار باب الحظر والاباحہ میں مرقوم ہے "کل مکروہ ای کراھة تحریم حرام عند امام محمد رحمه الله تعالیٰ"۔[1]

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کا دوسرا نام ہے(س)

بہرحال مسئلۂ دائرہ میں ہمارے مشائخ نے جہاں بھی حرام فرمایا ہے، اس سے مکروہِ تحریمی ہی مراد و متعین ہے۔

بکری کی سری کی کھال جب دھوکر اوپر کی کھال اور بال صاف کرکے پکائیں گے تو اس صورت میں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ منیۃ المصلی میں ہے: "اذا تلطخ السکین بالدم او تلطخ راس الشاة به ثم ادخل النار فاحترق الدم طهر الرأس والسکین"[2] والله تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۲)

ہمارے یہاں قصاب لوگ گابھن بھیڑ کو ذبح کرتے ہیں جو بچہ پیٹ سے مردہ نکلتا ہے اس کو اسی چھری سے ذبح کردیتے ہیں اور پھر اسی چھری سے جو مردار کے خون سے آلودہ ہے بھیڑ کا چمڑا نکالتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بھیڑ کا گوشت کھانا علمائے حنفیہ کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے مردہ بچہ کے خون میں بھری ہوئی چھری سے بھیڑ کی کھال

---

[1] درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۴۸۶، ج:۹، کتاب الحظر والاباحۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت
[2] منیۃ المصلی، ص:۶۱، اما الشرط الثانی فھو الطہارۃ۔

اتارتے ہیں۔مگر یہ خیال فرمایئے کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ بچہ مردہ ہے تو مردہ بچہ کے اندر سے خون کہاں سے آیا چونکہ مردہ جانور میں خون رواں (جاری) نہیں ہوتا بلکہ وہ منجمد ہوجاتا ہے، پھر چھری کا خون سے آلودہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔امام اعظم کے یہاں مسئلہ کی نوعیت اب یہ ہوجاتی ہے کہ اگر بچہ مردہ نکلا تو اس کا صرف کھانا حرام ہے ہاں اگر زندہ ہے تو اس کو ذبح کرلیا جائے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳)

اپنے مرے ہوئے جانور مثلاً گائے، بھینس کی کھال کو فروخت کر کے کسی کام مسجد یا خود اپنے مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ جانور کی کھال سے نفع نہیں حاصل کر سکتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "لا تنتفعوا من المیتۃباھاب" [2]

یعنی مردہ جانور کے چمڑے سے تم فائدہ حاصل مت کرو ہاں دباغت (پکانے کے بعد) اس کو استعمال کر سکتے ہیں ہدایہ میں: "کل اھاب دبغ فقدطھرجازت الصلوۃ فیہ والوضو منہ"[3]

ترجمہ: ہر وہ کھال جس کی دباغت دی جائے پاک ہوجاتی ہے۔اس کو مصلی بنا کر نماز پڑھنا اور اسے مشکیزہ بنا کر وضو کرنا جائز و درست ہے۔(س)

حدیث شریف میں جو ممانعت ہے وہ غیر مدبوغ کے سلسلے میں ہے تو جب دباغت کے بعد پاک ہوگئی تو اب اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہوگی۔جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "ولا بیع جلود المیتۃ قبل ان تدبغ ولا باس ببیعھا والانتفاع بھا بعد الدباغ" [4]

ترجمہ: اور مردار کی کھال کو قبل دباغت بیچنا جائز نہیں البتہ بعد دباغت اس کی خرید و فروخت اور اس سے

---

[1] فتاوی عالم گیری میں: "من نحر ناقۃ او ذبح بقرۃ فوجد فی بطنھا جنینا میتا لم یوکل" (فتاوی عالم گیری ،ص:۱۳۳۱،ج:۵ کتاب الذبائح ،دارالفکر) ترجمہ: کسی نے اونٹ کو نحر کیا یا گائے ذبح کی اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز نہیں۔(س،مصباحی)

[2] جامع الترمذی، ص:۲۰۶ ،ج:۱ ،ابواب اللباس،باب ماجاء فی جلود المیتۃاذا دبغت، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[3] ہدایہ،ص:۴۰ ،ج:۱، کتاب الطہارۃ، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ

[4] ہدایہ ص:۵۵ ،ج:۳،باب البیع الفاسد، کتاب البیوع، مجلس البرکات جامعہ اشرفیہ

استفادہ جائز وروا ہے۔(س)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴)

چمڑا کھانا حرام ہے لیکن سری جوکہ عموما چمڑے کو بھون کر پکا کر کھائی جاتی ہے اس کے کھانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

مذبوح حلال جانور کی کھال بے شک حلال ہے شرعا اس کا کھانا ممنوع نہیں اور جس جگہ اس کو کھانے کا عرف ہو وہاں بال کو ہٹا کر کھاسکتے ہیں۔سری کو چمڑے کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[1] فتاوی رضویہ میں ہے: مذبوح حلال جانور کی کھال بیشک حلال ہے، شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں، اگرچہ گائے بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔(فتاوی رضویہ مترجم، ص: ۲۳۳، ج: ۲۰، مرکز اہل سنت برکات رضا)

کتاب المیراث

مسئلہ (۱)

ایک شخص کے والد کا انتقال پچیس سال قبل ہوا انتقال کے وقت اس کے پاس چار لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں اور مرحوم کی بیوی بھی زندہ تھی۔ مرحوم نے اپنی حیات میں صرف بڑے لڑکے اور لڑکی کی شادی کردی تھی بقیہ تین لڑکے اور تین لڑکیوں کی عمر تین سال سے بارہ، تیرہ سال تک کی تھی۔ انتقال کے وقت مرحوم کی بیوی کے پاس دو چار ہزار روپئے تھے، بڑے لڑکے نے تجارت شروع کی اور پانچ سال تک تجارت کرتا رہا تمام اہل خانہ کا نان ونفقہ اور کم عمر بچوں کی تعلیم وتربیت اسی آمدنی سے ہوتی رہی پانچ سال بعد دو تین لڑکیوں کی شادی کی جس میں کم وبیش ڈیڑھ ہزار روپے منجملہ اسباب وغیرہ کے خرچ ہوئے۔ دو ماہ بعد ہی ایک لڑکی بیمار ہوگئی اور مرحوم کی بیوی دو لڑکیوں اور ان کے شوہروں کو اپنے مکان پر لے آئی، بڑے لڑکے کی اسی آمدنی میں ان سب کا نان ونفقہ بھی شامل ہوگیا، اسی اثنا میں ایک لڑکی کو دق ہوگئی (ایک بیماری جو پھیپھڑے میں خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے) اور مسلسل ایک سال شدید بیمار رہی، سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپئے صرف ہوئے اسی اثنا میں دو تین ہزار روپئے قرض لینے پڑے، دو ہزار روپئے لگا کر بیمار لڑکی کے شوہر کو ایک دکان لگوادی، لڑکی مسلسل بیمار رہ کر ایک سال بعد انتقال کرگئی، کچھ سال بعد دوسری لڑکی بھی بیمار ہوئی، اس کا علاج وغیرہ کرایا اور وہ بھی انتقال کرگئی ہر دو دامادوں نے مرحوم کی بیوی کو مکان فروخت کرنے کی ترغیب دی، حتی کہ ان بچوں کے والد کے انتقال کے دس گیارہ برس بعد مکان فروخت کروادیا، اس کی رقم میں سے قریب تین ہزار روپیہ اپنے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے دو شخصوں کو مرحوم کی بیوی سے دلوایا، بقیہ اور جو قرض تھا اس میں ادا کر کے صرف چودہ ہزار روپیہ کی رقم بچی جو بینک میں رکھوادی گئی، لیکن دامادوں کو اب بھی صبر نہ تھا ہر طرح الٹا سیدھا سمجھا بجھا کر مرحوم کی بیوی سے آٹھ ہزار روپیہ حاصل کرلیا اور سبز باغ بھی لے لیا اور یہ کہا کہ تمہارے تمام گزشتہ نقصانات کی تلافی کردی جائے گی، جب ایسے واقعات پھر ظہور میں آئے تو مرحوم کی بیوی کے بڑے لڑکے نے جو شادی شدہ تھا قریب چار ہزار روپئے میں دو مکان خریدے ایک مکان ڈھائی ہزار کے روپئے کا اپنے نام پر اور دوسرا مکان گیارہ سو روپیہ کا چھوٹے بھائی کے نام پر بیع کرایا، کچھ دنوں بعد ان تین لڑکوں میں سے ایک لڑکا پھر مرض دق میں اور دوسرا مرض دمہ میں مبتلا ہوگیا ان کے علاج میں تقریبا دو ہزار روپیے صرف ہوئے، جو سب سے بڑے لڑکے نے کیے، الحمد للہ ایک لڑکا تندرست ہوگیا اور دوسرے کا سوا سال بعد مسلسل بیمار رہ کر انتقال ہوگیا، والد کے انتقال

سے پندرہ برس تک یعنی تک ان تمام چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت اور نان ونفقہ اور مصارف صرف بڑے لڑکے کے ذمہ اور اس کی آمدنی میں سے ہوتے رہے بعد ازاں بقیہ دونوں لڑکوں اور ایک لڑکی کی شادی کی جس میں تقریباً چھ ہزار روپیہ صرف ہوئے، یہ شادیاں دو ماہ کے وقفہ میں مختلف ایام میں ہوئیں، کچھ روپیہ ان داماد سے جو آٹھ ہزار لے گئے تھے ملا، کچھ روپیہ ایک مکان بیچ کر اور کچھ زمین بیچ کر حاصل کیا غرض اس طرح جو کچھ فروخت شدہ مکان وغیرہ کی رقم تھی صرف ہوگئی لوگوں کی ترغیب کی وجہ سے مرحوم کی بیوی کا یہ کہنا ہے کہ بڑے لڑکے نے جو مکان اپنے نام پر خریدا ہے والد مرحوم کے پیسے میں سے بڑے لڑکے کا کچھ حق نہیں سب ترکہ کے مالک چھوٹے بچے اور میں ہوں بڑے لڑکے کا پچیس سال کی قربانی اور ایثار آپ کے پیش نظر ہے، اب تو مرحوم کی بیوی بڑے لڑکے اور اس کے اہل وعیال سے اس قدر ناراض ہیں کہ شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتیں اور چھوٹے بچوں و دیگر عزیزوں کو بھی منع کرتی ہیں۔ الغرض حد سے زیادہ مظالم وجبر بڑے لڑکے اور اس کے اہل وعیال پر کیے جا رہے ہیں، جن کو تحریر میں لانے سے قلم قاصر ہے، جناب سے یہ التماس ہے کہ از روئے شریعت آگاہ فرمائیں کہ بڑے لڑکے کو کیا عمل کرنا چاہیے اور اس خرید شدہ مکان و مرحوم والد کے ترکہ میں سے یہ اپنا حق از روئے شریعت پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ جب کہ اب تمام چھوٹے بچے اپنے اپنے روزگار بخوبی کر رہے ہیں۔ بڑے لڑکے کے اہل وعیال مکان کے نصف حصے میں رہتے ہیں، بقیہ نصف حصہ میں والدہ اور چھوٹے بھائی اور ان کے اہل وعیال رہتے ہیں۔ بالتفصیل شریعت اسلامیہ کا فیصلہ جس پر عمل کیا جائے تحریر فرما کر مشکور فرمائیں اور دیگر استفسارات کے جواب بھی لفافے میں منسلک کر کے یا قبلہ غوری صاحب کے ساتھ ہی لفافے میں بند کر کے ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ جوابی ہر ورق پر مہر بھی چسپاں فرما دیجیے گا۔

الجواب

بقول سائل شخص مذکور کے مندرجہ ذیل وارثین تھے:

(۱) بیوی (۴) لڑکے (۴) لڑکیاں، شخص مذکور کے مال کی اس طرح تقسیم ہوتی ہے: بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ اور باقی کے بارہ حصہ ہوں گے، ہر لڑکے کو دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک حصہ[1] اس میں بالغ اور نابالغ سب برابر ہیں،

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں: "و للزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع احدهما" (فتاویٰ عالم گیری، ص: ۴۵۰، ج: ۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور بیوی کے لیے چوتھا حصہ ہے جب کہ میت کی اولاد اور اسکے لڑکے کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ ہے جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی اولاد ہو۔ اللہ فرماتا ہے: "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" (القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۱۱) ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (کنز الایمان) (س، مصباحی)

بڑے لڑکے پر ضروری تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد وارث کا حصہ مقرر کرتا اور پھر اس وارث کے خرچ میں اسی کے حصہ میں سے صرف کرتا، سوال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وارثین نابالغ تھے نابالغ کا مال خرچ کرنے کا اس کو حق حاصل نہیں تھا، سوائے اس کے جو کچھ نابالغ کے ضروری اخراجات کھانا اور بیماری کے وقت صرف کرنے کا حق حاصل تھا، شادی میں اتنا زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی، شرعی حیثیت سے بڑے لڑکے نے جو کچھ کیا احسان ہے۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا اس کے چھوٹے بھائیوں کو چاہیے کہ اپنے بھائی کا خیال رکھیں اور صلہ رحمی کریں جیسا کہ ان کے ساتھ سلوک کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنو خان جی کے چار لڑکے ہوئے (۱) صاحب خان (۲) گلاب خان (۳) نظام خان (۴) دین دار خان۔ بنو خان کے انتقال کے وقت چاروں لڑکے موجود تھے۔ چاروں بھائیوں کے مندرجہ ذیل لڑکے ہوئے:

صاحب خان کے دو لڑکے، گلاب خان کے چار لڑکے، نظام خان کا ایک لڑکا، دیندار خان کے چار لڑکے۔ گلاب خان پھر نظام پھر صاحب خان کا انتقال ہو گیا، دیندار خان موجود ہیں، چاروں بھائیوں کے لڑکوں میں سے نظام خاں کے لڑکے احمد خان کی اولاد نہیں، اب احمد خان کا بھی انتقال ہو گیا، احمد خان کی بیوی موجود ہے اور دیندار خاں جو احمد خان کے چچا ہیں موجود ہیں اس کے علاوہ صاحب خان گلاب خان اور دیندار خان کی اولاد بھی موجود ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ احمد خاں کا ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا۔

نوٹ: احمد خاں اور اس کی بیوی نے ایک لڑکا مسمی نینو جو صاحب کا پوتا ہے، اس کو گود لیا تو شرعاً اس کا بھی جو حصہ ہو، تحریر فرمادیں۔

الجواب

مابعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض (اگر قرض چھوڑا ہے) اور بعد ادائے وصیت بشرطیکہ وصیت کی ہو۔ وصیت تہائی مال سے زیادہ میں جاری نہیں ہو گی، ان چیزوں کو پورا کرنے کے بعد میت کا مال تقسیم کیا جائے گا، صورت مذکورہ میں جیسا کہ سائل نے درج کیا ہے کہ احمد خاں نے وقت انتقال اپنی اولاد میں نہ لڑکا چھوڑا نہ لڑکی کچھ نہیں چھوڑا اور اپنے وارثین میں ایک بیوی اور حقیقی چچا اور چچا زاد بھائی چھوڑے ہیں۔ تو اس صورت میں احمد خاں کے مال کی اس

طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال کا چوتھائی حصہ بیوی اور باقی ماندہ کل مال چچا کو مل جائے گا چچازاد بھائی محروم ہوجائیں گے کیوں کہ چچا موجود ہے سراجیہ میں ہے: "ثم جزء جدہ ای الاعمام"[1]

ترجمہ: پھر میت کے دادا کی فرع یعنی چچا۔ (س)

درمختار میں ہے: "ثم جزء جدہ العم لابوین"[2]

ترجمہ: پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا مقدم ہے (س)

جس بچہ کو گود لیا ہے وہ وارث نہیں ہوسکتا یعنی گود لیا ہوا بچہ صرف گود لینے کی وجہ سے وارث نہیں ہوسکتا ہے۔[3]

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسمی ولی محمد انتقال فرماگئے اور مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑے ہیں۔ جمال محمد، نور محمد، اسماعیل نامی تین لڑکے چھوڑے، جمال محمد اور نور محمد یہ دونوں ہندوستان میں اور اسماعیل نامی لڑکا کے پاکستان چلے جانے سے اس کا سب حصہ جائداد کسٹوڈیم کے نام میں چلا گیا ہے، ہم دونوں بھائی یعنی جمال محمد، نور محمد دونوں بقدر حصہ محمد اسماعیل ایک بٹا تین کسٹوڈیم کو ادا کرکے جو جائداد یں کسٹوڈیم کے تحت چلی گئی تھیں وہ اقرار کرالیں، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ بات ہماری (نور محمد) پیدائش کے بعد کی ہے جب کہ ہمارے مکان کا پٹہ بن چکا تھا اس میں میرے والد بزرگوار ولی محمد صاحب اور میرے برادر کلاں جمال محمد ہی کا نام ہے میرا نام نہ ہونے کی وجہ سے میرے بھائی کا خیال ہے کہ پٹہ میں صرف میرا نام ہے تمہارا نام نہیں ہے، اس لیے تمہارا حق وحصہ جائداد میں نہیں ہے، کیا میرے برادر کلاں جمال محمد صاحب کا یہ خیال از روئے شریعت صحیح ہے؟ والد کا مال لینے والے کون کون ہیں اور کتنا کتنا کس کو ملے گا جواب دے کر مطمئن کریں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں ولی محمد کی جملہ جائداد میں خواں منقولہ ہو غیر منقولہ، جمال محمد اور نور محمد دونوں کا برابر برابر

---

[1] السراجی، ص:۳۵، باب العصبات، مجلس البرکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور

[2] درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۵۲۱، ج:۱۰، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[3] سیدی وسندی حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں ہے: شوہر کا بھتیجا یہ اپنا متبنی شرعا وارث نہیں۔ (فتاوی رضویہ، مترجم، کتاب الفرائض، ص:۵۵، ج:۲۶، مرکز اہل سنت برکات رضا) (س، مصباحی)

حصہ ہے، صرف پٹہ میں ایک بھائی کے نام دلوانے سے دوسرے بھائی کا حصہ ختم نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ زید کے خالو کا انتقال ہوا، اس وقت خالو کے نہ بھائی اور نہ کوئی اولاد تھی صرف ایک بہو ہندہ تھی، البتہ خالو کے دو بھانجے اور ایک بھانجی تھی خالو ایک مکان چھوڑ کر گزر گئے، یہ مکان زید کی خالہ کی ملکیت میں تھا خالہ نے کوشش کی کہ خالو کے بھانجے وغیرہ اس کھنڈر مکان کو لے کر اور اس کو بنا کر رہیں، تا کہ اس کو سکونت بنالیں۔ لیکن کوئی تیار نہ ہوا بالآخر زید کی خالہ نے اس کو یعنی اپنے بھانجے کو تیار کیا کہ وہ اس مکان میں رہیں تا کہ خالہ اپنی بقیہ زندگی اچھی طرح سے گزار سکے۔ اس وقت کھنڈر مکان کی قیمت زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو روپیہ ہوگی، زید اپنی خالہ کے پاس رہا اور اس کھنڈر مکان کو اس نے تین ہزار سے زائد یعنی ساڑھے تین ہزار روپئے لگا کر رہنے کے لائق بنایا اور اٹھارہ سال سے برابر خالہ کے خورد ونوش اور دیگر ضروریات زندگی کے جملہ اخراجات پورے کرتا رہا۔ خالہ نے یہ مکان اپنے بھانجہ زید کی ملکیت میں باقاعدہ رجسٹری کروادیا زید کی خالہ کا انتقال ہوگیا، تجہیز و تکفین کا بندوبست زید ہی نے کیا، زید کی خالہ برتن وغیرہ کے علاوہ زیور مبلغ پانچ سو روپیہ چھوڑ کر گزر گئیں۔ زید کی مرحومہ خالہ کے ایک بھانجی اور ایک بہن زندہ ہیں، تو از روئے شرع شریف ترکہ کا اس بھانجہ کے علاوہ کون وارث ہوگا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں بھائی بہن کو حصہ ملے گا بھانجہ محروم رہے گا، بھانجہ کو جو کچھ حصہ مرنے والے نے اپنی زندگی میں دے دیا وہی بھانجہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵)

زید نے اپنے بھائی بکر کے لڑکا ابراہیم کو گودلیا بیس سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ زید کے انتقال کے بعد زید کی عورت نے لڑکے ابراہیم سے لڑ جھگڑ کر فساد کرتی رہی، فساد کی وجہ سے زید کا گودلیا لڑکا ابراہیم زید کے گھر کو چھوڑ کر اپنے سسرال چلا گیا چار سال بعد زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور زید کی ایک لڑکی ہے، بشیرا بیگم اور گودلیا لڑکا محمد ابراہیم یہ دو ہیں، زید کی حویلی اور زمین اور کھیتی ان تین چیزوں سے لڑکے کا حق کتنا ہے اور لڑکی کا کتنا حق ہے صاف

صاف تحریر کریں۔

الجواب

شریعت میں گودلیا ہوالڑکا کا کوئی حصہ نہیں[1] مگر ابراہیم چونکہ زید کا بھتیجہ ہے اور زید نے سوائے لڑکی کے کوئی نرینہ اولاد نہیں چھوڑی، اس لیے زید کے مال کا مندرجہ ذیل منہاج پر مال کا متقاسمہ ہوگا۔ آٹھواں حصہ زید کی بیوی کو ملے گا[2] اور نصف یعنی آدھا مال زید کی لڑکی کو ملے گا، اور باقی ماندہ مال کا مالک ابراہیم ہوگا اس طرح اگر ابراہیم کے بھائی بہن خواہ حقیقی ہوں یا تایازادہوں سب کو باقی ماندہ مال میں حسب حیثیت حصہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶)

زید کے چار لڑکے ہیں ان میں سے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا، لڑکے کی عورت نے ایام عدت گزار کر نکاح ثانی کیا لڑکے کی دکان زمین بھیڑ بکری وغیرہ فروخت کرکے اپنے دوسرے شوہر کے گھر روپیہ لے جاسکتی ہے؟ یا نہیں صاف صاف تحریر فرمادیں۔

الجواب

اگر مرنے والے نے بیوی کے ساتھ اولاد چھوڑی ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا[3] اور

---

[1] سیدی وسندی حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں ہے: شوہر کا بھتیجا یہ اپنا متبنی شرعا وارث نہیں۔ (فتاوی رضویہ، مترجم، کتاب الفرائض)

[2] فتاوی عالم گیری میں: "و للزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع احدهما" (فتاوی عالم گیری،ص:۴۵۰،ج:۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور بیوی کے لیے چوتھا حصہ ہے جب کہ میت کی اولاد اور اس کے لڑکے کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ ہے جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی اولاد ہو۔ درمختار میں ہے: "للزوجة الثمن مع ولد او ولد ابن وان سفل، والربع لها عند عدمهما" (الدرالمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۵۱۱۔۵۱۲، ج:۱۰، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: بیوی کے لیے آٹھواں حصہ ہے جبکہ ولد یا ولد الابن موجود ہو اور چوتھا حصہ ہے جب کہ ولد یا ولد الابن موجود نہ ہو۔ (س، مصباحی)

[3] فتاویٰ عالم گیری میں: "و للزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع احدهما" (فتاوی عالم گیری،ص:۴۵۰،ج:۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور بیوی کے لیے چوتھا حصہ ہے جب کہ میت کی اولاد اور اس کے لڑکے کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ ہے جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی اولاد ہو۔ درمختار میں ہے: "للزوجة الثمن مع ولد او ولد ابن وان سفل، والربع لها عند عدمهما" (درمختار المطبوع مع رد المحتار،ص:۵۱۱۔۵۱۲،ج:۱۰، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: بیوی کے لیے آٹھواں حصہ ہے جبکہ ولد یا ولد الابن موجود ہو اور چوتھا حصہ ہے جب کہ ولد یا ولد الابن موجود نہ ہو۔ (س، مصباحی)

باقی ماندہ مال ورثہ میں منقسم ہوگا یعنی باپ اور اولاد کو ملے گا اور اگر اولاد نہیں چھوڑی ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا اور باقی ماندہ مال میت کے ورثا وعصبات میں تقسیم ہوگا۔ بیوی صرف اپنا متعین کردہ حصہ لے جاسکتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۷)

بخدمت محترم مکرم عالی جناب مفتی اعظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گزارش آنکہ بعد انتقال وراثت کے لیے مسئلہ درپیش ہے اس سلسلے میں رہنمائی کی درخواست ہے تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں۔

سعید احمد کے والد یا والدہ اور بھائی وغیرہ کوئی نہیں ہے۔سعید کے دولڑکے عبد الرشید اور عبد الوحید ہے اور ایک لڑکی ہے اور اس لڑکی کی بھی ایک لڑکی ہے۔

(۱) پسر دوم کا انتقال سعید احمد (والد) کی حیات میں ہوگیا، اس کی بیوی نے دوسری شادی کرلی کوئی اولاد بھی نہیں چھوڑی۔

(۲) سعید احمد کا انتقال ہوا انھوں نے ایک لڑکا عبد الرشید اور ایک لڑکی زندہ چھوڑی سعید احمد کی بیوی کا انتقال ان کی حیات میں ہوگیا۔

(۴) پسر اول عبد الرشید کا انتقال تقریبا دوسال قبل ہوگیا، اس نے صرف ایک بیوی چھوڑی جو ابھی باحیات ہے لیکن کوئی اولاد زندہ نہیں ہیں بیوہ اسی کے نام پر بیٹھی ہوئی ہے مرحوم نے ملکیت میں ایک مکان اور گریستی کا کچھ سامان چھوڑا ہے۔عبد الرشید کی بیوہ بیوی باحیات ہے اور عبد الرشید کی بہن کا لڑکا باحیات ہے۔اب قرآن وحدیث کی روشنی میں بھانجے کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں اگر پہنچتا ہے تو کتنا یا سب مال بیوہ عبد الرشید کی بیوی کو پہنچتا ہے، جب کہ عبد الرشید کے اور رشتہ دار زندہ نہیں ہیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں سعید احمد مورث اعلیٰ کا ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوکر دوحصہ اس کے لڑکے عبد الرشید کو ملے گا اور ایک حصہ اس کی لڑکی کو پھر لڑکی کا کل ترکہ اس کا لڑکا لے لے گا جب کہ لڑکی کا کوئی وارث لڑکے کے علاوہ نہ ہو، اس کے بعد عبد الرشید کے ترکہ میں سے اس کی بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا، جب کہ عبد الرشید کی کوئی اولاد نہ اور

باقی عبدالرشید کا مال اس کے دیگر وارثین پر تقسیم ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ میں زید کی لاولد بیوی ہوں، زید نے اپنی حیات میں کل چھ شادیاں کی اور بوقت وفات ان میں سے ہم دو تھیں زید کی جائداد اور مال واسباب میں میرا کیا حصہ ہے، زید نے اپنی حیات میں ایک مکان جو جے پور میں واقع ہے وصیت میں میرے نام کر دیا، جو کہ میری حیات تک کے لیے ہے اور باقاعدہ ضابطہ میں ہے کیا زید کی وفات کے بعد اس میں سے بھی حصہ ہوگا۔زید کے رہائشی مکانات آگرہ جے پور جودھپور اور ممبئی میں ہے زید کی وفات آگرہ میں ہوئی میں بھی اس وقت آگرہ میں تھی مگر زید کے مرتے ہی میری سوتیلی اولاد نے مجھ پر اس طرح ظلم کیے کہ مجھے اپنی جان بچا کر زید کے مرنے کے تیسرے روز میں جے پور کے رہائشی مکان میں آنا پڑا اور بیس برس میں نے اپنی عدت پوری کی اور اضافہ میں میں نے تین روز زیادہ نکالے اس صورت میں عدت پوری ہوئی یا نہیں۔زید کی دوسری بیوی جو حیات اور اولا دوالی ہے ان کے اور ان کے اولاد کی وصیت میں کافی جائداد اور مال واسباب لکھے گئے ہیں کیا اس بیوی اور میرا برابر کا حصہ ہوگا جب کہ میں لاولد ہوں اور سب سے کم عمر ہوں، میرا مہر جو پانچ ہزار ایک سو پچیس روپیے ہیں میں اپنے حصہ کے علاوہ ان کی جائداد اور مال واسباب سے لینے کی حقدار ہوں یا نہیں۔برائے کرم ان مسائل پر غور فرما کر میرے پتہ پر جلد از جلد پہنچا دیں عین عنایت ہوگی۔

المستفتی: نیاز آگین سلطان جہاں

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ زید کی دو بیویاں باحیات ہیں اور ان میں سے ایک صاحبہ کو اولاد ہیں اور اولاد بھی باحیات ہیں اور دوسری لاولد جو کہ باحیات ہے زید کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کا مصرف یہ ہوں گے سب سے پہلے زید کی تجہیز وتکفین پر خرچ کیا جائے ،اس کے بعد اگر زید پر قرض تھا تو قرض ادا کیا جائے گا،قرض خواں دین ہو یا کوئی دوسرا ان کے بعد اگر زید نے وصیت کی ہے تو باقی ماندہ مال کے تین حصے کیئے جائیں گے جس میں ایک حصہ میں وصیت نافذ ہوگی۔

زید کے مرنے کے بعد اگر زید پر قرض تھا یا دین مہر اس کو بھی ادا کرنے کے بعد جو باقی مال بچا اس میں سے زید کی بیویوں کے لیے آٹھواں حصہ ہے (۱) اگر زید کی اولاد حیات سے ہیں) اس آٹھویں میں دونوں بیویاں برابر کی

شریک ہوں گی کسی کو فوقیت حاصل نہیں ہوگی صاحب اولاد ہوں یا لاولد ہو جیسا کہ مفسر جلالین سورہ نساء میں فرماتے ہیں: "ولهن ای الزوجات تعددن اولا الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد منهن او من غیر هن فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها او دین"[1]

ترجمہ: اور بیویوں کے لیے متعدد ہوں یا نہ ہوں تمہارے متروکہ مال کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو خواہ ان سے ہو یا دوسری بیویوں سے تو ان کے لیے تمہارے متروکہ مال میں سے آٹھواں حصہ ہے ان کی وصیت کو نافذ یا قرض کو ادا کرنے کے بعد۔ (س)

صورت مذکورہ میں اگر زید نے اپنے کسی ایک وارث یا چند (چاہے بیوی ہو) کو وصیت کی اور دوسرے وارثوں نے اس کی اجازت دے دی یا راضی ہو گئے تو وصیت نافذ ہو جائے گی جو تہائی مال سے ادا کی جائے گی اور اس میں تمام شریک ہوں گے اور اگر وارثوں نے انکار کر دیا یا رضامند نہیں ہیں تو وصیت نافذ نہیں ہوگی، لیکن صورت مذکورہ میں زید نے وارثین میں سے بیوی کو وصیت کی ہے یعنی زید کی بیوی ورثہ میں سے ہے اور وارثین کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: "لا وصیة لوارث الا ان یجیز ها الورثة یعنی عند وجود وارث اٰخر"[2]

ترجمہ: وارث کے لیے وصیت نہیں مگر یہ کہ دوسرے ورثا اس کی اجازت دے دیں یعنی جب کوئی دوسرا وارث موجود ہو۔ (س) ہاں ایک شرط ہے کہ اگر دوسرے وارث اس کی اجازت دے دیں تو وصیت نافذ ہو جائے گی ورنہ نہیں، زید کے مرنے کے بعد زید کی بیویوں پر عدت واجب ہے، اگر زید نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ"۔[3]

ترجمہ: اگر حاملہ نہیں ہے تو مدت عدت چار مہینہ دس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا"[4]

---

[1] تفسیر جلالین، ص: ۷۱، سورہ النساء، مطبع اصح المطابع

[2] الدرالمختار، ص: ۳۱۹، ج: ۲، کتاب الوصایا، مطبع مجتبائی دہلی

[3] القرآن المجید، سورۃ: الطلاق، آیت: ۴

[4] القرآن المجید، سورۃ: البقرۃ، آیت: ۲۳۴

بقیہ چار مہینے اور دس دن کی عدت ہے، جب مذکورہ عدت بالا گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگئی۔ رہا سوال مہر کا تو عورت کا شرعی حق ہے جس کا ادا کرنا مرد پر واجب ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔"[1]

ترجمہ: یعنی تم عورتوں کو ان کا مہر بخوشی دو (بغیر کراہت) امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ احمد سعید کے دو لڑکے ایک لڑکی تھی ایک لڑکے کا انتقال احمد سعید صاحب کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا اس کے بعد (باپ) احمد سعید کا انتقال ہوگیا، اب ایک لڑکا عبد الرشید اور لڑکی سلمی باقی ہیں۔ عبد الرشید کافی علالت کے بعد انتقال کر جاتے ہیں اور اپنی بیوی کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑتے اور لڑکی کا انتقال بھی ہوجاتا ہے، لڑکی ایک لڑکا چھوڑتی ہے، عبد الرشید یعنی میت پر قرض بھی ہے۔ ایسی صورت میں قرض کس طرح ادا کیا جائے گا اور مال کا مقاسمہ کس طرح کیا جائے گا۔ مہربانی فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں، بیوہ عورت اور نواسہ کے علاوہ کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔

الجواب

وارثین کو حصہ دینے سے قبل سعید احمد کی تجہیز و تکفین میں خرچ کیا جائے اس کے بعد سعید احمد پر جس قدر قرض ہے اس کو ادا کیا جائے گا بعد ادائیگی قرض باقی مال کے تین حصے ہوں گے دو حصے عبد الرشید کو اور ایک حصہ سلمہ کو ملے گا بشرطیکہ وارث نہ ہوں اس کی ذمہ داری سائل پر ہے، عبد الرشید کے انتقال پر اگر اولاد نہیں ہیں تو عبد الرشید کے مال

---

[1] القرآن المجید، سورۃ: النساء، آیت: ۴

میں سے چوتھائی حصہ اس کی بیوی کو ملے گا[1] اور باقی مال اس کے خاندان پر علی حسب مراتب اولیا تقسیم ہوگا اور سلمہ کا لڑکا اپنی والدہ کے حصہ کا مستحق اور وارث ہے اگر صرف یہی لڑکا ہے تو پورا مال اور اگر دیگر وارث ہیں تو ان کو بھی حصہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۰)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مرحوم محمد حنیف صاحب کی دولڑکیاں شادی شدہ ہیں۔ مرحوم کے پاس کوئی لڑکا نہیں ہے۔ البتہ مرحوم کا ایک بھائی ہے اور مرحوم کے بھائی کے دولڑکے ہیں۔ یہ سب الگ الگ رہتے ہیں مرحوم چند سال قبل حج بیت اللہ گئے تھے اور اپنی بڑی لڑکی کو اپنا گھر بار سپرد کر گئے، حج سے آنے کے بعد لڑکی نے اپنے گھر جانے کی اجازت چاہی، مگر مرحوم نے انکار کر دیا۔ اور میرے پاس لڑکی اور شوہر مع بچوں کے وہیں رہے گی اور آپ کی خدمت میں لگی رہے گی، حتی حج سے واپس کے بعد مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے، اور تین سال کے بعد خود حنیف صاحب انتقال فرما گئے، اب مرحومہ کا ورثہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا، ذرا تفصیل سے تحریر فرمائیں کہ کسی کا حق غصب نہ ہو، اور آخرت کی گرفت سے بچ جائیں فقط۔

الجواب

صورت مسئولہ میں مرحوم محمد حنیف کی کل جائداد تین حصوں پر تقسیم ہوگی جن میں دو حصے ان کی دولڑکیوں کے ہوں گے۔ اور باقی ایک حصہ آپ کے بھائی کا ہوگا۔ یہاں مرحوم کے بھتیجوں کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[1] فتاویٰ عالم گیری میں: "وللزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع احدهما"۔ (فتاوی عالم گیری، ص:۴۵۰، ج:۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: اور بیوی کے لیے چوتھا حصہ ہے جب کہ میت کی اولاد اور اسکے لڑکے کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ ہے جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی اولاد ہو۔ درمختار میں ہے: "للزوجة الثمن مع ولد او ولد ابن وان سفل، والربع لها عند عدمهما"۔ (درمختار المطبوع مع ردالمحتار، ص:۵۱۱-۵۱۲، ج:۱۰، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: بیوی کے لیے آٹھواں حصہ ہے جبکہ ولد یا ولد الابن موجود ہو اور چوتھا حصہ ہے جب کہ ولد یا ولد الابن موجود نہ ہو۔ (س، مصباحی)

باب الحظر والاباحة

مسئلہ (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے محلہ کی مسجد سے متصل سرکاری زمین ہے۔ اسے خرید کر مسجد کے نام سے مسجد کے تحت لے لیا اور اس زمین پر کمرے بنا کر گورمنٹ کو سرکاری مدرسہ کے لیے کرایہ پر دیے دیئے، اس سلسلے میں ماہانہ کرایہ وصول کر مسجد کے حساب میں آمد وخرچ اندراج کیا جا رہا ہے اور سرکاری مدرسہ کے نام سے علیحدہ قائم کر لیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس عمارت میں کتنا صرف ہوا اور کتنا کرایہ سے وصول ہوا۔

اہلِ محلہ نے دینی تعلیم کی ضرورت از حد محسوس کیا اور اہل محلہ کی کمیٹی بلائی گئی اور یہ طے پایا کہ کچھ ایسے ممبر ہو جائیں جو ماہانہ حسب حیثیت چندہ عنایت کریں گے اور جس سے معلم کی تنخواہ اور مکتب کا خرچ بآسانی مہیا ہو جائے اور چلتا رہے اور دینی تعلیم کے لیے مکتب قائم کر دیا جائے، لہٰذا دینی تعلیم کے لیے مکتب قائم کر دیا گیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ دو چار ماہ تک تو مکتب بخوبی چلتا رہا اور چل رہا ہے تقریباً ۷۰۔۷۵ بچے اور بچیاں دینی تعلیم سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ چونکہ سب ممبران کی طرف سے ماہانہ چندہ عنایت نہیں ہو رہا ہے اب مکتب اسلامی کے چلانے میں دقت پیش آ رہی ہے۔ اندیشہ ہے کہ مکتب ہمیشہ ہمیشہ جاری نہ رہ سکے، لہٰذا اہل محلہ کا خیال ہے کہ جو کرایہ سرکاری مدرسہ سے وصول ہوتا ہے دینی مکتب کے معلم کی تنخواہ دے دی جائے اور مکتب کے سلسلہ دیگر اصراف کیے جائیں۔ لہٰذا اس میں حکم شرع کیا ہے، مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

صورت مسئولہ مستفسرہ میں جو کرایہ سرکاری اسکول سے آ رہا ہے، اس کو مذہبی مدرسہ ومکتب میں صرف کر سکتے ہیں۔ بلکہ صرف کرنا چاہیے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ موجودہ دور میں دینی مکاتب ومدرسوں کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نے دینی مدرسہ قائم کر کے اہم کام انجام دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس ادارے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آپ کا ملفوف دو شوال کو ملا اور اسی دن جواب لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲)

آج کل بیشتر مسلمان معمہ بازی میں مبتلا ہیں، اس کے لیے کیا حکم شریعت ہے؟

الجواب

معمہ بازی ناجائز ہے- واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۳)

(۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آگے طعام رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے کو بعض لوگ بدعت بتاتے ہیں۔ حدیث کی سند دے کر جلد جواب دیں عین نوازش ہوگی۔

(۲) جب سرکار علیہ السلام کا اسم مبارک آتا ہے تو ہم آپ کے اسم کو چومتے ہیں تو اس کو بعض لوگ منع بتاتے ہیں۔ اور بدعت کہتے ہیں اس کا جواب بھی دیں۔ عین نوازش ہوگی

الجواب

علماے غیر مقلدین عوام میں یہ بات کس گمراہ انداز میں پھیلاتے ہیں کہ فاتحہ پڑھنا بدعت، حضور کے نام نامی پر انگوٹھوں کو چومنا بدعت، حضور پر سلام پڑھنا بدعت، غرض کہ ان علما کے نزدیک فاتحہ پڑھنا اور کھانا سامنے رکھنا ہی بدعت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں بدعت ہیں۔ کاش کہ کوئی مجھ سے معلوم کرلے کہ بدعت کس کو کہتے ہیں، جواباً اگر یہ علماے غیر مقلدین کہیں کہ بدعت اس کو کہتے ہیں جو سرکار کے زمانے میں نہ ہو یقیناً یہی کہیں گے تو دریافت طلب ہے ان جھوٹے غیر مقلدین سے کہ کیا سرکار کے زمانے میں قرآن پاک جمع تھا، جس طرح آج ہمارے سامنے ہے کیا سرکار کے زمانے میں یہ حدیث کی بڑی بڑی کتابیں مثلاً بخاری شریف وغیرہ تھیں، یقیناً یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تمام چیزیں حضور کے زمانے میں نہ تھیں تو کہیں جناب، یہ بھی بدعت ہے اگر یہ بدعت نہیں تو فاتحہ کیوں بدعت ہے؟ کیا فاتحہ میں چاروں قل پڑھنا بدعت ہے؟ کیا مردے کو ثواب پہنچانا بدعت ہے؟ کیا کھانا سامنے رکھنا بدعت ہے؟ کون سی چیز اس میں بدعت ہے۔ ہاں آپ کو یہ تمام بدعت نظر آتا ہے۔ اب غیر مقلدین کے امام اور پیشوا کا عقیدہ سناؤں جو علماے غیر مقلدین کے متفقہ پیشوا ہیں، اسماعیل صاحب لکھتے ہیں: جب کبھی میت کو نفع پہنچانا ہو تو اسے کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ رکھے اگر مفید ہے تو بہتر ورنہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ثواب بہتر ہے اور اس کا ثواب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاے کرام کو پہنچاتے ہیں۔[1]

---

[1] صراط مستقیم، ص: ۶۴، ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور

تمام علماے دیو بند وغیر مقلدین کے پیرو مرشد امداد علی صاحب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں تحریر فرماتے ہیں سلف کی یہ عادت تھی کہ کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیتے اور ایصال ثواب کی نیت کر لی جاتی، متاخرین کو خیال ہوا کہ اس طرح کہ اگر فاتحہ زبان سے کرلیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے تو بہتر ہے، پھر کسی کو خیال آیا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس کا ثواب پہنچائے تو یہ طلب رضا ہے، کھانا سامنے لانے لگے پھر کسی کو خیال آیا کہ ان کے ساتھ اگر کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت کی دلیل ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے، قرآن شریف کی بعض سورتیں جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں، پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا کہ دعا کے وقت رفع یدین سنت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے، پس یہ نیت حاصل ہوگئی۔[1]

---

[1] فیصلہ ہفت مسئلہ، ص:۲۱۔۲۲، فاتحہ مروجہ، محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور

آگے کھانا رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور برکت کی دعا کرنا جائز، مستحسن اور سنت رسول ﷺ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "عن انس بن مالك قال مر بنا في مسجد بني رفاعةفسمعته يقول كان النبي ﷺاذامر بجنبات ام سليم دخل عليها فسلم عليها ثم قال كان النبي ﷺعروسا بزينب فقالت لي ام سليم لو اهدينا لرسول الله ﷺهديةفقلت لها افعلي فعمدت الى تمر و سمن و اقط فاتخذت حيسة في برمة فارسلت بها معي اليه فانطلقت بها اليه فقال ضعها ثم امرني فقال ادع رجالا سماهم وادع لي من لقيت قال ففعلت الذي امرني فرجعت فاذا البيت غاصّ باهله فرايت النبي ﷺوضع يديه على تلك الحيسة و تكلم بما شاء الله ثم جعل يدعو عشرة عشرة ياكلون منه و يقول لهم اذكروا اسم الله ولياكل كل رجل مما يليه قال حتى تصدّعوا كلهم عنها"۔ (صحیح البخاری، ص:۵۷۷۔۶۷۷، ج:۲، کتاب النکاح، باب الھدیۃ للعروس مجلس البرکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور/ الصحیح للمسلم ص:۴۶۱، ج:۱، باب زواج زینب بنت جحش مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ترجمہ: ابوعثمان نے کہا: ہمارے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بنی رفاعہ کی مسجد میں سے گزرے میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب نبی اکرم ﷺ ام سلیم کے گھر کے پاس سے گزرتے تو ان کے گھر تشریف لے جاتے اور انہیں سلام فرماتے پھر انس بن مالک نے کہا نبی کریم ﷺ نے زینب بنت جحش سے شادی کی تو مجھے ام سلیم نے کہا اگر ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے ہدیہ، نذرانہ بھیجیں (یہ بہتر ہے) میں نے کہا ضرور بھیجو تو انھوں نے کھجوریں، گھی، پنیر کو ایک برتن میں ڈال کر حلوہ بنایا اور وہ میرے ساتھ آپ کے پاس بھیجا میں وہ آپ کی خدمت میں لے گیا تو مجھے فرمایا یہ یہاں رکھ دو اور مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں کو بلاؤ ان کے آپ نے نام ذکر کیے اور جس سے ملو اس کو بھی بلا لاؤ تو جو آپ نے حکم دیا میں بجا لایا میں واپس آیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے اور میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس حلوہ پر دست اقدس رکھا اور جو اللہ نے چاہا آپ نے پڑھا (برکت کی دعا کی) پھر آپ نے دس دس کو بلانا شروع کیا کہ وہ اس سے کھاتے جائیں اور ان سے یہ فرماتے تھے کہ کھانا شروع کرتے وقت اللہ کا نام ذکر کریں اور ہر آدمی اپنے آگے سے کھائے حضرت انس نے کہا لوگوں نے خوب کھایا حتی کہ وہ شکم سیر ہو کر حلوہ سے علیحدہ ہوگئے۔ اللہ فرماتا ہے: "فكلوا مما ذكر اسم الله عليه ان كنتم بآيته مومنين وما لكم الا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه وقد فصل لكم ما حرم عليكم"۔ (الانعام، آیت: ۱۱۹) ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا (کنزالایمان)

(بقیہ اگلے صفحے پر)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص موذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله سُن کر مَرْحَبًا بِحَبِيْبِيْ وَ قُرَّةُ عَيْنِيْ مُحَمَّدُ بْنِ عَبْدِ الله ﷺ پڑھے اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے تو کبھی نہ اندھا ہوگا اور نہ آنکھیں دُکھیں گی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(گذشتہ صفحے کا بقیہ) مشکوۃ شریف میں ہے:"عن ابی هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوك اصاب الناس مجاعة فقال عمر يا رسول الله ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم عليهابالبركة فقال نعم فدعا بنطع فبسط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل يجئى بكف ذرةويجئ الأخر بكف تمر و يجئ الأخر بكسرة حتى اجتمع على النطع شيء يسير فدعا رسول الله ﷺبالبركة ثم قال خذوا فى اوعيتكم فاخذوافى اوعيتهم حتى ما تركوا فى العسكر وعاء الا ملاوه" (مشکوۃ المصابیح،ص:۵۳۸،باب فی المعجزات مجلس البرکات،جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جب غزوہ تبوک کا دن ہوا تو لوگوں کو بھوک نے گھیر لیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوایئے پھر ان کے لیے اللہ سے اس کھانے پر برکت کی دعا کیجیے فرمایا ہاں چنانچہ دسترخوان منگوایا اسے بچھایا پھر ان کے بچے ہوئے توشے منگوائے تو کوئی شخص ایک مٹھی جوار لانے لگا اور کوئی ایک مٹھی چھوہارے اور کوئی دوسرا روٹی کا ٹکڑا حتی کہ دسترخوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہوگئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا کی پھر فرمایا کہ اسے اپنے برتنوں میں لے لو چنانچہ لوگوں نے اپنے برتنوں میں لے لیا حتی کی لشکروں میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اسے بھر لیا۔

اسی باب کے دوسرے فصل میں ہے:"عن ابی هريرة قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم بتمرات فقلت يا رسول الله ﷺادع الله فيهن بالبركةفضمهن ثم دعا لى فيهن بالبركة"۔ (مشکوۃ المصابیح،ص:۵۴۲، باب فی المعجزات، مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ کھجور لے کر آیا کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں برکت کی دعا فرما دیجیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کو آپس میں ملایا اور برکت کی دعا فرمائی۔

---

[1] المقاصد الحسنۃ،باب المیم،حدیث:۱۰۲۱،ص:۳۸۴،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا جائز و مستحب ہے تفسیر روح البیان میں ہے:"وفى قصص الانبياء وغيرها ان آدم عليه السلام اشتاق الى لقاء محمد ﷺحين كان فى الجنة فاوحى الله تعالىٰ اليه وهو من صلبك و يظهر فى آخر الزمان فسأل لقاء محمد ﷺحين كان فى الجنة فاوحى الله تعالىٰ فجعل الله النور المحمدى فى اصبعيه المسبحة من يده اليمنى فسبح ذلك النور فلذ الك سميت تلك الاصبع مسبحة كما فى الروض الفائق او اظهر الله تعالىٰ جمال حبيبه فى صفاء ظفرى ابهاميه مثل امراة فقبل آدم ظفرى ابهاميه و مسح على عينيه فصار اصلا لذريته فلما اخبر جبريل النبى ﷺبهذه القصة قال عليه السلام من سمع فى الاذان فقبل ظفرى ابهاميه ومسح على عينيه لم يعم ابدا"۔ (روح البیان،ص:۱۷۸،ج:۷،سورۃ الاحزاب) ترجمہ: قصص الانبیا او دیگر کتابوں میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے اخیر زمانے میں ظاہر ہوں گے، حضرت آدم علیہ السلام نے آپ سے لقا کا سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر کیا، (بقیہ اگلے صفحے پر)

مسئلہ (۴)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی ایک بدمعاش نے انصاری پنچایت میں ایک خط لکھا، جس میں قوم کی چندلڑکیوں کے نام لکھے ہیں وہ لڑکیا کنویں کا پانی لینے گئیں اوران کی عزت پر حملہ کیا، اس قسم کا خط پوسٹ مین فاروق صاحب لے کر آئے اور قوم کے پنچوں کو دے دیا، پنچوں نے پنچایت بلائی، اس خط کا شک عبدالوھاب اور عبدالقادر پر رکھا، عبدالوہاب نے قوم اور پنچوں سے بڑے مودبانہ طریقے سے کہا کہ میں نے اس خط کو نہیں لکھا ہے اگر آپ لوگوں کو یقین نہیں تو میں نہادھوکر باوضو ہوکر مسجد میں داخل ہوکر ہاتھ میں قرآن رکھ کر قسم کھاکر کہ سکتا ہوں کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا ہے، نہ ہی میں نے کسی سے لکھوایا ہے، نہ ہی مجھے اس خط کے لکھنے کا علم ہے، اور نہ اس سازش کا مجھے کوئی علم ہے یہ سب باتیں مسجد میں داخل ہوکر قرآن کو ہاتھ میں لیکر قسم کھاکر کہنے کو تیار ہوں، یوسف اور مستقیم تانگے والے دونوں بھائیوں نے کہا ہم قرآن کو نہیں مانتے نہ کوئی قسم مانتے ہیں ہمیں پوری طرح شک ہے کہ یہ خط تم نے ہی لکھا ہے ان کے کہنے کے مطابق ساری برادری نے پھر عبدالوہاب کو اس خط کا کاتب ٹھہرایا تو عبدالوھاب اس پر خاموش ہوگیا اور اپنے مکان چلا گیا انصاری قوم نے عبدالوھاب پر ایک سوگیارہ روپیہ جرمانہ کردیا، قوم میں اس قسم کی بدمعاشی بہت چلتی ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ کی خط کشیدہ عبارت سے محمد یوسف اور مستقیم یہ دونوں بھائی قرآن اور قسم کے منکر ہوئے یانہیں اور منکر قرآن کے لیے شریعت کا

(گذشتہ صفحے کابقیہ) اس نور نے اللہ کی تسبیح بیان کی، اسی وجہ سے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی رکھا گیا، جیسا کہ ''روض الفائق'' میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں آئنہ کے مانند ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا۔لہٰذا یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوگئی۔اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں بتایا آپ نے فرمایا: جوشخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔ المقاصد الحسنۃ میں دیلمی کے حوالے سے ہے:"لما سمع قول الموذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا و قبل باطن الا نملتین السبابتین و مسح علی عینیہ فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت لہ شفاعتی "۔ (المقاصد الحسنۃ، حرف المیم، حدیث:۱۰۲۱، ص: ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب موذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے سنا تو یہ ہی کہا اور اپنی شہادت والی انگلیوں کے نیچے والے حصے سمیت چوم کر آنکھوں سے لگائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جوشخص میرے اس پیارے دوست کی طرح کرے گا، میری شفاعت اس کے لیے حلال ہوگی۔کتاب ''اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین'' اور ایک دوسری کتاب ''کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیر وانی'' میں اس طرح مرقوم ہے:"ثم یقبل ابھامیہ و یجعلھما علی عینیہ لم یعم و لم یرمد ابدا"۔ (اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین، ص: ۲۴۷۔کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیر وانی، ص:۱۶۹) (س، مصباحی)

کیا حکم ہے۔ برادری نے بھی ایسے شخص کی تائید کی ہے، یہ تائید حق بجانب ہے یا غیر حق بجانب برادری کا جرمانہ کرنا شرعاً کیسا ہے، خصوصاً اس جھوٹے واقعہ پر کیا حکم ہے جرمانہ کا شریعت میں کیا مصرف ہے۔ **بینوا و توجروا**

المستفتی: عبدالوہاب وعبدالقادر ناگور راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں جب عبدالوہاب نے خط لکھنے سے انکار کیا اور ہر طرح سے یقین دلایا اور قسم پر بھی آمادہ ہو گئے کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا تو ایسی صورت میں عبدالوھاب کی طرف جو شک ہے اس کو دور کرنا ضروری ہے، شک پر حکم نہیں دیا جا سکتا ہے خط خط کے مشابہ ہوسکتا ہے کسی شخص نے فتنہ انگیزی کے طور پر ایسا کیا ہو، لہٰذا عبدالوہاب کی قسم پر اس کو بری کیا جائے۔ کیا واقعی محمد یوسف اور ان کے بھائی نے یہ جملہ بولا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے العیاذ باللہ پہلے محمد یوسف اور ان کے بھائی کی تحقیق کی جائے کہ وہ یہی جملہ بولا ہے یا اس میں کمی بیشی ہے تحقیق کرنا ضروری ہے کیوں کہ یہ جملہ بڑا سخت ہے اور ایک مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا، بالآخر اگر ہر دو صاحبان نے یہی کہا ہے جیسا کہ سوال میں لکھا ہے تو ان دونوں پر علانیہ توبہ وتجدید ایمان ضروری ہے۔ اگر نکاح کیا ہے تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔[1]

جو ناحق کی تائید کرے وہ حق پر نہیں ہوسکتا، جرمانہ لینا شرعاً جائز نہیں۔[2]

---

[1] حدیث جبریل میں ہے: "قال (جبریل) فاخبرنی عن الایمان قال: ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ" (الصحیح للمسلم، ص:۲۷، ج:۱، کتاب الایمان، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[2] تنویر الابصار میں ہے: "التعزیر تأدیب دون الحد واکثرہ تسعۃ و ثلاثون سوطا ویکون بہ و بالصفح لا باخذ مال فی المذھب۔" (درمختار شرح تنویر الابصار، ص:۳۲۶، ج:۱، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: تعزیر ادب سکھانا ہے جو حد سے کم سزا ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہیں اور یہ کوڑے اور درگزر کرنے سے ادا ہوتی ہے، معتمد مذہب میں اس میں مال لینا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: "افادفی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساك شئ من مالہ عنہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی و فی شرح الآثار (للامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالی) التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ۔" (ردالمحتار، ص:۱۷۸-۱۷۹، ج:۳، کتاب الحدود، باب التعزیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: فتاوی بزازیہ میں یہ افادہ پیش کیا کہ مال لے کر تعزیر قائم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کے مال میں سے کچھ مدت کے لیے مال حاکم اپنے پاس رکھ لے تاکہ وہ جرائم سے باز آجائے، پھر سدھر جانے پر حاکم وہ مال اس کو لوٹا دے، یہ مطلب نہیں کہ حاکم اپنی ذات کے لیے یا بیت المال کے لیے مالی جرمانہ اس سے وصول کرے جیسا کہ بعض ظالموں نے وہم کیا ہے کیوں کہ مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی سبب شرعی کے کسی کا مال حاصل کرے اور شرح معانی الآثار امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ مالی تعزیر شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی۔ الملفوظ میں ہے: جرمانہ لینا جائز نہیں۔ (الملفوظ، حصہ اول، ص:۷۳، رضا اکیڈمی) (۲) اللہ فرماتا ہے: "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔" (القرآن المجید، سورۃ: المائدہ، آیت:۲) (س، مصباحی)

گناہ کی چیز پر مدد کرنا گناہ ہے[۳۱] جرمانہ کا شریعت میں یہ حکم ہے کہ جس سے وصول کیا ہے اس کو واپس کردے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۵)

عالی جناب مفتی صاحب دام اقبال بعد آدائے آداب کے آپ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جناب کا عنایت نامہ ملا پڑھ کر ازحد رنج ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیسے ہوا، پروردگار ہی اس کام کو تکمیل تک پہنچائے گا، مجھے پھر ۲۶ رستمبر ۱۹۶۸ کو ریٹائر سلیپ مل گئی،ایک ماہ کی اب ۲۹ اکتوبر تک کام کروں گا بعد میں حساب ہوجائے گا یہ ایک اتفاق تھا کہ میں نے ہیلپر کو پوسٹ کارڈ لینے ڈاک خانہ بھیجا تھا،ساتھ آپ کا خط بھی لایا پوسٹ کارڈ آپ کو اطلاع کرنے کے لیے منگوایا تھا،فکر کرنے کی ضرورت نہیں خدا بیڑا پار لگائے،آپ کو ایک تکلیف دیتا ہوں جس کے لیے معافی چاہتا ہوں ٹھیک شرع کے مطابق ڈاک سے بواپسی ڈاک سے اطلاع دیں،میرا فنڈ جو جمع تھا اب وہ ملے گا اس کے ساتھ ہی بیاز جوڑا ہوا اور کچھ رقم اور ساتھ ریٹائر کے وقت دیتے ہیں،کیوں کہ پینشن نہیں دیئے مثلا سو روپیہ فنڈ پچاس روپیہ ایک بیاز دونوں ملا کر ڈیڑھ سو روپیہ ہوئے اب کمیٹی ڈیڑھ سو اور ملا کر تین سو دے گی سو عرض یہ ہے کہ اصل رقم تو سو روپیہ ہی ہے باقی دو سو روپیہ سبھی بیازیں گنتی ہوگی،یا صرف پچاس روپیہ بیاز کے ہوں گے برائے کرم بواپسی ڈاک جواب سے جلد مطلع فرمائیں اور بیاز کی رقم ہندی اسکول میں دے دوں یا کمپنی سے لوں ہی نہیں؟ باقی خیریت دعا گو۔

المستفتی: حاجی محمد خان راجستھان

الجواب

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم مکتوب ملا،آپ ریٹائر ہوگئے خدا مسبب الاسباب ہے،مولی تعالیٰ غیب سے مدد فرمائے گا،پی ایف کا جو پیسہ جمع ہوتا ہے اور سال میں جتنا جمع ہوتا ہے اتنا کمپنی یا محکمہ کی طرف سے ملتا ہے،گورنمنٹ نے یہ طریقہ ملازم کی سہولت کے لیے نکالا ہے اس حساب سے جس قدر روپیہ جمع ہو وہ سب ملازم ہی کا روپیہ ہے اور اس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ہاں جمع شدہ رقم پر جو منافع دیتے ہیں اس کے لیے جمہور علما کا متفقہ فیصلہ ہے جو کچھ ڈاک خانہ یا بینک سے اصل رقم سے زائد ملے اس کو ضرور وصول کیا جائے اور ایک پیسہ بھی نہ چھوڑا جائے،بر

---

[۳۱] اللہ فرماتا ہے:''تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔''(القرآن المجید،سورۃ:المائدہ،آیت:۲) (س،مصباحی)

بنائے احتیاط منافع (جس کو سود سے تعبیر کرتے ہیں اگر چہ یہ سود نہیں کیوں کہ سود کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی) کا پیسہ غریبوں کو دے دیا جائے، مگر بینک وغیرہ سے ہر حال میں وصول کیا جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری قوم میں متعدد افراد کی ایک کمیٹی ہے، جس کے ممبران زمانہ حاضرہ کے بموجب جیسا کہ آج کل مسلمانوں کی عام طور پر حالت ہے، یہ ممبران بھی علم دین سے ناواقف ہیں اور اخلاق نبوی اور اخوت اسلامی اور موجودہ نازک ترین زمانہ جو مسلمان پر گزر رہا ہے اس سے بھی اکثر بے پرواہ ہیں۔ ہمارے آپس کے جھگڑے جب ان کے پاس پیش ہوتے ہیں تو یہ ممبران مذکور اس قسم کے فیصلے صادر فرماتے ہیں، جس کی مثال حسب ذیل پیش خدمت ہیں، عرض ہے کہ اس کمیٹی کا نام ”اصلاح کمیٹی ملتانی لوہاران، لوہار پورہ ناگور راجستھان ہے۔“

(۱) اصلاحِ کمیٹی مذکور نے مسمی غلام محمد صاحب جنتری ساز کو طلب کیا وہ بوجہ بیماری و پاؤں کی شدید تکلیف ہونے کے حاضر نہ ہو سکے، لہٰذا غلام محمد صاحب مذکورہ کو ممبران کمیٹی مذکور نے برادری سے باہر کر دیا، کیا ممبران اصلاح کمیٹی کا یہ سلوک اپنے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ اخلاقا وشرعا جائز ہے۔

(۲) گزشتہ ماہ رمضان المبارک میں غلام محمد صاحب نے اپنے گھر پر روزہ افطاری کی دعوت میں برادری کے متعدد اشخاص کو مدعو کیا ان اشخاص نے آکر غلام محمد صاحب کے گھر پر روزہ افطاری میں شرکت کی، لہٰذا ممبران اصلاح کمیٹی مذکور نے افطاری میں شرکت کرنے والے جملہ اشخاص پر فی کس گیارہ گیارہ روپیہ جرمانہ لگا کر جبرا وصول کیا، کیا شرعا کسی مسلمان کے گھر مسلمانوں کی روزافطاری پر ایسی پابندی جائز ہے؟ کیا ایسا جبر جائز ہے؟

(۳) غلام محمد صاحب مذکور کے گھر سے قربانی کا گوشت لینے اور دوسروں کی طرف سے دینے پر بھی پابندی عائد کر رکھی ہے، لہذ حضرات علمائے کرام سے ہماری یہ استدعا ہے کہ ان مذکورہ بالا مسائل کے بارے میں اور اصلاح کمیٹی مذکورہ کے اس طریقے کار کے بارے میں جو اصلاح کمیٹی کے ممبران نے اختیار کیا ہے شرعی حکم سے آگاہ فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق وہدایت بخشے آمین۔

المستفتی: محمد بخش ولد غلام محمد صاحب جنتری ساز، ناگور

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

الجواب

بلا وجہ شرعی صرف اس وجہ سے کہ غلام محمد صاحب بوجہ بیماری کے کمیٹی میں حاضر نہ ہوئے برادری سے خارج کرنا یا ان کی دعوت افطار میں شریک ہونے والوں پر جرمانہ عائد کرنا یا قربانی کا گوشت لین دین کرنے والوں پر پابندی لگانا مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا کرنا ہے جو شرعا ناجائز ہے، سرکار علیہ السلام نے اتحاد و یکجائی کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور انتشار پیدا کرنے والوں کے بارے میں جہنم کی وعید فرمائی ہے لہٰذا ممبران کمیٹی پر یہ ضروری ہے کہ اس اختلاف کو فورا دور کر کے یکجا ہو کر اخلاق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اخوت اسلامی کا ثبوت دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس آخری بدھ کے ایام میں صحت یاب ہوئے یا آپ بیمار ہی رہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس ایام میں صحت یاب ہوئے اور باغ میں تفریح کے خیال سے تشریف لے گئے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ نہیں صحت یاب نہیں ہوئے بیمار ہی تھے لھذا برائے کرم حدیث کی روشنی میں مسئلہ تحریر فرمائیں۔

الجواب

شیخ محقق دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والثنا ۲۸ صفر المظفر بروز بدھ کو بیمار ہوئے یعنی سر میں درد شروع ہوا اور اسی بیماری میں آپ واصل بحق ہوئے اور یہ جو عام مشہور روایت ہے کہ آخری بدھ کو نبی کریم علیہ السلام بیماری سے صحت یاب ہوئے شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں کہ اس کی کوئی اصلیت نہیں یہ بالکل من گھڑت روایت ہے۔ (مدارج النبوۃ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸)

بخدمت شریف، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ قرآن مجید کی تلاوت و قرات کے لیے از روئے شرع کوئی وقت محدود ومتعین ہے بصورت ممانعت مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

قرآن پاک کی تلاوت کا بھی وقت ہے۔اوقات مکروہہ یعنی طلوع آفتاب وغروب آفتاب اور نصف النہار کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کرنا بہتر نہیں[1] چونکہ دوران تلاوت سجدہ تلاوت بھی آسکتا ہے اور سجدہ تلاوت ان اوقات میں مکروہ ہے ہدایہ اولین میں ہے: "المراد بالنفی المذکور فی صلاۃ الجنازۃ و سجدۃ التلاوۃ الکراھۃ حتی لو صلا ھا فیہ و تلا سجدۃ فیہ و سجدھا جا زلانھا ادیت ناقصۃ کما وجبت اذا لوجوب بحضور الجنازۃ والتلاوۃ"۔[2]

ترجمہ: صلاۃ جنازہ اور سجدہ تلاوت میں جونفی مذکور ہے اس سے کراہت مراد ہے حتی کہ اگر ان اوقات میں سے کسی وقت میں کسی نے نماز جنازہ پڑھ لیا، یا اس وقت سجدہ تلاوت کرکے سجدہ کرلیا تو جائز ہے کیوں کہ جس طرح یہ ناقص واجب ہوئی تھیں اسی طرح ناقص ادا بھی کی گئیں، اس لیے کہ وجوب تو جنازہ حاضر ہونے اور تلاوت کرنے سے ثابت ہو چکا ہے (س)۔لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان اوقات میں تلاوت سے اجتناب کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹)

عمومی طور پر عورتیں گیت گاتی ہیں اونچی یا مدھم آواز سے اور ریکارڈ بجائے جانے کا کیا حکم ہے نیز مسجد کے اسپیکر کو کسی مکان پر ریکارڈ بجانے کے لیے دینا کیا حکم رکھتا ہے نیز گانے کو جائز بتانے والے کا شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب

گانا بجانا مرد وعورت کے لیے ناجائز ہے اور عورت کے لیے اور بھی ناجائز ہے، چونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے تو جس طرح عورت پر اپنی شرمگاہ کا پردہ واجب ہے اسی طرح آواز کو بلند نہ کرنا واجب ہے، جس سے بے پردگی ہوتی ہے جس سے بے حیائی اور برائی کا ہونا یقینی ہے جیسا کہ فی زمانناروزانہ کا مشاہدہ ہے، گانا بجانا چونکہ ناجائز ہے اس لیے اپنا یا مسجد کا لاؤڈ اسپیکر گانا بجانے کے لیے دینا یا لینا ناجائز ہے۔گانا بجانے کو جائز قرار دینا کفر ہے جائز

---

[1] البحرالرائق میں ہے: "وفی البغیۃ:الصلاۃ علی النبی ﷺفی الاوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ والدعا والتسبیح افضل من قراء ۃ القرآن اہ۔ولعلہ لان القراء ۃ رکن الصلاۃ وھی مکروھۃفالاولی ترک ما کان رکنا لھا"۔(البحر الرائق،ص:۷۴۳، ج:۵، کتاب الصلاۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (س، مصباحی)

[2] ہدایہ،ص:۸۵، ج:۱، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

کہنے والے کو اس قول سے رجوع اور تجدید ایمان واجب ہے۔ اگر شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے[1] واللہ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے اغلام بازی کرتا ہے تو کیا شخص مذکور کی بیوی کے لیے کوئی صورت ہے کہ وہ اس سے چھٹکارہ حاصل کرے سوائے اغلام بازی کے شخص مذکور کچھ نہیں کرتا شریعت کا اس کے لیے کیا حکم ہے

الجواب

نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ اگر شخص مذکور ملعون فعل سے توبہ نہ کرے تو شخص مذکور کی بیوی اس سے خلع کر کے چھٹکارا حاصل کرے ایسے لوگوں کو حدیث پاک میں لفظ ملعون سے یاد کیا گیا ہے[2] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[1] اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں بلاشبہہ ممنوع وناجائز ہیں، خصوصا وہ ناپاک ملعون رسم کہ ببت خراں بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہبود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا سمدھیانہ کی عفیف پاک دامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا خصوصا اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زناں میں ہونا ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا قہقہے اوڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظ بے حیا بے غیرت خبیث بے حمیت مردوں کا اس شہد پن کو جائز رکھنا کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بندو بست قطعی نہ کرنا یہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں اگر نا دانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں اور ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فورا اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے''۔ (فتاوی رضویہ غیر مترجم، ص:۷۷، ج:۹، رضا اکیڈمی، ممبئ) (س، مصباحی)

[2] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لعن الله من تولى غير مواليه و لعن الله من غير تخوم الارض و لعن الله من كمه اعمى عن السبيل و لعن الله من لعن والديه ولعن الله من عمل عمل قوم لوط و لعن الله من عمل عمل قوم لوط و لعن الله من عمل عمل قوم لوط ثلاثا ولعن الله من ذبح لغير الله و لعن الله من وقع على بهيمة۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ص:۳۴۰، ج:۵، حدیث:۱۱۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت) اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو اپنے موالی کے علاوہ کسی اور کا ذمہ لے اور اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے زمین کی سرحدوں کو بدل دیا اور جس نے اندھے شخص کو راستے سے بھٹکا دیا اور جس نے اپنے والدین پر لعنت بھیجی اور جس نے قوم لوط جیسا عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے قوم لوط جیسا عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو (بقیہ اگلے صفحے پر)

مسئلہ (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موضع کا کے لاؤ تحصیل جودھپور (راجستھان) جو کہ جودھپور سے ۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے، اس گاؤں کا کے لاؤ میں چار گھر مسلمانوں کے ہیں، جن میں ۳ گھر بنجاروں کے اور ایک گھر میراثی دین محمد ولد مٹھو جی مظہر کا ہے، اس گاؤں میں تالاب اور باوڑی دونوں ہیں، جب تک تالاب میں پانی ہوتا ہے اس سے ہندو مسلمان سب پانی پیتے ہیں، اور کام میں بھی لیتے ہیں اور جب تالاب میں پانی خشک ہو جاتا ہے تو گاؤں کے باوڑی سے تمام گاؤں والوں کو پانی ملتا ہے اور باوڑی سے پانی اونٹ کے ذریعہ تمام گاؤں علیحدہ علیحدہ کھینچ کر لیتے ہیں اور قوم کے لیے کونڈیاں بنادی گئی ہے، اس سے پانی بھر کر لے جاتے ہیں، جس میں ایک کونڈی مسلمانوں کے لیے علحدہ ہے اور مذکورہ چار گھر مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے اور اس مسلمانوں کی کونڈی سے مجھ دین محمد مذکورہ سائل کو دوسرے مسلمان گھر یعنی مسلمان بنجارے پانی لینے سے منع کرتے ہیں اور روزانہ فساد ہوتے ہیں جس سے دوسرے مسلم بھی نالاں ہیں ہر طرح سے ان کو سمجھایا گیا اور قریب کے گاؤں کے مسلمانوں نے بھی ان کو بہت ہدایت کی مگر وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے اس لیے اس معاملے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے فتوی جاری فرمائیں

المستفتی: دین محمد

الجواب

قرآن کریم فرماتا ہے: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"[1] سب مومن آپس میں بھائی ہیں، مذکورہ اشخاص کا یہ طور وطریقہ ٹھیک نہیں اور خلاف شرع ہے ان پر ضروری ہے کہ دین محمد کو اپنے سے قریب کریں اور کونڈی و پیاؤ پر اس کو پانی بھرنے دیں، اللہ کے نزدیک بڑا وہ ہے جس کے عمل اچھے ہوں فرماتا ہے: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ"[2] مجھے امید ہے کہ مذکورہ گاؤں کے اشخاص دین محمد کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے جس کی تعلیم اسلام

(گذشتہ صفحے کا بقیہ) جس نے قوم لوط جیسا عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا اور اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اور جس نے چوپائے کے ساتھ بدفعلی کی اس پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو۔ ترمذی میں ہے: لعن اللہ من وقع علی بھیمۃ و لعن من عمل عمل قوم لوط۔ (جامع الترمذی، ص:۱۷۶، ج:۱، باب ما جاء فیمن یقع عمل البھیمۃ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے چوپائے کے ساتھ بدفعلی کی اور قوم لوط جیسا عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (س، مصباحی)

[1] القرآن المجید، سورۃ الحجرات، آیت: ۱۰
[2] الحجرات، آیت: ۱۳

نے دی ہے،علاوہ ازیں انسانیت کے ناطے اچھا سلوک ضروری ہے،ملکی قانون بھی علیحدگی کی اجازت نہیں دیتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ(۱۲)

علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں،مہربانی کر کے جواب سے مطلع فرمائیں،زید نے ایک کام کے نہ کرنے پر کلام الٰہی کی قسم کھائی پھر قصداوہ کام کیااس کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر کسی نے قرآن کی قسم کھائی تو اسے شرعاقسم مانا جائے گا،اوراسے کفارہ بھی دینا ہوگا۔[1] **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ(۱۳)

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مفید القاری مطبوعہ کانپور ص:۵۰،سترہویں فصل،وقف کفران میں نمبر انہتر واں ۶۹ میں ہے کہ سورہ ماعون میں علی طعام المسکین پر وقف عمدا کر کے''فویل للمصلین'' سے شروع کرنے سے کفر کا خوف ہےاس قسم کی عبارت درج ہےسوہمیں شرعی حکم سے مطلع فرماویں کہ یہاں پروقف کریں یانہ کریں اجرعظیم ہوگا۔

الجواب

جہاں پر وقف ہے وہاں وقف اور جہاں وصل ہو وہاں وصل کرنا اولی ہےصورت مسئولہ میں علی طعام

---

[1] عالم گیری میں ہے:"لوحلف بالقرآن یکون یمینا وبه اخذجمهورمشائخنارحمهم الله تعالیٰ"(فتاویٰ عالم گیری،ص:۵۳،ج:۲،کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا الخ،الفصل الاول الخ،دارالکتب العلمیہ،بیروت)ترجمہ:اگر کسی نے قرآن کی قسم کھائی تو یہ قسم ہوگا یہی جمہور علما کا مذہب ہے۔قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کوکھانا کھلانا یاان کو کپڑے دینااوراگر یہ اس کے بس میں نہ ہوتومسلسل تین روزے رکھے،اسی میں ہے:"الکفارۃ کسوۃ عشرۃمساکین او اطعامهم فان لم یقدر علی احد هذہ الاشیاء فصام ثلثة ایام متتابعات"(فتاویٰ عالم گیری،ص:۶۱، ج:۲،کتاب الایمان،الفصل الثانی فی الکفارۃ، دارالکتب العلمیہ،بیروت) ترجمہ:کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کپڑا پہنایا جائے یا پھرانہیں کھانا کھلایا جائے اگران چیزوں پر قادرنہیں ہےتومسلسل تین روزتک روزہ رکھے۔اللہ فرماتاہے:"فکفارته اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبةفمن لم یجد فصیام ثلثةایام ذلك کفارۃایمانکم اذا حلفتم واحفظواایمانکم "(س،مصباحی)

المسکین پر وقف مطلق ہے یہاں ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ وقف کرنے سے کفر کا شبہ نہیں ہے۔ چونکہ یہاں کلام تام ہے فویل للمصلین سے دوسرا کلام شروع ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۴)

جناب قبلہ علامۃ الدھر دام اقبالہ بعد ادائے قدم بوسی کے عرض ہے کہ میں بخیریت ہوں اور آپ کی اور مجموعہ علمائے اہل سنت و جماعت کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں یہاں ایک خبیث امام جو کہ حافظ و قاری ہے اپنے آپ کو کہتا ہے دیوبندی ہے اور اس کے پاس بہشتی زیور ہے وہ لوگوں کو بہکا رہا ہے پہلے وعظ میں بعد وعظ لوگوں نے اسے سلام پڑھنے کے لیے کہا تو کہتا ہے کہ ہم تو پڑھتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کو کہا تو کہتا ہے جب کوئی آتا ہے تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا ہوں، کیا حضور آتے ہیں وعظ میں اور کب آتے ہیں، بیچ میں یا اخیر میں اور فاتحہ کا منکر ہے زور دینے پر کہتا ہے کہ میں سورہ فاتحہ تو پڑھتا ہوں۔ آپ ان کے مستحکم و صحیح جوابات مستند کتابوں سے مرحمت فرمائیے یعنی قرآن و حدیث سے فتوی دیجیے کہ کیا اس ملعون کے پیچھے نماز جائز ہے اور آپ اپنا علم یعنی تعلیم بھی لکھ دیجیے گا، یہاں کے لوگ سارے کے سارے ان پڑھ ہیں وہ لوگوں پر چھاتا چلا جا رہا ہے، بہشتی زیور میں بھی میرے خیال میں بہت واہیات باتیں لکھی ہیں۔

الجواب

بوقت ذکر ولادت طیبہ قیام کرنا یہ اس بنا پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پاک کی تعظیم مثل ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ذات کی تعظیم میں سے ایک قیام بھی ہے جو بزرگوں کی آمد کے وقت بجالایا جاتا ہے، اور ذکر ولادت پاک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں آمد اور تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ قیام اس ذکر کے ساتھ مناسب ہوا اسی بنا پر یہ قیام بوقت ذکر ولادت کیا جاتا ہے جس کے لیے کثرت سے دلائل موجود ہیں چند دلیلیں بطور ثبوت کے پیش کی جاتی ہیں۔
حضرت فاضل اجل سید جعفر ابن اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الکوکب الازہر میں فرمایا: "القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین ﷺ امر لا شك فی استحبابه و استحسانه و ندب یحصل لفاعله من الثواب الاوفر"۔ (الکوکب الازہر) ترجمہ: قیام بوقت ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب اور مستحسن ہونے میں شک نہیں اس کے کرنے والوں کو پورا پورا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اہل سنت اس کے دعویدار نہیں کہ اس وقت حضور بہ نفس نفیس ہر مجلس میں تشریف لاتے ہیں اس بنا پر قیام کیا جاتا ہے نہ یہ کسی ذمہ دار شخص

نے تحریر کیا ہے اور نہ عوام کا یہ خیال ہونا چاہیے یہ اور بات ہے کہ بعض مجالس میلاد میں حضور تشریف لائے اور لاتے ہیں اور لاتے رہیں گے، یہ تو آپ کے تصرف و اختیار کی بات ہے جو بعید بھی نہیں ہے جیسا کہ آپ کا تصرف و اختیار بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ

فاتحہ: فعل جائز و مباح ہے چونکہ فاتحہ میں میت کے لیے دعائے خیر ہوتی ہے اور میت کے لیے دعائے خیر کا ثبوت قرآن سے ثابت ہے۔ "وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ۔"[1] اور اے محبوب تم ان کے حق میں دعاے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ "وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ"[2] اور اے محبوب اپنے خاص و عام مسلمانوں مردوں و عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ شیرنی وغیرہ فاتحہ میں کسی قسم کی شرعی قباحت نہیں بلکہ افضل اور مستحسن ہے چونکہ یہ بھی میت کے لیے صدقہ کرنے کے حکم میں ہے جو میت کو پہنچتا ہے اور میت کے لیے صدقہ کرنا حدیث اور اقوال سلف وخلف سے ثابت ہے۔ "عن انس رضی الله تعالیٰ عنه انه سئل رسو ل الله ﷺ فقال یا رسول الله نتصدق عن موتا نا و نحج عنهم و ندعو لهم یصل ذلك الیهم فقال نعم انه لیصل و یفرحون به کما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه"[3] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا ان کو یہ پہنچے گا، فرمایا ضرور پہنچے گا اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کسی کی طرف ہدیہ پیش کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها من ابویه فیکون لهما اجرها فلا ینقص من اجره شئ"[4] فقہ اکبر میں ہے: "عند اهل السنة ان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوما او حجا او صدقة او غیرها"۔[5] ترجمہ: اہلِ سنت کے

---

[1] القرآن المجید، سورۃ: التوبۃ، آیت: ۱۰۳

[2] القرآن المجید، سورۃ: محمد، آیت: ۱۹

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری، ص: ۳۰۵، ج: ۵، دارالحدیث ملتان

[4] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط، ص: ۱۳۸، ج: ۳، کتاب الزکاۃ، باب الصدقه علی المیت، دار الکتاب، بیروت

[5] الفقہ الاکبر، ص: ۱۱۸، مسئلة فی ان الدعاء للمیت ینفع خلافا للمعتزلة، دار الکتب العربیه الکبری، مصطفی البابی الحلبی

نزدیک انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا حج ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ ”عن احمد بن حنبل قال اذا دخلتم المقابر فاقرؤا بفاتحة الكتاب والمعوذتين و قل هو الله أحد، واجعلوا ذلك لاهل المقابر فانه يصل اليهم“۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ اور معوذتین اور قل هو الله احد پڑھا کرو اور اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہنچاؤ کہ بیشک وہ انہیں پہنچتا ہے[1]

عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد میں ہے: ”وفی دعاء الاحیاء للاموات و صدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای الاموات۔“[2] ترجمہ: زندوں کا مردوں کے حق میں دعا کرنا اور ان کا ان کی جانب سے صدقہ کرنا ان کے لیے نفع بخش ہے۔ (س)

وہابیہ، دیابنہ کے تسلیم شدہ استاد الکل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ اور ترجمہ یہ ہے: مرنے کے بعد فاسق مومن کو مسلمانوں کے طریقہ پر غسل دیں اور استغفار اور فاتحہ و درود اور صدقات وخیرات اس کے لیے لازم خیال کریں[3]

فقہ کی مشہور کتاب ”ردالمحتار“ جو سب کے درمیان تسلیم شدہ ہے اس میں ہے: ”الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوى لجميع المومنين والمومنات لانها تصل اليهم ولاينقص من اجره شئ“ اھ[4]

---

[1] شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص: ۳۱۲، دارالمدینہ

[2] شرح العقائد النسفیۃ، ص: ۱۷۱، مبحث دعاء الاحیاء للاموات و صدقتهم عنهم نفع لهم

[3] تفسیر عزیزی میں ہے: ”وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ از انتظار فریادرسی می برد و صدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند“ اھ (تفسیر عزیزی، تحت آیۃ والقمر اذا اتسق، ص: ۲۰۶، لال کنواں دہلی) ترجمہ: وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک خصوصا چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ عن ابن عمر ابن العاص قال قال رسول الله ﷺ: ”ما على احدكم اذأراد ان يتصدق لله صدقةتطوعا ان يجعلها عن والديه اذا كانا مسلمين فيكون لوالديه اجرها وله مثلااجورهما بعد ان لا ينقص من اجورهما شئ“ (الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ ابن عساکر، حدیث: ۷۹۴۳، ص: ۴۵۶، ج: ۵، دارالمعرفۃ، بیروت) ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیت سے دے کہ انھیں اس کا ثواب پہنچے گا اور اسے ان دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

[4] ردالمحتار، ص: ۶۰۵، ج: ۱، مطلب فی القرأة الخ، دار احياء التراث العربي بيروت

ترجمہ: جو صدقہ نفل دے تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی نیت کرے کہ وہ انھیں پہنچے گا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا۔ تمام دیوبندیوں وہابیوں کے مسلّم پیر و مرشد شاہ امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھتے ہیں: سلف میں تو یہ عادت تھی کی مثلا کھانا پکا کر مسکین کو کھانا کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی متاخرین میں سے کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے، اس طرح اگر فاتحہ میں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا لے جس کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔ (مشار الیہ) اگر روبرو ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ اس کے ساتھ اگر کلام الٰہی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے، قرآن شریف کی بعض سورتیں جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں، کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لیے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے، کسی نے یہ خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا جائے ہے[1]

خود فاتحہ کے منکر کے سب سے بڑے پیشوا اور امام مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں فاتحہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب کبھی میت کو نفع پہنچانا منظور ہو تو اسے کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھیں اگر میسر ہو تو بہتر ہے ورنہ سورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے[2] مدعی کے لیے اتنے دلائل کافی ہے۔ ورنہ بے شمار دلائل موجود ہیں، جس کو طوالت کے خوف سے ذکر نہ کیا گیا وہ شخص جو منکر صلوۃ وسلام اور منکر قیام تعظیمی بوقت ذکر ولادت پاک اور منکر فاتحہ وایصال ثواب ہے عقیدہ باطلہ کو جان کر اس کے پیروکار کے پیچھے نماز فاسد ہے۔

بہشتی زیور مولوی اشرف علی تھانوی وہابیوں کے امام کی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں اقدس

---

[1] فیصلہ ہفت مسئلہ، ص: ۲۱۔ ۲۲، فاتحہ مروجہ، محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور

[2] صراط المستقیم کی اصل عبارت یہ ہے: وخود معلم اول طائفہ مانعین مولوی اسماعیل دہلوی را خوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است وصراط مستقیم چناں راہ اعتراف وتسلیم پوید ''ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورہ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا ست'' اھ (صراط مستقیم، ص: ۶۴، ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ، مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور) ترجمہ: خود طائفہ مانعین کے معلم اول مولوی اسماعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اجتماعیت کا اچھا ہونا قبول وتسلیم ہے۔ صراط مستقیم میں اس طرح اقرار وتسلیم کی راہ اختیار کی ہے: ''جب میت کو کوئی فائدہ پہنچانا منظور ہو تو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔'' اھ (س، مصباحی)

میں بڑی گستاخی کی ہے اور تمام مسلمانوں کو مشرک اور بد دین لکھا ہے، اس کی کتاب سے بالکل بچا جائے ورنہ ایمان جانے کا خطرہ ہے۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۱۵)

ہمارے یہاں کوئیں میں قریب تیس ہاتھ پانی ہے جو چرس چلانے سے ایک دن میں صبح سے شام تک ۶۔۷ ہاتھ ٹوٹتا ہے روزانہ ۸/گھنٹے چرس چلا کر ۵/دن میں پانی توڑا گیا تو پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب

ایسے کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے واقف کاروں کے ذریعہ سے یہ تحقیق کرالی جائے کہ کنویں میں کتنے ڈول یا گیلن پانی ہوسکتا ہے۔ جتنا پانی بتلائیں اتنا ہی پانی نکال دیں۔ خواہ ایک مرتبہ یا متعدد مرتبہ مثلاً ایک کنواں میں پندرہ سو ڈول پانی ہے، جب تک یہ پندرہ سو ڈول نہیں نکالے جائیں گے کنواں پاک نہیں ہوگا۔ کنویں کا پانی ٹوٹنا شرط نہیں، بلکہ ناپاک ہونے کے وقت جتنا تھا اتنا نکالنا ضروری ہے۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

مسئلہ (۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ بدعت حسنہ، بدعت مذمومہ، بدعت سیئہ کیا ہے ہرسہ کی تشریح تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ'' میں بدعت کے متعلق فرماتے ہیں: ''بدانکہ ہر چہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدعت است واز آنچہ موافق اصول وقواعد سنت اوست وقیاس کردہ شدہ است بآن آنرا بدعت حسنہ گویند وآنچہ مخالف آں باشد بدعت وضلالت خوانند وکلیت کل بدعت ضلالت محمول برین است وبعض بدعتھا است کہ واجب است چنانچہ تعلم تعلیم صرف ونحو کہ بداں معرفت آیات واحادیث حاصل کردد وحفظ غرائب کتاب وسنت ودیگر چیز ہائیکہ حفظ دین وملت برآں موقوف بود وبعض مستحسن ومستحب مثل بنائے رباطھا ومدرسہا وبعض مکروہ مانند نقش ونگار کردن مساجد ومصاحف بقول بعض وبعض مباح مثل فراخی در طعامہائے لذیذہ ولباسہائے فاخرہ

بشرطیکہ حلال باشند و باعث طغیان وتکبر ومفاخرت نشوند ومباحات دیگر کہ درزمان آنحضرت ﷺ نبودند چنانکہ بیری وغربال و مانند آن وبعض حرام چنانکہ مذاہب اہل بدع واہوا برخلاف سنت و جماعت وآنچہ خلفاے راشدین کردہ باشند اگرچہ بآں معنی کہ درزمان آنحضرت ﷺ نبودہ بدعت است ولیکن ازقسم بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ درحقیقت سنت است زیراکہ آنحضرت فرمودہ است برشما باد کہ لازم گیرید سنت مراد سنت خلفائے راشدین را رضی اللہ عنھم اجمعین۔''[1]

شیخ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز حضور ﷺ کے بعد پیدا ہوئی وہ بدعت ہے اور جو چیز اصول قواعد سنت کے موافق ہو اور اس پر قیاس ہو اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو کچھ اس کے خلاف ہو وہ بدعت وگمراہی ہے۔ اور ''کل بدعة ضلالة''کی کلیت اسی پر محمول ہے اور بعض بدعت واجب ہے جیسا کہ صرف ونحو کا پڑھنا اور پڑھانا اس لیے کہ آیات واحادیث اس کے ذریعہ سمجھی جاتی ہیں اور کتاب وسنت کی نادر باتوں کا حفظ کرنا اور مذہب وملت کی دوسری چیزوں کا حفظ کرنا ان پر موقوف ہے اور بعض مستحسن اور مستحب مثلا مسافر خانے اور مدرسوں کا بنانا اور بعض مکروہ مانند مسجدوں اور کلام پاک پر نقش ونگار کرنے کے بعض کے قول کی بنا پر اور بعض کے نزدیک مباح ہے جیسا کہ اچھے کھانوں اور لباس میں زیادتی بشرطیکہ حلال ہوں اور وہ تکبر اور فخر کا سبب نہ ہوں اور دوسری مباح چیزیں کہ آنحضرت کے زمانے میں نہ تھیں جیسا کہ کنویں اور چھلنی اور اس کے مثل اور بعض حرام جیسا کہ اہل بدعت کا مذہب سنت کے خلاف ہے۔ اور وہ جو کچھ خلفاے راشدین نے کیا ہو وہ اگرچہ حضور کے زمانے میں نہ ہو بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ بلکہ حقیقت میں سنت ہے اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے خلفا کی سنت لازم پکڑلو۔

مسئلہ (۱۷)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے میں کہ زید کی طبیعت خراب ہے اور اس قدر کمزور ہے کہ وہ پانی سے وضو بھی نہیں کرسکتا کمزوری بھی زیادہ ہے اور پانی کے نقصان کردینے کا اندیشہ ہے، تو اس صورت میں اس کو طہارت کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر زید کی حالت بہت ہی نازک ہے اور اس قدر کمزور ہوگیا ہے کہ وضو نہیں کرسکتا۔ یا اس کو خوف ہے کہ اگر

---

[1] اشعۃ اللمعات فارسی، ۵۸، ج:۱، کتاب الایمان، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثالث، قلمی نسخہ

وہ وضو کرے گا تو ہلاک ہوجائے گا یا اس کا مرض شدت اختیار کرلے گا تو اس صورت میں اس کو تیمم کرنا چاہیے۔ ہدایہ میں ہے: "ولو کان یجد الماء الا انه مریض فخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه یتیمم"[1]
ترجمہ: اور اگر اسے پانی میسر ہو لیکن وہ بیمار ہے، اسے ڈر ہے کہ پانی استعمال کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی، تو وہ تیمم کرے۔

اور دوسری عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے: "ولو خاف الجنب ان اغتسل ان یقتله البرد او یمرضه یتیمم بالصعید"[2] ترجمہ: اور اگر جنبی شخص کو خوف ہوا کہ اگر وہ غسل کرے گا تو سردی اسے مار ڈالے گی یا بیمار بنادے گی تو پاک مٹی سے تیمم کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک انجمن کے سیکریٹری کو ایک مولانا صاحب نے اپنے مدرسہ میں بلوایا اور یہ سوال کیا کہ سنتا ہوں کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا کسی کو سلام نہیں کرتا، سیکریٹری نے جواب دیا کہ آپ نے صحیح سنا ہے، مولانا نے کہا کہ میں فاسقوں کو سلام نہیں کرتا، اگر آپ اسلامی شکل بنا کر آئیں تو سلام کروں گا اور یہ بھی فرمایا کہ جب علما سلام کرنے لگیں گے تو خدا کا قہر نازل ہوگا، اس کے بعد آیت تلاوت کی، آیت قرآن کی تھی یا حدیث کا کوئی جز تھا، سیکریٹری نے سوال کیا کہ "لکم دینکم ولی دین" کا کیا ترجمہ ہے؟ مولانا موصوف نے فوراً جواب دیا کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے سکریٹری نے سوال کیا کہ یہ کلام پاک میں موجود ہے اور لوگ اس کی تلاوت کرتے ہیں، مولانا نے کہا کہ برکت کے لیے لوگ پڑھتے ہیں ورنہ حکم اٹھالیا گیا ہے، اس بات کو لیکر دونوں طرف سے زیادہ کشیدگی پیدا ہوگئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بات زیادہ بڑھ جائے، لہٰذا مودبانہ گزارش ہے کہ مولانا موصوف نے جو کچھ فرمایا کہاں تک صحیح ہے۔ معتبر حوالہ وحدیث مہر دستخط کے ساتھ جتنا جلد ہو سکے روانہ کریں احسان عظیم ہوگا۔

المستفتی: محبوب حسن، قصبہ: التفات گنج، ضلع فیض آباد

الجواب

فساق کی دو قسمیں ہے: (۱) فاسق فی العقیدہ (۲) فاسق فی العمل، بلاشک فاسق فی العقیدہ (مراد تمام فرقۂ

---

[1] ہدایہ، ص: ۴۹، ج: ۱، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ
[2] المرجع السابق

باطلہ مثلاً وہابی، دیوبندی وغیرہ) کوسلام کرنا صحیح نہیں ایسوں ہی کے لیے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "فلا تقرئہ منی السلام[1] میرے طرف سے اسے سلام مت کہنا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فایاکم و ایاھم لا یضلونھم ولا یفتنونکم۔[2]

ترجمہ: توتم ان سے دور رہو تا کہ وہ تمہیں فتنے اور گمراہی میں مبتلا نہ کردیں۔

(۲) فاسق فی العمل یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب اور عقیدتاً سنّی صحیح العقیدہ ان کے لیے بھی علمائے ربانیین کا ایک گروہ یہی کہتا ہے کہ سلام میں تہدیداً وتنبیہاً پہل نہ کرے تا کہ فسق وفجور سے تائب ہوں اور عبرت حاصل ہو۔ دوسرا گروہ علمائے ربانیین کا یہ کہتا ہے کہ ان کوسلام میں پہل کرنا جائز ہے اور اس نسبت سے سلام کرے کہ وہ اپنے اس فعل بد سے تائب ہوجائیں گے اور علمائے اہلسنت سے قریب رہیں گے، کیوں کہ سلام سے محبت والفت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا بوقت ضرورت اور حاجت ایسوں کوسلام کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں: بلاشک ضرورت زمانہ مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنے عوام سنی صحیح العقیدہ کو بدمذہب کے چنگل سے بچائیں، فقیر غفرلہ القدیر اس نسبت سے سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کا فائدہ بھی نظر آیا کہ کتنے فساق گناہ کبیرہ سے تائب ہوگئے اور کتنے بدمذہبیت سے بچ گئے۔ زمانہ بڑا نازک ہے بدمذہب بھیڑیوں کی طرح گھات میں بیٹھے ہیں ضرورت ہے کہ علمائے اہل سنت اس طرف توجہ تام فرمائیں اور عوام کو اپنے قریب کریں۔[3]

بلاشک آیت کا حکم آیت سیف نے منسوخ کیا مگر تلاوت باقی ہے، قرآن پاک میں چند آیات منسوخ ہیں مگر ان کی تلاوت باقی ہے۔ اس پر لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہیں۔ یہ حکم خداوندی ہے، حکم خداوندی کے سامنے گردن خم کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جس شخص کو احتلام ہو، ہر چار پانچ دن مین یعنی بہت ہوتا ہے

---

[1] مشکوۃ المصابیح،ص:۳۲، باب الایمان بالقدر، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[2] الصحیح لمسلم، ص:۱۰، ج:۱، المقدمۃ، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ

[3] اشعۃ اللمعات، ص:۶، ج:۴

اسے کیا عمل کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر کسی کو احتلام زیادہ ہو تو ایسا شخص رات میں سوتے وقت یا عُمَر اکیس بار پڑھے اور اپنے اوپر دَم کرے، کثرتِ احتلام سے نجات حاصل ہوگی یا روزانہ صبح نہار منہ دو کچی بھنڈی کھایا کرے، بہت جلد آرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

قطعۂ تاریخ انطباع
فتاوی اشفاقیہ

از مفتی اعظم راجستھان حضرت مولانا مفتی اشفاق حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مفتی اعظم تھے راجستھان کے عالی جناب
نام تھا اشفاق جن کا کام سارے لاجواب

علم دیں کی خوب کی نشر و شاعت آپ نے
سیکڑوں کھولے مدارس علم کے چشمے بہے

جودھپور اسحاقیہ میں آپ کی تھی درس گاہ
تشنگانِ علم وفن کی جو بنی آماجگاہ

علم ظاہر، علم باطن دونوں میں ممتاز تھے
یعنی اپنے دور میں وہ واقعی شہباز تھے

درس بھی دیتے، بتاتے مسئلہ ہر ایک کو
گر کوئی استفتا کرتا فتویٰ بھی لکھتے تھے وہ

اس طرح نوک قلم سے ان کے فتوے بے شمار
اہل راجستھان میں ہیں مشتہر صدہا ہزار

جب ہوئی اس کی ضرورت ہم اسے شائع کریں
پہلے یہ بہتر لگا علمائے دیں اس کو پڑھیں

کام یہ مشکل تھا لیکن مفتی علّامہ سراج
قابلِ نشر وشاعت کرکے ہیں مسرور آج
پہلے ہر فتوی کو دیکھا پھر اسے ترتیب دی
جن کے ناقص تھے حوالے ان کی بھی تخریج کی

پھر ہوئی اس کی اشاعت جامعہ اشفاق سے
جس کا ہے فیضان جاری رحمتِ خلّاق سے
جامعہ اشفاق راجستھان میں مشہور ہے
علم وفن کے واسطے وہ مثل کوہِ طور ہے

تشنگان علم وفن کی بھیڑ رہتی ہے وہاں
جن کے خورد ونوش کا ہے جامعہ خود نگہباں
دینی وعصری وہاں ہر طرح کی تعلیم ہے
اس ادارہ کی یہ عظمت سب کو ہی تسلیم ہے

اس ادارہ کے ہیں بانی حضرت عبد الوحید
صحت وہمت حوصلہ اللہ دے ان کو مزید
غیب سے ان کی مدد ہو، علم کی تشہیر ہو
خواب ان کا جو بھی ہے، شرمندۂ تعبیر ہو

ڈاکٹر امجد ادارہ کے ہیں اب روح رواں
ماتحت ان کے ہے جاری علم وفن کا کارواں
جتنے شعبہ جات ہیں ان کی ہے سب پر نظر
اہل راجستھان میں ہے اس لئے یہ معتبر

سارے شعبوں کا ہے مقصد علم وفن کا ارتقا
اک کتب خانہ بھی اس میں ہے بنام احمد رضا

اک کتب خانہ بھی اس میں ہے بنام احمد رضا
زیست کے دینی مسائل کا ہے جس میں انتخاب

سود ورشوت کے مسائل ہوں کہ ہوں بیع وشرا
حد شرعی کیا ہے ان کی ،کیا جزا ہے کیا سزا

روزہ وحج وزکوٰۃ وعقد وقربانی ، صلوٰۃ
گویا اس میں مندرج ہیں جملہ آئین حیات

الغرض سارے فتاوی مستند ومعتبر
ہے دعا روشن رہیں یہ فقہ کے لعل وگہر

بالیقیں تھی ذات ان کی نازشِ اسحاقیہ
تحفۂ بے مثل جن کا ''فتوی ٔ اشفاقیہ''

تاریخ جب لکھنے چلا انجم تو آئی یہ صدا
عشق نبی دل میں رہے لب پہ رہے صل علیٰ

فیضِ ''حبیب پاک'' سے تاریخ نکلی بر ملا

۳۸

فتویٰ اشفاقیہ ہے مشعلِ راہِ ہدیٰ

۳۸ ۱۹۷۹ء ۲۰۱۷ء

پروفیسر (ڈاکٹر) غلام یحییٰ انجم
ڈین، اسکول برائے انسانی وسماجی علوم
صدر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

مرتب۔۔۔ایک نظر میں

مرتب ایک دیندار اور خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں کے مکتب میں شروع کی۔ اور یہ تعلیمی سفر متعدد مدارس دینیہ سے ہوتا ہوا جامعہ اشرفیہ مبارک پور پر ختم ہوا اور فیضان حافظ ملت سے بہرہ ور ہو کر الحمدللہ دین وسنیت کے کاموں میں آپ سرگرم عمل ہیں۔

نام ونسب: سراج احمد بن عبدالحلیم بن محمد حبیب بن محمد الٰہی۔

وطن: مرغیا چک، پوسٹ، چک مہیلا، تھانہ وضلع سیتا مڑھی (بہار)

تاریخ پیدائش: ۸؍ستمبر ۱۹۹۲ء۔

جن مدارس میں تعلیم حاصل کی:

(۱) دارالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک، سیتا مڑھی (بہار)

(۲) دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ مسجد قرطبہ گلشن نگر، جوگیشوری ممبئی

(۳) دارالعلوم سرکار آسی سکندر پور، بلیا، یوپی

(۴) دارالعلوم اہل سنت ضیاء العلوم، ادری، مئو، یوپی

(۵) دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی، یوپی

(۶) مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، مئو

(۷) دارالعلوم اہل سنت الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

فراغت: دستار فضیلت جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ۱؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۴ء۔ اور دستار تحقیق فی الحدیث وتدریب علی الافتاء بھی جامعہ اشرفیہ ہی سے ۱۲؍مارچ ۲۰۱۶ء کو ہوئی۔

مدت تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور: پانچ سال (سادسہ، سابعہ، فضیلت اور تحقیق فی الحدیث وتدریب علی الافتا)

اسناد: (۱) عالمیت (۲) فضیلت، (۳) تخصص فی الحدیث و تدریب علی الافتا (۴) سند القرآن العظیم (۴) سند الاجازۃ للفقہ الحنفی (۵) سند اجازۃ الحدیث الشریف (۶) منشی (۷) مولوی (۸) عالم (۹) کامل (مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش)

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی:

(۱) ایک سالہ کمپیوٹر کورس

(۲) عربی ڈپلومہ کورس دوسالہ

(۳) اردو ڈپلومہ کورس ایک سالہ

تدریسی خدمات: (۱) دار العلوم رضاے مصطفیٰ گلبر گہ کرناٹک (از ۱۰/شوال المکرم ۲۰۱۶ء تا عید الاضحیٰ) (۲) جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان (از بعد عید الاضحیٰ ۲۰۱۶ء تا حال)

بیعت: پیر طریقت، رہبر شریعت، عالم باعمل، حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری قاضی القضاۃ فی الہند، مد ظلہ العالی والنورانی، بریلی شریف۔

طالب بیعت: فخر السادات امین الملۃ والدین شہزادۂ احسن العلماء علامہ سید محمد امین برکاتی رضوی المعروف امین میاں مدظلہ العالی والنورانی (مارہرہ شریف)

دلچسپی کے میدان: حضرت قبلہ موصوف ایک علم دوست اور تعلیم و تعلم سے شغف رکھنے والے انسان ہیں اور شوق مطالعہ اور تدریسی خدمات کے علاوہ ان کی فطرت میں جو ذوق وافر مقدار میں موجود ہے وہ تصنیف و تالیف کا ہے اور اس میدان میں آپ نے زمانۂ طالب علمی سے دلچسپی دکھائی اور کمر بستہ ہو کر کام کی ابتدا کی۔ اسی سعی پیہم کا نتیجہ ہے کہ اتنی کم مدت میں آپ نے کئی ایک کتاب پر کام کیا اور آپ کو اللہ تعالی نے اپنے فضل خاص سے اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا جس کی بنا پر آپ کے قلم میں سلاست اور روانی پیدا ہوئی۔ اور آپ کی تالیف و ترتیب کردہ کتب میں سے اکثر کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ مزید براں آپ کے اندر وعظ و نصیحت اور اصلاح کا جذبہ بڑے پیمانے پر موجود ہے۔

قلمی خدمات:

(۱) خاموشی کی برکت (عربی کتاب حسن السمت فی الصمت کا اردو ترجمہ) (مطبوع)

(۲) بدفعلی کا وبال (عربی کتاب ذم اللواط کا اردو ترجمہ) (مطبوع)

(۳) نفس کی برائیاں (عربی کتاب عیوب النفس کا اردو ترجمہ) (مطبوع)

(۴) زیارت و توسل (عربی کتاب تعریف الانام فی التوسل بالنبی و زیارتہ علیہ السلام کا اردو ترجمہ) (مطبوع)

(۵) تحقیق و تخریج ''اجتہاد اور تقلید'' مصنف علامہ محمد ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور (مطبوع)

(۶) تقدیم وترتیب ''فن اسماء الرجال میں مفتئ اعظم ہند کی مہارت'' مصنف علامہ ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ (مطبوع)

(۷) فضائل درود شریف (عربی کتاب تنبیہ الانام فی الصلوۃ علی خیر الانام کا اردو ترجمہ) (غیر مطبوع)

(۸) ائمۂ حنفیہ اور خدمت حدیث (غیر مطبوع)

(۹) گلدستۂ تربیت (غیر مطبوع)

(۱۰) تقریباً سات مضامین ومقالات

(۱۱) ترتیب وتخریج وتعلیق وتحشیہ فتاوی مفتئ اعظم راجستھان

مزید تصنیف وتالیف کا کام جاری۔۔۔۔۔۔۔

از: **محمد حسین اشرفی اشفاقی باسنوی، ناگور شریف**
متعلم: تخصص فی الفقہ جامعہ فیضان اشفاق ناگور راجستھان